محاسبۂ قادیانیت

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۱۰

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد دہم (۱۰)

مصنف : حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۶۲۴

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : ستمبر ۲۰۲۰ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
اعاذہ رحمانی، ردوساوس کادیانی	۱۱
نمبر اوّل ...... کادیانی کا دھوکہ ووسوسہ	۱۳
ان لوگوں کا اعاذہ اور اس دھوکہ ووسوسہ کا ازالہ	۱۳
نمبر دوم ...... کذب ومغالطہ کادیانی	۱۴
ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کذب ومغالطہ کا ازالہ	۱۴
نمبر سوم ...... کید ومغالطہ کادیانی	۱۹
ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید ومغالطہ کا اعاذہ	۱۹
نمبر چہارم ...... کید وکذب کادیانی	۲۰
ان کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ	۲۱
نمبر پنجم ...... کید ومغالطہ کادیانی	۲۳
ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید ومغالطہ کا ازالہ	۲۵
نمبر ششم ...... کید ومغالطہ کادیانی	۲۸
ان دونوں فریق کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ ...... اعاذہ فریق مخالف کادیانی	۳۰
اعاذہ فریق موافق کادیانی	۳۳
کادیانی کا افحام اور اس کے معتقدین کا افہام	۳۵
نمبر ہفتم ...... کفر وکذب وکید کادیانی	۴۰
مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ	۴۵
ازالہ امر اوّل مندرجہ حاشیہ	۵۷
ازالہ امر دوم وسوم	۵۷

ازالہ امر چہارم	۵۸
نمبرہشتم ...... کفروکید وکذب وبہتان کادیانی	۷۶
اس کا ازالہ اور مسلمانوں کا اعاذہ	۷۶
نمبرنہم ...... مجموعہ اکاذیب ومغالطات کادیانی	۷۷
اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اوراس کا ازالہ	۷۸
نمبردہم ...... مجموعہ مکائدواکاذیب ومغالطات کادیانی	۸۲
اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اوراس کید کا ازالہ	۸۴
نمبریازدہم ...... کید عظیم وکذب جسیم ومغالطہ دلیرانہ کادیانی	۸۸
اس کید عظیم سے مسلمانوں کا اعاذہ اوراس کا ازالہ	۹۱
ان چاروں جعل وافتراؤں کا ردوازالہ اوّل جعل وافتراء کا ردوازالہ	۹۱
دوم جعل وافتراء کا ردوازالہ	۹۲
سوم وچہارم جعل وافتراء کا ردازالہ	۹۳
نمبردوازدہم ...... کیدوکذب ومغالطہ کادیانی	۹۷
اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اوراس کا ازالہ	۹۸
بعض متفرق مضامین کتاب وساوس کادیانی کے جواب کی تمہیداور جملہ مضامین کتاب کی فہرست	۱۰۷
نقل درخواست کادیانی	۱۱۲
نقل درخواست	۱۱۵
تفصیل جواب درخواست	۱۱۷
خوشخبری	۱۲۲
مرزاغلام احمد قادیانی کی پیش گوئی مندرجہ ومجریہ اشتہار ۲۰؍فروری، ۲۲؍مارچ، ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء پر ایک منصفانہ نظر	۱۲۳
ایک اورتازہ نظیراور چوتھی مثال	۱۳۲
ایک اورتازہ نظیراور پانچویں مثال	۱۳۳

ایک اورنظیراورچھٹی مثال	۱۳۴
نقل درخواست	۱۳۵
کادیانی کی پردہ دری ہمارے سوالات کے جواب	۱۳۹
اس کاازالہ اوراس کے ضرر سے اعاذہ	۱۴۰
اس کذب اوردھوکہ کاازالہ اوراس کے شر سے مسلمانوں کااعاذہ	۱۴۰
اس کیدوکذب کاازالہ اورمسلمانوں کااس کے شر سے اعاذہ	۱۴۲
حاشیہ جات	۱۴۸
اشاعۃ السنۃ پراعتراض دشنام دہی کا جواب	۱۵۳
اشاعۃ السنۃ میں ایک تبدیلی ناگہانی لائق توجہ موافقین ومخالفین کادیانی	۱۶۱
عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پراسلامی رائے	۱۶۴
دجال کادیانی کی مکرچال	۱۶۵
دجال کادیانی کی ایک طرفہ چال	۱۶۵
دجال کادیانی کاایک نیاجال	۱۶۵
کادیانی کے دعویٰ مہدویت کی حقیقت	۱۶۹
کادیانی کی تازہ دروغ گوئی	۱۷۱
اس افتراء کے افتراء ہونے کاثبوت اوراس کاردوجواب	۱۷۲
اس افتراء کے افتراء ہونے کاثبوت اوراس کاردّوجواب	۱۷۶
خداتعالیٰ پرکادیانی کاایک تازہ افتراء	۱۷۹
خداپرکادیانی کے افتراء کرنے کاثبوت اوراس کاردّوجواب	۱۸۰
نوٹس	۱۸۰
خاکساراوردیگرعلماء اہل افتاء پراس کے افتراء ہونے کاثبوت اوراس کاردّوجواب	۱۸۱
خداتعالیٰ پرکادیانی کادوسراافتراء	۱۸۵

اس لاف زنی یا پیش گوئی کے بحق اسلام مضرت رساں ہونے اور اس کے کذب وافتراء ہونے کا ثبوت اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت	۱۸٦
اس پیش گوئی کے افتراء ہونے پر اندرونی شہادت	۱۹۱
اس پیش گوئی کے افتراء ہونے کی بیرونی شہادت	۱۹۴
اس پیش گوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اس کی مضرت کی مدافعت	۱۹۵
بصورت وقوع اس پیش گوئی کے مضرت اور اس کے مدافعت	۱۹٦
ضمیمہ مضمون اوّل	۲۰۰
رسالہ سچائی کا اظہار میں کادیانی کی دروغ گوئیوں کی تفصیل	۲۰۰
ڈاکٹر مارٹین کلارک صاحب کے ایک وہم کا ازالہ	۲۰۰
پہلا کذب	۲۰۴
اس کے کذب ہونے کا ثبوت اور اس کا رد	۲۰۴
دوسرا کذب	۲۰۵
اس کے کذب ہونے کا ثبوت اور اس کا ردّ	۲۰۵
ان تینوں خطوں سے ان تینوں کی فضیلت کا ثابت نہ ہونا	۲۰٦
پہلے خط کی غلطی کی مثالیں	۲۰٦
دوسرے خط کی غلطی کی مثالیں	۲۰۷
تیسرے خط کی غلطی کی مثالیں	۲۰۸
فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز (کادیانی) کی طرف سے	۲۰۹
دیرہ دونی کے قول اور نقل سے شامی صاحب کی فضیلت کا ثابت نہ ہونا	۲۱۱
وہ تدبیر باتوقیر وتجویز ہردلعزیز یہ ہے	۲۱۵
تیسرا کذب	۲۱٦
اس کے کذب ہونے کا ثبوت اور اس کا رد	۲۱٦
اکثر تارک تقلید کادیانی بن جاتے ہیں	۲۱۷

ترک مطلق تقلید کا نقصان	۲۱۷
نقل خط حافظ محمد یعقوب خان صاحب دیرہ دونی	۲۱۸
ایک اور تحریر میں کادیانی کی تازہ دروغ گوئی (سفید جھوٹ)	۲۲۱
فتویٰ سے رجوع کے الزام کی حقیقت	۲۲۳
قسمیہ وصولی خط سے انکار	۲۲۴
ترک تقلید کا نقصان	۲۲۵
برہان الدین جہلمی	۲۲۵
کادیانی دروغ گوئی کی دم	۲۲۷
نقل خط میر حامد شاہ صاحب	۲۲۸
اس خط کا ازسر تا پا دروغ ہونا	۲۳۰
اس خط کے ازسر تا پا دروغ ہونے کا ثبوت	۲۳۰
نقل خط مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی	۲۳۹
مولوی محمد حسن لدھیانوی کے خط پر مولانا بٹالوی کا ایک نوٹ	۲۴۰
اس دروغ گوئی کی ایک اور دم	۲۴۳
بڑی بھاری بشارت	۲۴۳
مولوی محمد حسن صاحب کا دوسرا خط متعلق دروغ گوئی خلیفہ حامد سیالکوٹی	۲۴۸
ایک اور تحریر میں کادیانی اور اس کے خلیفہ حامد سیالکوٹی کی تازہ دروغ گوئی	۲۵۰
حاشیہ جات	۲۵۳
کادیانی کے عربی خطبہ کتاب وساوس کی بعض اغلاط کی فہرست	۲۶۱
حاشیہ جات	۲۷۲
کادیانی پر فتح یابی اشاعۃ السنۃ کا شکرانہ	۲۷۳
پیش گوئی کے دروغ ہونے پر بیرونی شہادت	۲۷۶
(۱) مرزا کادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت	۲۸۲

(۲) ضیاء الاسلام	۲۸۳
(۳) اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد کادیانی	۲۸۴
(۴) مسیح کاذب خاکدانی مرزا غلام احمد قادیانی کی کوئی پیش گوئی (زٹل) جھوٹی ہونے کے سبب سے پادری صاحبان کا اہل اسلام پر طنز کرنا بالکل غلط ہے اور خود انہی کی تحریرات و مسلمات کے برخلاف	۲۸۶
(۵) فتح اسلام بہ شکست کادیانی ناکام	۲۸۸
(۶) نئے اور پرانے عیسائیوں کے جنگ مکدر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو	۲۹۰
(۷) مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک	۲۹۰
(۸) غلام کادیانی اور اس کے الہام شیطانی	۲۹۱
خلاصہ مطالب بعض اسلامی اخبارات	۲۹۱
خلاصہ اخبار جریدۂ ’’روزگار‘‘ مدارس	۲۹۱
خلاصہ ’’سراج الاخبار‘‘ جہلم	۲۹۲
خلاصہ اخبار ’’وفادار‘‘ لاہور	۲۹۳
مرزا کادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی مذہبی صداقت	۲۹۳
خلاصہ اخبار ’’وزیر ہند‘‘ سیالکوٹ	۲۹۴
(۱) مرزائیوں اور عیسائیوں کی لڑائی (۲) فریقین کی گمراہی (۳) اسلام کی سچائی (۴) مرزائیوں کی روسیاہی (۵) بعدش کمال درجہ کی بے حیائی	۲۹۵
خلاصہ اخبار ’’نور علیٰ نور‘‘ لدھیانہ	۲۹۵
جنگ مقدس کی پیش گوئی کا خاتمہ	۲۹۶
خلاصہ ’’کپورتھلہ‘‘ اخبار	۲۹۷
غیر اسلامی اخبارات	۲۹۸
کوہ نور	۲۹۹
اخبار ’’نور افشاں‘‘ لدھیانہ	۳۰۲
حاشیہ جات	۳۰۳

لعنت کادیانی بر کادیانی (لعنۃ اللہ علی الظالمین الکاذبین المفترین علی اللہ رب العالمین)	۳۰۵
اشتہار چار ہزار	۳۳۱
سیدنا یونس کی قوم کا عذاب	۳۴۲
پہلے بات کا ثبوت	۳۴۷
دوسری بات کا ثبوت	۳۵۳
رسالہ تفہیم حق کے جوابات	۳۷۱
خلاصہ خط عبداللہ آتھم	۳۸۱
خط آتھم نورافشاں	۳۸۲
خط آتھم بنام اخبار جعفر زٹلی	۳۸۳
اشتہار (مرزا کادیانی خنزیر کھائے)	۳۸۷
کادیانی جماعت کی اندرونی حالت	۴۰۰
تکملہ مضمون لعنت اللہ	۴۰۵
مرزا غلام احمد کادیانی اور اس کے الہام شیطانی	۴۱۶
حاشیہ جات	۴۲۹
حرام زادہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۴۳۳
تمثیلات	۴۳۷
ان کے جھوٹ بولنے کی تفصیل	۴۴۰
حاشیہ جات	۴۴۴
فرضی زوجہ کادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر کادیانی کی راست بیانی	۴۴۵
ایک پیش گوئی از وقوع کا اشتہار	۴۴۶
مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی اس کی حقیقت	۴۵۴
موقوفی جنگ کا اعلان	۴۶۳
حاشیہ جات	۴۶۳

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے	۴۶۵
ہماری پیش گوئی کا پورا ہونا	۴۷۰
عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے	۴۷۱
عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد کادیانی کا مباحثہ	۴۷۲
اجمالی رائے کی نقل	۵۱۹
تفصیلی بحث	۵۲۰
امر اوّل کا ثبوت	۵۲۱
عہد عتیق کی شہادت	۵۲۱
امر دوم کا ثبوت	۵۲۳
انتخاب رسالہ الوہیم مسٹر اکبر مسیح	۵۴۴
حاشیہ جات	۵۸۵
دجال کادیانی کی نئی چال کا مآل	۵۸۹
اعادہ تنبیہ کادیانی	۵۹۰
حاشیہ جات	۵۹۸
دجالین قادیان کی اور نئی چالیں	۵۹۹
دجال اکبر کادیانی کی پہلی چال	۶۰۰
دجال اکبر قادیانی کی دوسری چال	۶۰۰
حکیم نورالدین کا اعلان کہ مرزا کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی	۶۱۰
حاشیہ جات	۶۱۴
خطبہ (یا لیکچر) جلسہ اعظم مذاہب کے پانچوں سوال کا جواب اور نبوت عامہ وخاصہ	۶۱۵
حاشیہ جات	۶۲۴

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

اعاذہ رحمانی

ردوساوس کادیانی

نمبر اوّل

(جس میں چند مکائد واکاذیب کادیانی بطور نمونہ دکھائے گئے ہیں)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کادیانی کے رسائل فتح، توضیح اور اس کے ازالہ کا اثر بد کادیانی پر پڑا اور وہ مہجور ومطرود خواص وعوام اہل اسلام ہوگیا۔ (جس کا بیان بابرہان فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان میں ہوچکا ہے) تو اس نے اس اثر کو مٹانے اور اپنے رہے سہے معتقدوں ومریدوں کا دل ٹھہرانے کے لئے تین رسالے اور لکھے۔ جن میں سے ایک رسالہ ''وساوس کادیانی'' (آئینہ کمالات) مندرجہ خزائن ج۵ ہے جس کا نام اس نے برطبق مصرع مشہور ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

دافع الوساوس رکھا ہے۔ اس رسالہ میں اس سے وہی عذر بدتر از گناہ ظہور پذیر ہوا ہے جو پہلے تین رسائل کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے سے ظاہر ہوا تھا کہ رسالہ فتح میں تھوڑا سا کفر ظاہر کیا۔ پھر اس کے عذر میں رسالہ توضیح لکھا تو اس میں کفر کا ڈربا کھول دیا۔ پھر اس کی معذرت میں ازالہ لکھا تو اس میں کفر کا ایک دریا بہا کر شور مچا دیا۔ اب اس کے معذرت میں رسالہ وساوس لکھا تو اب کفر کا طوفان برپا کر دیا اور اس قدر کفر کا زہر اگلا اور اس کو اسلام بنانے کے لئے کذب ومغالطہ ومکائد ووساوس سے اس وسعت اور دلیری سے کام لیا ہے کہ اس میں اپنے دجال اور کذاب ہونے کے ثبوت دینے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

ہر ایک رسالہ سابق کی اشاعت میں اس نے اس دام تزویر کا التزام کر رکھا تھا کہ وہ پہلے خاص کر ان ہی بعض دام افتادگان کادیانی کی (جو عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں اور کادیانی کے مطبخ کا دارومدار وہی لوگ ہیں) نظر سے گزرے اور ان کے خیالوں اور دماغوں میں جگہ پکڑ لی اور ان سے کافی فلوس کھینچ کرلے آوے۔ پھر کسی منصف ناظر ومناظر وانگیز امیز (ممتحن) کی نظر سے گزرے۔ مگر خدا کے اس وعدہ اور خبر ''**ان اللہ لا یھدی کید الخائنین** (یوسف:۵۲) **وما کید الکافرین الا فی ضلال** (مؤمن:۲۵)'' کے مطابق کہ خداتعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو راست نہیں لاتا اور کافروں کے مکر اکارت جاتے ہیں۔ وہ رسائل بعض احباب کے ذریعہ سے (جو بظاہر کادیانی کے دوست ہیں) قبل از اشاعت عام ہماری نظر سے گزر گئے اور ان کے جوابات قلمبند ہوگئے۔

اس رسالہ ''وساوس'' میں اس نے اس التزام کے لئے اس قدر اہتمام کیا کہ:

’’مطبع ریاض ہند‘‘ (جس میں وہ رسالہ چھپتا ہے) امرتسر سے قادیان میں منگوالیا اور کمال احتیاط سے رسالہ کو خاص خاص لوگوں میں شائع کیا۔ مگر پھر بھی یہ رسالہ خداتعالیٰ کی مدد وتوفیق سے اور بعض رجال الغیب دوستوں کی توجہ سے ہماری نظر سے گزر گیا۔ ہم اس پر خداتعالیٰ کا پھر اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس نمبر اعاذہ میں اس رسالہ کے چند اکاذیب ومکائد ومغالطات ووساوس بطور نمونہ بیان کر کے اپنے مسلمان ناظرین کو خدا کی حفظ واعاذہ میں سپرد کر کے قادیانی کے دام سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نمبر اوّل ...... قادیانی کا دھوکہ ووسوسہ

اس رسالہ کا خطبہ (دیباچہ) اس نے ۲۹ صفحہ میں لکھا ہے اور منجملہ اس کے ۲۳ صفحہ کی عربی عبارت لکھی ہے۔ جس سے اس نے اپنے جہلاء اور ناواقف اتباع کو یہ دھوکہ دیا اور مکر کیا ہے کہ وہ اس کو بڑا عربی دان عالم سمجھیں یا یہ خیال کریں کہ وہ باوجودیکہ ظاہری علوم میں دخل نہیں رکھتا۔ بلکہ ہیچمدان امی ہے پھر اس نے اتنی لمبی عبارت عربی میں لکھ ڈالی جو بجز تائید غیبی والہام الٰہی ناممکن ہے۔ اس کے اس مکر ومنتر کا بعض لوگوں پر اثر بھی پڑ گیا ہے۔ کوئی تو اس کو بڑا عالم سمجھنے لگا ہے۔ کوئی الہامی خیال کر بیٹھا ہے۔ بعض لوگ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ اگر فلاں مولوی صاحب اس خطبہ کا ترجمہ ہندی زبان میں کر دیں تو ہم قادیانی کا اتباع چھوڑ کر ان کے پیرو ہو جاویں گے۔

ان لوگوں کا اعاذہ اور اس دھوکہ ووسوسہ کا ازالہ

صرف ان لوگوں کی اس شرط پر تو ہم اس عبارت پر کچھ لکھنا فضول سمجھتے ہیں۔ ہاں! اگر قادیانی اور اس کے دستور یمین حکیم نورالدین اور دستور یسار منشی محمد احسن بیکار یہ لکھ دیں کہ اگر کسی مجلس علماء میں یا غائبانہ بضمن رسالہ ہم نے اس عبارت کا ترجمہ کر کے بشہادت قواعد عربیت صرف ونحو وادب وغیرہ اس کا غلط اور مکروہ ہونا ثابت کر دیا تو قادیانی صاحب اپنے دعویٰ الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور وہ دونوں صاحب اس کو ظاہری وباطنی علوم سے معرّیٰ سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ثابت کریں گے کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں قادیانی عربی ہے۔ جس کے غلط کریہہ اور غیر مانوس اور مسجع الفاظ سے جی متلاتا ہے۔

نمبر دوم ...... کذب ومغالطہ کادیانی

کادیانی نے اس عبارت عربی خطبہ میں اور مقدمہ کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے خدا کی جناب میں یہ بے باکانہ وگستاخانہ دعا کی ہے کہ اے خدا! تو میرے وجود کے ہر ایک ذرہ میں گھس آ اور مجھے اپنی طرف اٹھا تو اس نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا اور عرش کے اوپر سے میر احمد بجالایا اور میری دعاء کو قبول کیا اور فتوحات وتائیدات غیبی کا وعدہ دے کر بے غم کر دیا اور یہ کہا کہ میں تیرے مددگاروں کا مددگار ہوں۔ تیری اہانت کرنے والوں کا، اہانت کنندہ، تو میری بارگاہ میں معزز ہے اور تو میری مراد ہے۔یعنی میں تیرا مرید ہوں۔وغیرہ وغیرہ!

اس کے اس افسوس کا ان سادہ لوح ونافہم مسلمانوں پر اثر پڑ گیا ہے۔جن کا یہ مقولہ[۱] ہے کہ ہر یک کلمہ گو نماز پڑھنے والے، قبلہ کا استقبال کرنے والے کے حق میں (گو وہ اس اقرار وافعال میں منافق ہو اور آیات منقولہ[۲] حاشیہ کا مصداق ہو) حسن ظنی بکار ہے اور وہ اس کے اس قسم کے دعاوی سن کر اس کو ولی جاننے اور ماننے لگ گئے ہیں۔

ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کذب ومغالطہ کا ازالہ

میرے بھولے بھائی مسلمانو! اوّلاً کادیانی کے عقائد اس کے رسائل میں اور فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان میں اور جواب فیصلہ آسمانی میں پڑھو۔ پھر اس پر حکم خدا ورسول کو جو فتویٰ مذکور میں منقول ہے، ملاحظہ کرو۔ پھر کادیانی کے اخلاق وعادات کو جو جواب فیصلہ آسمانی میں صراحۃً اور مضمون گیدڑ بھبکی کادیانی میں اشارۃً مذکور ہیں خیال میں لاؤ۔ پھر اپنے ایمان، نور، قلب، فراست اور کانشنس کو کام میں لا کر غور کرو کہ اس اعتقاد واعمال کا مدعی اسلام خدا کا ہم کلام ومخاطب ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

جو شخص اس قدر مقابلہ وموازنہ کی فرصت نہ رکھے اس کو اس دعویٰ کادیانی کا کذب ثابت کرنے کے لئے اور تین دلائل کی طرف ہم توجہ دلاتے ہیں۔

<u>پہلی دلیل:</u> یہ ایسی دلیل ہے جس کو کسی کتاب یا رسالہ میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک صاحب بصیرت وفراست کو اپنے دل ودماغ کی طرف رجوع کرنے سے خیال میں آسکتی ہے۔ وہ یہ کہ دو باتیں مسلم کل ہیں۔ایک یہ کہ کادیانی عرصہ دس سال سے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں خدا کا ملہم وہم کلام ومستجاب الدعوات ہوں اور خدا نے مجھے

الہام کیا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تجھے لوگوں سے بچاؤں گا اور تیری مدد کروں گا اور تیرا نام پورا ہوگا اور تو میری بارگاہ میں عزت رکھتا ہے اور زمین آسمان تیرے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں اور تو میرے ساتھ ہے اور تو میری مراد ہے۔ (یعنی میں تیرا مرید ہوں) میں تیرے پیروؤں کو تیرے منکروں پر قیامت غالب رکھوں گا۔ منکروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا تو مت ڈر تو غالب ہے۔ وغیرہ وغیرہ! (جس کو وہ براہین احمدیہ ج۱ ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۷، ص ۴۹۸، ۵۰۵، ۵۱۰، ۵۵۶، ۵۶۱) میں بیان کر چکا ہے۔

جو شخص یہ کتاب نہ دیکھ سکے وہ ہر گلی کوچہ سے اس کے یہ الہام سن لے اور اس عربی عبارت کا ترجمہ کرا کے بعض الہام اس میں دیکھ لے۔

دوسری یہ بات ظاہر و مسلم کل ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس جو شخص اس کے اس دعویٰ کے دھوکہ میں پھنس گیا اور اب اس سے نکلنا چاہتا ہی ہو وہ ان دو باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ خیال کرے کہ اگر کادیانی ان دعاوی میں سچا ہوتا تو ان کا کچھ نہ کچھ اثر، ان دس برسوں میں ظاہر ہوتا اور اس کو دیکھ کر کوئی نہ کوئی منکر و مخالف اس کے تابع ہو جاتا۔

جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے دعویٰ کئے تو دم نقدان کے آثار دکھا دیئے۔ جس پر ہزاروں بلکہ لاکھوں منکر قائل و مسلمان ہو گئے۔ کادیانی کے ان دعاوی کا کون سا اثر ظاہر ہوا ہے؟ اس کی کون سی دعاء قبول ہوئی ہے۔ کون سا منکر و مخالف اس کے تابع ہوا۔ کس منکر و مخالف پر اس کا رعب پڑا۔ کس پر اس نے فتح پائی۔ اس کے اتباع کو اس کے مخالفین پر کب غلبہ و فوقیت حاصل ہوئی۔ زمین و آسمان نے عام لوگوں سے بڑھ کر کس قسم کی اس کی خدمت کی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہو کر اس کو کیا عزت بخشی، کافروں کے دلوں میں نہ سہی عام مسلمانوں کی نظروں میں اس کی قبولیت و عزت کب قائم کر دی۔ جس کا محبوب بندوں کے وعدہ دیا گیا ہے کہ: ''یوضع لہ القبول فی الارض'' کیا وہ اثر یہی ہے کہ جن لوگوں کے حق میں کادیانی نے پانچ پانچ سو روپیہ عوضانہ لے کر صحت و اولاد کے لئے دعاء کی ہے۔ وہ ہنوز بے اولاد و بیمار ہیں اور کادیانی صاحب زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں تو عام مسلمانوں کی نظر میں عزیز تھے۔ اس کے بعد سے اس وقت تک وہ تمام دنیا کے مسلمان علماء و عوام میں (بجز چند جہلاء کے جن کو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کر سکتے ہیں) ذلیل ہوتے جاتے اور گمراہ سمجھتے جاتے ہیں اور وہ حدیث ''یوضع لہ

البغضاء'' کا مصداق ہوگئے ہیں اور ہر میدان ومعرکہ میں اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے ہیں اور اب تو وہ گھر سے باہر قدم نہیں رکھتے اور مقابلہ ومباحثہ کی شرطوں کی آڑ میں جان بچاتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی مدد وحفاظت سے موعود ہوتے اور اس مضمون کے الہامات سے مخاطب ومبشر ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچالے گا اور مخالفوں پر غالب کرے گا۔ وہ چمکتی تلواروں میں دشمنوں کے مقابلہ میں نکلتے ہیں۔ دشمن سے چھپ کر گھر میں پناہ گزین نہیں ہوتے۔

آنحضرت ﷺ ابتداء میں اپنے پاس پہرا رکھواتے جب حفاظت کی بشارت ان کو دی گئی اور یہ آیت: ''**واللہ یعصمک من الناس** (المائدۃ:۶۷)'' (جس کو کادیانی نے اپنے حق میں اتارلیا ہے) نازل ہوئی تو پھر آپ نے پہرا اٹھادیا اور فرمایا کہ اب خدا نے میری حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔

ایک دفعہ مدینہ پر کسی دشمن کے چڑھ آنے کی خبر آئی تو آپ تنہاء ابوطلحہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہوکر اس کی طرف چل نکلے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ جن کے پاس صرف سات تلواریں اور ایک گھوڑا تھا ایک ہزار مسلح دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اب اس کے مقابلہ میں کادیانی کی حالت کو وہ لوگ دیکھیں کہ دہلی کے قومی جلسہ مباحثہ چاندنی چوک میں (جس میں کئی مجسٹریٹ اور پولیس انسپکٹر آپ کی حفاظت کے لئے موجود تھے) آپ باوجود مکرر طلبی اور تسلی دہی کے گھر سے باہر نہ نکلے اور جب تک دہلی میں رہے فیس دے کر پولیس کے سپاہی دروازہ پر رکھوائے۔

اس سے کس وناکس کو بشرطیکہ کچھ فہم وفرست رکھتا ہو معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ ان الہاموں کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ آپ کو خدا نے کوئی وعدہ نصرت وحمایت کا نہیں دیا۔

بعض سادہ لوح مسلمان اس دھوکہ میں آکر اس کو ولی مان بیٹھے ہیں کہ انہوں نے اپنے خوابوں میں اس کو اچھی حالت میں دیکھا ہے۔ بعض نے اس کے خوابوں کو اپنی حالت کے موافق پایا ہے۔ یہ دونوں فریق یہ دو باتیں سن اور سمجھ لیں۔ (۱) کسی کا خواب ظاہر احکام کتاب وسنت کے مخالف کوئی امر ظاہر کرے تو وہ شرعاً لائق اعتبار نہیں۔ ایسے خواب کا اعتبار ہو تو قرآن واسلام کو منسوخ ماننا پڑے گا۔ (۲) کبھی سچا خواب کافر بھی دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ کادیانی نے یہ بات خود (توضیح المرام ص۸۴، خزائن ج۳ ص۹۵) میں واضح کر کے بیان کردی

ہے۔ پھر وہ کافران سچے خوابوں کے سبب ولی نہیں سمجھے گئے تو کادیانی صاحب ان خوابوں سے سبب کیوں ولی سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو ولی تب ہی وہ مانیں جب ان کے سب ہی الہامات وبشارات کو تصدیق کرلیں اور پورا ہوتا دیکھ لیں۔ (اگر وہ اس کے عقائد واعمال کا حکم خدا اور رسول سے مقابلہ وموازنہ نہ کرسکیں)

دوسری دلیل: کادیانی ان بشارات والہامات کے دعویٰ میں سچا ہے اور واقعی خداتعالیٰ نے اس کو غلبہ ونصرت وعزت وحمایت کا وعدہ دے کر غم نہ کرنے کا حکم دیا اور اپنے کلام خطاب سے مشرف فرمایا ہے تو پھر اس نے اس عربی خطبہ اور تمام کتاب میں اپنے مخالفوں اور مکفروں کا یہ گلہ کہ انہوں نے مجھے یہ کہا اور وہ کہا۔ لوگوں کے سامنے کیوں پیش کیا اور ان کو برا کہہ کر کہ وہ ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ لوگوں کو ان پر اشتعال کیوں دلایا؟ جس شخص کو اپنے محبوب کا جمال ووصال وخطاب میسر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں غیروں اور مخالفوں بدگوئی وبرائی وتکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور اس کو واویلا اور نوحہ کے ساتھ اشتہاروں اور اخباروں میں مشتہر نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ جتنی دیر میں اغیار کی بدگوئی کی طرف متوجہ رہوں گا اتنی دیر ذکر یار میں کیوں مصروف نہ رہوں گا۔ دوست کا ایک کلمہ لطف دشمنوں کے ہزار کلمہ طعن کے غم کو غلط کردیتا ہے اور اس کا ایک نظارہ جمال باکمال غیر کو نسیاً منسیاً بنادیتا ہے۔

سرمد کہتا ہے ؎

سرمد گلہ اختصارے باید کرد یک کار از دو کارے باید کرد
یاتن برضاء دوست مے باید داد یا قطع زیار اختیارے باید کرد

آپ نے خود بھی جھوٹے دل اور کاذب زبان سے ان بشارات کو بیان کرنے کے بعد (وساوس ص۱۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ''هٰذا ما بشرنی ربی وملجاء عند ربی والله لو اطاعنی ملوک الارض کلهم وفتحت علی خزائن العالم کلها ما اسرنی کسروری من ذلک'' کہ ''مجھے ان بشارات سے ایسی خوشی ہوئی ہے کہ اگر تمام دنیا کے جملہ بادشاہ اور کل عالم کے خزانے مجھ پر فتح کئے جاتے تو مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی جس قدر ان بشارات سے خوشی ہوئی ہے۔''

اور اگر آپ کی وہ بشارات والہامات خدا کی طرف سے ہوتے اور یہ کلمات فرحت آپ کے سچے دل سے نکلتے تو اس خوشی کے بعد آپ اپنے مخالفین علماء کی شکایت بالکل

بھول جاتے۔ بلکہ یہ رسالہ ’’وساوس‘‘ ہی نہ لکھتے اور خدا کی طرف سے اپنی برأت وحمایت کے امیدوار ہوکر ایسے ساکت وخاموش ہوجاتے۔ جیسے کہ مریم علیہا السلام یہودیوں کی تہمت سے برأت کی امید خدا سے رکھ کر ان کی تہمت کے جواب سے خاموش ہوگئی تھیں۔ آپ کا اس جوش وخروش کے ساتھ ان علماء کو برا کہنا اور لوگوں کو ان کی طرف سے مشتعل کرنا اور ان کے جواب میں ایسا رسالہ کذب ومکائد کا مقالہ لکھنا صاف بتارہا ہے کہ ان الہامات وبشارات کے دعویٰ میں آپ سچے نہیں۔

ناظرین! برسنے والے بادل اتنا نہیں گرجا کرتے۔ جن کے پاس کچھ ہو وہ اس تکلف سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ جن کو خدا کی تائید غیبی کا یقین ہو وہ ظاہری اسباب پر (جائز بھی ہوں تو) اس بے اعتدالی سے اعتماد واعتکاف نہیں کرتے۔ یہ کیا ہے؟ تیسری دلیل میں اور کچھ سنو۔

تیسری دلیل: آپ کو خدا کی طرف سے ایسی بشارتیں نصرت، حمایت وحفاظت کی دی گئی تھیں جن کی خوشی تمام دنیا کے بادشاہوں کے مطیع ہونے سے بڑھ کر آپ کو ہوئی تھی تو آپ نے دنیا کے ایک بادشاہ ملکہ معظّمہ انگلینڈ وقیصر ہند کی جھوٹی خوشامد اور اوپر کے دل سے تعریف کر کے کیوں حفظ وامان وپناہ چاہی اور یہ بات کیوں اس عربی خطبے کے دو صفحہ میں بقلم جلی لکھی کہ مجھے قیصرہ عادلہ اور سلطنت برطانیہ نے بچالیا۔ ورنہ مولوی تو مجھے مار ڈالتے۔

جس شخص کو بڑا شہنشاہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ اپنی پناہ وحفاظت میں لے لے وہ پھر کسی دنیوی بادشاہ یا کسی وزیر کی پناہ چاہتا ہے؟ اور اس کی پناہ میں ہونے کا فخر واعتماد کرتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اسلام کی ظاہری علماء وصلحاء جو الہام وبشارات کے مدعی نہ تھے وہ صرف خداتعالیٰ کے عام وعدوں پر اعتماد کر کے اپنے اسلامی بادشاہوں کی طرف بھی ملتجی نہیں ہوئے اور اپنی کتابوں کے خطبوں میں مسلمان بادشاہوں کو خوش کرنے کی غرض سے انہوں نے ان کے نام وتعریفات درج نہیں کئے۔

کادیانی صاحب! خدا کے ملہم ومخاطب ہوکر اور خصوصیت کے ساتھ نصرت وحمایت کی بشارتیں پاکر اپنی مذہبی کتاب کے خطبہ میں غیر مذہب بادشاہ کی تعریف جلی قلم سے لکھتے ہیں۔ پھر وہ اس الہام وبشارت میں کیونکر سچے ہوسکتے ہیں

نمبرسوم ...... کید ومغالطہ کادیانی

(وساوس ص ۳۷،۵۱،خزائن ج ۵ص ایضاً) میں کادیانی نے یہ بیان کیا ہے کہ تین ہزار کے قریب اعتراض اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سید ومولیٰ پر کوتہ بینوں نے کئے ہیں...... یہ اعتراضات غفلت کی حالت میں سخت خوف کی جگہ ہیں اور ایک ضلالت کا طوفان برپا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں اور مجرد اسلامی عقائد کا یاد رکھنا یا پرانی کتابوں کو دیکھنا ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہیں۔ ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں۔

اس کید میں کادیانی نے سادہ لوح مسلمانوں کو دو مغالطے دیئے ہیں۔ پہلے موجودہ مذہب اسلام وقرآن کو اعتراض کا محل اور اس تبدیلی کا (جو کادیانی اس میں کررہا ہے) محتاج بنا کر دکھایا۔ پھر ان کی اس نازک وخوفناک حالت کی اصلاح کے لئے ان سے چندہ کھینچنا چاہا۔ اس کے اس منتر کا اثر بعض مسلمانوں پر پڑ بھی گیا۔ انہوں نے اس خوف وغرض سے میلہ سالانہ میں اس کو چندہ دینا قبول کیا ہے۔

ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید ومغالطہ کا اعاذہ

قرآن اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم جو قرون ثلاثہ سے اس وقت تک مسلمانوں میں متوارث چلی آئی ہے تین ہزار کجا تین بلکہ ایک اعتراض کا بھی محل نہیں اور جو اعتراضات آج کل بعض لوگ قرآن واسلام اور تعلیم نبوی پر کررہے ہیں وہ اعتراض ان ہی کی نافہمی پر وارد ہوتے ہیں۔ نہ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر۔ لہٰذا اس وقت یا آئندہ قیامت تک مسلمانوں کو حاجت نہیں کہ وہ قرآن یا اسلام میں کوئی تبدیلی کریں اور اس کی پرانی یا اصلی صورت کو بدل کر دوسری صورت بنادیں۔ صرف یہی کافی ہے کہ اس کی اصلی صورت کو جو کوتہ بینوں کی نظروں سے (ان کی لاعلمی اور ناواقفی کے سبب) چھپی ہوئی ہو، ظاہر کردیں۔ کادیانی یہ کہہ کر ناحق مسلمانوں کو ڈراتا اور ان کے کپڑے اتارنا چاہتا ہے اور اگر کادیانی کے نزدیک قرآن اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی اصلی تعلیم واقعی محل اعتراض ہے اور ان کی اصلاح اسی تبدیلی سے ہوسکتی ہے جو کادیانی ان میں کررہا ہے مثلاً کہ حضرت مسیح آسمانوں سے جسم پر نہیں گئے اور نہ وہ وہاں موجود ہیں اور حضرت مسیح نے کوڑھی اندھے اپنے

معجزہ خارق عادت سے اچھے نہیں کئے تو پھر اس صورت کی خیالی اصلاح سرسید کر چکے اور کر رہے ہیں۔ کادیانی نے پہلے کیا کیا اور آئندہ کیا کرے گا۔ اس نے جو کچھ اس وقت تک کیا ہے وہ سرسید کی شاگردی سے کیا ہے۔

اس کید میں کادیانی نے جو اعتراضوں اور عیسائی شدہ مسلمانوں اور کتابوں کی تعداد بیان کی ہے یہ بھی اس کی گپ ہے۔ جس سے وہ اپنے نادان اتباع کو ڈرا کر روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی بچے کو ہوئے سے ڈرا کر اس کی ٹوپی اتار لے۔ بعض پادری تو رو رہے اور واویلا کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ہمارے مذہب کی بھی کچھ اشاعت نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ بہت سارو پیہ خرچ ہوگیا ہے۔ پادری کینن آیزک ٹیلر کا مضمون اشاعۃ السنۃ جلد۱۱ نمبر۱۲ میں ۳۴۸ ملاحظہ فرماویں۔

نمبر چہارم ...... کید وکذب کادیانی

کادیانی نے منجملہ اسلامی مسائل (جن کو وہ محل اعتراض سمجھتا ہے) ایک مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو قرار دیا اور اس کی نسبت (وساوس ص۴۲، خزائن ج۵ ص۴۲) میں لکھا ہے: ’’پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورت شرک سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مشرکون کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ غضب کی بات ہے کہ اللہ جل شانہ تو اپنے کلام میں حضرت مسیح کی وفات ظاہر کرے اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزارہا اور بے شمار فتنے اسلام کے لئے برپا کردیں اور مسیح کو آسمان کا ’’حی وقیوم‘‘ اور سیدالانبیاء ﷺ کو زمین کا مردہ ٹھہراویں۔ حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح لکھی ہے کہ: ’’مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد (صف:۶)‘‘ یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔‘‘

اس کے بعد کادیانی نے آیت: ’’فلما توفیتنی‘‘ اور ’’انی متوفیک‘‘ کو ذکر کیا۔

اس کید میں کادیانی نے مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام حال کے علماء کی ایجاد ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ’’حی وقیوم‘‘ ہونا

پایا جاتا ہے جو ایک شرک ہے۔ تیسرا یہ کہ اس میں آنحضرتﷺ کی توہین پائی جاتی ہے کہ وہ فوت ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہوں۔ چوتھا یہ کہ اس میں آنحضرتﷺ کی نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں آنحضرتﷺ کے نبی ہونے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے معلق ومشروط کیا گیا ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو آنحضرتﷺ بھی نبی نہ ہوں گے۔ اس کید کا اثر کئی مسلمانوں پر پڑ گیا ہے جو باوجودیکہ کادیانی کے اور دعاوی کو نہیں مانتے۔ مگر اس بات کو مان چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔

ان کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا اعتقاد حال کے مسلمانوں کی ایجاد نہیں بلکہ یہ آنحضرتﷺ کے وقت سے متوارث چلا آیا ہے۔

کادیانی باوجود اس دعویٰ دروغ کے اپنے رسائل میں کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی محدث سے یہ قول نقل اور ثابت نہیں کرسکا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت مردہ ہیں۔

۲...... کوئی مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آئندہ اور ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں جانتا اور قیوم آسمانوں کا نہیں سمجھتا بلکہ سب مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور وہ آنحضرتﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کو کادیانی نے خود (ازالہ ص۱۰۷، خزائن ج۳ ص۴۷۸) میں نقل کیا اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ: ’’کیا آنحضرتﷺ کی ہڈیاں قبر سے نکال کر حضرت مسیح کو اس میں دفن کریں گے۔‘‘ پھر اس مقام میں اس کا یہ کہنا کہ مسلمان حضرت مسیح کو حی وقیوم سمجھتے ہیں۔ ان پر افتراء نہیں تو کیا ہے اور اگر حضرت مسیح کی درازی حیات کے اعتقاد سے ان کو حی وقیوم جاننا لازم آتا ہے تو اس اعتقاد سے کادیانی بھی بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر درازی عمر حضرت خضر علیہ السلام کا قائل نہیں ہے تو کیا درازی عمر شیطان کا بھی قائل نہیں؟ جو نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ قیامت تک ہوگی اور اگر وہ وجود خارجی شیطان کا بھی اپنے پیر سرسید کی تقلید سے قائل نہیں تو درازی عمر ملائکہ (ان کو خواہ ارواح ستارگان سمجھے یا ان کا جداگانہ وجود مانے) تسلیم کرنے سے ان کو ’حی وقیوم‘‘ ماننے والا بنتا ہے۔ یہ درازی عمر حضرت

مسیح علیہ السلام کو ’’حی وقیوم‘‘ بنا سکتی ہے تو ملائکہ اور شیطان کو کیوں نہ بنائے گی۔

۳...... آنحضرت ﷺ کے حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے فوت ہو جانے سے آپ کی توہین لازم آتی ہے تو چاہئے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ اس توہین کی تجویز کے وقت کادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو کر زیر زمین مدفون ہیں اور میں زمین پر زندہ پھرتا اور توہین کرتا ہوں اور کیوں ڈوب کر نہیں مر جاتا اور اگر یہ توہین عمر کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے تو بھی چاہئے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی عمر سے زیادہ عمر نہ پاتا اور کادیانی کو چاہئے تھا کہ آنحضرت ﷺ سے اپنی عمر زیادہ نہ ہونے دے۔ کچھ کھا کر مر جاوے۔ کیونکہ تریسٹھ برس کا تو وہ ہو چکا ہے۔

کادیانی کے دام افتادہ عجیب فہم اور عقل کے آدمی ہیں کہ اس کی ایسی واہی باتیں مان کر اس کو مجدد اور ولی تسلیم کر رہے ہیں۔

۴...... اس آیت سے استدلال کرنے میں کادیانی دو کید عمل میں لایا ہے۔ ایک یہ کہ پہلے اس آیت کی بشارت کو اپنے لئے مخصوص کر چکا اور اپنے (ازالہ ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) میں دعویٰ کر چکا ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت مسیح کی اس کی حق میں ہے۔ جو مجرد احمد ہے اور اپنے اندر حضرت مسیح کی صفت جمالی رکھتا ہے اور اسی وجہ سے خدا نے اس کا دوسرا نام مسیح ابن مریم بھی رکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ پیشین گوئی ہو سکتی۔ کیونکہ آپ احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع وصف جمال وجلال سنیں اصل عبارت کادیانی نمبر۶ جلد۱۳ میں ناظرین دیکھیں اور اب وہ اس پیشین گوئی کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بیان کرتا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے اور اگر وہ پہلے قول سے رجوع اور توبہ کر چکا ہے تو وہ تب معتبر ہو سکتی ہے کہ وہ اس رجوع کا اقرار کرے اور توبہ کا اشتہار دے۔

دوسرا کید یہ کہ اسنے لفظ ’’من بعدی‘‘ سے موت کے معنی مراد لے کر آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ میرے مرنے کے بعد آئے گا۔ یہ محض افتراء ہے۔ ’’من بعدی‘‘ کا لفظ عرب اور قرآن کے محاورہ میں معنی موت کے لئے متعین نہیں ہے اور اس مقام میں تو موت کے معنی لینا صاف تحریف اور صریح الحاد ہے۔ جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کا بشہادت قرآن وحدیث واجماع امت زندہ ہونا قطعی وروشن دلیل ہے۔ اس آیت میں حضرت مسیح کا ’’من بعدی‘‘ کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ میرے جانے کے بعد اور میرے زمانۂ نبوت کے پوراہو

جانے کے بعد احمد رسول آئیں گے۔ اس لفظ مسیح ’’من بعدی ‘‘ کی نظیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی گوسالہ پرست قوم کو یہ کہنا ہے: ’’بئس ما خلفتمونی من بعدی ‘‘ جس کے معنی بجز اس کے کچھ بن نہیں سکتے کہ تم نے میرے کوہ طور پر جانے کے بعد جو کام کیا برا کیا۔

اس کی دوسری نظیر حضرت سلیمان کی یہ دعاء ہے: ’’رب اغفرلی هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ‘‘یعنی اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے سوا کسی کے لئے نہ ہو۔ جس کے معنی کوئی شخص یہ نہیں تجویز کر سکتا کہ میرے مرنے کے بعد نہ ہو اور زندگی میں ہو تو ہو۔

اس کے نظائر قرآن میں اور بہت ہیں جن کو ہم بحث وفات وحیات مسیح میں ذکر کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

باقی آیات جو کادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرائی ہیں ان کا دلیل وفات نہ ہونا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس قسم کے اکاذیب ومکائد ومغالطات ووساوس، اس عربی خطبہ میں اور بکثرت ہیں۔ مگر اس نمبر میں ان سب کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اب ہم اس کتاب کے مقدمہ کے چند اکاذیب ومکائد ومغالطات وساوس کی تمثیلات بیان کرتے ہیں۔

نمبر پنجم ...... کید ومغالطہ کادیانی

کادیانی نے (وساوس ص۵۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں بدست آویز[۹] ’’بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه فلا خوف علیهم وهم لا یحزنون (البقرة:۱۱۲) ‘‘اسلام کی یہ حقیقت بیان کی ہے کہ ’’مدعی اسلام اعتقادی وعملی طور پر خدا کا ہو جائے۔‘‘

پھر (وساوس ص۵۹، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں اس کی تشریح یوں کی ہے کہ: ’’مدعی اسلام ثابت کر دے کہ اس کے تمام جسمانی وروحانی قویٰ واعضاء ہاتھ، پیر، دل، دماغ، عقل، فہم، علم، حلم، نیات، خطرات، جذبات، آرام سرور خدا کے تابع ہو جائیں۔‘‘

پھر (وساوس ص۶۳، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے کہ: ’’یہ آیت سعادت کے تینوں درجوں فنا، بقاء، لقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کا پہلا فقرہ ’’اسلم وجهه لله ‘‘ درجہ فناء

کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنے تمام اعضاء قویٰ کو خدا کے لئے کر دیتا ہے تو گویا ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ جس کو صوفی فنافی اللہ کہتے ہیں۔

اور دوسرا فقرہ ’’وھو محسن‘‘ درجہ بقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ انسان بعد فناء اور سلب جذبات نفسانی کے دوسری زندگی پاتا ہے۔ جس کو بقاء باللہ کہنا چاہئے۔‘‘

اور تیسرا فقرہ ’’فلہ اجرہ‘‘ درجہ لقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ جب انسان بقاء میں درجہ یقین وعرفان وتوکل ومحبت میں پہنچ جاتا ہے تو اس کو خدا کے وجود کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔

پھر (وساوس ص۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے کہ: ’’اس درجہ میں بشریت کا رنگ ربانی رنگ کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے چھپا لیتی ہے۔ اس مقام میں جو اولیاء پہنچتے ہیں ان کا نام اطفال اللہ رکھا جاتا ہے۔ گو کھلے طور پر شرع کی زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا۔‘‘

پھر (وساوس ص۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے کہ: ’’اس درجہ لقاء میں بعض امور ایسے صادر ہوتے ہیں جو بشری طاقتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جیسے آنحضرت ﷺ کا جنگ بدر میں کنکروں کی ایک مٹھی سے تمام کفار کی آنکھوں کو پر کر دینا یا چاند کو پھاڑ دینا یا تھوڑے سے پانی سے بہت لوگوں کو سیراب کر دینا اور تھوڑی سی روٹیوں سے ہزاروں آدمیوں کا پیٹ بھر دینا یا لعاب دہن مبارک سے شور آب کنوئیں کو شیریں کر دینا۔ جن کے ساتھ دعائیں نہ تھیں۔‘‘

پھر (وساوس ص۶۸،۶۹، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ’’یہ درجۂ لقاء جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے اوقات تموج میں ضرور اس سے الٰہی کام صادر ہوتے ہیں اور جیسا خدا کا ’’کن‘‘ دائمی طور پر نتیجہ مقصود پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی اس کا ’’کن‘‘ بھی تموج ومد کی حالت میں خطاء نہیں کرتا اور درجۂ فناء کے بعد درجۂ بقاء اور لقاء کا حصول لازمی امر ہے۔ یہ کادیانی کے بیان بارہ صفحہ کا پورا خلاصہ ہے جس کو اس نے طولانی اور مکررسہ کرر عبارات پیچیدہ فقرات رنگین الفاظ میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ لوگ ان عبارات وفقرات میں چکر کھا کر اور متحیر ہو کر کادیانی کے کمال علم ومعرفت کے قائل ہو جائیں اور اس کو ’’ما عرفناک حق معرفتک‘‘ کہہ کر ولی وصوفی ومتبحر عالم سمجھنے لگیں۔ اس کی اس

پالیسی کا اثر بھی کم علم یا بے علم لوگوں پر ضرور پڑے گا۔ وہ ان عبارات کے بھنور اور رنگین فقرات کے چکر میں آ کر ضرور ولی اور بڑا عالم مان لیں گے۔‘‘

ان مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید ومغالطہ کا ازالہ

ان عبارات ودعاوی میں کادیانی نے دو باتیں جتائی ہیں جو اس کے دو کید (مکر) ومغالطے ہیں۔ اوّل یہ کہ جو باتیں اس نے عبارات میں کہی ہیں وہ اس کا ایجاد واجتہاد ہے۔ وہ باتیں اس نے قرآن سے نکالی ہیں۔ دوم یہ کہ جو حالات ومقامات ان عبارات میں بیان ہوئے ہیں وہ حالات اس پر وارد ہیں۔ وہ خود اس مقال کا صاحب حال ہے۔ ان میں وہ اپنے حالات کی عام پیرایہ میں حکایت کرتا ہے۔ برطبق ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں

ان دونوں کید ومغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ جو حالات ومقامات اس نے بیان کئے ہیں وہ صوفیوں اور اہل اسرار کے مقالات واصطلاحات ہیں۔ کادیانی ان کا چور ہے۔ ان کی باتوں کو اس نے سرقہ کیا اور ان کا حوالہ نہیں دیا اور جو اپنا صاحب حالات ومقامات ہونا جتاتا ہے۔ اس میں ان کے منصب ولایت کا سرقہ کیا۔ ایسے ہی چوروں کے حق میں مولوی رومی صاحب پہلے سے کہہ گئے ہیں ؎

حرف درویشان بد زود مرد دوں ۔۔۔ تابخواند بر سلیم زان فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر ۔۔۔ تافریبد مرغ را آن مرغ گیر
ہمسری بانبیأ برداشتند ۔۔۔ اولیاء راہمچو خود بند اشتند

(خلاصہ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے۔ کمینہ آدمی درویشوں کی باتیں اس لئے چرا لیتا ہے کہ ان باتوں سے احمقوں پر منتر پھونکے۔ جیسے شکاری اس لئے جانوروں کی بولی بولتا ہے کہ وہ اس بولی سے جانوروں کو فریب دے کر دام میں لاوے۔ یہ لوگ (ایسی باتیں کہہ کر) انبیاء کا ہمسر بننا چاہتے اور اولیاء کو اپنی مانند سمجھتے ہیں)

یہ امر کہ یہ باتیں پہلے صوفیوں اور اہل اسرار کے بیان کی ہوئی باتیں ہیں۔ محتاج ثبوت نہیں۔ صوفیوں کی جس کتاب میں چاہو۔ ان اصطلاحات ومقامات فنا وبقاء وغیرہ کا بیان دیکھ لو۔ کادیانی کے منہ سے بھی ایک جگہ مقام فناء کے بیان میں صوفیوں کا

نام نکل گیا ہے۔

رہا ثبوت اس امر کا کہ کادیانی خود صاحب حالات ومقامات مذکورہ بالا نہیں ہے۔ سو ثبوت امر اوّل سے بڑھ کر ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ؎

این مدعیان در طلبش بے خبر انند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

کادیانی کے خیالات ومقالات وحالات صاف بتا رہے ہیں کہ وہ ولی تو کجا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی نہیں۔ اس کے اعتقادات کا حال فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان میں ملاحظہ ہو۔ اس کے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اعمال کا حال ہمارے پچاس سوالات سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔

اس کی شیریں زبانی اور خوش خلقی کا حال جواب فیصلہ آسمانی اور ہمارے سوالات اور مراسلت میں ملاحظہ کرو۔ اس کی تازہ شیریں زبانی خوش خلقی یہ ہے کہ اس نے محمد احسن بھوپالی امروہی کو فحش گالیوں کے لئے ملازم رکھ کر اس کام پر مامور کیا ہے۔ جیسے کعب بن اشرف نے آنحضرت ﷺ کی ہجو کے لئے لونڈیاں مقرر کر رکھی تھیں۔ کیا صاحبان مقام فنا وبقاء بھی یہی کام کرتے ہیں۔ پہلے ولی تو ایسے کام کرنے والوں کو ولی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو لعنت سے یاد کرتے ہیں اور ولیوں کی یہ حالات بیان کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں کی (چہ جائے دوستوں کی) بدگوئی اور دل آزاری نہیں کرتے۔ ایک مشہور ولی بدعمل مدعی ولایت کے حق میں فرماتے ہیں ؎

کار شیطان مے کند نامش ولی گرولی انیست لعنت برولی

ایک اور ولی فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف ست و جنگ

یہ آپ کے مقام فناء وبقاء کا حال ہے۔ اب مقام لقاء کا حال سنو۔ مولوی رومی نے اس باب میں ایک قانون مقرر کر دیا ہے۔ جس کی شعر ذیل میں حکایت ہے ؎

کار مردان روشنی و گرمی ست کارد و نان حیلہ و بے شرمی ست

اب طالب حق ویقین غور کریں اور دیکھیں کہ کادیانی صاحب اس مقام لقاء کے مرد ہوتے تو گرمی کے ساتھ اپنی روشنی وبرکات وخوارق دکھاتے۔ عین موقعہ تحدی ومعارضہ میں

بات کو حیلہ حوالہ سے نہ ٹلاتے۔ آسمانی نشان برکات وخوارق عادات دکھانے کے لئے ہمیشہ آپ ناجائز شروط لگاتے اور لمبی لمبی میعادیں مقرر کرتے ہیں جن کا انتظار کسی سے نہ ہوسکے۔ پچھلے واقعات کو جانے دو۔ آپ کے آخری دعویٰ نشان نمائی پر آپ کو جواب فیصلہ آسمانی میں ایک صوفی صاحب کے مقابلہ کے لئے دس ہفتہ میں نشان دکھانے یا پانچ ہفتہ میں صوفی صاحب کا نشان دیکھنے کے لئے بلایا تو اس سے بھی آپ نے رسالہ ''نشان آسمانی'' مصداق ؎

کوہست فریب کادیانی

میں انکار کر دیا اور صاف کہا کہ میں مامور ہوں۔ ایک سال کی میعاد کو کم نہیں کر سکتا۔ جو لوگ آپ سے دعاؤں کے خواستگار ہوئے ہیں۔ ان کو بھی آپ حیلہ حوالوں سے ٹلاتے رہے ہیں۔

بیچارہ آپ کا ظلم رسیدہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ مرض نزول الماء میں مبتلاء ہے اور معمولی علاج ڈاکٹروں کو چھوڑ کر بارہا سفر کر کے آپ کے پاس پہنچا تو اس کو آپ نے اس حیلہ سے لٹکا رکھا کہ میں نے تین شخصوں کے حق میں جن میں ایک تم اور دو اور ہیں۔ دعاء کی ہے۔ ازانجملہ دو کے حق میں دعاء قبول ہوگئی ہے۔ ایک کے حق میں نامنظور ہوئی۔ شاید ان دو میں تم ہو۔ جس سے وہ بیچارہ نہ بالکل مایوس ہو کر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ جن لوگوں سے آپ نے روپیہ لے کر دعاء صحت اور اولاد کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ بھی اب تک آپ کے حیلے حوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

کادیانی صاحب! آپ کو درجہ لقاء حاصل ہے تو کیوں کبھی آپ کی زبان میں الٰہی طاقت کا تموج نہیں ہوتا اور کیوں کبھی آپ کے ''کن'' میں خدا کے ''کن'' کا اثر نہیں آتا۔ اگر کبھی آیا ہے تو پھر آپ نے ان بیچارہ اہل حاجات کا جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں۔ اس وقت کام کیوں پورا نہ کر دیا اور اپنی گردن کو ان کے حق سے کیوں سبکدوش نہ کیا۔ یہ لوگ نہ سہی اور لوگوں کا ہی نام لیں جو آپ کے مدوتموج کے اثر سے فیضیاب ہوئے ہوں۔ ورنہ ان ''لن ترانیوں'' سے شرم کریں۔ شرم انسانیت کے لوازم سے ہے۔

کادیانی کے دام افتادہ شکارو۔ تمہاری عقل اور فوراً ایمان کو کیا ہوگیا۔ تم کادیانی کے مجرد دعاوی کے دم میں کیوں آ گئے ہو۔ کچھ دیکھ تو لیا ہوتا۔ دیکھو زمانہ کیسا ہے اور تم کیسے ہو۔ دانہ کو دیکھے بغیر کادیانی کے کیوں شکار ہوئے جاتے ہو۔

اس بیان میں کادیانی نے مسلمانوں کو ایک اور مغالطہ دیا ہے۔ وہ یہ کہ دعویٰ تو بیان حقیقت اسلام کا کیا اور اپنے بیان میں حقیقت ولایت کو جو ایمان کا اعلیٰ رتبہ ہے اور وہ صرف نبیوں اور ولیوں میں پایا جاتا ہے، بیان کیا۔ اس میں یا تو تمام مسلمانوں کو اس نے ولی قرار دیا یا ولیوں کے سوائے باقی تمام مسلمانوں کو کافر بنایا۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ اس بیان میں کادیانی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ حقیقت اسلام جو آپ نے بیان کی ہے۔ اعلیٰ درجہ کے ایمان کی حقیقت ہے۔ عام مسلمانوں اور مؤمنوں کے ایمان واسلام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تینوں مقام فناء بقاء اور لقاء اور اس کے لوازم کے محل وموصوف ہوں۔

ایک اور مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اولیاء اللہ مقام لقاء میں پہنچ کر اطفال اللہ کہلاتے ہیں۔ گو شرع میں یہ لفظ وارد نہیں۔ اس میں اس نے اپنے اس پہلے کفر کو کہ مجھے بطور استعارہ خدا کا بیٹا کہنا جائز ہے۔ صحیح اور مؤید کرنا چاہا اور یہ بھی جتایا ہے کہ اس کی ایسی باتوں پر شریعت گواہ نہیں تو کیا ہوا۔ وہ خود ایک نئی شریعت لے کر آیا ہے۔ اس مغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث نے ایسی باتوں کو دین سے خارج کیا ہے۔ جن پر شریعت گواہ نہیں اور پرانے صوفیوںؒ نے بھی کہہ رکھا ہے۔ ''**کل حقیقة لا تشهد لها الشريعة فهي زندقة والحاد**'' کادیانی نے خدا کے لڑکے تو بتائے مگر لڑکیاں اور جورو نہیں بتائیں۔ شاید وساوس کی تائید میں جو کتاب لکھے گا اس میں خدا کی جورو اور لڑکیاں بھی بتائے گا۔ ''**عیاذ باللہ من ذٰلک**''

نمبر ششم ...... کید ومغالطہ کادیانی

(وساوس ص۶۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کادیانی نے کہا ہے: ''زیادہ تر افسوس ان عیسائیوں پر ہے۔ جو بعض خوارق اسی کے (یعنی معجزات مذکورہ آنحضرت ﷺ کے) مشابہ مگر ان سے ادنیٰ حضرت مسیح میں سن سنا کر۔ ان کی الوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا اور مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا اپنے اقتدار سے تھا۔ کسی دعاء سے نہیں تھا اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا۔ لیکن افسوس کہ ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہیں باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید ومولیٰ نبی ﷺ کو ہے...... یہ بات اس جگہ یاد رکھنے

کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی خدا تعالیٰ کے ان خاص افعال سے جو بلاتوسط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں۔ کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے۔ تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں ''تشابه فی الخلق'' واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ بنا۔ لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی چڑیاں باوجود یکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔''

اس کید میں کادیانی نے عجیب چال دکھائی اور طرفہ روبہ بازی کی ہے۔ اپنے موافقین ومخالفین دونوں فریق کو دھوکہ دے کر ان کی تسلی کر دی ہے۔ اپنے مخالفین ومعترضین کو تو یہ بات جتائی ہے کہ وہ معجزات حضرت مسیح سے انکاری نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس نتیجہ سے جو نصاریٰ نے ان معجزات سے نکالا ہے کہ: ''حضرت مسیح خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔'' انکاری ہوا ہے اور علمائے وقت نے جو اس کو معجزات مسیح کا انکاری ٹھہرا کر کافر بتایا ہے۔ اس میں انہوں نے افتراء کیا اور ظلم سے کام لیا۔

اپنے موافقین اہل نیچر کو (جو صرف اس انکار معجزات کے سبب اس کے پیرو ہوئے ہیں) اس نے پہلے شروع قول میں یہ کہہ کر کہ: ''معجزات مسیح آنحضرت ﷺ کے اقتداری خوارق سے کم رتبہ تھے۔'' پھر آخر قول میں یہ کہہ کر کہ: ''اس قسم کے خوارق خدا تعالیٰ کے ان افعال سے جو بلا ارادہ غیر ظہور میں آتے ہیں۔ برابری نہیں کر سکتے۔ تا کہ ''تشابه فی الخلق'' لازم نہ آوے۔ اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء باوجود یکہ کئی دفعہ سانپ بنا۔ آخر عصاء کا عصاء رہا اور مسیح کی چڑیاں باوجود پرواز کرنے کے مٹی ک مٹی ہی رہی۔''

یہ جتا دیا کہ اب بھی اس نے ان معجزات کی حقیقت مشہورہ کو نہیں مانا۔ نہ ان جانوروں کا جو حضرت مسیح نے بنائے تھے۔ حقیقتاً زندہ ہونا مانا ہے۔ نہ ان کے حقیقی پرواز کو جو زندہ جانوروں میں پایا جاتا ہے اور اس سے تشابہ فی الخلق لازم آتا ہے جو ایک شرک ہے۔ اس نے تسلیم کیا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت مسیح کی چڑیوں کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ بظاہر اڑتی تھیں۔ مگر درحقیقت وہ مٹی کی مٹی تھی اور اسی نظر سے ان معجزات کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ آنحضرت کے خوارق کے کم رتبہ تھے۔ جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خوارق مذکورہ پانی اور

روٹی کا زیادہ ہونا تو حقیقتاً وقوع میں آیا تھا۔ کیونکہ وہ طبعی اور نیچرل اصول کے مخالف نہیں ہے۔ ہوا اور پانی وغیرہ عناصر کا ہیولا واحد ہے۔ لہٰذا پانی ہمیشہ ہوا بن جاتا ہے۔ ہوا پانی بن جاتی ہے۔ اسی نیچرل اصول کے مطابق آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہوا پانی ہوگئی ہو تو محل تعجب وانکار نہیں ہے۔ بخلاف معجزات مسیح (مٹی کا چڑیا بن جانا یا مردہ کا زندہ ہونا) کہ وہ اصول نیچر کے مخالف ہے۔ لہٰذا ممکن نہ تھا کہ مردہ حقیقتاً زندہ ہو جاتا اور مٹی کا جانور پرند بن جاتا۔ وہاں جو کچھ ہوا تھا وہ صرف مسمریزم کی تأثیر سے ظاہر ہوا تھا اور در حقیقت کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ازالہ میں بیان ہوا ہے۔ لہٰذا اس مقام کی تسلیم اور ازالہ کے انکار میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔

اس کید کادیانی کا اثر ایسا وسیع ہوتا نظر آتا ہے کہ شاید ہی اس سے کوئی بے علم اور کم علم فریقین سے بچے۔ لہٰذا اس کے ازالہ واعاذہ کی طرف فریقین کی توجہ ضروری ہے۔

ان دونوں فریق کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ

اعاذہ فریق مخالف کادیانی

مسلمان بھائیو! کادیانی نے جو بظاہر معجزات مسیح کو تسلیم کیا ہے۔ اس میں اس نے آپ لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنے زمرہ میں داخل کرنا چاہا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز ان معجزات کا قائل نہیں ہے۔ اس کے اس ظاہری اقرار کے ساتھ اس کا درپردہ انکار بھی اس قول کے شروع اور آخر میں موجود ہے۔ مگر ہر ایک کم علم اس کو سمجھ نہیں سکتا ہے۔ ہم نے اس کید کی تفصیل میں اس انکار کا بخوبی اظہار کر دیا ہے۔ آپ لوگ توجہ سے اس کو پڑھیں گے تو اس انکار کے موجود ہونے کا اقبال کریں گے۔ اس سے بھی آپ کو وہ انکار سمجھ میں نہ آوے تو آپ اس کی یہ تفصیل بادلیل سنیں کہ کادیانی نے جو کچھ اس مقام تسلیم معجزات میں کہا ہے۔ آپ نے ازالہ میں اس کا خلاف کیا ہے اور اس تسلیم سے بڑھ کر انکار کا اظہار فرمایا ہے۔

آپ نے (ازالہ ص۲۹۶، خزائن ج۳ ص۲۵۱ حاشیہ) کادیانی نے اس خیال کو کہ: ''حضرت مسیح پرند بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے۔'' نقل کر کے اس کو سخت بے ایمانی وصریح الحاد کیا ہے۔

پھر اس کے (ص۳۰۲، خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ) میں کہا ہے کہ: ''ان دنوں (یعنی حضرت مسیح کے وقت میں) یہودیوں کے خیالات اس طرف جھکے ہوئے تھے جو کہ شعبدہ بازی

کے قسم میں سے تھے۔‘‘

پھر (ص۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’تو کچھ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت مسیح کو اس طریق (یعنی شعبدہ بازی) پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا بنا کر کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسا پرند پرواز کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے ہیں۔‘‘

پھر (۳۰۵، خزائن ج۳ ص۲۵۵، ۲۵۶ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’ماسواء اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب (یعنی مسمریزمی طریق) سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ عمل الترب جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔‘‘

اور (ص۳۰۶، خزائن ج۳ ص۲۵۶ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جائے۔ وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بیجان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کے روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لے آتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا اور نہ درحقیقت زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔‘‘

اور (ص۳۱۱، ۳۱۲، خزائن ج۳ ص۲۵۸، ۲۵۹) میں کہا ہے: ’’حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردہ جو زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے زندہ ہو جاتے تھے۔ وہ بلاتوقف چند منٹ میں مرجاتے تھے۔ کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی۔‘‘

اور اس کے (ص۳۱۵، خزائن ج۳ ص۲۶۰، ۲۶۱ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’اور اگر یہ کہا جائے کہ کیوں بطور معجزہ جائز نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اذن اور ارادہ الٰہی سے حقیقت میں پرندے بنا لیتے ہوں اور وہ پرندے ان کے اعجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا

مالک نہیں بناتا۔ نبی لوگ دعاء اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں۔ معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے۔ جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قدرت[۱۲] ہوتی ہے۔ غرض معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ سے یہ امر بالاتر اور ان صفات خاصہ خداتعالیٰ سے ہے۔ جو کسی بشر کو مل نہیں سکتے۔''

اور اس کے (ص۳۱۷، ۳۱۸، خزائن ج۳ ص۲۶۱، ۲۶۲ حاشیہ) میں کہا ہے: ''بعض دانشمند شرک سے بچنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے۔ وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے۔ ان کی عمر چھوٹی ہوتی تھی۔ تھوڑی مسافت تک پرواز کر کے پھر گر کر مر جاتے تھے۔ لیکن یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اسی حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی۔''

اور اس کے (ص۳۱۹، ۳۲۰، خزائن ج۳ ص۲۶۲، ۲۶۳ حاشیہ) میں ہے کہ: ''بہت لوگ اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعاء کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی جماد جاندار بن جائے تو اس میں کون سا شرک ہے۔ ایسے لوگوں کو جاننا چاہئے کہ اس جگہ دعاء کا کچھ ذکر نہیں اور قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعاء پر جو فعل مترتب ہوتا ہے۔ وہ فعل الٰہی ہوتا ہے۔ نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں[۱۳] ہوتا۔ لیکن اس جگہ وہ صورت نہیں۔ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا۔ وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماریوں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعاء کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی۔ ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔''

اور (ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳ حاشیہ) میں کہا ہے: ''غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا...... بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی رہتی تھی۔''

ان تصریحات وعبارات میں کادیانی نے حضرت مسیح کے معجزات حقیقتاً مردوں کو زندہ کرنے اور مٹی سے سچ مچ کے جانور بنانے اور حقیقتاً ان کے پرواز کرنے سے صاف انکار کیا ہے۔ پھر اس انکار کے ساتھ اب اس کا یہ اقرار جو اس کے کید ششم میں پایا جاتا ہے، کب

سچا ہوسکتا ہے اور اس اقرار سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام اور کیا مقصود ومراد ہوسکتا ہے۔

اگر کادیانی یا اس کا کوئی حامی یا حواری یہ عذر کرے کہ وہ انکار پہلے زمانہ تالیف ازالہ کا ہے اور یہ اقرار تازہ زمانۂ تالیف وساوس ہے۔ لہٰذا مناسب بلکہ لازم ہے کہ اس انکار کو منسوخ ومرجوع عنہ سمجھا جائے اور اس اقرر کو ناسخ وموجب رجوع وتوبہ تصور کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے اگر کادیانی نے اس انکار سے رجوع کیا اور اس کفر سے وہ تائب ہوا ہے تو چشم ماروشن، دل ماشاد۔ ہم اس رجوع وتوبہ پر (اگر اس کے ساتھ اور کفریات سے بھی وہ توبہ کرے) اس کو اپنا بھائی سمجھنے اور کل ہندوستان کے علماء کی طرف سے اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کو بخوشی حاضر ومستعد ہیں۔ مگر بحکم ''**توبة السر بالسر وتوبة العلانية بالعلانية**'' یہ رجوع وتوبہ اس صورت اور شرط سے اور اسی حالت میں مقبول وصحیح ہوسکتی ہے کہ وہ ازالہ وغیرہ تالیفات سابقہ کو جن میں اس قسم کے کفریات درج ہیں۔ آگ میں جلا دے یا دریا برد کرے یا کم ازکم اس مضمون کا اشتہار دے کہ ان کفریات سے میں نے رجوع کرلیا اور میں تائب ہوا ہوں۔ اب ان کتابوں کی ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہ کرے اور اگر وہ ان کتابوں کو نہ جلاوے یا اس مضمون کا اشتہار نہ دے تو پھر رجوع وتوبہ کا یقین نہیں ہوسکتا اور اس اقرار معجزات مسیح کا سبب ومحل یہی متعین رہتا ہے کہ دلی اعتقاد تو اس کا وہی کفر وانکار ہے اور اس اقرار میں وہ مسلمانوں کو دام میں لاتا اور اپنے آپ کو فتویٰ کفر سے بچاتا ہے۔ وبس!

اور اس اقرار اور سابق انکار میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اور ایک دوسرے کا مکذب ہے۔ اس کی کادیانی کچھ پروا نہیں رکھتا بلکہ اس میں یہ فائدہ مدنظر رکھتا ہے کہ جس مقام میں جو بات وہ کہے گا اس میں کوئی نہ کوئی پھنس جائے گا۔ مختلف باتوں کا موازنہ کون کرتا ہے تاکہ اس سے بدگمانی اور انحراف کا خوف پیدا ہو۔

اعاذہ فریق موافق کادیانی

ہمارے نیچری دوستو! کادیانی کے اس انکار معجزات پر آپ لوگ خوش نہ ہوں اور اس انکار کی وجہ سے اس کو اپنے امام کا خلیفہ برحق سمجھ کر اس کے پیچھے نہ لگیں۔ اس کے اس اقرار کے ساتھ جس سے اس نے مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے یہ انکار بے سود ہے۔ معجزات حضرت مسیح کے متعلق گو اس کے اقرار کے ساتھ انکار بھی پایا گیا ہے۔ (چنانچہ اعاذہ

فریق مخالف میں بیان ہوا) مگر معجزات آنحضرت ﷺ اور خوارق اقتداری دیگر اولیاء اللہ کا اس نے ایسے طور پر اقرار کرلیا ہے کہ ان سے انکار کرنے کی اب اس کو گنجائش نہیں رہی۔

آنحضرت ﷺ کا معجزہ پانی زیادہ کرنے کا گو آپ لوگوں کے نیچرل اصول کے مخالف نہیں ہے۔ مگر معجزہ شق القمر (جس کو کادیانی نے اس کید سے پہلے کید پنجم میں مانا ہے) تو آپ کے اس خیالی اصول کے بالکل مخالف ہے۔ پھر وہ آپ لوگوں کا خاص اور پورا ہم مشرب اور آپ کے امام پیر نیچر کا پکا خلیفہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ کیا ہے؟

اور سنئے! میلہ سالانہ کے جلسہ میں کادیانی نے یہ بھی کہا تھا کہ نبی یا ولی کی دعا سے یا یہ کہ خدا چاہے تو کوٹھے کا ہاتھی بن جائے اور اپنے سولہ گز کے نئے کوٹھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ خدا چاہے تو یہ کوٹھا اڑ کر چلا جائے۔ اس کا یہ بیان کس وناکس نے جو اس وقت حاضر وشریک جلسہ تھا۔ سنا اور مختلف شہروں میں جا کر نقل کیا اور خاکسار نے بٹالہ میں مولوی قدرت اللہ صاحب اور منشی دین محمد صاحب سے اور امرتسر کے قریب ریلوے گاڑی میں حکیم نورالدین صاحب سے (جو خوش قسمتی سے لاہور سے امرتسر تک ایک گاڑی میں میرے ساتھ آئے تھے۔ ایک اور خوش قسمتی یہ ہے اس موقع پر آپ سے خاکسار کا مباحثہ بھی ہوا جو قدرتی مباحثہ کے نام سے چھپ چکا ہے) سنا۔

پس اگر یہ بیان کادیانی دل سے ہے تو وہ آپ لوگوں کا پورا ہم خیال اور آپ لوگوں کے امام کا خلیفہ برحق کیونکر ہوسکتا ہے؟ ہم نے معتبر وسائل سے سنا ہے کہ کادیانی کے اتباع سے بعض نیچری اس کے اس بیان سے آشفتہ خاطر ہوئے اور وہ بلاملاقات جلسہ سے اٹھ کر چلے آئے۔

آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ اس داؤ میں نہ آویں اور یقین کریں کہ یہ شخص منافق ہے۔ یہ ادھر ادھر دونوں طرف ٹانگ پھنسانا چاہتا ہے۔ مگر درحقیقت ''لا الٰی ھٰولآء ولآ الٰی ھٰولاء'' کا مصداق بن رہا ہے۔ بہت سی باتیں آپ کے مذہب کی مانتا ہے اور اس مذہب کا رواج دل سے چاہتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے بعض باتوں سے منکر بھی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ اس سے علیحدہ ہو جائیں اور رضی کا شعر ذیل سنا کر اس کو سلام کہیں ؎

نہ تو زاہدوں میں جگہ ملی نہ ہی فاسقوں سے یگانگی
تیری وہ مثل ہوئی اے رضی نہ الی الذی نہ الی الذی

کادیانی کا افحام اور اس کے معتقدین کا افہام

یہ تو ناظرین کو معلوم وثابت ہوا کہ کادیانی نے جو کچھ اس قول (یا کید) ششم میں کہا ہے۔ اس میں اپنے مخالف وموافق دونوں فریق کو دھوکہ دیا۔ اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کید قول نمبر۵ میں جو کچھ اس نے کہا ہے۔ اس میں اس کے سابق انکار معجزات اور اس کی وجوہات کا پورا جواب موجود ہے اور یہ قول کادیانی کے انکار سابق پر افحام (الزام) اور اس کے اتباع کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے۔ اگر ان میں کچھ فہم وشرم ہو۔

اس قول میں کادیانی نے بڑے زوروشور سے بیان کیا ہے کہ نبی اور ولی (جب کہ وہ مرتبہ لقاء کو پہنچ جاتا ہے) کا رنگ بشریت رنگ ربانی کے نیچے چھپ جاتا ہے اور ان میں الٰہی طاقت آجاتی ہے اور تموج کے وقت ان کا ’’کن‘‘ خدا کے ’’کن‘‘ کا کام دیتا ہے اور خدائی کاموں کے لئے ان میں ذاتی اقتدار پیدا ہوجاتا ہے۔ اس الٰہی طاقت کا یہ اثر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی دعاء کے انگلی کے اشارہ سے چاند کو پھاڑ ڈالا اور جس کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا۔ اس کی آنکھ کو بحال کردیا۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

اس کا یہ اعتراف واقرار جملہ وجوہات انکار کو نیست ونابود کرتا اور یقین دلاتا ہے کہ حضرت مسیح کا الٰہی طاقت کی تموج کے وقت مردہ اور کوڑھی اور اندھے کو بغیر کسی دعاء کے صرف ہاتھ لگانا اور مٹی کا جانور بنا کر اس کو ’’کن طیراً باذن اللہ‘‘ کہہ دینا یا صرف الٰہی طاقت کی بھری ہوئی پھونک مار دینا کافی اور ان کی حیات وصحت کا سبب ہوسکتا ہے اور اس پر نہ شرک کا اعتراض وارد ہوتا ہے نہ مخالفت قانون قدرت کا اور کچھ ضرورت باقی نہیں رہتی کہ حضرت مسیح کے افعال مذکورہ کو کادیانی کے سابق قول کے مطابق خلاف توحید ومخالف قانون قدرت سمجھ کر یہودیوں کی سی شعبدہ بازی یا یورپ والی صناعوں جیسی دستگاری قرار دیں یا عمل مسمریزم کا اثر (جھوٹی حیات وعارضی صحت وخیالی حرکت وغیرہ) بتادیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

کادیانی نے انکار سابق کی وجوہات میں جو یہ کہا ہے کہ فعل مخلوق کا فعل خالق سے کمتر ہونا ضروری ہے تاکہ ’’تشابہ فی الخلق‘‘ لازم نہ آوے اور اسی کے مطابق اس قول واقرار جدید کے آخر میں بھی ایک فقرہ بڑھا کر انکار کی جگہ رکھ لی ہے۔ یہ حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کو باطل نہیں کرسکتا۔ مسیح کے بنائے ہوئے پرندوں اور خدا کے مخلوق پرندوں میں یہ

فرق بیّن موجود ہے اور وہ تشابہ فی الخلق کو دور کرنے کے لئے کافی ووافی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو عالم کو ذاتی طاقت سے بغیر کسی سابق مثال یا مادہ کے بنایا اور حضرت مسیح نے خدا کی بنائی ہوئی مٹی سے خدا کے بنائے ہوئے پرندوں کا نمونہ ومثال دیکھ کر خداداد طاقت اور خدا کے اذن سے کوئی جانور بنایا۔ اس فرق بیّن کو دیکھ کر کوئی احمق سے احمق اور غبی سے غبی بھی حضرت مسیح کو حقیقی خالق نہیں سمجھ سکتا اور آپ کے خلق کو خدا تعالیٰ کے خلق سے مشابہ نہیں خیال کر سکتا۔

کادیانی نے اپنے سابق مجوّزہ فرق کہ مسیح کے پرند درحقیقت پرند جانور نہ ہوتے۔ صرف کل کے دبانے سے یا مسمریزم کے ذریعہ سے روح کی گرمی پہنچنے سے کچھ حرکت کرتے تھے، کی تائید میں جو (ازالہ ص۳۰۷، خزائن ج۳ ص۲۵۶، ۲۵۷ حاشیہ) میں بیان کیا ہے کہ: ’’قرآن شریف سے ان پرندوں کا پرواز کرنا بلکہ ہلنا اور جنبش کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا۔‘‘ اس کا ابطال کادیانی نے اپنے قول جدید سے خود کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے قلم سے اس مقام میں (وساوس ص۶۸ خزائن ج۵ ص ایضاً) میں یہ نکلوا دیا کہ: ’’ان جانوروں کا پرواز کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔‘‘

اتباع کادیانی سے جو لوگ کادیانی کا بیان (ازالہ ص۳۰۷، خزائن ج۳ ص۲۵۶، ۲۵۷ حاشیہ) کو سچ سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ وہ اب اس کا بیان (وساوس ص۶۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) کو حیّا وانصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں۔ اس سابق بیان کو جھوٹا سمجھیں اور اب ان معجزات کے حقائق مشہورہ پر ایمان لاویں اور کادیانی کے اس جھوٹ وفریب کو کہ ’’ازالہ میں پرواز وحرکت وجنبش ان جانوروں کے قرآن سے ثابت ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور وساوس میں بلا اعتراف غلطی سابق وبلا اظہار رجوع قرآن سے اس پرواز کے ثابت ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ غور وتأمل سے ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ ایسا جھوٹا اور فریبی اتباع کے لائق ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو لوگ کادیانی کے غالی مقلد ہیں۔ اگر وہ اب بھی اس کے اتباع وپیروی سے دست بردار نہ ہوں تو وہ ہم کو اس تعارض اور اختلاف بیانی کی وجہ بتلادیں اور یہ ثابت کر دکھاویں کہ کادیانی ان دونوں بیان، انکار (ازالہ ص۳۰۷) واقرار (وساوس ص۶۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کیونکر سچا ہوسکتا ہے؟ کادیانی نے سابق انکار کی تائید میں اور خلق طیور مسیح کے خدا کی خلق سے مشابہت پیدا کرنے اور اس وجہ سے اس کو شرک قرار دینے کی غرض سے ایک اور کید عظیم کیا اور بڑا ستم اور غضب ڈھایا کہ (ازالہ ص۲۹۶، خزائن ج۳ ص۲۵۱ حاشیہ)

میں کہا کہ: ’’بعض لوگ موحدین کے فرقہ سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع اقسام کے پرندے بنا کر اوران میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے۔ جس حالت میں حضرت مسیح کے کروڑ ہا پرندے بنائے ہوئے اب تک موجود ہیں۔ جو ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح کا کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہئے۔‘‘

اوراس کے (ص۲۹۷، خزائن ج۳ ص۲۵۱ حاشیہ) میں کہا ہے اس موحد کو یہ بھی کہا گیا کہ کیا تم اب شناخت کر سکتے ہو کہ ان پرندوں میں سے کون سے ایسے پرند ہیں جو خداتعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اور کون سے ایسے پرندے ہیں جو ان پرندوں کی نسل سے ہیں۔ جن کے حضرت مسیح خالق تھے تو اس نے جواب دیا کہ میں شناخت نہیں کر سکتا۔

اوراس کے (ص۲۹۸، خزائن ج۳ ص۲۵۲ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’بعض موحدین کا یہ اعتقاد ہے کہ پرندوں میں کچھ خدا کے مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخلوق ہے۔‘‘

اوراس کے (ص۳۱۶، خزائن ج۳ ص۲۶۱ حاشیہ) میں کہا ہے کہ: ’’اب ہر ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خداتعالیٰ دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اوراذن دے دے کہ تو مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارا کر۔ وہ حقیقت میں جانور بن جایا کریں گے اوران میں گوشت اور ہڈی اور خون اور تمام اعضاء جانوروں کے بن جائیں گے۔ اس صورت میں خدا کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا۔ گو اس کے حکم اوراذن ہی سے سہی اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے اور ’’**متشابہ الخلق علیھم** ‘‘ کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جاوے گی۔‘‘

اوراس کے (ص۳۱۹، خزائن ج۳ ص۲۶۲ حاشیہ) میں کہا ہے۔ ’’اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہو جاتی تھی اور سچ مچ ان میں ہڈیاں، گوشت، پوست، خون وغیرہ اعضاء بن کر جان پڑ جاتی تھی تو اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان میں جاندار ہونے کے تمام لوازم پیدا ہو جاتے ہوں گے اور وہ کھانے کے بھی لائق ہوں گے اوران کی نسل آج تک کروڑ ہا پرندے زمین پر موجود ہوں گے اور کسی شکاری کے ہاتھ سے مرتے ہوں گے۔‘‘

اس کید کا ازالہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی فرقہ کے (فرقہ موحدین ہو (جس سے کادیانی کی مراد فرقہ اہل حدیث ہے) یا کوئی اور فرقہ) ایک شخص کا یہ اعتقاد نہیں سنا گیا

اور نہ کسی کتاب چھوٹی یا بڑی میں دیکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو مٹی کے جانور بنانے کا دائمی اختیار واقتدار حاصل تھا اور کروڑ ہا جانوروں کو انہوں نے پیدا کیا اور ان کا سلسلہ نسل اب تک چلا آیا ہے اور موجودہ پرندوں میں کچھ خدا کے مخلوق میں اور کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخلوق ہیں یا ان کی نسل سے ہیں جو حضرت عیسیٰ نے بنائے تھے۔ مگر ہم ان کو پہچان نہیں سکتے۔

یہ سب باتیں کذاب کادیانی اور اس دجال لاثانی کی اپنی من گھڑت ہیں جس سے اس کا مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اس اعتقاد ومعجزہ خلق طیور کا شرک ہونا لوگوں کے خیال میں جم جائے۔ پھر اس ذریعہ سے وہ اس معجزہ کی نفی کرتے فرقہ اہل حدیث کو اس نے اس اعتقاد کے بیان میں اس لئے نشانہ بنایا ہے کہ اس فرقہ سے عام اہل اسلام کو مخالفت ہے۔ لہٰذا عام اہل اسلام اس فرقہ کا یہ اعتقاد سنیں گے تو ضرور عام مخالفت کی وجہ سے کادیانی کے ساتھ ہوجائیں گے اور اس فرقہ کے مخالف بنیں گے۔

کادیانی اس امر میں اور بیان اعتقاد مذکور میں سچا ہے تو بتادے کہ کس موحد (یا اہل حدیث) سے اس نے یہ اعتقاد سنا ہے اور وہ جاہل ہے یا عالم؟ جاہل ہے تو اس کی بات کا کیا اعتبار ہے؟ اور اگر عالم ہے تو اس کا فل اڈرس (پورا نام ونشان) کیا ہے۔ اگر کادیانی ایسے شخص کا نام لے گا جو فرقہ اہل حدیث سے مرتد ہوکر عیسائی یا مرزائی ہوگیا ہو تو اس کا ہرگز اعتبار نہ ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ وہ برطبق مصرع ؎

یکے دزد باشد یکے پردہ دار

کادیانی کے بکانے سے اس اعتقاد کا مظہر وفرضی معتقد بن بیٹھا ہے۔ اپنے اتباع کے سوا وہ کسی فرد فرقہ اہل حدیث کا نام نہیں بتا سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

جملہ اہل اسلام کا جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں۔ حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کے نسبت صرف یہی اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح نے محض توفیق واذن الٰہی سے جب خدا کی طرف سے ہوتا نہ اپنی ذاتی طاقت سے بعض اوقات چند پرندے بنائے اور پھر معلوم نہیں کہ وہ کیا ہوئے۔ کیا اسی وقت عصائے موسیٰ کی مانند جس کی نسبت ''**قال خذھا سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ** (طٰہٰ:۲۱)'' (خدا نے کہا (اے موسیٰ) تو اس سانپ کو پکڑ ہم اس کو پہلی صورت (یا سیرت) پر کر دیں گے) وارد ہے۔ اپنی اصلی حالت پر ہوگئے یا طبعی موت سے مارے گئے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ تعداد میں لاکھوں کروڑوں تھے اور موجودہ پرندوں میں وہ یا ان کی نسل مخلوق وموجود ہے۔

اور صرف اس قدر صحیح واصلی اعتقاد اہل اسلام کا دیانی کے کسی اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا اور نہ وہ شرک ٹھہر سکتا ہے اور اگر بعض اوقات خدا کے اذن واختیار سے نہ دائمی اقتدار سے مٹی سے جانور بنادینے اور ان میں گوشت ہڈی خون اور اعضاء پیدا کردینے کا اعتقاد شرک ہے تو پھر یہ اعتقاد کادیانی کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کی آنکھوں کے ڈھیلے جولڑائی کے وقت نکل گئے تھے۔ درست کردیئے تھے اور ان میں گوشت وعصبات وطبقات ورطوبات پیدا کردی تھیں۔ کیوں شرک نہیں؟ کیا پرندوں کا گوشت پٹھے وخون بنانا خدا کا خاصہ ہے اور آنکھ کا گوشت پٹھے، خون، رطوبتیں، عصبات پیدا کرنا خدا کا خاصہ نہیں اور یہ کام بندہ بھی کر سکتے ہیں؟ اور کیا اسی وجہ سے حضرت مسیح کے پرند بنانے کا اعتقاد شرک ہے اور آنحضرت کے ڈھیلے بنانے کا اعتقاد شرک نہیں ہے۔ ’’**لاحول ولا قوۃ**‘‘

اس ڈھکوسلے کے آخر میں کادیانی کا یہ کہنا کہ اگر ان پرندوں کی حقیقی حیات مانی جائے تو اس کے لوازم کو کہ وہ کھانے کے لائق بھی ہوں گے۔ شکاریوں کے ہاتھ آتے ہوں گے ماننا پڑے گا۔

اپنی چھپی نیچریت کو ظاہر کرنا ہے اور مثل ’’**الاناء یترشح بمافیہ**‘‘ (برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے) کو سچا کر دکھانا۔ کادیانی صاحب اور اس کے دام افتادہ نیم ملاّ ؤ۔ ’’**الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ**‘‘ (کوئی چیز جب ثابت موجود ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازم کے ساتھ موجود ہوتی ہے) ایک مسلمہ قاعدہ ہے مگر معمولی اسباب ومسببات اور انسانی مقدورات میں سوپر نیچرل امور اور الٰہی قدرت مقدور اس سے مستثنیٰ ہیں اور معجزات وخوارق عادات کا ماننا اسی استثناء کی تسلیم پر موقوف ہے۔ آپ ان معجزات کو اپنے قول (یاکید) نمبر(۵) میں دل سے نہ سہی زبان سے مان چکے ہیں۔ لہٰذا اب آپ کو ان لوازم کے الزام کی گنجائش نہیں رہی ہے تو آپ ہی فرماویں کہ چاند کے پھٹ جانے کے جو لوازم ہیں اور ان کے دستاویز سے نئی روشنی والے اور نئے نظام کے معتقد جو الزام قائم کرتے ہیں۔ وہ کیوں لازم نہیں ہیں؟

اور سرمہ چشم آریہ میں ان الزامات کے جواب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ کیونکر صحیح ہے۔ ایک تعجب کے لائق یہ بات ہے کہ آپ نے اپنے (ازالہ ص۲۹۶، خزائن ج۳ ص۲۵۱ حاشیہ) میں ان آیات کو جن میں مسیح کے خلق طیور وغیرہ معجزات کا ذکر ہے۔ متشابہات قرار دیا۔ پھر ایسے امور متشابہ الحقیقت غیر معلوم الکنہ والکیفیۃ کے لئے لوازم تجویز کرنا کیونکر

جائز و مناسب ہے۔ یہ امر الحاد و نیچریت نہیں تو کیا ہے۔ یہ امر آپ کے نزدیک جائز ہے تو یہ کیوں برملا نہیں کہتے کہ مثلاً خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو اس میں انگلیاں، گوشت، ناخن بھی ہونے لازم ہیں۔ آنکھ ہے تو اس میں ڈھیلا، پتلی، طبقات، رطوبات بھی ہوں گی۔ قبر میں بچھو، سانپ موجود ہیں تو ضرور اور لازم ہے کہ وہ قبر اکھاڑنے سے دکھائی دیں۔ بہشت پھلوں کا باغ ہے اور اس میں پودے اور پھل ہیں تو ضرور ہے کہ بہشت میں کھاد (میلا) بھی ہوگا اور اگر بہشت میں عورتیں جوان ہیں تو ضرور ہے کہ ان سے نسل بڑھے اور بہشت میں کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ دوزخ کلو کی بھٹی اور اس میں آگ موجود ہے تو ضرور ہے کہ اس کی راکھ بھی کہیں جمع ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

اور ان باتوں سے اپنی نیچریت کو کیوں اچھی طرح ظاہر نہیں کرتے اور اگر ان متشابہات (صفات خالق اور حالات دوزخ و بہشت) میں یہ لوازم نہیں نکالتے تو مسیح کے پرندوں کی نسل کو جاری رہنا اور شکاری کے دام میں آنا کیوں ضرور اور لازمی قرار دیتے ہیں۔ کچھ تو شرم و انسانیت سے کام لیں۔ کادیانی صاحب اس شرم سے کام نہ لیں تو مولوی کہلانے والے کادیانیو! تم ہی کچھ شرم کرو اور مولوی کے نام کی لاج رکھو۔ اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ نفی و انکار معجزات مسیح کے متعلق کادیانی کا آخری کید عظیم در حقیقت ضعیف اور ''اوھن من بیت العنکبوت'' اور حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور کو مٹانے کے لئے جو کچھ اس نے سابق انکار مندرجہ ازالہ میں کہا ہے اس کو وساوس کے قول (یا کید) نمبر پنجم کا اقرار معجزات نیست و نابود کرتا ہے اور یہ اقرار کادیانی کے افحام (الزام) کا اور کادیانیوں کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے۔ اگر ان میں کچھ فہم اور شرم ہو۔ ومعہذا اس اقرار حال سے وہ معجزات کو ماننے والا بھی تسلیم کیا جا سکتا۔ جب تک کہ وہ سابق انکار سے توبہ نہ کرے اور اس سے رجوع کرنے کا اشتہار نہ دے۔

نمبر ہفتم ...... کفر و کذب و کید کادیانی

کادیانی نے (وساوس ص۷۱،۷۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ''اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اس سے آگے گزر کر انسان کی سعی اور محنت کو دخل نہیں۔ وہ محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم سے پیدا ہوتی ہے الٰہی محبت کا خود

بخو داس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے جس کو مرتبہ بقاء ولقاء سے تعبیر کرتے ہیں اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے۔ تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور لقاء کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتی اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے...... اسی روشنی کا نام روح القدس ہے۔ مگر یہ حقیقی روح القدس نہیں۔ حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے۔ یہ روح القدس اس کا ظل ہے جو پاک سینوں اور دماغوں میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا اور جو شخص یہ تجویز کرتا ہے کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے وہ شخص سراسر باطل پر ہے...... ہاں! یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے۔ لیکن روح القدس کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہے ان سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضاء میں داخل ہوتا ہے۔''

اور (وساوس ص۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ''وہ کاملوں کو ایسا نعم القرین عطاء کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد روشنی تاریکی میں جا پڑتے ہیں۔''

اور (وساوس ص۷۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ''جیسے اشرار اور کفار کے لئے دائمی طور پر شیطان کو بئس القرین قرار دیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر ظلمت پھیلاتا رہے...... ہمارے اندرونی مخالف قومی بھائی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح القدس جبرائیل کا نام ہے۔ کبھی تو وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور مقربوں سے نہایت درجہ اتصال کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دل میں دھنس جاتا ہے اور کبھی ان کو اکیلا چھوڑ کر ان سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور کروڑ ہا بلکہ بے شمار کوسوں کی دوری اختیار کر کے آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور ان مقربوں سے بالکل قطع تعلقات کر کے اپنے قرارگاہ میں جا چھپتا ہے۔ تب وہ اس روشنی اور برکت سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں...... کیا اس عقیدہ سے لازم نہیں آتا کہ روح القدس کے جدا ہونے سے پھر ان برگزیدوں کو ظلمت گھیر لیتی ہے اور نعوذ باللہ نعم القرین کی جدائی کی وجہ

سے بئس القرین کا اثر ان میں شروع ہو جاتا ہے۔‘‘

اور (وساوس ص۷۵، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے کہ:’’کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے اور یہی محبت رسول اللہ ﷺ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت اس تنزل اور نقص کی حالت کو روا رکھا جائے...... عیسائی لوگ تو حضرت مسیح کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں کہ روح القدس جب سے حضرت مسیح پر نازل ہوا کبھی ان سے جدا نہیں ہوا اور مسلمان بھی اس امر کو تسلیم کریں۔ چنانچہ مفسرین ابن جریر وابن کثیر ومعالم وفتح البیان وکشاف وتفسیر کبیر وحسینی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن مسلمان آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ اعتقاد کریں کہ روح القدس آنحضرت ﷺ سے جدا بھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی توہین کیا ہوگی۔‘‘

اور (وساوس ص۷۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے:’’یہ لوگ مسلمان کہلا کر مولوی محدث اور شیخ الکل کہلا کر ختم المرسلین کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں۔‘‘

پھر (وساوس ص۷۶، ۷۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے کہ:’’قرآن ان تصریحات واشارات سے بھرا پڑا ہے کہ روح القدس مقربوں میں رہتا ہے۔ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں۔ آیت:’’ان کل نفس لما علیہا حافظ (طارق:۴)‘‘ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے جو اس کے باطن کی حفاظت کرتا ہے اور وہ روح القدس ہے۔‘‘

پھر (وساوس ص۷۹، ۸۰، خزائن ج۵ ص۷۹، ۸۰) میں کہا ہے:’’منجملہ ان کے یہ آیات ہیں:’’وان علیکم لحافظین. یرسل علیکم حفظة له معقبات من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله‘‘ پھر بحوالہ معالم التنزیل ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ ہر ایک بندہ کے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کی نیند اور بیداری میں شیاطین اور دوسری بلاؤں سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور بحوالہ ابن جریر ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے ساتھ فرشتے ہیں جو بجز حالت جماع وبیت الخلاء تم سے جدا نہیں ہوتے اور عکرمہ تابعی کا یہ قول کہ ملائکہ شر سے بچانے کے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب تقدیر مبرم نازل ہو تو وہ الگ ہو جاتے ہیں اور مجاہد تابعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں جس کی حفاظت کے لئے دائمی طور پر فرشتہ نہ ہو اور حضرت عثمان ؓ کا یہ قول کہ بیس فرشتے

مختلف خدمات بجالانے کے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ پھر امام احمد کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ دو قرین (ہم نشین یا ساتھی) مؤکل نہ ہوں۔ ایک جنوں میں سے ایک فرشتوں میں سے میرے ساتھ بھی دو ہیں۔ مگر میرا جن تابع ہوگیا ہے۔ وہ مجھے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔‘‘

پھر (وساوس ص۸۱تا۸۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں ان دونوں قرینوں کے وجود کی عقلی وجہ وضرورت بیان کی ہے اور یہ بات جتائی ہے کہ ظاہری جسم کی حفاظت کے لئے فرشتہ کا ہونا ضروری ہے تو باطن کی حفاظت کے لئے بھی ضروری ہے۔

پھر (ص۸۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ’’جب ہم ان دونوں میں سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھیں گے تو اسی کو ہم روح القدس یا جبرائیل کہیں گے اور جب ہم ان دونوں میں سے داعی الی الشر رکھیں گے تو اسی کو ہم ابلیس اور شیطان کہیں گے۔‘‘

پھر (وساوس ص۸۹، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں منکرین وجود ملائکہ اور شیاطین کی بظاہر مذمت کر کے بڑے فخر سے کہا ہے کہ: ’’یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کے اثبات کے لئے خداتعالیٰ قرآن کریم کی استنباط حقائق میں اس عاجز کو متفرد کیا ہے۔‘‘

یہ کفریات ومغالطات متن ’’وساوس‘‘ کا دیانی کے صفحات مذکورہ کا خلاصہ ہے اور ان صفحات کے حاشیہ میں ص۷۷تا۸۹ تک جو کفریات ومغالطات درج ہیں ان کا خلاصہ یہ چند امور ہیں۔

۱…… آیت: ’’ان کل نفس لما علیها حافظ (طارق:۴)‘‘ سے ثابت ہے کہ کل ستاروں، سورج، چاند، زحل، مشتری کی حفاظت کے لئے بھی ایک ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۲…… روح القدس جیسا کہ مقربوں کے ساتھ ہے اور ان کا نگہبان ہے۔ ویسا ہی اور لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ (جن میں فاسق وفاجر بھی داخل ہیں) فرق یہ ہے کہ مقربوں پر اس کی تجلی اعلیٰ اور اکمل ہوتی ہے۔ فاسقوں پر ناقص۔

۳…… روح القدس فاسقوں کے ساتھ ہی ہے تو پھر ان سے گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ روح القدس کا کام صرف نیکی کا القاء والہام کرنا ہے۔ نہ جبراً گناہوں سے روک لینا۔

۴…… بعض حدیثوں میں جو آیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کئی کئی دن آنحضرت ﷺ کے

پاس نہ آتے۔اس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الٰہی اس قسم کی تجلی میں توقف ہو جاتی تھی۔ (یہ کادیانی کے الفاظ ہیں) اس سے یہ مراد نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام بذات خود آسمان سے اپنا مقام چھوڑ کر وحی لے کر آتے اور وحی پہنچا کر آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر چلے جاتے۔

ذاتی نزول جبرائیل علیہ السلام کے مراد نہ ہونے پر نقلی دلیل وہ آیت قرآن ہے جس میں فرشتوں کا یہ قول بیان ہوا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو اور وہ حدیث جس میں بیان ہوا ہے کہ آسمان پر ایک قدم کی جگہ نہیں جس میں فرشتے سجدہ وقیام نہ کرتے ہوں۔اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ فرشتے اپنے مقام سے ایک قدم نیچے یا اوپر نہیں آتے یا جاتے اور عقلی لیل یہ ہے کہ اگرچہ سو موتیوں[۱] کے پروں والا جبرائیل جس کا طول مشرق سے مغرب تک ہے اپنا سارا وجود لے کر آسمان سے اترے اور ایسا ہی اور فرشتے بھی اتر آئیں تو آسمان خالی ویران وسنسان پڑا رہ جائے گا۔خصوصاً لیلۃ القدر میں تو وہ بالکل اجڑا ہوا گھر نظر آئے گا۔افسوس شیخ الکل کہلا کر ایسے وقت میں کہ علوم طبعیہ[۱] اور حسیہ کا فروغ ہو۔ یہ اعتقاد رکھنا اور نیز ملائکہ کے یہ معنی سمجھنا۔ وحی پہنچانے کے بعد جبرائیل کے آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر چلے جانے پر یہ دلیل ہے کہ اگر جبرائیل آنحضرت ﷺ سے جدا ہو تو اس وقت اور اس حالت جدائی میں آنحضرت ﷺ کی احادیث افعال واقوال کا اعتبار نہیں رہتا۔کیونکہ اس وقت آپ وحی کی روشنی سے خالی رہتے ہیں اور نیز ملہم روح القدس کے بغیر ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا۔پھر سید المقربین کی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ روح القدس کی جدائی سے ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں سے خالی رہتے تھے جو کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ یہ لوگ (خاکسار اور حضرت شیخ الکل مراد ہیں) حضرت عیسیٰ کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں روح القدس ان سے ایک دم جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی جناب میں یہ بے ادبی کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو ظلمت اور ناپاکی میں چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔

ان مضامین متن اور حاشیہ کے ملاحظہ سے ناظرین رسالہ توضیح کادیانی کو یقین ہوگا کہ یہ رسالہ توضیح کے پرانے مضامین ہیں۔ ان مضامین میں کادیانی نے سوائے اس عقیدہ شرکیہ کے کہ:’’خوارق اولیاء کے اقتدار اور اختیار میں ہوتے ہیں۔‘‘اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔

صرف ان مضامین کو رنگ دوسرا دے دیا اور ان کا پیرایہ بدل دیا ہے۔

یہ کید کادیانی ایک ایسا عجیب جال ہے کہ اس سے بے علم اور کم علم مسلمانوں کا بچنا عادۃً محال ہے۔ اس جال کو کادیانی نے خوش رنگ عبارتوں سے زرین بنادیا اور اس میں تعظیم وتکریم اولیاء اللہ وخاتم الانبیاء کے ملمعہ یا گلٹ کا موتی نما دانہ رکھ دیا۔ جس کو کوئی کم علم خواہ کیسا ہی دانا ہو پہچان نہیں سکتا اور اس دام اور ملمعہ کو دیکھ کر یہ شعر غلط اور بیکار ہوتا نظر آتا ہے۔

دام میں زر کے اگر موتی کا دانہ ہوگا جو نہ اس دام میں آئے گا سو دانا ہوگا

ہم خدا کے فضل اور توفیق سے اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ اس جال اور اس کے دانہ کا ملمعہ کھل جائے اور کس وناکس کو اگر وہ ہمارے کلام کی طرف رجوع کرے معلوم اور متقین ہو کہ اس جال اور اس کے دانہ سونا، چاندی نہیں رانگ اور پیتل ہے اور جن باتوں کو کادیانی نے اس کید میں خوبصورت عبارات اور فصیح الفاظ سے اسلام اور دین اور تعظیم سید المرسلین بنا کر دکھایا ہے وہ باتیں درحقیقت کفر شرک اور آنحضرت ﷺ کی سخت درجہ کی توہین ہیں۔ کادیانی نے کذب مغالطہ سے ان کو تعظیم اور دین بنادیا ہے۔

مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ

اس کید میں جو کادیانی نے کہا ہے کہ روح القدس جو مقربوں کے ساتھ ہر دم رہتی ہے۔ اس سے مراد ایک طبعی نومتولد چیز ہے۔ جو خدا کی محبت اور مقرب بندوں کی محبت کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ نہ وہ روح القدس جس کو جبرائیل کہا جاتا ہے اور وہ اپنے مقام آسمان پر ہی رہتا ہے اور پھر جو اس کا عقلی ثبوت دیا ہے یہ کادیانی کا وہی پرانا کفر ہے جس کو وہ اپنے رسالہ (توضیح ص۲۱،۲۲،۷۰،۱، خزائن ج۳ ص۶۱،۶۲،۸۷) وغیرہ میں اگل چکا ہے۔ اس مقام وساوس میں اس نے صرف اس کا طرز بیان بدل دیا ہے اور رنگین عبارتوں سے اس کا رنگ دوسرا کر دکھایا ہے اور اس پر یہ گلٹ یا ملمعہ چڑھا دیا ہے کہ اگر ہر وقت ساتھ رہنے والی روح القدس نتیجہ محبت کو ذریعہ وحی والہام مانا جاوے۔ بلکہ آسمان پر رہنے والی روح القدس کا بذات خود وحی لے کر آنا اور بعد ابلاغ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جانا تسلیم کیا جاوے تو اس سے آنحضرت کی توہین اور بے ادبی لازم آتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تو تمام عمر وہ روح القدس رہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس صرف چند منٹ رہ کر فوراً

چلی جائے۔ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی توہین اور کیا ہوگی اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کا ناپاکی سے نہ بچنا اور ان کے دائمی ومدت العمر یا قوال وافعال کا وحی سے خالی ہونے کی وجہ سے بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔

اس کفروکید کا ردوازالہ فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان میں بخوبی ہوچکا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ روح القدس اور اس کے حقیقی نزول میں اس قسم کی تاویل وتحریف باطنیت ونیچریت وزندقہ والحاد ہے۔ اس بیان کی تائید آئندہ بھی اپنے محل اور موقعہ مناسب پر ہوگی۔ اس مقام میں تعظیم وتوہین کا گلٹ وملمعہ کھول کر اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا نفس نفیس ذکیہ طیبہ بعد تکمیل نبوت اور استفادہ صحبت جبرائیل علیہ السلام ملکیت میں اعلیٰ درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا اور آپ نے جبرائیل علیہ السلام کے شاگرد ہوکر استاذی کا رتبہ پاس کرلیا تھا۔ لہٰذا اس ملکیت میں آپ ملائکہ سے کم رتبہ نہ تھے بلکہ ان کے ہمرنگ وہمسر اور گویا ثانی جبرائیل تھے اور بعض کمالات میں آپ جبرائیل علیہ السلام سے بھی بڑھ گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ وہاں[۱۸] پہنچ گئے جہاں جبرائیل علیہ السلام کے پر جلتے تھے اور وہ صاف کہہ اٹھے۔

اگر یک سرمو برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

اسی وجہ سے آپ بہ نفس نفیس اپنی پاکی کو خداداد حفظ وعصمت سے خود محفوظ رکھ سکتے تھے اور اس حفظ امن کے لئے اپنے استاد جبرائیل علیہ السلام کی مصاحبت کے محتاج نہ رہے تھے۔ اس وجہ سے بعد تکمیل نبوت وکمال ملکیت حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہوا۔ گو ابتدائی حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی مانند جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے اور یہ ایک عام عقلی اور نیچرل[۱۹] (قدرتی) قاعدہ ہے کہ جب متعلم وتربیت یافتہ تعلیم وتربیت میں حد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا معلم ومربی اس سے جدا ہوجاتا ہے اور وہ خود اپنی ذات کا معلم ومربی بن جاتا ہے اور جس متعلم یا تربیت یاب سے اس کا معلم ومربی جدا نہیں ہوتا اس کو اس وقت مصاحبت تک تعلیم وتربیت کا محتاج اور ناقص سمجھا جاتا ہے۔

انسان بلکہ جانور چڑیا وغیرہ اسی وقت تک اپنے بچے کو پالتے ہیں جب تک وہ ناتواں ہوتا ہے اور جب وہ اپنی روزی کمانے لگتا ہے تو اس کے مربی اپنی تربیت کو قطع کر دیتے ہیں۔ بچوں کے اتالیق ومعلم تب ہی تک بچوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں۔ جب تک وہ نیک وبد کے ممیز اور اپنے علم واخلاق کے خود محافظ نہیں ہوتے اور جب وہ خود استاد بن

جاتے ہیں اور اتالیق کا رتبہ حاصل کر لیتے ہیں تو پھر وہ زیر حراست اتالیق نہیں رہتے۔

اس اصول پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بعد مصاحبت واتالیقی ابتدائی کے آنحضرت ﷺ سے جدا ہو جانے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تمام عمر تک رہنے سے آنحضرت ﷺ کی حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت اور تعظیم ثابت ہوتی ہے نہ آپ کی توہین وتنقیص اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کی دائمی مدت العمری افعال واقوال کا بلاواسطہ وحی الٰہی سے مشرف ہونا اور دخل شیطانی سے محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ ان افعال اقوال کا وحی سے محروم اور دخل شیطانی کا محل ہونا۔

اسی فضیلت وشرف وحفظ وعصمت کی طرف وہ آیت قرآن مجید مشعر ہے: ''ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحٰی (نجم:۳،۴)''جس میں ارشاد ہے کہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں بولتے۔ جو آپ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہے جو آپ کی طرف ہوتی ہے۔ جس کے معنی حسب قرارداد واعتقاد اہل اسلام یہ ہیں کہ اب آپ کے پاس نفس میں ہوا، نفسانی اور وسوسہ شیطانی کا اثر ودخل نہیں رہا۔ جس کے امتیاز وعلیحدگی کے لئے کسی معلم کے واسطہ کی ضرورت ہو۔ لہٰذا اب آپ کا قلب بلاواسطہ غیر وحی خفی وغیر متلو کا محل بن گیا ہے۔

اس فضیلت وتعظیم وحفظ وعصمت کے مقابلہ میں کادیانی کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت روح القدس کی اتالیقی وحفظ وتعلیم کے محتاج تھے اور بلامدد روح القدس آپ ناپاکی سے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) بچ نہ سکتے تھے اور نہ اپنے فعل وقول کو بلاحفظ وہدایت روح القدس دخل شیطان سے بچا سکتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی سخت توہین اور آپ کی جناب میں صریح دشنام دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

مسلمانو! انصاف کرو۔ کادیانیو! کچھ تو فہم اور شرم سے کام لو اور بتاؤ آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی تکریم آنحضرت ﷺ کو ہر وقت روح القدس کی اتالیقی کا محتاج بناتے ہیں اور اس اتالیق کی ہر وقت کی حاضری ضروری ٹھہرانے میں ہے یا آپ کو بنفس نفیس خود استاد ومعلم اور روح القدس جبرائیل علیہ السلام کا ہمسر وہم رنگ وہم فعل بنانے میں ہے۔

کادیانی اور اس کے دام افتادہ سادہ لوح اگر اس موٹی اور سیدھی بات کو نہ سمجھیں یا دیدہ ودانستہ اس کو تسلیم نہ کریں اور آنحضرت ﷺ کو بذات شریف ونفس نفیس ناپاکی اور

خطاء سے بچنے والا نہ مانیں بلکہ ہر وقت و ہر آن تربیت وتعلیم اتالیق ومعلم کا محتاج قرار دیں تو پھر بھی وہ جبرائیل امین کو اس دائمی تعلیم وتلقین کے لئے کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ اس تعلیم وتلقین کے لئے آپ کے قرین (ہم نشین) فرشتہ کو جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے بلکہ آپ کے جن کو جو مسلمان ہوگیا تھا اور آپ کو بجز خیر کچھ نہیں کہتا کیوں کافی نہیں سمجھتے اور ان ہم نشینوں کی مدد اور محافظت سے آنحضرتﷺ کا ناپاکی سے بچنا اور اپنے افعال واقوال کو دخل شیطان سے محفوظ رکھنا وہ کیوں قبول نہیں کرتے اور آپ کو کیوں بڑے زبردست معلم جبرائیل علیہ السلام کا محتاج ٹھہراتے ہیں۔

اس فرشتہ (قرین نیک) کو معلم اور اتالیق تسلیم کرنے پر اگر کادیانی یہ کہے کہ یہی تو روح القدس ہے اور اسی کا نام تو میں نے جبرائیل رکھا ہے جو اصلی اور واقعی روح القدس اور جبرائیل کا ظل ہے۔ پس تمہاری اس تسلیم سے میرے اعتقاد کی تسلیم لازم آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرین نیک کو جبرائیل اور روح القدس قرار دینا تمہاری ایک ملحدانہ اصطلاح ہے۔ جس پر شریعت کی کوئی شہادت پائی نہیں جاتی۔ چنانچہ عنقریب بیان ہوگا۔ لہٰذا قرین کو اتالیق ومعلم تسلیم کرنے سے تمہارے اس ملحدانہ اعتقاد کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا اور اگر کوئی تھوڑی دیر کے لئے ملحد بن کر تمہاری اس ملحدانہ اصطلاح کو مان کر یہ تسلیم بھی کرلے کہ یہ قرین نیک آسمانی جبرائیل کا ظل ہے تو پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جبرائیل علیہ السلام بذات خود وحقیقتاً کبھی وحی لے کر آپ کے پاس نہ آیا تھا اور وحی متلو (قرآن) لانے کا کام بھی اس کا ظل (قرین نیک) ہی کرتا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وحی متلو (قرآن مجید) جبرائیل امین خود لے کر آتا ہو اور باقی اوقات کی مصاحبت اور افعال اور اقوال کی محافظت اس کا ظل (قرین نیک) کرتا ہو۔ اس صورت سے جبرائیل امین کا وحی متلو قرآن آنحضرتﷺ کے پاس لانا اور بعد ابلاغ آسمان پر چلا جانا ماننے سے بھی آنحضرتﷺ کا ناپاکی خطاء سے بچنا اور شیطان سے محفوظ رہنا ممکن ہے۔

اس پر اگر کادیانی یہ سوال کرے کہ دائمی مصاحبت اور ہر ایک قول وفعل نبوی کی حفاظت فرشتہ قرین نیک کرسکتا ہے تو پھر اصلی جبرائیل کو وحی متلو لانے کا وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور اس سے کیا فائدہ ہے۔ کیا یہ کام اس قرین فرشتے سے نہیں ہوسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فرشتوں کو ان کی خدمات سپرد کرنے اور نوکریاں دینے کے اختیارات

کادیانی کو ہوتے تو وہ وحی لانے کا کام بھی اسی فرشتے قرین نیک کو سپرد کر کے جبرائیل علیہ السلام کو اس خدمات سے معزول و مستعفی بنا سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اختیار صرف خداتعالیٰ کو حاصل ہے اور اس نے وحی متلو لانے کی خدمت جبرائیل امین کے سپرد کی ہوئی ہے۔ کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ یہ خدمت اس سے چھین کر اسی فرشتے قرین نیک کو دے دے۔ یہی حکم وقرارداد خداوندی جبرائیل علیہ السلام کو وحی متلو لانے کے لئے مخصوص ماننے کی ضرورت ثابت کرتا ہے اور اس سے فائدہ یہ ہے کہ اصلی جبرائیل کے نزول کو حقیقۃً بلاتاویل ماننے سے ایک جز زندقہ والحاد (یعنی تاویل بلادلیل) کی کمی ہوتی ہے۔ پھر باوجود امکان کمی الحاد ڈبل الحاد (تاویل بلادلیل) کا مرتکب ہونا کیا ضرور ہے۔

بالجملہ مسلمانوں کے اعتقاد میں تو آنحضرت ﷺ کا نفس ذکیہ وطیبہ مصاحبت واحتجاج اتالیق سے پاک ہے۔ کادیانی اس کو نہ مانے اور آنحضرت ﷺ کے نفس کو پاک نہ سمجھے اور ہر وقت تعلیم واتالیقی کا محتاج قرار دے تو اس کے اصول واعتقاد پر بھی اس اتالیقی کے لئے آپ کا قرین کافی ہے اور اس قرین کو جو کادیانی جبرئیل کہتا ہے تو یہ اس کا الحاد ہے۔ اس الحاد کو اگر کوئی مان لے تو اسی حد تک مان سکتا ہے کہ اس کا نام نقلی جبرائیل رکھے اور دائمی مصاحبت اور آنحضرت ﷺ کے اقوال افعال کی حفاظت کے کام میں اس کو جبرائیل کے قائم مقام سمجھے۔ اس الحاد کے ساتھ یہ دوسرا الحاد کہ وحی متلو لانے کا کام بھی یہی نقلی جبرائیل کرتا ہے اور اصلی جبرائیل اس عہدہ سے معزول ہے ضروری نہیں اور نہ کادیانی کے کلام میں اس کے ضروری ہونے کی کوئی دلیل قائم ہے اور اس سے بچنے میں یہ فائدہ ہے کہ ڈبل الحاد کا سنگل رہ جاتا ہے۔ کیونکر اس میں وحی لانے والا اصلی جبرائیل علیہ السلام کو بلاتاویل مانا جاتا ہے اور دائمی حفاظت کرنے والا نقلی جبرائیل کو بتاویل۔

ناظرین کہو! اور داد انصاف دو! اشاعۃ السنۃ نے خدا کے فضل وتوفیق سے کادیانی کے گلٹ اور ملمعہ تعظیم وتوہین کو کیسا کھولا ہے۔ کیا اب بھی ممکن ہے کہ وہ جبرائیل کے حقیقی نزول وصعود ماننے کو آنحضرت ﷺ کی توہین کا موجب کہے۔ ہرگز نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ اور ان کے دین کی توہین اسی کے اس ناپاک اعتقاد میں پائی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور وہ مدت العمر تربیت وحفاظت وحراست اتالیق کے محتاج ہیں۔ عیاذاً باللہ من ذالک!

اور جو اس کید میں کادیانی نے روح القدس کو سبب وموجب خوارق قرار دیا ہے پھر اس روح القدس کو ہر وقت صاحب خوارق کا شامل حال اور غیر مفارق بتایا ہے (اور یہی کادیانی کی اس تجویز کا کہ روح القدس ایک انسانی صفت اور اس کی محبت سے پیدا ہوئی ہے لازمہ ومقتضاء ہے) اور جابجا اس کید میں اور پہلے کیدوں میں اس نے ان خوارق کو مقربین کا اقتداری امر قرار دیا ہے۔ ان تینوں مقدمات کا لازمی نتیجہ اور قطعی مفہوم یہ ہے کہ کادیانی کے اعتقاد میں مقربین کو یہ ہر وقت اقتدار اور کلی اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں اپنے اندرونی اور طبعی روح القدس کی مدد سے خوارق دکھاویں۔

کید نمبر۵ میں تو اس نے اس اقتدار واختیار کو اوقات تموج سے مخصوص کیا تھا۔ اس کید میں اس نے اس قید کو اٹھا کر اس اقتدار واختیار کو وسیع کر دیا اور یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ خوارق کا سبب وموجب طبعی واندرونی روح القدس ہے۔ جو ہر وقت اور ہر آن مقربوں کے ساتھ ہے تو پھر ہر وقت اور ہر آن ان کو خوارق دکھانے کا اختیار واقتدار کیوں حاصل نہ ہو۔

اس کا یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ جس پر اس نے تعظیم وتکریم مقربین انبیاء واولیاء کا گلٹ وملمع چڑھا کر اس سے اپنے سابق انکار معجزات مسیح کو چھپایا اور ناواقف مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ معجزات مسیح سے ان کا مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ میں تو معجزات وکرامات کو انبیاء واولیاء کے اقتداری واختیاری مانتا ہوں۔ بلکہ میں جو ایک اعلیٰ درجہ کا ولی ہوں۔ خود خوارق دکھانے کا اقتدار واختیار رکھتا ہوں۔ جب چاہوں خصوصاً جب اوقات تموج میں ہوں۔ امر ’’کن‘‘ سے ’’یکون‘‘ کر دکھاؤں اور آسمان وزمین کے قلابے ملادوں۔

اس شرک وکید کا رد وازالہ یہ ہے کہ کادیانی کی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ متولدہ انسانی صفت محبت) کی مدد وسبب سے خوارق کا کام مقربین کے اقتدار واختیار میں ہونا کجا۔ یہ اقتدار خوارق تو اصلی اور حقیقی روح القدس آسمانی جبرائیل کو بھی حاصل نہ تھا اور نہ ان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء کو (جن کے پاس آپ بذات خود آتے تھے) حاصل تھا۔ یہ اقتدار واختیار تو اسی مالک الملک والملکوت کو حاصل ہے اور اسی کی صفات مختصہ سے ہے جو جبرائیل اور جملہ مقربین اور خاص کر سید المقربین آنحضرت ﷺ کا خالق ومتصرف ہے۔ اس نے جب کسی قوم کی ہدایت یا ان پر اتمام حجت کے ارادہ سے چاہا اپنے مقربین ولیوں اور نبیوں کے ہاتھ پر معجزات وخوارق کو ظاہر کیا اور جب کسی قوم کے عناد یا تکذیب کی وجہ سے یا

اور وجوہات سے خوارق دکھانا نامناسب جانا تب عین موقع طلب وسوال پر خوارق دکھانے سے انکار ظاہر کیا اور اپنی جلالت اور استقلال اور ذاتی اقتدار واختیار ظاہر کرنے اور مؤمنوں کے دلوں میں اپنی توحید جمانے اور شرک کو مٹانے کے لئے یہ جتایا کہ خوارق ومعجزات کا ذاتی اختیار واقتدار کسی فرشتہ یا ولی یا نبی کو حاصل نہیں ہے۔

بعض موقع میں آنحضرت ﷺ کے، مخالفین اسلام کو مؤمن بنانے کے لئے خوارق دکھانے کی حرص اور خواہش کی تو وہ بھی منظور نہ ہوئے بلکہ اس کے جواب میں نشان نمائی سے انکار کی ہدایت ہوئی۔

ایک آیت میں ارشاد ہے: ''وان کان کبر علیک اعراضهم فان استطعت ان تبتغی نفقًا فی الارض اوسلماً فی السمآء فتاتیهم باٰیة ولو شاء الله لجمعهم علی الهدی فلا تکونن من الجاهلین (انعام:۳۵)'' اگر تجھے اے رسول ﷺ ان لوگوں کا ایمان سے منہ پھیرنا ناگوار ہوتو تو اگر زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشانی جو یہ چاہتے ہیں لا سکے تو ان کو لا کر دکھادے۔ خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا تو نادان نہ بن جائیو۔

بیضاوی نے کہا ہے: ''المقصود بیان حرصه البالغ علی اسلام قومه وانه لوقدر ان یاتیهم بایة من تحت الارض اومن فوق السماء لاتی بها رجاء ایمانهم فلا تکونن من الجاهلین بالحرص علی ما لایکون (بیضاوی ص۲۵۳)'' اس سے مقصود آنحضرت ﷺ کی کمال حرص کا بیان ہے اور یہ اگر آپ زمین یا آسمان سے نشان لا دکھانے کی طاقت رکھتے تو لوگوں کے ایمان کی حرص سے لا دکھاتے۔ نادان نہ بننے سے یہ مراد ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حرص نہ کریں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ''واقسموا بالله جهد ایمانهم لان جائتهم اٰیة لیؤمنن بها قل انما الایات عندالله وما یشعرکم انها اذا جاء ت لا یؤمنون (انعام:۱۰۹)'' وہ لوگ بڑے زور سے قسم کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس نشان (جو وہ چاہتے ہیں) آوے تو وہ ایمان لاویں تو کہہ دے نشان اللہ ہی کے پاس ہے۔ تمہیں اے مؤمنو کیا خبر ہے نشان آنے پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔

بیضاوی نے کہا ہے: ''قل انما الاٰیات عند الله هو قادر علیها یظهر

منھا ما یشآء ولیس شئ منھا بقدرتی وارادتی (بیضاوی:۲۶۶) ’’یعنی نشان خدا کے پاس ہیں۔ وہی قادر ہے جونشان چاہے ظاہر کرے۔ میری یعنی آنحضرت کی قدرت واختیار میں کوئی نشان نہیں ہے۔

ایک اورآیت میں ارشاد ہے:’’وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنة من نخیل وعنب فتفجر الا نٰھرا خلٰلھا تفجیراً اوتسقط السماء کما زعمت علینا کسفا اوتأتی باللہ والملئکة قبیلا اویکون لک بیت من زخرف اوترقی فی السمآء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتٰبا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا (بنی اسرائیل:۹۰-۹۳) ’’وہ لوگ کہتے ہیں ہم تیری تصدیق تب کریں گے جب تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نکال دے یا تیرے لئے کھجوروں وانگوروں کا باغ ہو۔ جن میں تو نہریں بہاوے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرادے یا خدا کو اورفرشتوں کو سامنے لے آوے یا تیرے لئے ملمعہ کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ ہم تیرے چڑھنے کو تب ہی مانیں گے جب کہ تو ہمارے لئے کتاب اتارلائے تو کہہ دے اللہ پاک ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں۔

بیضاوی نے کہا ہے:’’قل سبحان ربی تعجبا من افترا حاتھم وتنزیھا للہ من ان یأتی اویتحکم علیه اویشارکھا احد فی القدرة ھل کنت الا بشراً کسائر الناس رسولاً کسائر الرسل فکانوا لا یاتون قومھم الا بما یظھرہ اللہ علیھم علی مایلائھم حال قومھم ولم یکن امر الاٰیات الیھم ولا لھم ان یتحکموا علی اللہ (بیضاوی ص ۴۷۱) ’’تو کہہ اللہ پاک ہے۔ ان سوالات پر تعجب کی راہ سے اورخدا کی پاکی بیان کرنے کے لئے اس عیب سے کہ وہ خود آوے یا اس پر جو کوئی چاہے حکومت کرے یا اس سے کہ کوئی شخص اس کی قدرت میں اس کا شریک ہو تو کہہ دے میں بشر ہوں۔ جیسے اور بشر رسول ہوں جیسے اوررسول وہ بھی اپنی قوم کے پاس وہی نشان لاتے جو خدا ظاہر کرتا ان کونشان دکھانے کا خود اختیار نہ تھا اور نہ یہ اختیار تھا کہ خدا پر حکومت کرتے۔

اورایک آیت میں ارشاد ہے:’’وقالوا لولا انزل علیه اٰیات من ربه قل انما الایات عند اللہ وانما انا نذیر مبین (عنکبوت:۵۰) ’’وہ بولے کیوں نہیں ہم پر نشان اتارے گئے (یعنی جو ہم چاہتے ہیں) تو کہہ دے یہ نشان خدا ہی کے پاس ہیں۔ میں

تو صرف ظاہر ڈرانے والا ہوں۔

بیضاوی نے کہا ہے:’’مثل ناقة صالح وعصا موسٰی ومائدة عیسٰی وقرأ نافع وابن عامر والبصریان وحفص اٰیات قل انما الایات عند الله ینزلها کما یشاء لست املکها فاتیکم بما تقترحونه وانما انا نذیر مبین لیس من شانی الا الانذار (بیضاوی ج۲ ص۱۵۲) ‘‘نشان جیسے صالح علیہ السلام کی سی اونٹنی، حضرت موسٰی علیہ السلام کا عصاء، حضرت عیسٰی علیہ السلام کا سا مائدہ تو کہہ دے نشان خدا کے پاس ہیں۔ وہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اتارتا ہے۔ میں اس کا مالک نہیں ہوں کہ جو تم چاہو لا دکھاؤں۔ میرا کام تو صرف ڈرانا ہے کھلا کھلا۔

اس مضمون کی آیات سے قرآن بھرا ہوا ہے اور جب کہ ان آیات سے خاتم المرسلین سید الاوّلین والآخرین کا نشان دکھانے میں خودمختار وصاحب اقتدار نہ ہونا اور نشان نمائی خداتعالیٰ کا خاصہ ہونا ثابت ہے تو پھر اور کسی فرشتے یا نبی یا ولی خصوصاً جھوٹے مدعی نبوت وولایت کادیانی کا نشان وخوارق دکھانے میں صاحب اقتدار ہونا کیونکر جائز ہے۔ پھر کادیانی کا اعتقاد مذکور شرک نہیں تو کیا ہے۔ کادیانی کے فرضی تموج کے وقت میں بھی یہ اقتدار واختیار کسی نبی یا ولی کو حاصل نہیں ہوتا کہ جو نشان وہ چاہیں یا ان کا کوئی مخالف چاہے وہ دکھا سکیں۔ یہ ہوتا تو اس کا استحقاق سید الاوّلین والآخرین آنحضرت ﷺ کو سب سے پہلے ہوتا اور آپ اپنے تموج میں نشان مذکور ان لوگوں کو دکھا دیتے۔ جن کے ایمان کی آپ شدت سے حرص رکھتے تھے اور اس انکار کی (جو ان آیات میں پایا جاتا ہے) نوبت نہ آنے دیتے۔

کادیانی کے دام افتادہ سادہ لوحوں کی فہم وایمان پر افسوس ہے کہ ایسے عقیدہ شرکیہ کو اس کتاب میں دیکھ کر پھر بھی کادیانی کو مسلمان اور امام اور مجدد مان رہے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ اگر واقعی مقربین کو نشان وخوارق دکھانے کا ہر وقت اور ہر آن میں یا خاص کر تموج کے وقت میں کلی اختیار واقتدار حاصل ہے تو کادیانی جو اکثر اولیاء سابقین پر فوقیت کا مدعی ہے کیوں وہ نشان جو لوگ اس سے چاہتے ہیں نہیں دکھاتا اور ابتداء سے اس وقت تک ناجائز شروط کے حیلہ وبہانہ سے کیوں ان کو ٹلاتا اور اپنی جان چھڑاتا ہے اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اپنے ازالہ میں تو کادیانی نے حضرت مسیح کے مٹی سے پرند بنانے کو شرک کہا تھا۔ اب جملہ مقربین کو ’’کن فیکون‘‘ کا مالک بنادیا اور اس قسم کے خوارق دکھانے میں صاحب اقتدار

قرار دیا۔ وہی شرک اب اسلام کیونکر بن گیا اور اگر وہ اس اعتقاد سے انکار کرے اور یہ کہے کہ میں دل سے مقربین کو نشان وخوارق نمائی میں خود مختار نہیں سمجھتا۔ گو میرے کلام سے یہ اعتقاد مفہوم ہوتا ہے تو یہ انکار تب صحیح ومعتبر ہوسکتا ہے جب کہ وہ اس کلام سے رجوع کا اشتہار دے اور ان خوارق کو اقتداری کہنے اور روح القدس کو ان کا موجب وسبب قرار دینے سے اور اعتقاد تموج میں مقربین کے ''کن'' کو خدا کے ''کن'' کی مثل ومانند کہنے سے توبہ کرے۔ ورنہ اس کے مفہوم کلام سے اس پر یہ الزام شرک قائم ہوگا اور اس کا یہ انکار منافقانہ انکار متصور ہوگا۔

یہ کادیانی کے شرک کا رد وازالہ ہے۔ اب اس کی گلٹ تعظیم کا ازالہ ہوتا ہے جو تعظیم مقربین کی خدا کی توحید کے مزاحم ہو اور ان کو خدا کی صفات مختصہ میں شریک بناوے۔ وہ حقیقتاً تعظیم نہیں توہین ہے۔ مقربین بارگاہ الٰہی اس تعظیم کو توہین جناب باری سمجھتے ہیں اور اس سے برأت ظاہر کر چکے ہیں۔

دیکھو آیت: ''أانت قلت للناس اتخذونی وامی الهین (المائدة:۱۱۶)'' میں حضرت مسیح علیہ السلام کا قول جو قیامت کے دن فرمایا جاوے گا اور اگر یہ تعظیم واقعی تعظیم ہوتی تو پھر ان لوگوں کو جو حضرت مسیح کی تعظیم میں اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا اور ثالث ثلثہ کہتے ہیں۔ شرک کا الزام نہ دیا جاتا اور حضرت مسیح کا وہ قول قرآن میں منقول نہ ہوتا۔

اور جو اس کید میں کادیانی نے اپنی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ محبت) کے مقربین کے ساتھ رہنے اور حقیقی اور اصلی روح القدس جبرائیل کا ظل بن کر اس کی جملہ خدمات تبلیغ وحی وغیرہ کو چھین لینے کے ثبوت میں دس دلائل چار آیتوں اور چھ حدیثوں کو جن میں ملائکہ ہم نشین وکراماً کاتبین کا اور محافظین کا ذکر ہے۔ پیش کر کے ناواقف مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان آیات واحادیث میں جن ملائکہ کا ذکر ہے وہی محاورہ شرع میں جبرائیل امین روح القدس کہلاتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اپنے مخالفین خاکسار اور شیخ الکل وغیرہ مسلمانوں کو ان ملائکہ کے وجود سے منکر قرار دے کر ہم سب مسلمانوں پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ تم صرف قرین بد (شیطان) کو خدا کے بندوں پر مسلط جانتے ہو۔ قرین نیک اور کراماً کاتبین ومحافظین کو نہیں مانتے۔

اس میں اس نے سراسر دھوکہ بازی گلٹ سازی دروغ گوئی اور افتراء پردازی

سے کام لیا ہے اور بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔

اس کذب وکفر کے ردوازالہ کے لئے پہلے ہم ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں جھوٹوں اور ظالموں کو لعنت کی خلعت دی گئی ہے: ’’**فنجعل العنة اللہ علے الکاذبین** (آل عمران:۶۱) **الالعنة اللہ علے الظالمین** (ہود:۱۸)‘‘

اس کے بعد مسلمانوں کو ان کے عقائد قدیمہ مشہورہ یاد دلا کر یقین دلاتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی لکھا پڑھا آدمی ایسا نہیں ہے کہ جو ہر مؤمن کے ساتھ (چہ جائے مقربین) ہم نشین فرشتہ رہنے اور ہر ایک انسان کے ساتھ کراماً کاتبین (جو ان کے اعمال نیک وبد لکھتے ہیں) اور ہر ایک انسان کے ساتھ ملائکہ محافظین (جو ان کو بلاؤں اور جنوں سے بچاتے ہیں) رہنے کا قائل نہ ہو۔ ان تینوں صفات وخدمات کے ملائکہ کو مسلمانوں کے خواندہ لڑکے لڑکیاں تک جانتے اور مانتے ہیں۔

کادیانی نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں پر ان ملائکہ کے وجود سے منکر ہونے کا افتراء کیا۔ ہاں! مسلمانوں کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد نہیں کہ یہی تینوں قسم کے فرشتہ شرع میں جبرائیل روح القدس کہلاتے ہیں اور یہی فرشتے جبرائیل امین کے جملہ خدمات (وحی لانا کافروں پر عذاب نازل کرنا، نبیوں کو لڑائی میں مدد دینا وغیرہ وغیرہ) بجالاتے ہیں۔ ان کے سوا ایسا کوئی جبرائیل یا روح القدس نہیں ہے جو انبیاء کے پاس بذات خود آیا ہو۔

اس عقیدہ سے ہزار بار ہر ایک مسلمان کو انکار ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ مسلمانوں کے نزدیک خارج از شمار ہے۔ کادیانی نے بھی اس عقیدہ کفریہ پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں کی اور جو چار آیتیں اور چھ آثار وحدیثیں اس نے نقل کی ہیں ان سے نہ صراحتاً اور نہ اشارۃً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن ملائکہ کا ان آیات واحادیث میں ذکر ہے ان سے جبرائیل وروح القدس مراد ہے۔

دوسری آیت میں ’’**حافظین**‘‘ سے ’’**کراماً کاتبین**‘‘ (اعمال لکھنے والے فرشتے) مراد ہونا خود اسی آیت سے ثابت ہے اور یہ الفاظ ’’**کراماً کاتبین**‘‘ اس آیت میں صریح موجود ہیں۔ (جن کا کادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے سرقہ کرلیا ہے) ایسا ہی پہلی اور تیسری آیت میں لفظ ’’**حافظ**‘‘ اور ’’**حفظ**‘‘ سے وہی کراماً کاتبین مراد ہیں۔ کیونکہ ایک آیت دوسری کی مفسر ہوتی ہے اور ایسا ہی عامہ تفاسیر، بیضاوی، معالم

وغیرہ میں بیان کیا ہے۔

چوتھی آیت میں معقبات سے بعض مفسرین نے ان ہی کراماً کاتبین کو مراد سمجھا ہے۔ چنانچہ بیضاوی معالم وغیرہ میں ہے اور بعض نے ان محافظ فرشتوں کو مراد سمجھا ہے جو انسان کو جنوں اور بلاؤں سے بچاتے ہیں۔ چنانچہ معالم وتفسیر ابن جریر میں مجاہد وعکرمہ وکعب احبار وحضرت عثمان وغیرہ سے نقل کیا ہے اور یہی وہ چھ آثار واحادیث ہیں جن کو کادیانی معرض استدلال میں لایا ہے۔ ان آیات واحادیث وآثار میں یا کسی حدیث واثر میں یہ پایا نہیں جاتا کہ شرع کے محاورہ میں بھی فرشتے روح القدس یا جبرائیل کہلاتے ہیں بلکہ حضرت عثمان ؓ بن عفان کی حدیث جو کادیانی نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے صاف بتا رہی ہے کہ یہ فرشتے اور ہیں جو عدد میں بیس ہیں۔ کیونکہ جبرائیل تو ایک شخص ہے نہ بیس اشخاص۔

ایک روشن دلیل ان ملائکہ کی جبرائیل نہ ہونے پر یہ ہے کہ یہ فرشتے ہر ایک شخص کے ساتھ مؤمن ہو خواہ کافر ہوتے اور رہتے ہیں اور حضرت جبرائیل تو خاص کر انبیاء اور مقربین ہی کے پاس آئے اور ان ہی کے ساتھ ایک مدت تک رہے۔ کادیانی اس دلیل کو نہ مانے گا۔ کیونکہ وہ تو ''جبرائیل اور روح القدس کو کافروں اور فاسقوں کا بھی (جب کہ وہ بادہ بسر آشنا بر کا مصداق ہوں) مصاحب اور ہم نشین بتاتا ہے۔''

(توضیح المرام ص۸۵، خزائن ج۳ ص۹۵)

یہ دلیل ہم نے اس کے سامنے پیش نہیں کی بلکہ مسلمانوں کو جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جبرائیل رنڈیوں اور شرابیوں کا آشنا اور ساتھی نہیں بلکہ خاص کر انبیاء ومقربین کا ہم نشین ہے اور خدا کی طرف سے ان کی جانب معزز رسول ہو کر آتا رہا ہے۔ یہ دلیل سنائی گئی ہے۔

اس کید کے اخیر میں جو کادیانی نے فخر کیا ہے اس میں حق بجانب کادیانی ہے۔ وہ اس پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔ کیونکہ ان کفریات کو آیات قرآنی سے ثابت کرنا اسی کا کام ہے۔ مسلمانوں سے ایسی جرأت کب ہوسکتی ہے۔ مسلمان تو ظاہر ان آیات قرآن سے اتنا ہی سمجھتے اور ثابت کرتے ہیں کہ انسان کے ضبط اقوال افعال کے لئے اور بلاؤں سے اس کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں جو کراماً کاتبین حفظ معقبات کہلاتے ہیں۔ زہے یہ ناپاک اسرار کہ یہی فرشتے جبرائیل ہیں۔ یہی روح القدس ہیں۔ یہی حاملین وحی متلو اور یہی خدا کے اور اس کے مقرب نبیوں میں سفیر ہیں اور یہی اس منصب وعہدہ کے ساتھ رنڈیوں اور

شرابیوں کے بھی آشنا اور ہم مجلس ہیں۔ بجز قادیانی کسی مسلمان پر کب کھل سکتے ہیں۔
نہیں نہیں میں بھول گیا اور مجھ سے ایک گروہ قادیانی کے بھائیوں کا حق تلف ہوا۔ ایسے اسرار ان لوگوں پر بھی کھلتے ہیں جو ڈاڑھ منڈ، لنگوٹ کس، بھنگ نوش کہلاتے ہیں۔ وہ بھی قرآن کی آیات سے ایسے اسرار نکالتے ہیں۔ آیت: ''کلا سوف تعلمون (تکاثر: ۳)'' سے داڑھی منڈوانے کا حکم اور ''سقٰھم ربھم شرابا طھورا (دھر: ۲۱)'' سے شراب پینے کی اجازت۔ وعلیٰ ہذا القیاس! یہ مفتریات متن صفحات مذکورہ کا ازالہ ہے اب اس کے حواشی کے کفریات کا ازالہ ہوتا ہے۔

ازالہ امر اوّل مندرجہ حاشیہ

اگر بطور فرض محال مان لیا جاوے اور بے دلیل تسلیم کرلیا جائے کہ کواکب کے لئے بھی نفوس ہیں۔ (جیسا کہ فلاسفہ یونان کہتے ہیں) اور پہلی آیت میں جو ہر نفس کے لئے محافظ کا ہونا بیان ہوا ہے۔ وہ ستاروں کو بھی شامل ہے۔ وبناءً علیہ ہر ایک ستارہ کے لئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہے۔

جیسا کہ ہر ایک انسان کے لئے ہے تو بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں یا بمنزلہ ارواح اور خاص کر جبرائیل امین سورج کا روح ہے یا بمنزلہ روح جیسا کہ قادیانی کا اعتقاد ہے۔ جس کو وہ رسالہ (توضیح ص۳۸،۴۰،۴۸،۸۵، خزائن ج۳ ص۷۰،۷۱،۷۵،۹۵) وغیرہ میں ظاہر کر چکا ہے اور اس اعتقاد کے سبب اس پر فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان عقائد فلاسفہ کے معتقد ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ اسی اعتقاد کا ثبوت اس کے ذمہ اور اس سے مطلوب تھا۔ ستاروں کے لئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہونے یا نہ ہونے میں کیا بحث تھی اور اس کا ثبوت کس نے طلب کیا۔ قادیانی نے اس ثبوت کے جگہ پیش کرنے کی جگہ اس امر کو پیش کی اور اپنے نادان اتباع کو دھوکہ دیا۔

ازالہ امر دوم وسوم

قرآن نے جبرائیل کو خاص کر مقربین کا مصاحب اور خدا کی طرف سے خدا کے مقربین کی جانب معزز رسول ٹھہرایا ہے۔ کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبرائیل علیہ السلام رنڈیوں اور شرابیوں کا بھی آشنا اور دائمی صحبتی ہے۔ لہٰذا آپ کے یہ دونوں

دعوے اہل اسلام کے اعتقاد میں زندقہ والحاد ہے اور جب تک آپ کسی آیت یا حدیث سے ان کا ثبوت پیش نہ کریں ان کا تسلیم کرنا اسلام کے مخالف ہے۔

ازالہ امر چہارم

قرآن اور حدیث کی صریح نصوص سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جبرائیل آنحضرت ﷺ کے پاس کبھی کبھی آتے نہ یہ کہ ہر وقت آخر عمر تک وہ آپ کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ کا آنا اکثر انسانی اور خاص کر دحیہ کلبی کی صورت میں ہوتا تھا۔ دو دفعہ آپ کا آنا اصلی صورت میں ہوا ہے۔

قرآن میں حضرت جبرائیل کا یہ قول نقل کیا ہے: ’’**وما تنزل الا بامر ربک له ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک وماکان ربک نسیاً** (مریم:۶۴)‘‘ کہ ہم خدا ہی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں جو کچھ ہمارے آگے اور پیچھے اور اس کے مابین ہے۔ وہ خدا ہی کے ملک وتصرف میں ہے۔ تیرا رب (اے رسول) بھولنے والا نہیں۔

ایک اور آیت میں بیان ہے: ’’**ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی فاوحی الٰی عبده ما اوحی ولقد رأه نزلة اخری عند سدرة المنتهٰی** (نجم:۸،۹،۱۰،۱۳،۱۴)‘‘ کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے قریب ہوئے پھر اور قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمان کے مقدار فاصلہ رہ گیا۔ پس خدا نے جو اپنے بندہ جبرائیل کی طرف وحی کی وہی اس نے آنحضرت ﷺ کو پہنچا دی۔ ایک دفعہ اور بھی آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا۔

پہلی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے: ’’**عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لجبرائیل ما منعک ان نزورنا اکثر مما نزورنا فنزلت وما نتنزل الا بامر ربک** (صحیح بخاری ص۶۹۱)‘‘ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل سے کہا کہ آپ مجھے اس سے زیادہ کیوں نہیں ملتے جواب ملتے ہیں۔ جس پر وہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر معالم میں ضحاک وغیرہ سے نقل کیا ہے: ’’**قال عکرمة والضحاک احتبس جبرائیل عن النبی ﷺ حین سالهٔ قومه عن اصحاب الکهف وذی**

القرنین والروح فقال اخبرکم غداً ولم یقل انشاء اللّٰہ تعالیٰ حتّٰی شق ذٰلک علی النبی ﷺ ثم نزل بعد ایام فقال رسول اللّٰہ ﷺ …… حتی ساء ظنی واشتقت الیک فقال له جبرائیل انی کنت اشوق ولا کنی عبد مامور اذا بعثت نزلت واذا حبست احتبست فانزل اللّٰہ وما نتنزل الا بامر ربک وانزل اللّٰہ والضحی واللیل اذا سجی ما ودعک ربک وما قلٰی (معالم ص ۱ ۵۵) ’’کہ جب آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے اصحاب کہف ذی القرنین اور روح کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا میں کل بتاؤں گا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا۔ جبرائیل کئی دن نہ آئے اور یہ امر آنحضرت ﷺ پر بہت ناگوار گزرا۔ پھر جب وہ کئی دن کے بعد آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ آپ نے آنے میں توقف کیا۔ اس سے مجھے برا خیال (ناخوش ہونے اور چھوڑ دینے کا) پیدا ہوا اور میں آپ کی ملاقات کا شائق رہا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا میں بھی آپ کی ملاقات کا شائق رہا ہوں۔ لیکن میں خدا کے حکم میں ہوں۔ جب بھیجا جاتا ہوں تو آتا ہوں اور جب روکا جاتا ہوں تو رک جاتا ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئے اور وہ آیت جس میں بیان ہے کہ خدا نے تجھے نہیں چھوڑا اور وہ نہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے۔

دوسری آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث منقول کی ہے: ’’قالت عائشة ذٰلک جبرئیل کان یاتیه فی صورة الرجل وانه اتاه فی هٰذه المرة فی صورته التی هی صورته فسد الافق (صحیح بخاری ص ۴۵۹، معالم ص ۸۵۵) ’’کہ جبرائیل آنحضرت ﷺ کے پاس آدمی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ اس دفعہ آپ اصلی صورت میں آئے جس سے انہوں نے تمام افق کو روک لیا۔ ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کے واقعات جو احادیث میں وارد ہیں۔ ان کی تفصیل سے بہت تطویل متصور ہے۔ ان کا اجماع بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ جماعت اصحاب نبوی کے سامنے ایک سفید پوش سیاہ بالوں والے اجنبی آدمی کی صورت میں آئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر آنحضرت ﷺ کے مبارک رانوں پر ہاتھ رکھ کر چند مسائل مستفسر ہوئے۔ وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین کی تعلیم کے لئے آیا تھا۔

(دیکھو مشکوٰۃ کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث اور صحیح بخاری ص۱۲)

ایک دفعہ آپ دحیہ کلبی کی صورت میں آئے تو ازواج نبوی سے حضرت ام سلمہ نے ان کو دحیہ کلبی سمجھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھا۔ (بخاری ص۵۱۳)

ایک دفعہ قرن الثعالب (مقام) کے پاس آپ ایک بدلی میں نمودار ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ خدا نے آپ کی بات اور منکروں کے جواب کو سنا ہے اور اس نے ملک الجبال کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کہیں تو یہ آپ کے مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے دبا کر کچل دے۔ (بخاری ص۴۵۸)

ایک دفعہ جنگ خندق کے بعد آپ ہتھیار پہنے ہوئے آئے اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ ہم نے تو ابھی نہیں اتارے۔ نکلو بنی قریظہ پر چڑھائی کریں۔ (بخاری ص۵۹۱)

ایک دفعہ بدر کی لڑائی میں آپ آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ جبرائیل علیہ السلام ہے۔ گھوڑی کی چوٹی تھامے ہوئے ہتھیار پہنے ہوئے۔ (بخاری ص۵۷۰)

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب حدیث میں درج ہیں۔ جن سے جبرائیل کے کبھی کبھی آنے کی کیفیت بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں۔ وازانجملہ بعض واقعات کی تفصیل اشاعۃ السنۃ نمبر۹،۱۰،۱۲ج ۳ نمبر ا ج ۴ میں بھی ہو چکی ہے۔

ان سب تصریحات اور تفصیلات کے مقابلہ میں کادیانی کے کفر چہارم کو کہ جبرئیل وحی لانے والا آنخضرت ﷺ ہی کی ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ ہے اور اس کے آنے سے مراد اس صفت کی خاص تجلی ہے۔ (جیسے اور قوائے وصفات نفسانی انسانی غضب، رحمت، حرص، شہوت وغیرہ انسان کے اندر ہی ہوتے ہیں۔ مگر وہ بعض اوقات زیادہ جوش کرتی اور طوفان میں آجاتی ہیں) ان نصوص صریحہ بینہ سے قطعی انکار وزندقہ والحاد نہیں تو اور کیا ہے۔

اس الحاد کو تو وہی شخص مانے گا جو کادیانی کی مانند قرآن وحدیث کو شاعرانہ تخیلات اور خلاف واقعہ استعارات وفرضی وخیالی حکایات کا مجموعہ کہے۔ قرآن وحدیث کو ماننے والے اور ان میں مندرجہ واقعات کو سچے جاننے والے مسلمانوں سے تو یہ جرأت نہیں ہوسکتی۔

آپ نے کفر چہارم کے ثبوت میں جو کادیانی نے عقلی دلائل ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی ہے۔ ان میں نہ تو صراحتاً یہ بات پائی جاتی ہے۔ نہ اشارۃً کہ جبرائیل اور دوسرے فرشتے آسمانوں میں رہنے کے مقامات میں جکڑ کر قید کئے ہوئے ہیں یا وہ سب کے

سب ایک ہی حالت وہیئت نماز سجود یا قیام یا رکوع میں لگائے ہوئے ہیں۔ نہ اس ہیئت یا حالت سے دوسری حالت وہیئت کی طرف انتقال کرتے ہیں اور نہ عبادت کے سوا وہ کوئی دوسری خدمت (وحی لانا، مینہ برسانا، نبیوں کی حمایت میں کافروں پر عذاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ) بجالاتے ہیں۔

یہ تصریح یا اشارہ نہ اس آیت میں ہے نہ اس حدیث میں بلکہ آیت میں ملائکہ کے درجات عبادت ومقامات قرب ورضاء خوف ورجاء محبت وغیرہ وغیرہ۔ ومراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم کا بیان ہے اور حدیث میں عبادت کے وقت ان کے مختلف ہیہات اور حالات کا (جن میں تبدل وانتقال ایک جزو لازم ہے۔ جیسا کہ انسانی عبادت میں لازم ہے) بیان ہے اور دوسری آیات واحادیث میں وضاحت کے ساتھ ان کا زمین پر آنا اور صراحت کے ساتھ ان کا دوسری خدمات کو بجالانا صاف وارد ہے۔ جس سے صاف یقین ہوتا ہے کہ اس آیت اور حدیث میں جبرائیل یا اور باقی تمام ملائکہ کا کسی خاص مقام میں مقید ہونا اور زمین پر نازل نہ ہونا یا کسی خاص ہیئت عبادت میں جکڑے رہنا ہرگز مراد نہیں ہے۔ یہ مراد صرف کادیانی کا کفر والحاد ہے۔

اب ہم اس آیت وحدیث سے معنی مذکور مراد نہ ہونے پر اقوال علماء اسلام سے شہادت پیش کرتے ہیں۔

تفسیر معالم میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: ”**ای مالنا ملک الا له مقام معلوم فی السمٰوات یعبد الله فیه قال ابن عباس ما فی السموات موضع شبر الا وعلیه ملک یصلے اویسبح وروینا عن ابی ذرعن النبی ﷺ قال اطت السماء وحق لها ان تئط والذی نفسی بیده ما فیها موضع اربعة اصابع الا وفیها ملک واضع جبتهه ساجد الله قال السدی الا له مقام معلوم فی القربة والمشاهدة وقال ابوبکر الوراق الا له مقام معلوم یعبد الله علیه کالخوف والرجاء والمحبة والرضاء وانا لنحن الصادقون قال قتادةهم الملئکة فی السمآء للعبادة کصفوف الناس فی الارض وانا لنحن المسبحون. ای المصلون المنزهون الله عن السوء یخبر جبرئیل علیہ السلام النبی ﷺ انهم یعبدون الله بالصلوٰة والتسبیح وانهم لیسوا بمعبودین کما**

زعمت الکفار (معالم ص ۷۵۵) ’’کہ اس سے قول ملائکہ سے یہ مراد ہے کہ ہم میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں جس کی عبادت کی جگہ آسمانوں پر مقرر نہ ہو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے۔ آسمانوں میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتے نماز نہ پڑھتے یا تسبیح نہ کہتے ہوں۔ آنحضرتﷺ سے حدیث ہے کہ آسمان چڑ چڑ کرتا ہے۔ (جیسے زین یا پالان شتر سوار کے بیٹھنے سے چڑ چڑ کرتا ہے) اور اس کو یہی لائق ہے۔ بخدا، آسمان میں چار انگل کی جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتہ پیشانی رکھ کر سجدہ نہ کر رہا ہو۔ سدی نے مقام معلوم کے یہ معنی کئے ہیں کہ خدا کے قرب ومشاہدہ کا مقام ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ عبادت کا مقام خوف وامید ومحبت ورضاء وغیرہ مراد ہے جو کہا ہے کہ ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔ قتادہؓ کہتا ہے یہ بھی ملائکہ کا قول ہے۔ وہ پر صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کلبی نے کہا ہے کہ فرشتے آسمانوں میں عبادت کے وقت ایسی صفیں باندھتے ہیں۔ جیسے انسان زمین صفیں باندھتے ہیں۔ ملائکہ کا یہ کہنا کہ ہم تسبیح کہنے والے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور برائی سے خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ان اقوال سے جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرتﷺ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ اس لائق نہیں کہ کوئی ان کی عبادت کرے۔ جیسا کہ کفار ملائکہ پرست خیال کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ: ’’وما منا الا له مقام معلوم حکایة اعتراف الملائکة بالعبودیة للرد علی عبدتهم والمعنی مامنا احد الاله مقام معلوم فی المعرفة والعبادة والانتهاء الی امر الله تعالٰی فی تدبیر العالم...... ثم انهم اعترفوا بالعبودیة وتفاوت مراتبهم فیها لا یتجاوزنها وانا لنحن الصافون فی اداء الطاعة ومنازل الخدمة (بیضاوی ج۲ ص۲۲۸) ‘‘کہ اس قول میں ملائکہ کے اقرار عبودیت کی حکایت ہے۔ ان مشرکوں کو رد کرنے کے لئے جو ملائکہ کو پوجتے ہیں۔ اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے خدا کی معرفت اور عبادت اور عالم کی تدبیر کے متعلق خدمت بجانے کا ایک مقام ہے۔ پھر ملائکہ نے اقرار کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس عبادت میں ان کے درجات متفاوت ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھتے۔ پھر ملائکہ نے کہا ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ طاعت ادا کرنے اور خدمات متعلقہ تدبیر عالم بجالانے میں ہم صف بستہ حاضر رہتے ہیں۔

ایسی ہی عامہ تفاسیر تفسیر ابن کثیر، فتح البیان وغیرہ:''قال القرطبی قال مقاتل هٰذه الأيات الثلث نزلت ورسول الله عند سدرة المنتهى فتاخر جبرئيل فقال النبی ﷺ اٰهٰهنا تفارقنى فقال ما استطيع ان اتقدم عن مكانى هٰذا فانزل الله حكاية عن قول الملائكه وما منا الا له مقام معلوم (فتح البیان ج۸ ص ۸۵)'' میں اس آیت کی تفسیر ہوئی ہے اور فتح البیان میں علاوہ تفسیر مذکور قرطبی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مقاتل کا قول ہے کہ یہ تینوں آیتیں اس وقت نازل ہوئی تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچے تھے اور جبرائیل وہاں سے ہٹنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اسی جگہ آپ مجھ سے جدا ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ میری طاقت نہیں کہ میں اس مقام سے آگے بڑھوں تو اس پر خدا تعالیٰ نے یہ قول جبرائیل نازل فرمایا۔

ان اقوال مفسرین اور ان کے متمسک احادیث وآثار سے صاف ثابت ہے کہ مقام معلوم سے فرشتوں کے مقامات عبادت ودرجات قرب ومحبت وغیرہ۔ ومراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم مراد ہیں اور ان کے قیام وسجود سے ان کے اوقات عبادت میں ان مختلف ہیبات کی حکایت ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبرائیل وغیرہ ملائکہ آسمان سے زمین پر آتے اور عبادت وغیرہ خدمات بجالاتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف نقل وحرکت کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ رہنے کی جگہ قید کئے ہوئے ہیں اور عبادت کی ایک ہیئت میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اور فتح البیان کی عبارت میں مقاتل کے قول سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ان کے مقام سے ظاہری حسی آنے جانے کا مقام مراد لیا جائے تو بھی اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ وہ اس مقام سے نیچے نہیں اترتے یا دوسری جگہ نہیں جاتے۔ جیسا کہ کادیانی نے ملحدانہ معنی کئے ہیں بلکہ اس صورت میں اس آیت سے یہ مراد ہے کہ وہ اس مقام سے بڑھ نہیں سکتے اور اس سے اوپر نہیں جاسکتے۔ اس قول مقاتل نے کادیانی کو قتل کردیا اور اس کے الحاد کی جڑھ کو کاٹ دیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک!

یہ اس کی نقلی دلائل کا ردوجواب ہے۔ اب اس کی عقلی دلیل کا جواب سنو۔ کادیانی نے جبرائیل کے ذاتی وحقیقی نزول مراد نہ ہونے پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے۔ اس دلیل کے مضمون کا اعادہ حسب عادت تطویل وتکرار اس نے کید نمبر(۱۰) میں بھی کیا اور کید نمبر(۱۲)

میں اس پر کچھ بڑھا دیا اور یہ کہا ہے کہ جبرائیل کا حقیقی وجود تو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے بازو آسمانوں کے کنارے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر وہ مکہ ومدینہ میں آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما گیا۔

اس دلیل کی تقریر سے کادیانی نے اپنا چھپا نیچری ہونا ظاہر کیا اور اچھی طرح یقین دلا دیا ہے کہ وہ اسلام کی ایسی باتوں کو جن کی کنہ وحقیقت وکیفیت سمجھ میں نہیں آتی۔ (جیسے خدا کی ذات وصفات کا وجود اور ملائکہ کا وجود۔ آسمانوں کا جسمانی وجود۔ دوزخ وبہشت کے جسمانی آلام ونعم شق القمر وغیرہ معجزات، قبر کا عذاب، جسمانی حشر وحساب وغیرہ) ہرگز نہیں مانتا اور اس قسم کی باتوں کو ماننے کا اس کا ظاہری اقرار محض منافقانہ ہے جس سے مسلمانوں کو دام میں لانا اس کا مقصود ہے۔

اور اگر ان امور کو وہ درحقیقت مانتا ہے اور معہذا وہ ایسے امور کی کہنہ وکیفیت کا جاننا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی اس دلیل عقلی سے مستفاد ومفہوم ہوتا ہے تو وہ پہلے امور مذکور کی کنہ وکیفیت بتاوے اور نہیں تو صرف چاند کے پھٹ جانے کی (جس کو وہ سرمہ چشم آریہ میں ثابت کر چکا ہے) کیفیت ظاہر کرے۔ اس کو بھی رہنے دے وہ جبرائیل ہی کے وجود اور اس کے آسمان پر ہونے کے اور اس کے سورج (جس کو وہ (توضیح مرام ص۸۵، خزائن ج۳ ص۹۵) میں جبرائیل کا ہیڈ وارٹر (صدر مقام) بتا چکا ہے) کے اندر یا اوپر رہنے کی کیفیت بتا دے۔

تب ہم سے اس کے زمین پر آنے کی کیفیت پوچھے اور اگر وہ کچھ بتا نہ سکے تو اس نیچریانہ اور ملحدانہ دلیل اور اس کے مندرجہ سوالات کو واپس لے اور یہ جان لے کہ وجود جبرائیل اور ایسے ہی اور امور عالم ملکوت جو ہر ایک کے مشاہدہ میں نہیں آتے بلکہ ان کو خاص کر انبیاء واصفیاء ہی دیکھتے ہیں۔ مشابہات سے ہیں ایسا ہی جبرائیل کا نزول وصعود ہے۔ ایسے امور کی نسبت کیوں اور کیونکر کا سوال مؤمنوں (یعنی ان کو ماننے والوں) کا کام نہیں۔ ایسے سوالات وہی لوگ کرتے ہیں جو ان کے وجود سے منکر ہوتے ہیں۔ اس کی تائید میں ہم اس کا سابق کلام سرمہ چشم آریہ پیش کرتے ہیں۔ کادیانی اس کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے شرم وانصاف کو پیش نظر رکھ کر کہے کہ اس کلام کی شہادت سے نزول جبرائیل کی نسبت وہ سوالات مذکورہ کرنے سے ان امور کا قطعی منکر بنتا ہے یا نہیں۔

آپ (سرمہ چشم آریہ ص۱۲۷، خزائن ج۲ ص۱۷۵ حاشیہ) میں فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:’’والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹)‘‘یعنی جولوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے۔ ہم ان کو وہ اپنی خاص راہیں آپ دکھاویں گے جو مجرد عقل اورقیاس سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اوردرحقیقت خداتعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کردیا ہے۔

۱...... عالم ظاہر جو آنکھوں اورکانوں اوردیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اورآلات خارجی کے توسل سے محوس ہوسکتا ہے۔

۲...... عالم باطن جوعقل اورقیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

۳...... عالم باطن درباطن جونازک اورلایدرک وفوق الخیالات عالم ہے جوتھوڑی ہیں جو اسے خبر رکھتے ہیں۔ وہ عالم غیب محض ہے۔ جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی۔ مگرظن محض اوراس عالم پر کشف اوروحی والہام کے ذریعہ اطلاع ملتی ہے نہ اورکسی ذریعہ سے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ ص۱۲۹، خزائن ج۲ص۱۷۷ حاشیہ) پر لکھتے ہیں کہ:’’عجائبات اس عالم ثالث کی بے انتہاء ہیں اوراس کے مقابل پر دوسرے عالم ایسے ہیں جن سے آفتاب کے مقابلہ میں ایک دانہ خشخاش۔ اس بات پر زورلگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بالکل منکشف ہوجائیں۔ یہ ایسا ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بندکر کے زورلگائے کہ وہ قابل رویت چیزوں کو قوت شامہ سے دیکھ لے۔ بلکہ عجائبات عالم باطن درباطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھ دم نہیں مارسکتی کہ یہ کیا بھید ہے۔ روحوں کی پیدائش پر انسان کیوں تعجب کرے۔ اس دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کے کنہ کو سمجھنے میں عقل بکلی عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف دیکھ لیتا ہے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ ص۱۳۰، خزائن ج۲ص۱۷۸،۱۷۹ حاشیہ)’’اورسب سے زیادہ تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اورقوت کی تاخیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے باذنہ تعالیٰ عالم بیداری میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ حالانکہ اس کا عنصری جسم اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا اورعقل کے روسے ایک چیز کا دوجگہ ہونا محال ہے۔ سووہ محال اس عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف بچشم

خود دیکھتا ہے اوران کور باطنوں کے انکار سے تعجب پر تعجب کرتا ہے۔ جواس عالم ثالث کی عجائبات سے قطعاً منکر ہیں۔‘‘

کادیانی اپنے اس کلام کو جواصول اسلام کے مطابق ہے۔ چشم حیاء سے دیکھے اور پھر انصاف سے کہے کہ وہ اپنے ان سوالات سے وجود ملائکہ وجبرائیل اوران کے حقیقی نزول وصعود سے منکر بنتا ہے یانہیں۔ نہیں تواس کی کیا وجہ ہے۔ کیا جبرائیل اوراس کا نزول وصعود اور ایسے اورامور ملکوت تیسرے عالم باطن درباطن سے نہیں ہیں۔ بلکہ عالم اوّل ودوم سے ہیں جوحواس اور عقل میں آسکتے ہیں۔ ایسے ہیں تو وہ ان کی کیفیت بیان کرے اوراگر بیان نہ کرسکے توان کا تیسری عالم سے ہونا مان لے اوراس پر اس قسم کے سوالات کرنے والے کو منکر قرار دے۔ کادیانی یہ بھی خیال کرے کہ خداتعالیٰ عالم اوّل کے قبض وبسط پر قادر ہے۔ لکڑی، لوہے، پیتل وغیرہ سبھی اس قسم کی چیزوں کو گرمی وسردی سے بڑھاوگھٹا دیتا ہے۔

اسی اصول پر چاند کا دوٹکڑے ہونا اور پھراس کے ایک ٹکڑے کا مکہ کے پہاڑ آگے اور ایک کا پیچھے ہوجانا۔ اہل اسلام میں مانا جاتا ہے۔ (چنانچہ صحیح مسلم ص۳۷۳ میں موجود ہے) باوجودیکہ چاند زمین سے کئی حصہ بڑا ہے۔ پھر وہ خداتعالیٰ کواس بات پر کیوں قادر نہیں مانتا کہ وہ تیسرے عالم کی ایک چیز (وجود جبرائیل) میں یہ قبض وبسط عمل میں لاکراس کواس لائق کردے کہ وہ مکہ کے افق شرقی میں سماسکے۔

دو یا ایک دفعہ اصلی وجود سے جبرائیل کا زمین پر آنا تو اس نے بھی مانا ہے۔ (چنانچہ اس کے کید نمبر۱۲ میں اس کا ذکر آئے گا) پھراس امر کا وقوع کئی دفعہ کیوں ناممکن ہے اور جب کہ حضرت جبرائیل کا بشکل انسان اور خاص کر دحیہ کلبی کی شکل میں متشکّل ہوکر آنا ہوتا تھا تواس صورت میں کادیانی کے اس سوال کی سرے سے ہی گنجائش نہیں۔ اس صورت سے جو اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ وجود حقیقی نہ تھا ظلی تھا۔ اس کا جواب ازالہ کید وکذب نمبر۱۲ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

وحی پہنچانے کے بعد آنحضرتﷺ کو چھوڑ کر جبرائیل علیہ السلام کے چلے نہ جانے پر کادیانی نے جو دلیل اس مقام میں پیش کی ہے۔ وہ عقلی ہے اس کی تائید اس نے کید نمبر۱۲ میں بزعم خود نقلی دلائل آثار سے بھی کی ہے۔ چنانچہ (وساوس ص۱۲۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے۔ شیخ عبدالحق صاحب (مدارج النبوت ص۸۳) میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کے تمام

کلمات وحی خفی ہیں اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبرائیل قرآن سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبرائیل سے ہے۔ بلکہ آنحضرتﷺ کا اجتہاد بھی وحی میں سے ہے۔

پھر (ص۸۷) میں لکھتے ہیں کہ صحابہ آنحضرتﷺ کے ہر ایک قول وفعل قلیل وکثیر صغیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اس پر عمل کرتے۔

کادیانی نے (وساوس ص۱۱۲، خزائن ج۵ ص۱۱۲) میں اور (ص۹۱ حاشیہ، خزائن ج۵ ص۹۱ حاشیہ) میں آیت: ''**وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** (نجم:۳،۴)'' سے بھی اس دلیل نقلی کی تائید میں استدلال کیا ہے۔ اس دلیل کے عقلی حصہ کا رد بضمن ازالہ کید نمبر۷ (ص۸۷) میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت کی ذات برکات اور قلب حق طلب بلاواسطہ جبرئیل مہبط وحی خفی تھا۔ لہٰذا جبرائیل علیہ السلام چلے جانے کے بعد وہ فیض وحی سے محروم نہ رہتے تھے بلکہ شب وروز خواب وبیداری میں وہ مورد فیض وحی رہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے کلمات طیبات وافعال زاکیات کو وحی سمجھا گیا ہے۔ جبرائیل کے چلے جانے سے آپ کو وحی الٰہی سے خالی قرار دینا آنحضرتﷺ کو دشنام دینا ہے۔ جو بجز کادیانی جو آنحضرتﷺ کا نہانی دشمن ہے اور چھپا مرتد، دوسرے کا کام نہیں ہے۔

اب اس دلیل کے نقلی حصہ کا رد سنو! اور خوب توجہ کرو۔ بے شک شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرتﷺ نے جملہ کلمات کو وحی قرار دیا ہے اور اس پر آیت قرآن ''**ان ھو الا وحی یوحی** (نجم:۴)'' سے استدلال کیا ہے اور اس اثر حسان سے کہ آنحضرتﷺ پر جبرائیل علیہ السلام سنت کی وحی بھی لایا کرتے تھے تمسک کیا ہے اور ہمارا بھی اس پر یقین وایمان ہے۔ چنانچہ یہ بات باستدلال آیۃ مذکور ہم (ص۸۷) میں کہہ چکے ہیں اور اثر حسان کو ہم اپنے رسالہ نمبر۷ جلد۴ اص ۲۰۸ میں اس مدعا کی تائید میں معرض استدلال میں لاچکے ہیں۔

مگر وحی کو حضرت جبرائیل سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ ہر ایک سنت کی وحی بھی جبرائیل ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ ایک ایسا سفید جھوٹ اور ملحدانہ افتراء ہے۔ جس کا اثر ونشان نہ اس آیت میں پایا جاتا ہے نہ حسان کے اثر میں نہ شیخ عبدالحق کی کلام میں بلکہ آیۃ مذکور اس قید سے بے قید ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وحی بلاواسطہ جبرائیل بھی ہوتی تھی اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی اس وحی کو مدارج النبوت کے اس مقام

میں اور دیگر مقامات وتصنیفات میں وسیع کیا ہے۔ کادیانی نے شیخ عبدالحق صاحب کی کلام نقل کرنے میں سرقہ کیا ہے اور حسان کے اثر میں ہر ایک سنت کا لفظ وارد نہیں۔ کادیانی نے ہر ایک سنت کا لفظ ازخود ملا کر حسان پر اور شیخ عبدالحق صاحب پر اس نقل میں افتراء کیا ہے۔ اثر حسان میں صرف اتنا پایا جاتا ہے کہ حضرت جبرائیل سنت کی وحی بھی لاتے۔ جیسا قرآن کی لاتے تھے اور کئی جگہ آنحضرت ﷺ نے اپنے احکام حدیث کی نسبت فرمادیا ہے کہ یہ حکم مجھے جبرائیل نے بتایا ہے۔ اس اثر میں یہ نہیں پایا جاتا کہ جو حکم حدیث ہے وہ جبرائیل ہی کے ذریعہ سے وحی کیا گیا ہے۔

اب ہم شیخ عبدالحق صاحب کا اصل کلام جو آیات احادیث سے استدلال پر مشتمل ہے نقل کرتے ہیں۔

تاسیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

شیخ عبدالحق صاحب (مدارج النبوت ج۲ ص۸۳) میں فرماتے ہیں۔ ومراد بقول وے ''وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحٰی (نجم:۳،۴)'' قرآن ست واگر ہمہ کلام وحدیث آنحضرت ﷺ را مراد دارند کہ وحی خفی ست جز دوسہ موضع کہ آنرا مستثنٰی دارند کہ قصہ اساری بدر وقصہ ماریہ وعسل تابیر نخل ازان جملہ ست وبراں تنبیہ واقعہ شدہ است نیز درست ست: ''وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (نجم:۳،۴)'' میگوید نیست نطق اوصادر از ہوا ونیست نطق او مگر وحی کہ فرستادہ میشود بروئے در مواہب لدینہ میگوید کہ ایں بہتر ست از اعادہ ضمیر بقرآن زیرکہ نطق بقرآن وسنت ہر دو وحیست ''قال اللہ تعالٰی وانزل علیک الکتاب والحکمۃ'' کتاب قرآن وحکمت سنت اوزاعی از حسان بن عطیہ آوردہ کہ گفت نزول میکرد جبرائیل علیہ السلام برسول خدا ﷺ برسنت چنانکہ نزول مے کرد بروے بقرآن کہ تعلیم مے کرد او راز ینجا معلوم شد کہ نطق مخصوص بقرآن نیست بلکہ اجتہاد آنحضرت را نیز وحی حق گفتہ اند۔

اور نیز جناب شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدارج النبوت ص۴۴) میں فرماتے ہیں۔

وصل بدانکہ علماء وحی را مراتب عدیدہ ذکر کردہ اوّل رویا صالحہ چنانکہ در حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا آمدہ کہ اوّل ''مابدئ بہ رسول اللہ ﷺ الرؤیا الصالحہ وفی روایۃ ایضا وکان لا یری رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح'' ودر کتب واقعہ شدہ کہ آں در شش ماہ بود

دور نبوت ایں مدت سخن سست واللہ اعلم!

ثانی آنچناں بود کہ القاء میکرد جبرئیل در قلب شریف نبوی علیہ السلام بے آنکہ بیند اور اچنانکہ فرمود کہ روح القدس دمید در دل من کہ ہرگز نمیرد ہیچ نفس تا بکمال وتمام نیگر در زق خود راو استیفاء نکند آنرا الحدیث روایت کردہ است ایں حدیث را حاکم وتصحیح کردہ آنرا۔

ثالث آنکہ تمثیل مے کرد جبرائیل آنحضرت ﷺ را بصورت مردے وخطاب مے کرد اورا تا یاد میگرفت بآنچہ مے فرمود۔ واکثر درصورت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مے آمد کہ صحابی بود از قبیلۂ بنی کلب خوش روی در غائت حسن وجمال۔ گویند کہ چوں دحیہ بتجارت مے برآمد زنان محمل نشین نظارہ مے کردند اورا۔ ودر تحقیق تمثیل جبرئیل علیہ السلام بصورت دحیہ کلام ست۔ اہل نظر اشکال مے آرند کہ چوں تمثیل مے کرد جبرئیل درصورت دحیہ روح جبرئیل کجا مے بود اگر در جد شریف مے بود کہ مرا نرا ششصد جناح ست کہ اصل صورت ست پس آنچہ مے آمد نزد آنحضرت ﷺ روح جبرئیل نبود ونجد اد واگر دریں جدمے بود کہ صورت وحیہ است واز جد اصلی مفارقت کردہ دریں جد مے آید۔ پس آیا مے سرد۔ جبرئیل بانتقال روح از جد یا خالی میماند آں جد از روح منتقلہ وبے روح میزیست۔ ودر مواہب لدینہ از عینی کہ شارح بخاری ست حنفی المذہب گفت دور نیست کہ نباشد انتقال روح موجب موت پس باقی ماند جد ونقصان نہ پزیرد از مفارقت دے چیزے۔ وانتقال روح بجد ثانی ہمچو انتقال روح شہداء باشد باجواف طیور وموت اجساد بمفارقت ارواح امرے واجب نیست عقلاً بلکہ بعادتے ست کہ جاری گرداینده است حق تعالیٰ در بنی آدم ولازم نیست کہ در غیر بنی آدم ہمچنین باشد۔ بلکہ در بنی آدم نیز جائز ست عقلاً وداخل ست در قدرت حق سبحانہ تعالیٰ ایں کلام ظاہری ست کہ بعض علماء گفتہ اند۔ ونزد اہل تحقیق کیفیت تمثل بصورت دحیہ آنست کہ صورت علمیہ از دحیہ در ذہن جبرئیل بسبب قدرت کاملہ وارادت شاملہ کہ دارو افاضہ وجود خود براں صورت علمیہ بصفاتے کہ مراو راست نمودہ خود را بصورت دحیہ نمودہ ودادن صورت علمیہ متلبس بآن صفات موجود گرداند وجبرئیل در مقام خود ثابت وکائن ست۔ بذات وصفات ملکی کہ وارد ودحیہ در جائے خودست بصورت کہ داشت ایں صورت متمثل نہ عین جبرئیل ست زیرا کہ جبرئیل حقیقتی دیگر دارد۔ وصورتے دیگر ونہ غیر اوست زیرا کہ ہماں ذات وصفات جبرئیل ست کہ بایں صورت برآمدہ ومتمثل گشتہ چنانکہ اہل توحید در ظہور حق سبحانہ تمثل دے بصورت عالم مے

گویند وبہمیں طریق تمثل روحانیات بصورت جسمانیات وتمثیل حق بصورت بشر وتمثیل بعض کحل اولیاء بصورت متعددہ فاعلم وگاہے درغیر صورت دحیہ نیز مے آمد چنانکہ درحدیث جبرئیل دربیان اسلام وایمان واحسان آمدہ۔

رابع آنکہ مے آمد مثل سلسلۃ الجرس یعنی آواز درای کہ مفہوم نمیشو دازاں کلمات ومعانی مرغیر آنحضرت ﷺ رابوداین قسم سخت ترین انواع وحی ...... خامس آنچناں بودکہ مے دیدگاہے فرشتہ رابصورت اصلی کہ مرا دراششصد بازو بود ووحی میرسایند آنچہ خدامے خواست۔ چنانکہ درسورۃ النجم مذکورست وگفتہ اندکہ ایں دوبار بودواللہ اعلم!

سادس آنکہ وحی کرد اللہ تعالیٰ بروے درحالیکہ فوق سموات بود ووحی کردہ شد بروے صلوت خمس۔

سابع کلام کردن حضرت رب العزت جل جلالہ بیوساطت ملک چنانکہ تکلم کرد موسیٰ علیہ السلام را۔

ثامن کلام کردن حق سبحانہ باوے آشکارا بے حجاب وظاہر آنست کہ وحی فوق سموات ازیں قبیل ست وصاحب مواہب گفتہ کہ ایں برتدہت کسے ست کہ گوید دید۔

آنحضرت ﷺ پروردگارخودرادرشب معراج داین مسئلہ اختلا فیہ است۔

شیخ عبدالحق صاحب کی اس کلام کو دیکھ کر ناظرین منصفین عموماً اور کادیانی کے دام میں دھوکہ میں پھنسنے والے خصوصاً داد وانصاف دیں اور کہیں کہ کادیانی وحی کو جبرائیل امین سے مخصوص کرنے میں اور شیخ عبدالحق اور حسان بن عطیہ سے اس بات کو نقل کرنے میں کہ ہر ایک سنت کا نزول بھی جبرئیل ہی سے ہے۔ الحادوسفید جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں اور اس جھوٹ سے کس کا منہ کالا ہوتا ہے۔ کادیانی نے شیخ کی کلام (ص۴۴) کا ماحصل نقل کرنے میں شیخ پر ایک اور افتراء کیا اور سفید جھوٹ بولا ہے۔ جس کا بیان اس کے کید نمبر۱۱ کے جواب میں آئے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اب شیخ عبدالحق صاحب کی تائید میں اور محدثین کرام وعلماء عظام کا کلام نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ شاید شیخ کا پورا کلام مذکور شائع ہونے پر کادیانی شیخ صاحب سے بھی منکر ہو جاوے اور اس مضمون میں ان کو متفرد کہے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے: ’’ان الحارث بن ھشام سأل رسول اللہ ﷺ

فقال یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ ﷺ احیانا یأتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده الیٰ فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال واحیانا یتمثل فی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول (صحیح بخاری ص ۲) ’’کہ حارث بن ہشام نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس وحی کیونکر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز سے یہ وحی مجھ پر بہت سخت گراں ہوتی ہے۔ جب یہ وحی ہو چکتی ہے تو مجھے یاد ہو جاتا ہے جو کہا تھا کبھی فرشتہ آدمی بن کر میرے سامنے متشکل ہو جاتا ہے۔ وہ مجھ سے کلام کرتا ہے تو مجھے یاد ہو جاتا ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں کہا ہے: ’’وعلی ما اقتضاه ظاهر الحدیث وهو الوحی منحصر فی الحالتین حالات اخریٰ اما من صفة الوحی کمجیئه کدوی النحل والنفث فی الروع والالهام والرؤیا الصالحة والتکلیم لیلة الاسراء بلا واسطة واما من صفة حامل الوحی کجیئه فی صورته التی خلق علیها له ستمائة جناح ورؤینه علی کرسی بین السمآء والارض وقد سد الافق والجواب منع الحصر فی الحالتین المتقدم ذکرهما وحملهما علی الغالب (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰) واقسام الوحی الرؤیا الصالحة ونزول اسرافیل اوّل البعثه کما فی الطرق الصحاح...... واجتهاده علیہ السلام فانه صواب قطعاً ومجیٔ ملک الجبال مبلغا من اللہ (قسطلانی فی مختصراً ج ۱ ص ۵) ‘‘ظاہر حدیث کے مفہوم حصر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وحی ان دو صورتوں میں منحصر نہیں اور صورتوں سے بھی ہوتی ہے۔ کبھی مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز سے، کبھی قلب نبوی میں ایک بات کو پھونک دینے سے، کبھی الہام سے، کبھی سچے خواب سے، کبھی بلاواسطہ غیر خدا تعالیٰ سے خود کلام کرنے سے جیسا کہ معراج میں ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ! اس کا جواب یہ ہے اس حدیث میں حصر کا مراد ہونا غیر مسلم ہے۔ اس میں صرف غالب صورتوں کا بیان ہوا ہے۔ ایسا ہی قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے اور اس میں ان تین اقسام کو بھی بڑھایا ہے۔ (۱) اسرافیل کا نزول جو بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ (۲) آپ کا اجتہاد جو قطعاً درست ہوتا تھا۔ ملک الجبال کا آنا اور یہ پیغام لانا کہ آپ فرمائیں تو میں آپ کے منکروں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں۔

اس وحی والہام کے وسیع ہونے اور جبرائیل سے مخصوص نہ ہونے پر ایک طرفہ شہادت کادیانی پر الزام قائم کرنے والی حجت (جس سے ناظرین کے رونگٹے کھڑے ہوں گے) یہ ہے کہ کادیانی نے خود اس وحی کو وسیع کیا ہے اور بلاواسطہ فرشتے خدا کی طرف سے اپنا صاحب وحی ہونا اور خاص خدا کی کلام کا مخاطب ہونا تجویز کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں فرشتے کے وسیلہ سے وحی الہام کو جداگانہ قسم بنایا ہے۔

چنانچہ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۲۱،۲۲۲، خزائن ج۱ ص۲۴۴ تا۲۴۵ حاشیہ در حاشیہ) لفظ وحی والہام کا ہم معنی ہونا ثابت کر کے (ص۲۲۳ تا۲۲۵، خزائن ج۱ ص۲۴۸ تا۲۵۰ حاشیہ در حاشیہ) میں لکھا ہے۔ ''صورت اوّل: الہام، الہام کے منجملہ ان کی صورتوں کی جن پر خداتعالیٰ نے مجھ کو اطلاع دی ہے۔ یہ ہے کہ جب خداتعالیٰ امر غیبی کو بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں ظاہر کر دیتا ہے اور وہ اس پر شدت اور خفیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں۔ جیسے گڑھے یعنی اولے۔ اس قسم کے الہام بھی یعنی جو سخت وگراں صورت کے الفاظ خدا کی طرف سے زبان پر جاری ہوتے ہیں بعض اوقات مجھ کو ہوتے رہے ہیں۔ (پھر اس کی ایک مثال یہ کلمہ بیان کیا کہ ''بالفعل نہیں'' یعنی ابھی لوگ چندہ سے تیری مدد کی طرف متوجہ نہ ہوں گے) دوسرے قسم کے الہام سے یعنی وہ جس میں کچھ ملائمت سے کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ یہ الہام خداوند کریم نے مجھے کیا (جس میں چندہ آنے کی بشارت تھی)''

پھر (ص۲۳۶، خزائن ج۱ ص۲۶۰ حاشیہ در حاشیہ) ''صورت دوم: الہام یہ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعاء اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو ایک دفعہ بیہوشی اور غنودگی اس پر طاری کر دیتا ہے۔ جس سے وہ بالکل اپنے تئیں بھول جاتا ہے۔ اس حالت سے وہ باہر آتا ہے تو اپنے اندر ہی کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے۔ جیسے ایک گونج پڑے۔ جب وہ گونج فرو ہو جاتی ہے تو اس کو اپنے اندر ایک کلام موذوں اور لطیف محسوس ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو خداتعالیٰ اپنے بندہ پر وارد کر کے اس کی ہر ایک دعا کا اس کو جواب دیتا ہے۔''

اس کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں۔ (پھر آپ نے اس قسم کے الہامات کو بیان کیا اور دل کھول کر خدا پر افتراء کیا اور عربی عبارت میں ایسے الہامات ازخود گھڑے اور خداتعالیٰ کی طرف سے بتائے۔ جن کا ایک کلمہ اس پر صادق نہیں آتا بلکہ ان کا عکس صادق ہے)

(ص ۲۴۷، خزائن ج۱ ص۲۷۳،۲۷۴ حاشیہ در حاشیہ) ’’صورت سوم: الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القاء ہوتا ہے...... اور اس میں محسوس ہوتا ہے کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا اور انسان متنبہ ہوجاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القاء ہے۔ اس صورت کا الہام بھی اس عاجز کو بارہا ہوا ہے۔‘‘

(ص ۲۴۸، خزائن ج۱ ص۲۷۴ حاشیہ در حاشیہ) ’’صورت چہارم: الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدا کی طرف سے منکشف ہوجاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں مشکل ہوکر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے۔‘‘ (پھر اس کی تمثیل میں اپنی خوابیں بیان کی ہیں)

(ص ۲۵۸، خزائن ج۱ ص۲۸۷،۲۸۸ حاشیہ در حاشیہ) ’’صورت پنجم: الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں بلکہ خارج سے ایک آواز آتی ہے۔ انسان یہ آواز سن کر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتے نے آواز دی ہے۔ مگر صورت دوم کی طرح اس میں مکرر دعاؤں پر آواز کا سنا جانا مشہور نہیں ہوا۔ (یعنی کادیانی نے نہیں دیکھا) بلکہ ایک ہی دفعہ کوئی فرشتہ ناگہاں آواز کرتا ہے۔ برخلاف صورت دوم کہ اس میں اکثر کامل دعاؤں پر حضرت احدیت کی طرف سے جواب صادر ہونا مشہور ہوا ہے۔ (یعنی کادیانی نے سنا اور دیکھا ہے) اور خواہ سو مرتبہ دعا اور سوال کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کا جواب سو مرتبہ ہی حضرت فیاض مطلق کی طرف سے صادر ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ متواتر تجربہ خود اس خاکسار کا اس بات کا شاہد ہے۔‘‘

(اے کذاب دجال اگر تجھے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا دخل ہے تو خدا تعالیٰ سے ان سوالات ومراوات کا جواب کیوں نہیں حاصل کرتا جو تجھ سے لوگ پوچھتے ہیں اور طلب کرتے ہیں اور نہیں تو ان مراوات کا نہ ہونا ہی پوچھ کر بتا دیتا اور سالہا سال لوگوں کو خواب ہونے اور منتظر جواب رہنے سے بچاتا۔ خصوصاً ان لوگوں کو جن سے دعاؤں کے عوض میں روپیہ کھا کر حرام کر چکا ہے) ان صورتوں میں سے کادیانی نے صرف صورت پنجم کے الہام کو فرشتہ سے مخصوص کیا ہے اور صورت چہارم کو خدا تعالیٰ اور فرشتے دونوں میں مشترک ٹھہرایا ہے اور پہلی تینوں صورتوں کے الہام کو خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے قرار دیا ہے اور صورت دوم میں تو فرشتہ کو خدا کے مقابلہ میں ذکر کر کے اس کو بے دخل کیا ہے۔ جس سے کس وناکس کو بشرطیکہ اس کی آنکھ پر کادیانی کا محبت اور کورانہ تقلید کا پردہ نہ پڑ گیا ہو یقین ہوسکتا ہے کہ کادیانی نے اپنے وحی الہام کو جبرائیل یا کسی اور فرشتے کی وساطت سے مقید ومخصوص نہیں کیا

اور اپنے آپ کو وحی والہام میں فرشتے کا محتاج نہیں ٹھہرایا بلکہ اپنے وحی کو وسیع کیا ہے۔ جبرائیل کو ایک طرف رکھ کر خود خداتعالیٰ سے مخاطب ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر جو اس نے جناب عالی جناب ختمی مآب آنخضرت ﷺ کے بلاواسطہ جبرائیل وحی الٰہی سے مشرف نہ ہونے اور فیض وحی سے بکلی محروم رہنے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ آنخضرت ﷺ کے مقابلہ میں کادیانی کی اپنی تعظیم وفوقیت اور آنخضرت ﷺ کے پرلے درجہ توہین ومذمت نہیں تو اور کیا ہے اور کون ایسا مسلمان ہے جس کے بدن پر یہ بات سن کر رونگٹے کھڑے نہ ہوں گے اور اس سے ان مسلمانوں کے ایمان جوش میں نہ آئیں گے؟

کادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب براہین احمدیہ میں اپنے لئے ثابت کئے تو بعض علماء پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لئے نبوت کا مدعی ہے۔ مگر چونکہ بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ یہ مرتبہ حقیقی طور پر آنخضرت ہی کا ہے اور وہ ظلی طور پر اور آنخضرت ﷺ کا ادنیٰ امتی ہونے کی وجہ سے ان برکات کا محل ہے۔ لہٰذا خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکہ کھایا اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم

کہ خبث نفس نگرد وبسالہا معلوم)

علم نہ ہوا تھا اور کیونکر ہوتا۔ جب تک کہ وہ اپنے منہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال وخیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔ اب جو اس کے لفظ لفظ سے وہ کفر ٹپک رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وحی کے بیان وتفصیل سے اپنی تعظیم وتفضیل اور آنخضرت ﷺ کی توہین وتذلیل کا (معاذ اللہ) ارادہ رکھتا تھا اور اپنی عظمت آنخضرت ﷺ سے بڑھ کر اپنے ان اتباع کے دل میں جو عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں جمانا چاہتا تھا۔ اب جو ان کے دلوں میں اس کی ایسی عظمت جم گئی ہے اور ان کی طرف سے اس کی روٹی مقرر ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب وہ ان جاہلوں ونافہموں کے منحرف ہونے سے بے فکر ہوکر برملا اپنی تعظیم اور آنخضرت ﷺ کی توہین پر مستعد ہوگیا ہے اور اب وہ بے دھڑک یہ دعویٰ کررہا ہے کہ آنخضرت ﷺ کا وہ رتبہ ومقام نہیں تھا جو میرا رتبہ ومقام ہے اور یہ صاف کہہ دیا ہے کہ وہ تو

جب چاہے بلاواسطہ جبرائیل خدا کے پاس چلا جائے یا اس کو اپنے پاس بلالے۔ وہ سو بار خدا سے بلاواسطہ کلام کرتا ہے تو خدا اس کو بلاواسطہ جواب دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ رتبہ وحوصلہ نہیں ہے کہ وہ ایک آن بھی بلاواسطہ جبرائیل خداتعالیٰ سے ہم کلام ہوں اور کسی ایک بات کا جواب اس سے لے سکیں۔ اب اس کا قال بعینہ ان چوہڑوں (ہلاک خوروں) کا سا ہے جو اس کے دوسرے بھائی مرزا امام الدین کے چیلے ہیں اور وہ اپنے پرانے پیغمبر لال بیگ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حکو (حق) تالا (تعالیٰ) اور لال بیگ دونوں کوڈ مار کر (یعنی بالمقابلہ دوزانو ہوکر) بیٹھتے ہیں اور اس کا حال کمال انانیت سے شعر پڑھ رہا ہے ۔

پنجہ با پنجہ خدا دارم من چہ پروائے رسل او دارم

(یعنی جبرائیل علیہ السلام ودیگر ملائکہ وآنحضرت ﷺ کی مجھے کیا پرواہ ہے۔ میں تو خود خدا سے ہاتھ جا ملاتا ہوں)

اور بتقید اپنے پیرومرشد یہ اشعار وردجان کررہا ہے۔

زجبرئیل امین قرآن نہ پیغامے نمے خواہم ہمہ گفتار معشوقیت قرآنے کہ من دارم
فلک یک مطلع خورشید دارد باہمہ شوکت ہزاراں اینچنیں دارد گریبانے کہ من دارم
زبرہاں تا بایماں سنگ ہا دارد رہ واعظ ندارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے کہ من دارم

(یعنی براہین احمدیہ کے دلائل اور اس ایمان میں جو اسلام کے واعظ رکھتے ہیں بہت سے حجاب ہیں۔ یہ دلائل اس ایمان کی طرف ہرگز جانے نہ دیں گے کیونکہ جو ایمان براہین احمدیہ سے پیدا ہوتا ہے وہ کسی واعظ اسلام کے پاس نہیں ہے۔ وہ معلم الملکوت کے پاس سے ملتا ہے)

اس اعتقاد وخیال سے وہ آنحضرت ﷺ کے معلومات کی نسبت اپنے معلومات کو بڑھ کر جانتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ پیشین گوئیوں کے اسرار جو آنحضرت ﷺ کو معلوم نہ تھے مجھے معلوم ہیں۔

کادیانی کے اس دعویٰ فضیلت ذات خود اور توہین حضرت رسالت پر اس کو کافر ومرتد کہنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اور اس کی اس قسم کی باتوں کو سن کر اور جان کر جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ خود مسلمان نہیں رہتا۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے۔ مسلمان بنا رہے یا کادیانی ہو جائے۔ مگر آیت: ’’فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین ناراً (کہف:۲۹)‘‘ (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے۔ ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر

رکھی ہے) کو پیش نظر رکھے۔ متن کید نمبر ہفتم اور اس کے حواشی کا ازالہ اور مسلمانوں کا اس سے اعاذہ خدا کے فضل وتوفیق سے ایسا پورا ہوا ہے کہ اب اس کے آئندہ مکائد کے ردوازالہ کی حاجت نہیں رہی۔ تاہم کادیانی کے کذب وکفر کی مزید توضیح اور اس کفر وکذب کے سبب اس کی تفضیح کی غرض سے اس نمبر میں اور چند مکائد کی قلعی کھولی جاتی ہے۔ باللہ التوفیق!

نمبر ہشتم ...... کفر وکید وکذب وبہتان کادیانی

(وساوس ص۹۰ تا۹۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) تک کادیانی نے خاکسار اور ہمارے شیخ الکل پر یہ افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے کہ یہ دونوں ص۹۰ ''اس بات کے قائل نہیں کہ ہر ایک انسان کو دوقرین نیک وبد (فرشتہ اور شیطان) دیئے گئے ہیں بلکہ ان کا قول یہ ہے کہ صرف ایک ہی قرین بد (شیطان) دیا گیا ہے جو ہروقت ایمان کی بیخ کنی کرتا ہے۔''

(وساوس ص۹۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) ''اعتقاد ان کا کھلے طور پر نہیں بلکہ ان کے اس اعتقاد سے پیدا ہوتا ہے کہ جبرائیل اور ملکوت الموت اور دوسرے فرشتے آسمان سے اصلی وجود کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔''

(وساوس ص۹۳،۹۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) ''ایک طرف تو یہ لوگ بموجب آیت: ''**ومامنا الا لہ مقام معلوم**'' یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل اور ملک الموت کا مقام آسمان پر مقرر ہے۔ جس مقام سے وہ نہ ایک بالشت نیچے اتر سکتے ہیں۔ نہ ایک بالشت اوپر چڑھ سکتے ہیں اور پھر باوجود اس کے ان کا زمین پر آنا بھی اپنے اصلی وجود کے ساتھ ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کو یہ بلا لازم پڑی ہوئی ہے کہ صرف شیطان ہی دائمی مصاحب انسان کا ہے۔''

اس کا ازالہ اور مسلمانوں کا اعاذہ

کس کافر کا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ہر ایک انسان کا ایک ہی قرین بد (شیطان) مصاحب رہتا ہے اور کس کافر نے اس آیت قرآن کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ فرشتے آسمان میں اپنے رہنے کی جگہ جکڑ کر قید کئے گئے ہیں جس سے فرشتوں کی انسان سے دائمی مفارقت لازم آتی ہے۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو اس پر ہزار لعنت۔ کادیانی اس اعتقاد کو ہماری طرف منسوب کرنے میں سچا ہے تو وہ جھوٹے پر ہزار لعنت کہے۔

مسلمان تو ان اعتقادات کو کہ خدا کے مخلص بندوں انبیاء واصفیاء پر شیطان کا تسلط رہتا ہے اور خدا کے فرشتے نبیوں اور نیک بندوں کے پاس نہیں آتے اور نہیں رہتے۔ کفر سمجھتے ہیں اور وہ سب کے سب جن میں یہ خاکسار اور حضرت شیخ الکل بھی داخل ہیں۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ قرین اور کراماً کاتبین اور حفظ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور عاملان وحی وغیرہ خدمات کے فرشتے اپنی اپنی خدمات کے وقت آتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان اعتقادات کی بخوبی تفصیل ہوچکی ہے اور اس آیت کا مطلب جو اہل اسلام میں مسلم چلا آتا ہے وہ بھی مفصل بتایا گیا ہے۔

اب ناظرین سابقہ کیاد کے ازالہ کی طرف مراجعت فرما کر داد انصاف دیں اور کہیں کہ کادیانی نے بایں دعویٰ روحانیت وتقدس اپنے عقیدہ کفریہ کو ہماری طرف منسوب کرنے میں افتراء وبہتان وکذب سے کام لیا یا کچھ اور کیا۔

نمبرنہم ...... مجموعہ اکاذیب ومغالطات کادیانی

(وساوس ص۹۷ تا۱۰۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) تک چند اکاذیب ومغالطات درج کئے ہیں جن میں کہا ہے: ’’منجملہ ان آیات کے (یعنی جن سے ثابت ہے کہ روح القدس ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے) ایک آیت ہے: ’’یایہا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا (انفال:۲۹) ویجعل لکم نورا (حدید:۲۸)‘‘ اور کہا ہے کہ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے۔‘‘ (ایمان والو! اگر تم خدا سے ڈروگے تو وہ تم کو امتیاز عطاء کرے گا اور وہ تمہارے لئے روشنی کردے گا۔ یہ پورا مضمون کسی ایک آیت میں نہیں ہے۔ امتیاز کا ذکر ایک آیت میں ہے اور روشنی کا ذکر دوسری آیت میں ہے۔ کادیانی نے دونوں کو جمع سترکر کے ایک جعلی آیت بنالی ہے)

پھر (وساوس ص۹۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔’’ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملآئکہ الّا تخافوا ولا تحزنوا وبشّروا بالجنۃ التی کنتم توعدون (حم سجدہ:۳۰)‘‘ (جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر سیدھے ہوکر چلے ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ کہہ کر تم نہ ڈرو اور غم نہ کرو اور بہشت کی خوشخبری لو جس کا وعدہ دیئے گئے ہو)

پھر (وساوس ص۹۹، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ایک دوسرے مقام میں فرماتا

ہے:''اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس (انعام:۱۲۲)''(کیا جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے روشنی کردی جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے)

پھر کہا:''یہاں بھی نور اور حیات سے روح القدس مراد ہے۔''

پھر (وساوس ص۱۰۰، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: اور منجملہ ان آیات کے یہ آیت ہے:''اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ''(ان لوگوں کے دل میں خدا نے ایمان لکھ دیا اور روح سے ان کی مدد کی)

پھر (وساوس ص۱۰۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: اس آیت کی تائید احادیث میں بہت کچھ ذکر ہے۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ حسان آنحضرتﷺ کی حمایت میں مشرکین مکہ کی ہجو کرتا تھا تو آنحضرتﷺ نے اس کے حق میں فرمایا:''اللھم ایدہ بروح القدس''(اے خدا تو اس کو روح القدس سے مدد دے) اور اس کو فرمایا:''ھاجھم وجبرئیل معک''(اے حسان تو ان کی ہجو کو جبرائیل تیرے ساتھ ہے)

اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کا ازالہ

آیات متمسکہ کادیانی سے پہلی آیت تو بایں الفاظ و ترتیب محمدی و عربی قرآن میں (جو مکہ اور مدینہ میں آنحضرتﷺ پر نازل ہوا تھا) موجود نہیں ہے۔ ہاں! کادیانی قرآن میں (جو برطبق''انا انزلناہ قریباً من القادیان''کادیانی پر نازل ہوا ہے) ہو تو تعجب نہیں۔

تیسری آیت میں جو لفظ نور وارد ہے۔ یہ لفظ اور بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے۔ اس لفظ نور کی نسبت کادیانی کا جو یہ دعویٰ ہے کہ قران کریم میں روح القدس کا نام نور ہے۔ ایک سفید جھوٹ ہے۔ قرآن میں بہت سے مواضع ایسے ہیں جن میں اس لفظ سے حضرت جبرائیل یا روح القدس مراد نہیں ہے بلکہ اور معانی مراد ہیں۔ کئی جگہ خود قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے:''وانزلنا الیکم نوراً مبینا (نساء:۱۷۴) قل من انزل الکتب الذی جآء بہ موسٰی نورا (انعام:۹۱) او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس (انعام:۱۲۲) ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولٰکن جعلناہ نور انھدی بہ من تشآء (شوریٰ:۵۲) وجعل القمر فیھن نوراً

(نوح:۱۶) ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (یونس:۵) اللہ نور السموات والارض (النور:۳۵) یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم (الحدید والتحریم:۱۲) ’’بعض جگہ توراۃ کونور کہا گیا ہے۔بعض جگہ ہدایت اورنور ایمان کونور کہا گیا ہے۔ازانجملہ ایک مقام کادیانی کی متمسکہ آیات سے تیسری آیہ میں ہے۔بعض جگہ چاند کونور کہا گیا ہے۔ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کونور کہا۔بعض جگہ قیامت کے دن مؤمنوں کے آگے اوردا ہنی طرف کی روشنی کونور کہا گیا ہے۔وعلیٰ ہذاالقیاس!بعض معانی اور ہیں۔ان مواضع میں لفظ نور سے اور معانی کا مراد ہونا بشہادت نص قرآنی ثابت ہے۔ پھر کادیانی کا یہ دعویٰ کہ قرآن میں نور سے روح القدس یا جبرائیل ہی مراد ہے۔سفید جھوٹ نہیں تواورکیا ہے۔

تیسری آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے:’’مثل بہ من ھداہ وانقذہ من الضلال وجعل لہ نور الحج والآیات لیتامل بھا فی الاشیاء فیمیز الحق والباطل والمحق والمبطل (بیضاوی ص۲۶۸) ‘‘کہ خداتعالیٰ نے اس آیت میں حیات اورموت اورنور سے اس شخص کوتشبیہ دی ہے جس کوگمراہی سے چھڑایا اوراس کودلائل اور آیات کانورعطاء فرمایا جس سے وہ حق اور باطل اورحقانی اور بطلانی اشخاص میں تمیز کرسکتا ہے۔

دوسری آیت متمسکہ کادیانی میں جن ملائکہ کا ذکر ہے ان سے جبرائیل کومراد سمجھنا کادیانی کے اس الحاد پرمبنی ہے کہ ملائکہ ہم نشین اورحفظ سے ایک ہی شخص جبرائیل مراد ہے۔ جس کا الحاد ہونا پہلے ثابت کیا گیا ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک توان ملائکہ سے وہی قرین نیک مراد ہیں جو ہرایک انسان کے ساتھ شیطان کے مقابلہ میں رہتے ہیں اوروہ انسان کے دل میں القاءحق کرتے ہیں۔

بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے:’’تلھمکم الحق ویحمل کم علی الخیر بدل ماکانت الشیاطین تفعل بالکفرۃ (بیضاوی ص۲۶۷) ‘‘کہ وہ فرشتے کہیں گے ہم تم کوالہام حق کرتے رہے اوراس کی رغبت دلاتے رہے جیسے شیاطین کافروں کوبرائی کاالہام کرتے رہے۔

ان ملائکہ سے جبرائیل علیہ السلام مرادنہ ہونے پرایک روشن دلیل ہے کہ اس آیت میں لفظ ملائکہ جمع کے صیغہ سے وارد ہے جو جماعت اہل ایمان واہل استقامت کے مقابلہ پر بولا

گیا ہے۔ جس سے واحد سے واحد کا مقابلہ مراد ہے۔ یعنی ایک ایک مؤمن اہل استقامت کے خطاب میں موت یا قبر سے نکلنے کے وقت ایک ایک فرشتہ وہ بات کہے گا اور اگر اس سے ایک ہی فرشتہ جبرائیل مراد ہوتا تو وہ لفظ بصیغہ جمع نہ لایا جاتا۔ کیونکہ جبرائیل ایک شخص ہے نہ کئی اشخاص۔

چوتھی آیت متمسکہ کادیانی میں جو لفظ روح القدس وارد ہے۔ اس سے خاص کر حضرت جبرائیل مراد لینا کادیانی کے اس الحاد پر مبنی ہے کہ جبرائیل ہر ایک مسلمان بلکہ کافر وفاسق کے ساتھ ہر دم رہتا ہے۔ جس کا الحاد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

قرآن میں لفظ روح ایسے معنی میں بھی بولا گیا۔ جس سے حضرت جبرائیل مراد ہو ہی نہیں سکتی بلکہ روح کے اور معنی مبدء حیات وقرآن نور قلب وغیرہ مراد ہیں اور بعض جگہ گو جبرائیل علیہ السلام فرشتے کے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ معنی متعین نہیں تاکہ وہ کادیانی کے دعویٰ عام پر دلیل ہو سکے۔

کئی آیات: ''(۱) **ونفخت فیہ من روحی** (الحجر:۲۹) (۲) **فنفخنا فیہ من روحنا** (الانبیاء:۹۱) (۳) **ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علے من یشآء من عبادہ** (النحل:۲) (۴) **یلقی الروح من امرہ علے من یشآء من عبادہ** (المؤمن:۱۵) (۵) **وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولاالایمان ولکن جعلناہ نوراً** (شوریٰ:۵۲)'' میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس میں روح پھونک دی۔ یعنی اس کو زندہ کیا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت آیا ہے۔

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں کو وحی (یا قرآن) کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

ایک آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ روح یعنی وحی کا القاء والہام جس پر اپنے بندوں سے چاہتا ہے کرتا ہے۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے ایسا ہی ہم نے تیری طرف روح یعنی قرآن کو وحی کیا تجھے خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے ہم نے اس کو نور بنا دیا۔

کادیانی کی متمسکہ آیات سے چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے:

’’روح منہ ای من عند اللّٰہ وھو نور القلب او القرآن اوالنصر علیٰ العدد وقیل الضمیر للایمان فانہ سبب لحیٰوۃ القلب (بیضاوی ج۲ ص۳۵۶)‘‘اس روح سے مراد وہ روح ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔یعنی نور قلب یا قرآن یا دشمنوں پر خدا کی مدد بعض نے کہا ہے:’’منہ‘‘ کی ضمیر ایمان کی طرف ہے کیونکہ وہی ایمان دل کی زندگی کا سبب وموجب ہے۔

آیات منقولہ بالا سے تیسری آیہ کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے:’’الوحی اوالقرآن فانہ یحییٰ بہ القلوب المیۃ بالجھل (بیضاوی ج۱ ص۴۳۶)‘‘کہ اس میں لفظ روح سے وحی یا قرآن مراد ہے۔کیونکہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں جو جہالت سے مردہ ہوں۔

چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے:’’الروح الوحی (بیضاوی ج۲ ص۲۵۴)‘‘کہ یہاں روح سے وحی مراد ہے۔

پانچویں آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے:’’روحاً من امرنا یعنی ما اوحی الیہ سماہ روحاً لان القلوب تحیی بہ وقیل جبرئیل والمعنی ارسلنا الیک بالوحی ولا کن جعلناہ ای الروح اوالکتاب اوالایمان نوراً (بیضاوی ج۲ ص۲۷۸)‘‘روح سے مراد وہ قرآن یا کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے۔اس کا نام روح اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔بعض لوگوں نے کہا ہے اس مقام میں روح سے جبرائیل مراد ہے اور’’اوحینا‘‘ کے معنی’’ارسلنا‘‘ کے ہیں۔ (بھیجا ہم نے)یعنی اس صورت میں’’اوحینا‘‘ کے لفظی معنی مراد نہ ہوسکیں گے جو الہام اور القاء کے معنی ہیں بلکہ اس سے مجازی معنی بھیجنے کے مراد لینے پڑیں گے۔اس قول کو لفظ قیل سے بیضاوی نے اس لئے نقل کیا ہے کہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہو۔کیونکہ اس صورت میں اس آیت میں’’اوحینا‘‘ کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لینے پڑتے ہیں اور اگر اس آیت میں یا کسی اور آیت میں ان معنی جبرائیل کو بھی صحیح وقوی تسلیم کر لیں تو بھی یہ تسلیم کادیانی کے لئے مفید نہیں ہے۔کیونکہ اس صورت میں بھی معنی متعین نہیں رہتے بلکہ یہ معنی اور پہلے معنی وحی اور قرآن کے دونوں صحیح ہوسکتے ہیں۔اس عدم تعیین کے ساتھ یہ آیت کادیانی کے اس عام دعویٰ کی کہ ہر ایک مسلمان بلکہ فاسق وکافر کے ساتھ جبرائیل رہتا ہے۔مثبت نہیں ہوسکتی۔کیونکہ اس

صورت میں اس آیت سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی طرف جبرائیل علیہ السلام کا بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے۔ جس سے انکار ہے تو کادیانی کو ہے نہ کسی مسلمان کو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر ایک طرف خدا جبرائیل علیہ السلام کو بھیجتا ہے۔

حدیث متمسکہ کادیانی میں بے شک جبرائیل وروح القدس کا ہجو مشرکین کے وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنا پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبرائیل ہر وقت اور ہر آن حسان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ چہ جائیکہ یہ ثابت ہو کہ وہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ رہتے ہیں۔ جیسا کہ کادیانی کا دعویٰ ہے۔ کادیانی اسلامی علوم اور منطق سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے۔ اس کو اتنی خبر نہیں کہ خاص دلیل سے عام دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔ کادیانی تو جاہل تھا ہی، افسوس اور تعجب ان لوگوں کے حال پر ہے جو مولوی کہلاتے ہیں اور ایسی باتیں اس کی کتاب میں دیکھ کر ہنوز اس کے پیرو ہیں اور اس کو عالم سمجھ رہے ہیں۔ کیا وہ خود بھی اتنا نہیں سمجھتے؟ اور اگر سمجھتے ہیں تو اس کو کیوں نہیں سمجھاتے؟ کہ تمہارا دعویٰ تو یہ عام اور وسیع ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ جبرائیل ہر وقت اور ہر آن رہتا ہے اور دلیل یہ خاص اور محدود کہ ہجو مشرکین کے وقت وہ حضرت حسان کے ساتھ تھا جو اس دعویٰ عام اور وسیع کی مثبت نہیں ہوسکتی۔

ان لوگوں پیر اور مریدوں کی ایسی بے علمی اور نافہمی کی باتوں کے سبب بے علم یا نیم ملاّ کہا جاتا ہے تو یہ لوگ کمال طیش میں آجاتے ہیں اور اس پر مغلظ گالیاں سناتے ہیں اور ان گالیوں کو کتابوں میں چھپواتے ہیں۔ کیا کادیانی اتباع میں کوئی ایسا طالب حق منصف مزاج نہیں کہ ان کی کتب اور تحریرات کو ملاحظہ کرے اور ہمارے اس قسم کے دعاوی وبیانات اور ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کے فحش کلمات اور مغلظات کا موازنہ کرے۔ پھر اس میں ان کی زیادتی پاوے تو کادیانی کے اتباع سے دست بردار ہو جاوے۔ ’’الیس منکم رجل رشید‘‘ کیا تم میں سے ایسا کوئی نہیں جس میں رشد ہو۔

نمبر دہم ...... مجموعہ مکائدواکاذیب ومغالطات کادیانی

(وساوس ص۱۰۵تا۱۱۲، خزائن ج۵ص ایضاً) تک کادیانی نے چند اکاذیب ومغالطات درج کئے ہیں۔

اوّل: جو ص۱۰۵، ۱۰۶ میں ہے یہ کہ: ’’ان مولویوں کا اعتقاد تو یہ تھا کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے وحی لے کر نبیوں پر نازل ہوتا اور تبلیغ وحی کے بعد بلاتوقف آسمان چلا جاتا۔ اس اعتقاد کے مخالف حضرت عیسیٰ کی نسبت اب یہ عقیدہ تراشا گیا ہے کہ حضرت کی وحی کے لئے جبرائیل آسمان پر نہیں جاتا تھا بلکہ وحی خود بخود آسمان پر سے گر پڑتی تھی۔ جبرائیل حضرت عیسیٰ سے ان کی تینتیس برس کی عمر تک ایک دم کے لئے بھی جدا نہیں ہوا۔ اس عرصہ تک ان کا آسمانی مکان جو ہزاروں کوس کا ہے۔ سنسان ویران پڑا رہا۔ آسمان کا منہ جبرائیل نے تب ہی دیکھا جب عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے۔‘‘

دوم: یہ کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد وابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ نزول جبرائیل علیہ السلام کا وحی کے ساتھ انبیاء پر آسمان سے ہوتا ہے۔ (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں) اور اس کی تائید میں ابن جریر نے یہ حدیث لکھی ہے۔

(وساوس ص۱۰۶، ۱۰۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) کہ: ’’خداتعالیٰ وحی سے تکلم فرماتا ہے تو اس کو سن کر آسمانوں کے فرشتے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے جبرائیل ہوش میں آتے ہیں۔ ان سے اللہ کلام کرتا ہے تو وہ جہاں حکم ہوتا ہے پہنچا دیتا ہے۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ: ’’نزول وحی کے وقت جبرائیل آسمان پر ہی ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی آواز کی قوت سے وحی اپنے محل میں پہنچا دیتا ہے۔ اس سے وہ اعتقاد کہ حضرت جبرائیل حضرت عیسیٰ کے ساتھ اپنے اصلی وجود سے رہتے تھے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی ہے باطل ہوتا ہے۔‘‘

سوم: ’’ان مولویوں نے حضرت عیسیٰ کو یہاں تک بڑھایا اور آنحضرت ﷺ کی توہین کی کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ روح القدس ہمیشہ حضرت مسیح کے ساتھ رہتا اور حضرت عیسیٰ مس شیطان سے بری رہے اور یہ دونوں باتیں آنحضرت ﷺ میں پائی نہ جاتیں۔ نہ روح القدس ہمیشہ ان کے پاس رہتا اور نہ آپ مس شیطان سے بری تھے اور سلف صحابہ کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ وہ روح القدس کو آپ سے جدا نہ سمجھتے تھے اور آپ کو مس شیطان سے بری جانتے اور آنحضرت کو ’’وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی‘‘ کا مصداق سمجھتے۔ تب ہی وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث اخذ کرتے اور آپ کو سید المعصومین کہتے تھے۔‘‘

(وساوس ص۱۱۰ تا ۱۱۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کید کا ازالہ

اس کید میں جو تین باتیں کادیانی نے کہی ہیں وہ سراپا کذب ومغالطات ہیں۔ پہلی بات میں ایک کذب ومغالطہ کادیانی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جبرائیل کے رہنے کا عقیدہ اب تراشا گیا ہے۔ یعنی زمانہ حال کے علماء نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے۔

اس کا ردو ازالہ یہ ہے کہ (وساوس کے ص۵۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں یہ عقیدہ کادیانی نے پرانے مفسرین اہل اسلام سے نقل کر کے اس پر تین دفعہ افسوس ظاہر کیا ہے۔ پھر اب کادیانی کا اس عقیدہ کو زمانہ حال کا تراشا ہوا عقیدہ قرار دینا کذب نہیں تو اور کیا ہے۔

اس میں دوسرا کذب ومغالطہ کادیانی کا یہ کہنا ہے کہ: ''اس عقیدہ سے لازم آتا ہے کہ اس عرصہ مصاحبت مسیح (تینتیس سال) تک جبرائیل کا آسمانی مکان ویران وسنسان پڑا رہا اور حضرت جبرائیل آسمان پر نہ جاتے۔ وحی آسمان سے خود بخود گر پڑتی تھی۔''

(وساوس ص۱۰۹، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس کا ردو ازالہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ اس عرصہ تینتیس سال میں حضرت جبرائیل آسمان پر نہیں گئے۔ وہ جبرائیل وغیرہ ملائکہ کو انسان کی مانند نہیں سمجھتے جس کی ایک جگہ ہونے سے دوسری جگہ نہ ہونا لازم آتا ہے بلکہ وہ ملائکہ کو اس لائق سمجھتے ہیں کہ وہ آن واحد میں آسمان وزمین دونوں جگہ ہوں اور وحی کا گر پڑنا اگر حضرت جبرائیل کے زمین پر رہنے سے لازم آتا ہے تو یہ گر پڑنا حضرت جبرائیل کے آسمان میں مقید رہنے سے (جیسا کہ کادیانی کا اعتقاد ہے) بھی لازم آتا ہے۔ اس گر پڑنے سے تو وحی تب ہی بچ سکتی ہے کہ حضرت جبرائیل کا وحی لانے کے لئے آسمان پر جانا اور وحی پہنچانے کے لئے زمین پر آنا دونوں امر واقع ہوں۔ جبرائیل کی ایک جگہ مقید رہنے (زمین پر مانو خواہ آسمان پر) تو ضرور وحی کا گر پڑنا اور چوٹ کھانا لازم آئے گا۔

اس گرنے اور چوٹ کھانے کے لئے کادیانی نے جو آئندہ بات میں یہ تجویز نکالی ہے کہ جبرائیل آسمان پر بیٹھا زور سے چلّا کر زمین پر وحی پہنچا دیتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اس کا خصم یہ تجویز نکال سکتا ہے کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنی قوت سمع سے وحی کی آواز سن لیتے تھے۔ یا یہ کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنے کانوں اور سر کو آسمان پر پہنچا دیتے تھے اور کوئی وجہ نہیں

کہ ان کی آواز میں تو ایسی طاقت ہو کہ وہ آسمان پر بیٹھے زمین پر وحی پہنچا دیتے اور قوت سمع میں ایسی طاقت نہ ہو کہ وہ زمین پر بیٹھے آسمان کی آواز سن لیں۔

آنحضرت ﷺ کی سمع میں تو ایسی طاقت خارق عادت تھی کہ وہ زمین پر بیٹھے آسمانوں کی آواز سن لیتے۔ چنانچہ آسمان کی آواز چڑ چڑاہٹ کی حدیث جو اسی کتاب کے ص۱۰۴ میں منقول ہے۔ اس پر شاید ہے۔ پھر ایسی طاقت حضرت جبرائیل علیہ السلام میں کیوں نہ ہو۔ یہ کادیانی کی حجت کے مقابلہ میں حجت ہے اور انصاف یہ ہے کہ ملائکہ کا وجود متشابہات سے اور غیر معلوم الکنہ والکیفیۃ ہے تو پھر ان کے افعال وصفات کی کیفیت سے سوال کہ وہ وحی کیونکر لاتے اور کیونکر آسمان پر جاتے اور کیونکر انبیاء کے ساتھ رہتے تھے۔ جائز ہی نہیں اور نہ وہ جواب کا مستحق ہے۔

اس کید کی دوسری بات میں ایک کذب ومغالطہ کادیانی کا یہ جتاتا ہے کہ جو بخاری مسلم وابوداؤد وابن ماجہ وابن جریر کی حدیثوں میں جبرائیل کا وحی لے کر آسمانوں سے نازل ہونا وارد ہے۔ اس کو کادیانی مانتا ہے اور مسلمان جو حضرت جبرائیل کا حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہنا مانتے ہیں۔ اس نزول کو نہیں مانتے ہیں۔

دوسرا کذب ومغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کی کیفیت نزول وحی سے مسلمانوں کا وہ اعتقاد کہ جبرائیل حضرت مسیح کے ساتھ رہتے ہیں باطل ہوتا ہے۔

ان دونوں کذب ومغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ آسمان سے نزول جبرائیل کے منکر تم ہی ہو۔ چنانچہ اس انکار کو بریکٹس (خطوط وحدانی) میں بایں الفاظ ظاہر کر چکے ہو یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں۔ مسلمان تو نزول کو بھی مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ حضرت جبرائیل کا رہنا بھی مانے ہوئے ہیں اور ان دونوں امروں میں کوئی مخالفت نہیں سمجھتے۔ یہ دونوں امر عام انسانوں کے لئے گو ناممکن ہیں بلکہ کامل انسانوں کے ممکن الوقوع ہیں۔ چنانچہ (سرمہ چشم آریہ ص۱۳۰، خزائن ج۲ ص۱۷۸) میں تم خود بھی تصریح کر چکے ہو۔ پھر یہ امر حضرت جبرائیل کے لئے جو تجرد میں انسان کامل میں بڑھ کر ہیں۔ کیوں جائز نہیں۔

اس کید کی تیسری بات میں ایک کذب ومغالطہ کادیانی وہی افک قدیم ہے جو بار بار اس کے منہ سے نکل چکا ہے کہ یہ لوگ حضرت جبرائیل کو حضرت عیسیٰ کا دائمی مصاحب بناتے ہیں اور آنحضرت کو اس سے محروم رکھ کر آپ ﷺ کی بے ادبی کرتے ہیں۔

دوسرا کذب ومغالطہ اس کا یہ تازہ افتراء ہے کہ یہ لوگ حضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ وبری نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھتے ہیں۔ پہلے کذب کا رد تو بارہا ہو چکا ہے۔

دوسرے کذب کا رد یہ ہے کہ یہ محض دروغ بے فروغ ہے اور افتراء بعید از حیاء کسی مسلمان نے سلف سے خلف تک یہ نہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ مس شیطان سے محفوظ نہ تھے۔ کادیانی اس افتراء میں سچا ہے تو بتادے کہ کس مسلمان کے منہ سے یہ کلمہ اس نے سنایا کس کی تالیف میں اس کا مضمون پایا۔

اور اگر کادیانی یہ کہے کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں یہ مضمون وارد ہے: ’’**عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال مامن مولود الا والشیطان یمسه حین یستهل صارخاً من مس الشیطان ایاه الامریم وابنها ثم یقول ابوهریرة اقرؤا ان شئتم الی اعیذها بک وذریتها من الشیطان الرجیم (بخاری ص ۶۵۲، مسلم ص ۲۶۵)**‘‘ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے۔ جب وہ چلاّ تا ہے۔ بجز مریم اور اس کے بیٹے کے راوی حدیث ابوہریرہ نے کہا چاہو تو اس کی تصدیق کے لئے والدہ مریم کا یہ قول قرآن میں پڑھ لو کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے خدا کی پناہ میں سپرد کرتی ہوں اور مسلمان اس حدیث کو پڑھتے اور صحیح مان رہے ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ان کا بھی یہی اعتقاد ہوگا۔ جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کادیانی کے نزدیک اس حدیث سے ظاہری معنی مراد نبوی ہیں تو اس کا یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے۔ جنہوں نے یہ حدیث کادیانی کے خیالی معنی سے بقول کادیانی فرمائی ہے۔ پھر وہ اس اعتراض میں مسلمانوں کو کیوں مخاطب کرتا ہے اور کیوں صاف یہ نہیں کہتا کہ میں ایسے رسول کو رسول نہیں جانتا۔ جو صرف ابن مریم کو مس شیطان سے محفوظ بتاتا ہے اور اپنے تئیں اس سے محفوظ نہیں ٹھہراتا۔

مسلمان تو اس حدیث سے اس کے ظاہری معنی کو مراد نبوی نہیں سمجھتے اور صاف کہہ چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بلکہ جملہ انبیاء مس شیطان سے محفوظ ہونے میں حضرت مسیح کے ساتھ شریک ہیں۔

عینی شارح بخاری: ’’قال العینی ان القاضی عیاض اشار الی ان جمیع الانبیاء علیهم یشارکون عیسٰی فی ذٰلک قال القرطبی وهو قول مجاهد قاله القسطلانی وفی شرح مسلم للنوی ص ۲۵۶ ج۲ مثله وقال صاحب التفسیر المظهری قدصح ان رسول اللّٰہ قال لفاطمة حین زوجها اللهم انی اعیذها بک وذریتها من الشیطان الرجیم. وکذا قال لعلی ودعء النبی ﷺ اولی بالقبول وعلٰی هذا حصر عدم المس فی مریم وابنها یکون حصراً اضافیا نالنسبة الی الاعم الاغلب وهٰکذا نقله عنه فی هامش البخاری (ص ۶۵۲)‘‘ اورنووی شارح مسلم نے قاضی عیاض ؒ سے نقل کیا ہے کہ انبیاء اس وصف حفاظت میں حضرت عیسٰی کے شریک ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ ؓ کا نکاح حضرت علی ؓ سے کیا ہے تو یہ دعاء کی کہ اے خدا میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے تیری پناہ میں سپرد کرتا ہوں۔ ایسا ہی حضرت علی ؓ کے لئے دعاء کی اور آنحضرت ﷺ کی دعا زیادہ قبولیت کے لائق ہے۔ بناءً علیہ یہ حصر حفاظت جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے۔ اضافی حصر ہے۔ یعنی عام اور اکثر لوگوں کی نسبت نہ حقیقی۔ جس میں انبیاء اور اصفیاء داخل ہوں۔

اس تخصیص کے اضافی اور حفظ کے عام ہونے پر وہ اقوال خداوندی بھی دلیل ہیں جن میں ارشاد ہے: ’’الّا عبادک منهم المخلصین (ص:۸۳) انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان (الحجر:۴۲)‘‘ کہ خدا کے مخلص بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔

اور وہ حدیث جو (صحیح بخاری میں ص۷۷۶) مروی ہے: ’’قال النبی ﷺ لو ان احدهم یقول عین اتی اهله بسم اللّٰہ اللهم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا ثم قد ربنهما فی ذلک اوقضی ولد لم یضره شیطان ابداً (بخاری ص۷۷)‘‘ جس میں یہ بیان ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنی بی بی سے صحبت کے وقت بسم اللہ کہے اور یہ دعاء کرے کہ اے خدا ہم کو اور جو ہم کو اولاد عطاء کرے اس کو شیطان سے کنارہ رکھ اور اس وقت بچہ ٹھہر جاوے تو وہ ضرر شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک محدث شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مس شیطان سے محفوظ ہونا خود اس حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے جو شخص کسی شخص کی نسبت کوئی

عیب بیان کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس عیب سے محفوظ سمجھتا ہے۔ جیسے مثلاً کوئی متقی واعظ کہے کہ لوگوں کا کیا حال کہ وہ نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے تو اس سے سمجھا جاتا کہ وہ خود نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ کا عام لوگوں کو بجز مریم اور اس کے بیٹے کے مس شیطان سے غیر محفوظ کہنا مشعر ہے کہ آپ خود اس مس سے محفوظ ہیں اور خاص کر مریم اور ابن مریم کی اس حکم عام سے استثناء کسی خاص ضرورت کے لئے ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ لہٰذا اس سے اور نبیوں کا مستثنیٰ نہ ہونا لازم نہیں آتا بالجملہ مسلمانوں کا تو اس حدیث اور اس کے معنی کی نسبت یہ خیال ومقال ہے کہ وہ اس حدیث کی ظاہری مفہوم حفظ کو حضرت مسیح سے خاص نہیں کرتے بلکہ اس میں آنحضرت ﷺ بلکہ جملہ انبیاء بلکہ عام مؤمنین صلحاء کو داخل کرتے ہیں۔ اس توسیع وعدم تخصیص وہ حق پر ہیں۔ خواہ کادیانی کے خیال رو سے غلطی پر ہیں۔ پھر ان مسلمانوں کی نسبت کادیانی کا یہ کہنا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ افتراء خالی از حیاء نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ خود اس حدیث کے ظاہری معنی صحیح سمجھتا ہے تو پھر اس کا یہ اعتراض در پردہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض ہے اور اس ذریعہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت شبہ ڈالنا اور اپنی نبوت کا اعتقاد جمانا چاہتا ہے۔ خدا اس کو اس خیال سے ناکامیاب اور رسوا کرے۔

تیسری بات کے اخیر میں جو آیت کادیانی نے نقل کی ہے اس سے آنحضرت ﷺ کا بذات خود دخل شیطان سے پاک اور معصوم ہونا اور جبرائیل کا محتاج نہ ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے نہ اس پاکی اور عصمت کے لئے جبرائیل کا محتاج ہونا جیسا کہ کادیانی کا اعتقاد ہے۔

نمبر یازدہم ...... کید عظیم وکذب جسیم ومغالطہ دلیرانہ کادیانی

(وساوس ص۱۱۷تا۱۲۲، خزائن ج۵ ص۱۱۷تا۱۲۲) تک کادیانی نے غضب ڈھایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر ایک سفید جھوٹ اور بہتان عظیم باندھ کر ان کو اپنا ہم اعتقاد قرار دیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا اچھی طرح ثابت کر دکھایا ہے۔ اس کذب وبہتان کے متعلق اس کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔

وہ لکھتا ہے: ’’بالآخر ہم چند اقوال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ روح القدس آنحضرتﷺ پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا اور دوسرے اوقات میں آنحضرتﷺ اس سے نعوذ باللہ بکلی محروم ہوتے تھے۔ ازانجملہ وہ قول ہے جو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب (مدارج النبوۃ ص۴۲) میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائک وحی آنحضرتﷺ کے لئے دائمی رفیق اور قرین ہیں۔ چنانچہ وہ جامع الاصول اور کتاب الوفاء سے نقل کرتے ہیں کہ ابتدائے نبوت سے تین برس برابر حضرت اسرافیل ملازم صحبت آنحضرتﷺ رہے اور پھر حضرت جبرائیل دائمی رفاقت کے لئے آئے اور بعد اس کے صاحب سفر السعادت سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ سات سال کے تھے۔ جب حضرت اسرافیل کو اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ آنحضرتﷺ کے ملازم رہیں۔ پس حضرت اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرتﷺ کے پاس رہتے تھے اور آنحضرتﷺ کی عمر کا گیارھواں سال پورا ہونے تک یہی حال تھا۔ مگر اسرافیل بجز کلمہ دوکلمہ کے اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرتﷺ کے دل میں نہیں ڈالتا تھا۔ ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرتﷺ کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبرائیل کو حکم ہوا اور وہ پورے انتیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحب آنحضرتﷺ تھے۔ پھر اس کے بعد وحی نبوت شروع ہوئی۔

اس بیان سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے انتیس سال تک ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرتﷺ کا دائمی رفیق تھا۔ ان کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا تھا کہ جبرائیل کسی وقت آسمان پر بھی چلا جاتا تھا۔ کیونکہ کسی وقت چھوڑ کر چلے جانا قرب اور معیتؔ غیر منقطع کے منافی ہے۔ لیکن جب ان بزرگوں کا دوسرا عقیدہ بھی دیکھا جائے کہ جبرائیل کا قرارگاہ آسمان ہی ہے اور وہ ہر ایک وحی آسمان سے ہی لاتا ہے تو ان دونوں عقیدوں کے ملانے سے جو تناقض پیدا ہوتا ہے۔ اس سے رہائی پانے کے لئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں مل سکتی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ تمثلی ہے اور جب تمثلی طور پر اترنا ہوا تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ جبرائیل اپنے تمثلی وجود سے ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر دم اور ہر طرفۃ العین انبیاء کے ساتھ رہے۔ کیونکہ وہ اپنے اصلی وجود کے ساتھ تو آسمان پر ہی

ہے اور اسی مذہب کی تصدیق اور تصویب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلی نے اپنی کتاب (مدارج النبوت ص۴۵) میں کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نزول جبرائیل جو بعض اوقات وحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اور انسان کی صورت میں ہوتا تھا۔ اس میں اہل نظر کو اشکال ہے اور یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر درحقیقت جبرائیل علیہ السلام ایک نیا جسم اپنے لئے مشابہ جسم دحیہ کلبی حاصل کر کے اس میں اپنا روح داخل کر دیتے تھے تو پھر وہ اصلی جسم ان کا جس کے تین سو جناح ہیں کس حالت میں ہوتا تھا۔ کیا وہ جسم بلا روح پڑا رہتا تھا اور حضرت جبرائیل فوت ہوکر پھر بطریق تناسخ[۲۲] دوسرے جسم میں آ جاتے تھے۔

اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ تمثلی نزول ہے۔ نہ حقیقی[۲۳] تا حقیقۃً ایک جسم کو چھوڑنا اور دوسرے جسم میں داخل ہونا لازم آوے۔ پھر لکھتے ہیں بات یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے ذہن میں جو دحیہ کلبی کی صورت علمیہ تھی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بوجہ قدرت کاملہ واردات شاملہ اپنی کے اس صورت پر اپنے وجود کا افاضہ مع جمیع صفات کاملہ اپنی کے کر کے تمثل کے طور پر اس میں اپنے تئیں ظاہر کر دیتے تھے۔ یعنی دحیہ کلبی کی صورت میں بطور تمثل اپنے تئیں دکھلا دیتے تھے اور اس صورت علمیہ کو اپنی صفات سے متلبس کر کے نبی علیہ السلام تمثلاً ظاہر کر دیتے تھے[۲۴]۔ یہ نہیں کہ جبرائیل آپ اپنے اصلی وجود کے ساتھ آسمان سے اترتا تھا۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام پر آسمان میں ثابت وقائم رہتا تھا اور یہ جبرائیل علیہ السلام اس حقیقی جبرائیل کی ایک مثال تھی[۲۵]۔ یعنی اس کا ایک ظل تھا۔ اس کا عین نہیں تھا۔ کیونکہ عین جبرائیل تو وہ ہے جو اپنی صفات خاصہ کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور اس کی حقیقت اور نشان الگ ہے۔ پھر اس قدر تحریر کے بعد شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جس طرح جبرائیل علیہ السلام تمثلی صورت میں[۲۶] نہ حقیقی صورت میں نازل ہوتا رہا ہے۔ یہی مثال روحانیات کی ہے جو بصورت جسمانیات متمثل ہوتے ہیں اور یہی مثال خدا تعالیٰ کی تمثل کے بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتا ہے اور یہی مثل خدا تعالیٰ کی تمثل کے بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتا ہے اور یہی مثال مکمل اولیاء کی ہے جو مواضع متفرقہ میں بصورت متعددہ نظر آتے ہیں۔

خدا تعالیٰ شیخ بزرگ عبدالحق محدث کو جزاء خیر دیوے کہ انہوں نے بصدق دل قبول کر لیا کہ جبرائیل بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء علیہم السلام کو دکھائی دیتا

ہے اور جبرائیل اپنے مقام آسمان میں ثابت اور برقرار ہوتا ہے۔

’’یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کور باطن نام کے علماء کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔‘‘

اس کید عظیم سے مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کا ازالہ

اس کید میں کادیانی نے دلیرانہ جھوٹ بولا ہے اور طرفہ جعل وافتراء کر کے مصرع چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق بن کر دکھادیا۔ شیخ عبدالحق صاحب مدارج النبوت اور دیگر علماء اسلام پر چار افتراء کئے اور اپنے سادہ لوح اتباع کی آنکھ میں خاک ڈال کر سچ کر کے دکھادیئے۔

اوّل: یہ افتراء کہ شیخ عبدالحق اور صاحب جامع الاصول وکتاب الوفاء وسفر السعادت کا یہ اعتقاد تھا کہ جبرائیل ہر وقت آنحضرتﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ کسی وقت ان سے جدا نہ ہوتے۔

دوم: یہ افتراء کہ ان بزرگوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کا قرارگاہ آسمان ہے۔ وہ اس قرارگاہ سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

سوم: یہ افتراء کہ ان دونوں اعتقادوں میں ان بزرگوں کے تناقض وتعارض ہے۔

چہارم: یہ افتراء کہ اس تعارض وتناقض کو رفع کرنا اور ان دونوں اعتقادوں کو باہم موافق کرنا۔ ان بزرگوں کے اعتقاد وقرارداد کے مطابق صرف اسی ایک صورت سے ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک جبرائیل کا دائمی قیام وقرار تو آسمان پر ہی ہوتا ہے اور آنحضرتﷺ کے پاس ان کا آنا اور رہنا صرف مثالی وجود سے تھا اور اس پر شیخ عبدالحق صاحب کا وہ کلام گواہ ہے۔ جس کا ماحصل ہم نے (کادیانی نے) نقل کیا ہے۔

ان چاروں جعل وافتراؤں کا ردوازالہ اوّل جعل وافتراء کا ردوازالہ

ان بزرگوں نے ہرگز نہیں کہا کہ جبرائیل امین آنحضرتﷺ کے پاس ہر وقت اور ہر آن رہتے۔ ان سے ایک آن جدا نہ ہوتے۔ اصل عبارت مدارج النبوت یہ ہے۔ جس میں جبرائیل کی دائمی مصاحبت اور غیر منقطع معیت کا نام ونشان نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج۲ ص۴۲) میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: ’’ودر جامع الاصول وکتاب الوفا آوردہ کہ از ابتداء نبوت

سہ سال اسرافیل ملازم بود۔ وبعدازاں جبرائیل فرودآمد ووحی آورد، وصاحب سفرالسعادت گفتہ کہ از ہفت سالگی باز حضرت اسرافیل تا فرمان داد کہ بملازمت دے قیام نماید۔ پس اسرافیل ہمیشہ قرین وے میبود۔تا سال یازدہم تمام کرد وہیچ سخن نمے کرد۔مگر یک کلمہ دوکلمہ ہمچنیں درمیکائیل گفتہ انگاہ جبرائیل رافرمان شدتا ملازمت نماید۔ونہ سال بطریق موافقت ومتابعت ملازم دے بودولیکن بروئے ظاہر نمے شدووحی نمے گزاردوگزارن وحی کارادست۔''

ناظرین! دیکھواس عبارت میں کہاں ذکر ہے کہ جبرائیل کی ملازمت دائمی اور غیرمنقطع اور ہروقت تھی۔اس عبارت کا مطلب بیان کرنے میں کادیانی کا ان الفاظ کو بڑھانا افتراءنہیں تواورکیا ہے۔

عبارت آئندہ شیخ عبدالحق صاحب میں صاف بیان ہوا ہے کہ حضرت جبرائیل چوبیس ہزارمرتبہ آنحضرتﷺ کے پاس آئے تھے۔وہ بیان بھی بتارہا ہے کہ وہ ہرقت آپکے پاس نہ رہتے تھے۔کیونکہ یہ تعداد تب ہی پوری ہوتی ہے۔جب کہ آنا اور جانا دونوں ہوں جو شخص کبھی جدانہ ہواس کا چوبیس ہزارمرتبہ آنا کیونکر متصور ہے۔

کادیانی اس کے جواب میں کہے گا کہ یہ تجلی خاص کی تعدادتھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہاراالحاد ہے نہ شیخ عبدالحق صاحب کا اعتقاد، شیخ عبدالحق صاحب توجبرائیل کا اصلی وجود سے آنحضرتﷺ کے پاس آنامانتے تھے۔چنانچہ ان کی عبارت سابق اور آئندہ میں یہ تصریح موجود ہے۔پھران کے اس کلام میں تمہاری ملحدانہ تاویل جس کی بناء جبرائیل کے اصلی وجود سے نہ آنے پر ہے۔کیونکر چل سکتی ہے۔تم کو اختیار ہے حدیث وقرآن میں جو تحریف وتاویل چاہوکرو۔مگرشیخ صاحب کی مفسرومبین کلام میں تو یہ تحریروتاویل چل نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ جبرائیل کا اصلی وجود سے آنا صاف طورپر بیان کرچکے ہیں۔

دوم جعل وافتراءکاردوازالہ

یہ اعتقادکسی مسلمان نے کبھی ظاہرنہیں کیا اورکسی اسلامی کتاب چھوٹی یا بڑی نئی یا پرانی میں پایانہیں جاتا کہ جبرائیل آسمان میں قیدرہتا ہے۔بذات خودکبھی زمین پرنہیں آتا بلکہ عبارت منقولہ بالاشیخ میں صاف تصریح کہ''جبرائیل فرودآمد''یعنی جبرائیل آسمان سے نیچے اترےاوراس سے پہلے (مدارج النبوت ص۱۱۵) کی اصل عبارت میں یہ تصریح موجود ہے

کہ جبرائیل اپنی اصل صورت سے جس میں چھ سو بازو ہیں۔ آنحضرتﷺ کے پاس آئے اور اس کا اتفاق دو دفعہ ہوا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ کادیانی نے بھی اس بات کو تمام مفسرین اور صحابہ سے کید آئندہ نمبر۱۲ میں نقل کیا ہے اور اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے کہ پھر تم لوگ اے مسلماناں دو دفعہ سے زیادہ جبرائیل کا اصلی وجود سے آنا کیوں مانتے ہو اور اس سے بھی بڑھ کر سنو۔ حضرت شیخ اسی (مدارج ص۴۶) میں لکھتے ہیں۔ (جس کو کادیانی سرقہ کر گیا ہے)

وبعض علماء گفتہ اندکہ فرود آمد جبرائیل علیہ السلام بر محمد رسول اللہﷺ بست چہار ہزار بار۔ وبر آدم علیہ السلام دوازدہ بار۔ وبر ادریس علیہ السلام چہار بار وبر نوح علیہ السلام پنجاہ بار وبر ابراہیم علیہ السلام چہل ودو بار وبر موسیٰ علیہ السلام چارصد بار وبر عیسیٰ دہ بار صلوٰۃ اللہ وسلامہ علے نبینا وعلیہم اجمعین۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ یہ عبارت شیخ صاف ناطق ہے کہ ان کے نزدیک جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر کر آنحضرتﷺ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ آئے ہیں۔ اس بیان واعتقاد شیخ کو کادیانی مانے خواہ نہ مانے اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ حضرت جبرائیل کو آسمان کے کسی برج میں دائم الحبس (عمر قید) نہیں سمجھتے اور ان کے زمین پر انبیاء کے پاس آنے سے منکر نہیں ہیں اور کادیانی اپنے دوسرے دعویٰ میں بھی مفتری وکذاب ہے۔

سوم وچہارم جعل وافتراء کا ردازالہ

جب بیان سابق سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ اور دیگر علماء حضرت جبرائیل کو نہ دائی اور ہران کے مصاحب نبوی سمجھتے تھے اور نہ آسمان میں مقید ودائم الحبس خیال کرتے بلکہ ان کو بذات خود آنے اور جانے والا اور آسمان وزمین دونوں جگہ پھرنے والا یقین کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ کادیانی کا دعویٰ تعارض وتناقض اعتقادات ان حضرات کی نسبت محض افتراء ہے اور جب ان بزرگوں کے اعتقادات میں تعارض کا دعویٰ کذب ٹھہرا تو پھر ان کے خیال کی رو سے تطبیق مذکور کا دعویٰ بھی کذب ہوا۔ تعارض نہیں تو تطبیق کے کیا معنی اور اس کی ضرورت ہی کیا رہی۔

اس صورت تطبیق کی نسبت جو کادیانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضرت شیخ کو پسند ہے بلکہ انہی کے کلام سے اس نے نکالی ہے اور شیخ صاحب نے بصدق دل قبول کر لیا ہے کہ

جبرائیل بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء کو دکھائی دیتا ہے اور جبرائیل اپنے مقام آسمان میں ثابت وبرقرار ہوتا ہے۔ یہ ایک اور افتراء ہے جس کو جداگانہ اور عدد میں پانچواں جعل وافتراء کہنا چاہئے۔

ناظرین، منصفین! حضرت شیخ نے اس کلام میں جس کا ماحصل کادیانی نے جعلسازی سے نقل کیا ہے یا کسی اور مقام میں ہرگز نہیں کہا کہ جبرائیل بذات خود نازل نہیں ہوتا اور وہ مقام آسمان میں ثابت وبرقرار ہوتا ہے اور جو وجود جبرائیل حضرت انبیاء کو دکھائی دیتا تھا۔ وہ صرف اس کا تمثلی وجود تھا۔ وہ تو اس کلام میں (جس کا ماحصل کادیانی نے جعلسازی کر کے نقل کیا ہے) اور اپنی دوسری عبارات میں صاف اور تصریح کے ساتھ کہہ چکے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس اصلی وجود سے آئے ہیں۔ یہ بات جو کادیانی نے ان سے نقل کی ہے۔ یہ انہوں نے خاص کر اسی حالت وصورت میں فرمائی۔ جب کہ وہ دحیہ کی صورت میں آتے تھے۔ اسی صورت میں آنے پر اہل نظر کا اعتراض واشکال وارد ہوتا تھا کہ اس صورت میں آپ کا اصلی جسم موجود زندہ ہوتا تھا یا مردہ ہو جاتا تھا۔ اسی صورت میں انہوں نے اس اعتراض کا پہلے ایک ظاہری جواب اہل علم سے نقل کیا۔

جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ امر جائز اور قریب الوقوع ہے کہ جبرائیل امین اصلی جسم سے مفارقت کر کے دوسرے جسم میں جو جسم دحیہ سے مشابہ اور اس کا مماثل تھا، انتقال کرتے ہوں۔ ومعہذا ان کا اصلی جسم مردہ نہ ہوتا ہو۔ جیسے شہیدوں کا جسم ان کے ارواح کے جدا ہونے اور سبز جانوروں کے جسم میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتا۔

پھر دوسرا جواب اہل تحقیق سے نقل کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دحیہ کی صورت علمی جو کہ جو جبرائیل کے ذہن میں تھی۔ اس کو جبرائیل نے اپنی صفات سے موصوف کر کے متمثل کیا اور اس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اس صورت میں جبرائیل خود اپنی جگہ رہتا ہے اور جو صورت آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی۔ وہ جبرائیل کی صورت مثالی بنتی ہے جو نہ تو جبرائیل کی عین ہے۔ کیونکہ جبرائیل کی حقیقت وصورت اور ہے اور نہ اس سے مغائر ہے۔ کیونکہ یہ وہی جبرائیل کی ذات معہ صفات ہے جو اس صورت میں برآمد ہوئی اور متمثل ہوئی ہے۔

ناظرین! شیخ کی اصل تمام عبارت ملاحظہ کرو اور پھر انصاف سے کہو کہ اس عبارت میں جبرائیل کا آسمان پر ثابت برقرار ہونا صرف مثالی صورت میں اور دحیہ کلبی کی

شکل میں آنے کی حالت میں تجویز کیا گیا ہے اور معہذا اس مثالی صورت کا ذات وصفات جبرائیل سے علیحدہ اور اس سے غیر نہ ہونا بیان کیا ہے یا ہمیشہ کے لئے جبرائیل کا آسمان میں ثابت وبرقرار رہنا اور اصلی وجود سے زمین پر نہ آنا بیان کیا ہے اور اس صورت مثالی کا ذات وصفات جبرائیل سے مغائر ہونا (جس سے اصلی وجود وحقیقی ذات وصفات جبرائیل کے نزول کی نفی لازم آوے) بیان کیا ہے۔

پھر کادیانی کی اس جرأت وجعلسازی وسرقہ ودھوکہ بازی کو چشم عبرت سے دیکھو کہ اس نے اس عبارت کا مطلب ادا کرنے میں کیسا جعل کیا ہے۔ اس عبارت کا اوّل وآخر اور وحی کی سات صورتوں کو جس میں دوسری صورت جبرائیل کی اصلی وجود سے آنے کی تھی خورد برد کر لیا اور جو بات حضرت شیخ نے اس عبارت میں ایک خاص حالت تمثل جبرائیل، بصورت دحیہ کلبی میں کہی تھی اس کو عام حالت جبرائیل قرار دیا اور کئی الفاظ وفقرات ازخود گھڑ کے اس سے حقیقی وذاتی نزول کی نفی نکال کر اس کو شیخ کی طرف منسوب کیا اور ناظرین کو یہ جتایا کہ شیخ صاحب کے نزدیک جبرائیل ہمیشہ آسمان میں ثابت وبرقرار رہتے ہیں اور وہ بذات خود اصلی وجود سے نزول نہیں فرماتے۔

اس جعل سازی اور چوری پر اس کی اس دلیری ودلاوری وسینہ زوری کو دیکھو کہ وہ اس کید کے آخر میں حضرت شیخ کو اپنا پورا موافق بناتا اور اپنا عقیدہ خبیثہ نقل کر کے شیخ کے ذمہ لگاتا ہے اور پھر بڑے فخر کے ساتھ کہتا ہے۔ (دافع الوساوس ص۱۲۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) ''یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کور باطن نام کے علماء کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔''

میرے پرانے عزیز دوستو! شاگردو! یا شاگردان شاگردو!! آپ لوگ اپنے میدان محشر کی حاضری کو اور ایمان کو پیش رکھ کر کہو کہ کور باطن کون ہے۔ کادیانی چور، جس نے شیخ کی عبارت آگے پیچھے چرا کر اور اس میں ازخود الفاظ وفقرات ملا کر ان کی کلام کو بگاڑ کر اس کو اپنے اعتقاد کے موافق کیا ہے یا وہ علماء جن کے فتویٰ کی مصدق حضرت شیخ کی اصلی عبارت موجود ہے اور شیخ عبدالحق صاحب جبرائیل کے بذات خود اصلی وجود سے نزول کو مانتے ہیں یا کادیانی کی طرح وہ اس نزول سے منکر ہیں میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں ادنیٰ فراست اور ایک ذرہ نور قلب یا نور ایمان یا کانشنس ہے تو آپ اسی ایک جعل وافتراء پر کادیانی کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں گے اور اس کو واقعی دجال وکذاب

خیال کریں گے۔

میرے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ میرے عزیز دوست میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلوی، منشی عبدالحق پنشنر اکونٹنٹ لاہوری حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر، مرزا خدابخش اتالیق خان صاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ (جواب تک ہمارے شاگرد ہونے کے معترف ہیں) اور خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ ہیں (جو دھوکہ میں آ کر کادیانی کے دام میں مبتلا ہیں)

میرے دوستو! عزیزو!! اگر آپ لوگوں نے یہ ثابت کر دیا کہ شیخ کی کلام مذکور کا مطلب ادا کرنے میں کادیانی نے جعل وافتراء سے کام نہیں لیا اور شیخ کا وہی اعتقاد ہے جو کادیانی کا اعتقاد ہے کہ جبرائیل امین بذات خود زمین پر کبھی نہیں آتے تو میں آپ لوگوں کو حلفیہ وعدہ دیتا ہوں کہ میں صرف اسی ایک بات پر آئندہ کادیانی کا تعاقب چھوڑ دوں گا اور اگر آپ لوگوں کو ہماری تحریر اور اپنی فہم وتدبر سے یہ ثابت ہوگیا کہ کادیانی نے اس میں جعل وافتراء سے کام لیا ہے تو پھر آپ لوگ اس کے ساتھ نہ رہیں۔ اس سے الگ ہو جاویں اور یقین کریں کہ جھوٹ بولنے والا دھوکہ دینے والا خدا کا مقرب، مخاطب، محدث ومجدد نہیں ہوسکتا اور ایسا شخص اتباع ومحبت کے لائق نہیں ہوتا اور آیات ذیل کو پیش نظر رکھ کر اس کی سابق دوستی وپیروی یا قرابت کا کچھ لحاظ نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’**یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم** (الشعراء:۸۸،۸۹) **اذا تبرء الذین انتبعوا من الذین اتبعوا وروا العذاب وتقطعت بھم الاسباب** (بقرہ:۱۶۶) **وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیلاً ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیراً** (احزاب:۶۷،۶۸) **الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض عدو الا المتقین** (زخرف:۶۷) ‘‘جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر اس شخص کو جو اللہ کے پاس (غیر اللہ کی محبت سے) سلامت دل لے کر حاضر ہوگا۔

اور فرماتا ہے جب پیشوا اپنے پیرواں سے بیزار ہوں گے اور عذاب دیکھیں گے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔

اور فرماتا ہے اور وہ کہیں گے اے خدا ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا اتباع

کیا تو انہوں نے ہم کو راستہ بھلا دیا۔ اے خدا ان کو دگنا عذاب کر اور بڑی لعنت۔

اور فرماتا ہے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ بجز ان لوگوں کے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

نمبر دوازدہم ...... کیدوکذب ومغالطہ کادیانی

(وساوس ص۱۲۲ تا ۱۲۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) تک کادیانی نے ایک یہ عجیب کید ومکر دکھایا اور کہا ہے کہ: ''تمام مفسرین نے اور نیز صحابہ نے بھی اتفاق کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے حقیقی وجود کے ساتھ صرف دومرتبہ آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیا ہے اور ایک بچہ بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ آتے تو خود یہ غیر ممکن تھا۔ کیونکہ ان کا حقیقی وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور ان کے بازو آسمانوں کے کنارہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر وہ مکہ یا مدینہ میں کیونکر سما سکتے تھے...... اور وہ کیونکر آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں سما گیا۔ اگر کہو اصلی وجود نہ تھا تو پھر ترک اصل کے بعد تمثل ہوا یا کچھ اور...... غرض یہ خیال کہ جبرائیل اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ زمین پر اتر آتا تھا۔ بدیہی البطلان ہے لازم آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اکثر اوقات فیض وحی سے محروم اور معطل رہتے تھے جو نہایت بے شرم کی بات ہے۔ شیخ عبدالحق (مدارج النبوۃ ص۸۳) میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تمام کلمات وحدیث وحی خفی ہیں...... اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبرائیل قرآن سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبرائیل سے ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کا اجتہاد بھی وحی سے تھا۔ پھر (ص۸۷) میں لکھتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے ہر ایک قول وفعل قلیل وکثیر صغیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تھے...... جو شخص ص۱۲۵ احوال صحابہ میں تامل کرے گا...... وہ اس اعتقاد سے کہ کبھی جبرائیل آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا تھا۔ خداتعالیٰ سے شرم کرے گا اور ڈرے گا کہ ایسا وہم بھی اس کے دل میں گزرے...... افسوس ہمارے یہ علماء جو محدث بھی کہلاتے ہیں کچھ ڈرتے نہیں۔ اگر ان کے ایسے عقیدہ کو ترک کرنا کفر ہے تو ایسا کفر اگر ملے تو زہے سعادت ہم ان کے ایسے ایمان سے سخت بیزار ہیں...... ان لوگوں نے ہمارے نبی کے مرتبہ کو حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسا گھٹایا جس کے تصور سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔''

اس کید سے مسلمانوں کا اعاذہ اور اس کا ازالہ

اس کید کے اکثر حصہ کا ردوازالہ تو بضمن ردکید نمبری ۷،۱۰ وغیرہ میں ہو چکا ہے اور روزروشن کی طرح ثابت کیا گیا ہے کہ کادیانی ہی کے اس خبیث اعتقاد سے کہ: ’’آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت جبرائیل کے اتالیقی وحفاظت وحراست کے محتاج تھے اور وہ بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور نہ بلاواسطہ جبرائیل وحی الٰہی سے مشرف ہو سکتے تھے اور وہ (کادیانی) خود بدولت بلاواسطہ جبرائیل خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور سو بار جو چاہے خدا سے پوچھ سکتا ہے۔‘‘ **عیاذاً باللہ من ذٰلک** ’’آنخضرت ﷺ کی اس قدر توہین اور آپ کی اقدس جناب میں اس قدر بےادبی دشنام دہی پائی جاتی ہے کہ اس سے ہر مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ایمانی خون جوش میں آتے ہیں اور اس باب میں جو اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی حضرت مسیح پر فضیلت ثابت ہوتی ہے نہ حضرت مسیح کی فوقیت اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہر ایک قول وفعل تشریعی وحی الٰہی سے سرزد ہوتا تھا۔ جبرائیل کے واسطہ سے ہو۔ خواہ بلاواسطہ غیروحی خفی الٰہی سے ہو اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ کیفیت نزول جبرائیل علیہ السلام کی نسبت کادیانی کا یہ سوال کہ وہ مکہ ومدینہ میں اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما سکتے تھے۔ نیچریانہ اور ملحدانہ سوال ہے اور امور عالم بالا جو کادیانی کی سابق اصطلاح کے مطابق عالم سوم باطن درباطن سے ہیں۔ ایسے سوالات کا محل نہیں ہو سکتے۔ کادیانی ان کو ایسے سوالات کا محل سمجھتا تو ان کے نظائر کی نسبت اس قسم کے سوالات کا جواب دے۔

رہا اس کید کادیانی کے اس حصہ کا ردوازالہ کہ جبرائیل امین صرف دو دفعہ اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیئے۔ باقی دفعات تمثلی وجود سے آتے رہے ہیں۔ جس سے کادیانی نے تو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اکثر دفعہ بذات خود اور اصلی وجود سے نہ آتے تھے بلکہ ان کی مثال آتی تھی جیسا کہ کادیانی کا عین خیال ومقال ہے۔ سو (ردوازالہ) یہ ہے کہ کادیانی نے یہ تو مان لیا ہے کہ دو دفعہ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل اور حقیقی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس زمین پر آئے۔ کیونکہ یہ امر اس نے تمام مفسرین اور صحابہ سے نقل کیا ہے اور اس کے ردوخلاف میں ایک کلمہ تک وہ زبان قلم پر

نہیں لایا اور اگر اس کو اس میں کچھ اختلاف ہوتا تو وہ ضرور منہ کھولتا۔ اس کا منہ ایسا نہیں کہ وہ ادنیٰ خلاف کے وقت بھی بند اور سیار رہے۔ ہر چند بعض مفسرین ومحدثین نے حضرت جبرائیل کا آنحضرتﷺ کے پاس ایک دفعہ زمین میں آنا تجویز کیا ہے۔ دوسری دفعہ معراج کی شب سدرۃ المنتہٰی کے پاس آسمان میں مگر چونکہ کادیانی آنحضرتﷺ کے معراج سے اور جسمانی وجود باجود کے ساتھ آپ کے آسمان پر جانے سے اپنے (ازالہ ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶ حاشیہ) میں صاف انکار کر چکا ہے۔ لہٰذا کادیانی کے نزدیک حضرت جبرائیل کا آنحضرتﷺ کے پاس آنا دونوں دفعہ زمین ہی پر مسلم ہوسکتا ہے: ’’**عن عائشة فی صفة نزول الوحی حتی جاء ہ الحق وهو فی غار حراء فجاء ہ الملک الی ان قالت وفتر الوحی عن جابر قال وهو یحدث عن فترته الوحی فقال فی حدیثه بینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منه** (صحیح بخاری ص۳) ‘‘خواہ ان دونوں دفعات میں سے ایک دفعہ غار حراء میں آنحضرتﷺ کے پاس جبرائیل کا آنا وہ تسلیم کرے اور دوسری دفعہ میدان مکہ کے افق اعلیٰ یا شرقی میں چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث منقولہ حاشیہ میں بیان ہوا ہے۔

خواہ ایک دفعہ اسی افق اعلیٰ یا شرقی میں جس کا ذکر حدیث مذکور کے علاوہ قرآن مجید کی آیات: ’’**فاستوی وهو بالافق الاعلیٰ** (النجم:۶،۷) **ولقد راٰہ بالافق المبین** (التکویر:۲۳) **انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق وکان وعداللہ مفعولاً**‘‘ (قرآن کادیانی داہنا قریب نصف، ازالہ ص۷۳، خزائن ج۳ ص۱۳۸ حاشیہ) میں بھی ہے اور دوسری دفعہ موضع قادیاں کے کھیت یا میدان میں جس کو کادیانی مکہ ومدینہ کے برابر مہبط وحی سمجھتا ہے اور اس باب میں وہ ایک آیت کادیانی قرآن منقولہ حاشیہ اور اس کے شان نزول میں ایک (الہام ازالہ ص۷۳، خزائن ج۳ ص۱۳۸ حاشیہ) میں بیان کر چکا ہے۔

بہرحال اس کی اس تسلیم وحقیقی نزول جبرائیل سے (دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو) اس کا مدعا (جبرائیل کا اصلی وجود سے نازل نہ ہونا) ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کا ابطال ہوتا ہے اور اس کے مذہب کے اس اصل اصول کا کہ جبرائیل سورج کا روح یا بمنزلہ روح ہے۔ لہٰذا وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ جدا ہو تو سورج کی حالت وجود میں فرق آجاوے۔ یعنی وہ

ٹوٹ پڑے اور نظام شمسی درہم برہم ہو جائے۔ (جس کو وہ (توضیح مرام ص۳۸،۶۸،۸۵، خزائن ج۳ ص۷۰، ۸۶، ۹۵) وغیرہ میں بیان کر چکا ہے) بالکل ستیاناس ہوتا ہے اور جبرائیل کی ذاتی وحقیقی نزول پر جس قدر اعتراضات اس نے اس کید نمبر۷، کید نمبر۱۰ میں کئے ہیں۔ وہ سب کے سب کافوراً وہباء منشور ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب بحسب اعتراف کادیانی دودفعہ یا کم سے کم ایک دفعہ جبرائیل کا اصلی وجود سے زمین پر آنا اور اپنے لمبے وجود کے ساتھ صرف ایک چھوٹی سی جگہ غار حراء میں یا ایک میدان افق شرقی مکہ میں سما جانا جائز ہوگیا تو اسی طرح چوبیس ہزار بار بھی ان کا زمین پر آنا اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں سما جانا بھی جائز ہوگا۔

کہاں ہیں کادیانی کے حامی وحمایتی نام کے مولوی کادیانی کو اس الزام کے صدمہ سے بچادیں اور اس کی کمر کو دونوں ہاتھ سے تھام لیں۔ جس بات کو اس نے اپنے مذہب باطل کی دلیل سمجھ کر پیش کیا تھا۔ اسی سے اس کے مذہب کا ابطال ہوا اور ''رجل قضٰی علٰی نفسه'' (آدمی نے اپنا فیصلہ خود کرلیا) کا مضمون اس پر صادق آیا۔ اس سے اس پر ایسا الزام قائم ہوا ہے جس سے اس کی کمر چکنا چور ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب اس میں طاقت نہیں رہی کہ وہ بلامدد غیر اس دعویٰ کے میدان میں (کہ جبرائیل امین کبھی اپنے اصلی وجود سے زمین پر نازل نہیں ہوسکتے قائم رہ سکے) اس کے حمایتوں کو حوصلہ ہو تو وہ اس کی کمر کو تھام کر اسے کھڑا کریں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس کو سنبھال کر گھر میں واپس لے جائیں۔

اب رہا کادیانی کی اس حجت اور وسوسہ کا ردوجواب کہ تمثلی وجود کے ساتھ جبرائیل کے نزول سے (جو اکثر اوقات ہوتا تھا) ذاتی اور اصلی وجود سے نزول کی نفی ہوتی ہے۔ سو یہ ہے کہ یہ تب ہو جب کہ مثال اصل سے مغائر ہو اور ایک وجود دوسرے کی نفی کرے اور ایسا ہرگز نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق صاحب کے کلام میں جس سے کادیانی نے تمثلی وجود نکالا ہے اور وہ رسالہ کے ص۱۱۴ میں منقول ہے صاف اور صریح طور پر گزر چکا ہے کہ جبرائیل کی مثال جو آنحضرت ﷺ دیکھتے تھے۔ جبرائیل کی غیر نہ تھی بلکہ وہ جبرائیل کی ذات معہ صفات تھی جو اس صورت مثالی میں نظر آتی تھی۔

علاوہ بریں جبرائیل کے بشکل انسانی متمثل ومتشکل ہونے کی ایک وہی صورت نہیں جو شیخ عبدالحق صاحب نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے اور اس سے کادیانی نے اپنی نافہمی

سے اصل وجود کے نزول کی نفی نکالی ہے بلکہ تمثل جبرائیل کی پانچ صورتیں اور جائز وممکن الوقوع ہیں اور علماء اسلام نے وہ صورتیں بیان کی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہے کہ جس صورت میں جبرائیل متمثل ہوتا تھا۔ وہ عین ذات اور صورت جبرائیل تھی۔

ازانجملہ ایک صورت وہ ہے جو ان ہی حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے (جس پر کادیانی کا اسباب اعتماد ہے) بعض علماء سے نقل کی ہے کہ جبرائیل کی روح اپنی اصلی صورت وجسم کو چھوڑ کر اس صورت اور جسم میں جو آنحضرت ﷺ کو نظر آتا تھا۔ منتقل ہوتی تھی۔ ومعہذا جبرائیل کا اصلی جسم مفارقت روح سے مردہ نہ ہوتا تھا۔ جیسے شہیدوں کا جسم مفارقت روح سے مردہ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے پاس آنے والا متمثل شخص اور نظر آنے والی صورت بعینہٖ ذات جبرائیل علیہ السلام بنتی ہے جو دوسرے جسم میں ظاہر ہوتی تھی۔ نہ کوئی اور چیز۔

اس صورت کے مصدق ومؤید۔ قرآن وحدیث کے ظاہر الفاظ ہیں۔ جن میں جبرائیل علیہ السلام کی تمثلی صورت کو جبرائیل کہا گیا اور اس کے افعال کو جبرائیل کی طرف منسوب کیا ہے۔

قرآن میں حضرت مریم کے پاس جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی نسبت فرمایا ہے: ’’**فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا** (مریم:۱۷)‘‘ ہم نے اس کی طرف اپنی روح یعنی جبرائیل کو بھیجا۔ وہ جبرائیل اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں متشکل بن گیا۔

تفسیر کبیر اور بیضاوی میں کہا ہے: ’’**اتاها جبرئیل متمثلا بصورة شاب امرد سوی الخلق تستانس بکلامه** (بیضاوی ج۲ ص۴) **ولو ظهرلها فی صورت الملائکة لنفرت عنه** (تفسیر کبیر ج۵ ص۷۷۹)‘‘ کہ حضرت مریم کے پاس جبرائیل ایک جوان مرد بے ریش کی صورت میں متشکل ہوکر آئے تاکہ وہ ان کی کلام سے مانوس ہوں اور اگر وہ فرشتوں کی شکل میں آتے تو وہ ان سے متنفر ہوجاتیں۔

اس آیت کے الفاظ اور اقوال مفسرین کے الفاظ کے ظاہری اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ جو شخص حضرت مریم کے پاس آیا تھا اور ان کو دکھائی دیتا تھا۔ وہ جبرائیل تھا۔ اسی جبرائیل کو خدا نے بھیجا وہی جبرائیل انسانی شکل میں متشکل ہوا۔ وہی جبرائیل حضرت مریم کو نظر آیا اور ان الفاظ کے یہ معنی کہ جس کو خداتعالیٰ نے بھیجا اور وہ آیا اور مریم کو دکھائی دیا۔ وہ صرف

جبرائیل کی خیالی مثال یا عکسی تصور یا فوٹو تھا۔ مجازی اور تاویلی معنی ہیں جن کی طرف حقیقی معنی چھوڑ کر رجوع کرنا الحاد و نیچریت و باطنیت ہے۔

حدیث صحیح بخاری میں منقولہ ص ۱۱۶ میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متمثل ہوکر آتا۔ اس کے بھی ظاہری اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ آنے والا اور انسان کی صورت بن جانے والا جبرائیل ہے۔ کیونکہ یہی اس کے حقیقی اور ظاہری معنی ہیں نہ اس کا فوٹو یا عکس یا خیالی صورت کیونکہ یہ معنی مجازی تاویلی ہیں۔

علماء متکلمین ''قال المتکلمون الملائکة اجسام علویة لطیفة متشکل فی ای شکل ارادوا (قسطلانی ج ۱ ص ۵۰) '' نے (جو فرشتوں کی تعریف کی اور اسی تعریف کو کادیانی کے مرید وناصر محمد احسن امروہی نے رسالہ تائید کفریات کادیانی میں درج کیا ہے: ''ان الملٰئکة عند اهل الحق اجسام لطیفة ولهم قوة التشکل والتبدل (رسالہ تائید کفریات کادیانی تالیف محمد احسن امروهی ص ۵۳) '' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے علوی لطیف اجسام ہیں کہ وہ جس شکل سے چاہتے ہیں۔ متشکل ہوجاتے ہیں۔ ان میں تبدل وتغیر کی طاقت بھی موجود ہے۔ وہ تعریف بھی اسی کی مصدق ہے کہ نظر آنے والے درحقیقت فرشتے ہوتے ہیں جو صورت وشکل بدل کر ظاہر ہوتے ہیں۔

اس تبدل وتغیر اور انتقال روح از جسم بجسم دیگر کو جو کادیانی نے تناسخ کہا ہے تو یہ اس کا مغالطہ ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ صرف اس قسم کا تبدل وانتقال تناسخ نہیں اور تناسخ کی جو حقیقت وہ سرمہ چشم آریہ خزائن ج ۲ میں بیان کر چکا ہے۔ اس میں یہ تبدل وانتقال داخل نہیں ہوسکتا۔ اب وہ بیان سرمہ چشم آریہ کے برخلاف اس تبدل انتقال کو تناسخ کہے خواہ کوئی اور نام رکھے۔ اہل اسلام تو اس تبدل وانتقال کو کمال قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ومثال سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اس پر شاہد ناطق جانتے ہیں۔

قرآن میں: ''ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة مخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحما ثم انشانٰه خلقا اخر فتبارک الله احسن الخالقین (المؤمنون:۱۲ تا ۱۴) هو الذی خلقکم من تراب ثم من

نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخاً (المؤمن:۶۷) ''خداتعالیٰ اس قسم کے تبدلات جو انسان میں واقعہ ہوئے ہیں کہ پہلے وہ مٹی تھا۔ پھر نطفہ ہوا۔ پھر چھچھڑا ہوا۔ پھر مضغہ بنا۔ پھر ہڈی کی صورت میں آیا۔ پھر اس پر گوشت پہنایا گیا۔ پھر بچہ ہوکر نکلا۔ پھر جوان ہوا۔ پھر بوڑھا ہوا۔ پھر خاک ہوکر خاک میں مل گیا۔ پھر اس خاک سے ویسا ہی انسان ہوکر نکلے گا۔ اپنی آیات قدرت سے شمار کیا ہے اور ان سے اپنا خالق ولائق عبادت ہونا ثابت کیا ہے۔

اورقرآن میں:''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون (البقر:۱۵۴)''شہیدوں کے مارے جانے کے بعد دوسری زندگی اور دوسرے جسم میں زندہ رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث شریف:''عن بن مسعود قال اناقد سئلنا عن ذلک رسول اللہ فقال لہ ارواحھم کطیر خضر ویروے فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاء ت ثم تأوی الٰی تلک القنادیل (معالم التنزیل ص ۱۹۶)''میں اس اشارہ کی یہ تصریح ہوئی ہے کہ شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کی پوٹ میں رہتی ہیں اور بہشت کے پھل چگتے کھاتے ہیں۔

ایک حدیث:''قال رسول اللہ ﷺ رایت جعفرًا یطیر فے الجنة مع الملٰئکة (ترمذی ج۳ ص۲۱۸) وقال ایضاً حین قطعت یداہ فی غزوة موتة جعل اللہ لہ جنا حین یطیر بھما''میں حضرت جعفر طیار کی نسبت جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور ان کے دو بازو کٹ گئے تھے۔ فرمایا کہ خداتعالیٰ نے ان بازوں کے بدلے ان کو دو پر لگادیئے ہیں۔ جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں اڑتے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت جعفر کو طیار کا لقب دیا گیا ہے۔ جس کے معنی اڑانے والے کے ہیں۔

اس بیان حدیث وقرآن سے ثابت ہے کہ اس قسم کے تبدلات وانتقالات خدا کی کمال قدرت کی آیات ہیں۔ خداتعالیٰ اور اس کے رسول نے خود ان کو بیان کیا ہے اور ان سے خدا کی توحید کا اثبات ہوتا ہے۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کادیانی کے نزدیک بھی مطلق تبدل وانتقال کا نام تناسخ نہیں ہے بلکہ خاص کر اس تبدل انتقال کا نام ہے۔ جس میں یہ تین امور کفریہ پائے

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

جاتے ہیں۔اوّل: یہ کہ ارواح قدیم ہیں۔دوم: یہ کہ اجسام (مادہ عالم) قدیم ہیں۔سوم: یہ کہ خداتعالیٰ نہ ارواح کا خالق ہے نہ اجسام کا۔ بلکہ وہ صرف ارواح کو اجسام سے جوڑ دیتا ہے۔اس طور پر کہ جو شخص اچھے عمل کرتا اس کو اچھے اجسام سے جوڑ دیتا ہے۔مثلاً انسان بنادیتا ہے یا ستارہ وغیرہ اور جو برے عمل کرتا ہے۔اس کو برے اجسام گدھے، کتے وغیرہ سے جوڑ دیتا ہے۔اسی طور پر ہر ایک شخص مختلف جونوں میں جاتا ہے اور اپنے اعمال کا پھل پاتا ہے۔ بناءً علیہ دنیا کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء نہ فنا اور نہ اس فناء کے بعد کوئی حشر یا نشر یا حساب وکتاب جو ہے اسی دنیا میں ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ یہ مضمون اور حقیقت تناسخ کادیانی کے (سرمہ چشم آریہ ص۸۴تا۸۹، خزائن ج۲ص۱۳۲تا۱۳۷) بیان ہوئی ہے اور اس کی مختلف اور پراگندہ عبارات سے مفہوم ہوتی ہے۔

اب ناظرین منصفین غور کریں اور داد انصاف دیکھ کر کہیں کہ یہ کفریات ثلثہ جو اعتقاد تناسخ میں پائے جاتے ہیں اور وہ کادیانی نے خود بیان کئے ہیں۔اس تمثل جبرائیل کی صورت اوّل میں جو علماء نے بیان کی ہے۔کہاں پائی جاتی ہیں۔نہیں تو پھر کادیانی کا اس تمثل وانتقال کو تناسخ کہنا عمداً دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری صورت تمثل وہ ہے جو امام الحرمین سے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں منقول ہے: ’’**قال امام الحرمین تمثل جبرئیل معناہ ان اللّٰہ افنی الزائد من خلقۃ اوازالہ منہ ثم یعیدہ الیہ بصد وجزم ابن عبدالسلام بالازالۃ دون الفناء وقرر ذلک بانہ لا یلزم ان یکون انتقالھا مرحباً لموتہ بل یجوز ان یبقی الجسد حیا لان موت الجسد بما رقۃ الروح لیس بلازم عقلاً بل بعادۃ اجراھا اللّٰہ فی بعض خلقہ ونظیرہ انتقال ارواح الشھدأ الی اجواف طیور خضر تسرح فی الجنۃ...... والحق ان تمثل الملک رجلاً لیس معناہ ان ذاتہ القلب رجلاً بل معناہ انہ ظھر بتلک الصورۃ تأئیساً لمن خاطبہ والظاھر ایضاً ان القدر الزائد لا یزول ولا یفنے بل یخفی علیٰ الرائق فقط (فتح الباری ج۱ ص۱۱)** ‘‘یہاں اس کی اصل عبارت معہ ترجمہ وتفسیر جو تلفظ یعنی ہوگی نقل کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں تمثل جبرئیل کے یہ معنی ہیں کہ خداتعالیٰ جبرائیل کی اصلی خلقت (یعنی صورت) سے قدر زائد کو (یعنی جو نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ تھا) فنا

کر دیتا یا ٹلا دیتا تھا۔ (یعنی اس سے جدا کر دیتا تھا) پھر اس قدر زائد کو لوٹا دیتا تھا۔ (یعنی جب جبرائیل اپنی اصلی صورت میں آنا چاہتا تھا)

تیسری صورت تمثل وہ ہے جو امام ابن عبدالسلام نے پسند کی ہے۔ اس کا خلاصہ بھی حاشیہ مذکور میں منقول ہے۔ یہاں اصل عبارت معہ ترجمہ وتفسیر نقل کی جاتی ہے۔ اس نے وہی بات پسند کی ہے جو امام الحرمین نے کہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ قدر زائد کے فنا ہونے کا قائل نہیں مگر اس کو ٹلا دینے کا قائل ہے۔ اس کی تقریر اس نے یوں کی ہے کہ اس حصہ (جدا کئے گئے سے) جبرائیل کی روح کے انتقال سے اس حصہ کا مردہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ جائز ہے کہ وہ مفارقت روح کے بعد زندہ رہے۔ جیسے شہیدوں کے جسم روح کے جدا ہونے اور سبز جانوروں کی پوٹ میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتے۔

چوتھی صورت وہ ہے جو صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے کہ فرشتہ کے شکل انسانی سے متشکل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات بدل کر آدمی کی ذات بن جاتی ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جبرائیل انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے تاکہ مخاطب کو ان سے انس ہو (وحشت نہ ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ قدر زائد (یعنی نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ حصہ اس کی صورت و پیدائش کا) آنحضرت ﷺ کی نظر سے مخفی رہتا تھا۔ نہ وہ حصہ فنا ہوتا تھا اور نہ الگ کیا جاتا تھا۔

پانچویں صورت تمثل وہ ہے جو شیخ الاسلام بلقینی استاذ حافظ حجر سے حاشیہ ص۱۱۰ میں اصل عبارت کے ساتھ منقول ہوئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل سکڑ کر انسانی صورت وقامت میں ہو جاتے تھے۔ جیسے دھنی ہوئی روئی اکٹھی کرنے سے چھوٹی سی ہو جاتی ہے۔

ان چاروں صورتوں (۲،۳،۴،۵) سے جو ان اکابر نے بیان کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی صورت بھی جس میں جبرائیل آنحضرت ﷺ کو نظر آتے تھے۔ حضرت جبرائیل کی ایک اصلی صورت ہے اور جو صورت آپ کی دو دفعہ آنحضرت کو نظر آئی تھی وہ انسانی صورت سے علاوہ اور اس پر زائد تھی۔

اس امر کی مؤید حضرت ابن عباس کی وہ حدیث مرفوع ہے: ’’وروی ان لکل ملک منهم وجه رجل ووجه اسد ووجه ثور ووجه نسر اخرجه الحاکم وصححه (رسالہ تائید کفریات کادیانی از منشی احسن امروهی ص ۵۲) ‘‘ (جس کو

حاکم نے روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو منشی احسن امروہی نے اپنے رسالہ تائید کفریات کادیانی کے صفحہ۵۲ میں نقل کیا ہے) جس میں یہ بیان ہے کہ ملائکہ حاملان عرش کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان کا دوسرا شیر کا تیسرا بیل کا۔ چوتھا کرگس کا۔ ایسی ہی اگر حضرت جبرائیل کی اصلی صورتوں میں سے ایک صورت انسان بھی ہو اور ان چاروں صورتوں سے جو ان اکابر نے بیان کیا ہے۔ تشکل وتمثل جبرائیل کے وقت آپ کی صرف ایک وہی انسانی صورت ظاہر ہوتی ہو اور باقی صورتیں بقول امام الحرمین فنا ہو جاتی ہوں یا بقول امام ابن عبدالسلام جدا کی جاتی ہوں یا بقول حافظ ابن حجر وہ صورتیں آنحضرت ﷺ سے چھپائی جاتی ہوں تو کوئی تعجب وانکار کا محل نہیں۔ یہ پانچوں صورتیں تمثل کی ایسی ہیں جن سے جبرائیل کا اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنا ثابت ہوتا ہے۔ اس بیان سے کادیانی کے اس وسوسہ وحجت کا ردو جواب پورا ہوا اور ثابت ہوا کہ تمثلی وجود کے ساتھ حضرت جبرائیل کے نزول سے اصلی وجود کے نزول کی نفی لازم نہیں آتی۔ نہ اس صورت تمثلی سے جو شیخ عبدالحق نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے۔ کیونکر اس صورت میں جو مثال جبرائیل آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی۔ وہ ذات جبرائیل سے غیر نہ ہوتی تھی اور نہ ان پانچوں صورتوں تمثل سے جو ان علماء نے بیان کی ہیں اور از انجملہ ایک صورت خود شیخ نے بھی بعض علماء سے نقل کی ہے۔ یہ نفی لازم آتی ہے۔ کیونکہ ان صورتوں تمثل ومتشکل ہونے والی انسان صورت جبرائیل امین کی اصلی صورت کا ایک جزو حصہ بنتا ہے اور عین ذات جبرائیل نہ کچھ اور بالجملہ دو دفعہ جبرائیل امین کی اصلی یعنی پوری صورت وخلقت سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے اور اکثر اوقات تمثلی صورت سے نزول فرمانے سے کادیانی کا یہ عقیدہ کفریہ کہ جبرائیل اپنی ذات سے اور اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آتے تھے بلکہ آسمان سے کبھی جدا نہیں ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو نظر آنے والی صورت جبرائیل کی عکسی تصویر اور آنحضرت ﷺ کی خیالی صورت تھی۔ ایسا باطل ونیست ونابود ہوتا ہے کہ اب اس کے وجود میں آنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اب ہم اس نمبر اوّل اعاذہ کو ان ہی دوازدہ گانہ اکاذیب مغالطات وکفریات کادیانی کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔ باقی پھر سہی۔ یار باقی صحبت باقی۔

اس نمبر کے ملاحظہ سے امید ہے۔ ناظرین منصفین کادیانی کے کذب وفریب کفر پر

مطلع ہوکر اس کو زندیق (چھپا مرتد) اور اسلام اور رسول کو چھپا دشمن سمجھیں گے اور جو لوگ دھوکہ میں آ کر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں۔ وہ اب اس سے رہائی لیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اور جو صاحب اس نمبر اعاذہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد بھی اس کو مسلمان اور سچا سمجھیں وہ بنظر خیر خواہی اسلامی اس کے ان کفریات واکاذیب ومغالطات کا اسلام وصدق وحق ہونا ثابت کریں۔ اس پر ہم ان کو حسب تفصیل ذیل انعام دیں گے۔ اکاذیب کفریات ومغالطات نمبر اوّل لغایت چہارم کو اسلام اور حق ثابت کرنے پر فی نمبر پچیس روپیہ نمبر ۵ تا ۱۲ تک فی نمبر پچاس وازانجملہ صرف ایک اس بات کے ثبوت پر کہ شیخ عبدالحق صاحب جبرائیل امین کے اصلی وذاتی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے کے قائل نہ تھے۔ یا اس بات کے ثبوت پر کہ تمثلی وجود کے ساتھ نزول سے حقیقی وجود کے نزول کی نفی لازم آتی ہے۔ ایک سو روپیہ انعام اس انعام پر بھی کادیانی اور اس کے غالی متبع نہ ان کفریات واکاذیب کا اسلام اور حق ہونا ثابت کریں اور نہ اپنے کفریات سے رجوع کریں تو عام مسلمان یقین کریں کہ ان لوگوں کو اسلام اور حق سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ لوگ دیدہ دانستہ اسلام کی مخالفت کررہے ہیں۔

بعض متفرق مضامین کتاب وساوس کادیانی کے جواب کی تمہید اور جملہ مضامین کتاب کی فہرست

بعض مضامین کتاب کا جواب کادیانی نے جلد چاہا ہے اور اس جواب کے لئے متعدد رجسٹری شدہ خطوط کے ذریعہ سے تقاضا کیا ہے۔ لہٰذا ترتیب مضامین کتاب کا لحاظ اٹھا کر ان مضامین کا جواب دیا جاتا ہے۔ مگر اس سے پہلے اس کتاب کے جملہ مضامین کا خلاصہ بطور فہرست بیان کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہوکہ نمبر اوّل اعاذہ میں اس کتاب ے کس قدر مضامین کا رد ہو چکا ہے اور کس قدر باقی ہے۔ وازانجملہ کس حصہ کا جواب عام اہل اسلام اور خاص کر اشاعۃ السنۃ کے ذمہ پر ہے اور کس قدر حصہ مستحق جواب نہیں ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ کتاب دافع الوساوس ص۶۰۴ میں ازانجملہ ص۲۸۸ میں کتاب کا مقدمہ ہے۔ جس میں کادیانی نے بزعم خود اسلام کی حقیقت بیان کی ہے۔

اس بیان حقیقت اسلام کے ضمن میں (ص۱۹۹ تا ۲۶۰، خزائن ج۵ ص ایضاً) اس نے اخبار نور افشاں کو مخاطب کیا اور اس کے اس دعویٰ کا جواب دیا ہے کہ مسیح قیامت کی زندگی ہے

اوراس بیان کے ضمن میں بذیل حاشیہ ص ۲۲۶ تا ۲۷۳ تک اس نے سرسید کو مخاطب کیا اوران باتوں کے سبب وہ ان پر معترض ہوا ہے جو خوداس کے مذہب واعتقاد کا جز ہیں۔صرف عنوان اور پیرایہ کا فرق ہے۔اس سے اس نے اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو یہ جتایا ہے کہ وہ سرسید کا شاگرد اور نیچری المذہب نہیں ہے۔ حالانکہ وہ خود پکا نیچری اور سرسید کا شاگرد ہے۔مگر عاق ونافرمان بردار۔

اسی بیان کے ضمن میں (ص ۲۶۱ تا ۲۷۱، خزائن ج ۵ ص ایضاً) اس نے اہل اسلام کے مقابلہ میں مباہلہ کا اشتہار دیا ہے۔جس میں خصوصیت کے ساتھ اس خاکسار اور ہمارے شیخ اور شیخ الکل کو مخاطب کیا ہے۔

اسی کے ضمن میں (ص ۲۷۲ تا ۲۷۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً) اس نے برہمو آریہ اور پادریوں وغیرہ مخالفین اسلام کو اشتہار دیا ہے۔جس میں نشان نمائی کا فضول اور جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔

اسی کے ضمن میں (ص ۲۷۹ تا ۲۸۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً) اپنی پیشین گوئی متعلق موت خسر فرضی کا ذکر کیا ہے۔

یہ مضامین مقدمہ متضمن بیان حقیقت اسلام ہیں جن کو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کہاں تک حقیقت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ان مضامین کے اکثر حصہ کا جواب جو اہل اسلام خصوصاً اشاعۃ السنۃ کے ذمہ تھا۔اعاذہ کے نمبر اوّل میں ادا ہوا ہے اور اقل قلیل باقی ہے۔

اس کے بعد (ص ۲۷۹ تا ۳۲۶، خزائن ج ۵ ص ایضاً) کادیانی نے اس مراسلت کو نقل کیا ہے۔ جو خاکسار اور کادیانی میں بابت ایک منذر الہام وپیشین گوئی متعلق موت خسر فرضی کادیانی ہوئی ہے۔

اس کے ضمن میں (ص ۲۹۱ تا ۳۱۰، خزائن ج ۵ ص ایضاً) کادیانی نے اس عاجز کو اس قدر گالیاں دی ہیں کہ ان کو دیکھ کر کوئی مسلمان صاحب حیا وایمان کادیانی کو انسان نہ کہے گا۔ چہ جائیکہ ولی وہ صاحب عرفان، ازانجملہ دس دفعہ لفظ لعنت ہے جو جلی قلم سے لکھا گیا۔

اس کے بعد (ص ۳۲۶ تا ۳۵۷، خزائن ج ۵ ص ایضاً) وہ مراسلت نقل کی ہے جو کادیانی اور خان صاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ میں ہوئی ہے۔

اس کے بعد (ص ۳۵۹ تا ۴۹۷، خزائن ج ۵ ص ایضاً) ایک تبلیغ کا مضمون ہے جس میں کادیانی نے جملہ علماء ہندوستان وپنجاب وعرب وغیرہ کو مخاطب کیا ہے اور اس میں پرانے

دعاوی کفریہ اوران کے دلائل وتاویلات وتحریفات کا اعادہ کیا ہے۔

اس کے بعد (ص۴۹۸تا۵۱۶،خزائن ج۵ص ایضاً) اپنے فضائل وکمالات کو بیان کیا ہے۔جس میں دل کھول کرکفر وکذب سے کام لیا ہے۔

اس کے بعد (ص۵۱۷تا۵۴۰،خزائن ج۵ص ایضاً) ملکہ معظّمہ انگلینڈ وقیصر ہند کی خوشامداور جھوٹے دل سے تعریف کی ہے۔

اس کے بعد (ص۵۴۰تا۵۸۱،خزائن ج۵ص ایضاً) پھراپنے اوراپنے بڑوں کے فضائل اوراپنے عقائد کفریہ اوراس کے دلائل بیان کئے ہیں۔

اس کے بعد (ص۵۸۱تا۵۹۰،خزائن ج۵ص ایضاً) اپنے تابعین کی محامد وفضائل بیان کئے ہیں۔

اس کے بعد (ص۵۹۰تا۶۰۴،خزائن ج۵ص ایضاً) ہمارے خط نمبری ۲۰۷، مؤرخہ ۹/جنوری کا جو ہمارے رسالہ میں منقول ہے۔ جواب دیا ہے مگر اصل خط کونقل نہیں کیا۔اس جواب میں اپنی رہی سہی گالیوں کی کسر نکال کر ہمارے ۵۰سوالات متعلق پیشین گوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے جواب سے عاجز ہوکرعربی عبارت میں تفسیر لکھنے میں خاکسار سے مقابلہ کا دعویٰ کیا ہے۔یہ مضامین کتاب کی فہرست سے کتاب کے اخیر میں چند مضامین اورملحق کئے ہیں۔

پہلے ایک فتویٰ متعلق جواز شراکت میلہ سالانہ کادیانی ہے۔پھر جلسہ سالانہ میلہ کی کیفیت بیان کی ہے۔ پھر میر ناصر نواب کی تحریر نقل کی ہے۔ پھر لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی درج کی ہے۔پھر شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پورکوایک دھمکی دی ہے۔

ان مضامین کے اکثر حصہ کوجلی قلم سے لکھوایا ہے اور کتاب کو ڈمی کاغذ پر چھپوا کر کتاب کا حجم موٹا کردیا ہے تاکہ عوام ناشناس حجم کتاب کودیکھ کرکادیانی کو بڑا مولوی وعالم یا خدا کی طرف ملہم اورمؤید من اللہ سمجھیں اوراس سے اس کی ولی ومہدی مسیح ہونے کا یقین کریں۔ مگر اہل علم وحقیقت شناس ان مضامین کوفہرست میں دیکھ کراور پھر اصل کتاب سے مطابق کر کے امید ہے۔یقین کریں گے کہ یہ کتاب ایک مداری کا کھیل یاد دلاتی ہے یا اشیاء ادویات وغیرہ کا بکس ہے جس پر رنگ برنگ کاغذ گلر اور خوبصورت حروف لکھ کراس کو ہردلعزیز بنایا جاتا ہے اور درحقیقت یہ مضامین نئے مضامین نہیں ہیں بلکہ وہی پرانے کفریات والحادات وتاویلات وتحریفات کادیانی میں جن کو وہ پچھلے رسائل واشتہارات میں سالہا سال سے ظاہر

کررہا ہے۔اب صرف ان کو رنگ دوسرا دے دیا ہے اوران کا پیرایہ وطرز بیان بدل دیا ہے۔

ہاں! اس میں ایک نیا کمال یہ دکھایا ہے (اور شاید اس کی نظر سے اس کا نام آئینہ کمالات رکھا ہے) کہ ان میں فحش گالیوں کو حد کمال تک پہنچا دیا۔ اس میں نہ گالیوں کے بدلے گالیوں کا ڈر رکھا ہے۔ نہ قانون عدالت کا خوف کیا ہے اوراس مضمون تبرّ ابازی کے سوا اس کے جملہ مضامین کا جواب گزشتہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنۃ میں ادا ہوچکا ہے اوران کے نئے پیرایہ اور نئے رنگ کو اب اعاذہ نمبراوّل میں اوراس سے پہلے مضمون میں کھولا گیا ہے اور جو باتیں اس میں اقوام یا اشخاص غیر کے متعلق ہیں۔ ان کا جواب دینا اشاعۃ السنۃ کا فرض ہی نہیں ہے۔لہٰذا اس مداری کی کھیل یا ولایتی بکس کے مقابلہ کی اب اشاعۃ السنۃ کو ضرورت نہیں رہی۔ تاہم وہ کادیانی کے پاس خاطر سے اور عوام مسلمانوں کو دھوکہ ومغالطہ کادیانی کے بچانے کے لئے ان مضامین کی وقتاً فوقتاً قلعی کھولتا رہے گا۔ بالفعل اس کے ان مضامین کا جواب دیا جاتا ہے۔ جس کے جواب کا وہ بذریعہ رجسٹر وخطوط اشتہارات سخت متقاضی ہے اور وہ تین مضمون ہیں۔ اوّل: درخواست مباہلہ۔ دوم: درخواست اجازت اشاعت الہام منذر۔ سوم: اس امر کی درخواست کہ خاکسار اس کے مقابلہ میں عربی عبارت میں کسی صورت قرآن کی تفسیر لکھے۔ یہ ان تینوں درخواستوں کا اجمال ہے۔ان کی تفصیل جوابات کے ذیل میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! ان تینوں درخواستوں کا ایک مجمل جواب کادیانی کو دیا گیا تھا۔ جس کی نقل ذیل میں ہے۔

لاہور، ۱۸/اپریل ۱۸۹۳ء نمبر ۱۹۰

غلام احمد کادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہم دست عزیزم مرزا خدابخش اور دو رجسٹر خط وصول ہوئے۔ میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا۔ اس لئے تمہارے خطوط کے جواب میں توقف ہوا۔اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں۔

۲...... میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں۔ مباہلہ کے لئے تیار[۲۸] ہوں۔ بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں۔ میری نسبت جوتم کو منذر الہام ہوا ہے۔اس کی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں۔ مگر ہر ایک بات کا جواب

واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہیں باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

۳...... تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰/اپریل تک جواب ملے۔ ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا۔ کمال درجہ کی خفت ووقاحت ہے۔ اگر بعد اشتہار ان کا ادھر سے اجابت کا اشتہار رہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا۔

۴...... ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۰، مؤرخہ ۹/جنوری ۱۸۹۳ء کے لئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے اخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ یا ۲۰/اپریل تک آوے۔ کیوں موجب شرم نہ ہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو۔ وہ تم کو دجال، کذاب، کافر وزندیق سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں۔ کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کچھ تو شرم کرو۔ دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو۔ اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے۔ وصولی سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہوگی۔ (ابوسعید محمد حسین، ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ)

اس خط کے متعلق قادیانی نے جو کید (مکر) کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ ملاحظہ ناظرین کے لائق ہے۔ ۹/اپریل ۱۸۹۳ء ایک تحریر کے ذریعہ سے یہ مشتہر کر دیا کہ اس خط کے دفعہ۲ میں میری پھر ایک بات اور پھر ایک شرط اشتہار ۳۰/مارچ کو جن کی تعداد دس سے کم نہیں۔ (چنانچہ عنقریب ان کا بیان ہوگا) منظور کیا گیا ہے۔ حالانکہ جن تین باتوں کو ہم نے منظور کیا اور ان کی اجازت کے لئے مستعد ہونے کا اظہار کیا تھا۔ ان کی تفصیل خود اس خط کے دفعہ۲ میں ان پر نمبر (۱،۲،۳) لگا کر دیئے تھے۔ اس تفصیل نمبروار کو دیکھ کر کسی صاحب فہم وحیاء کو اس امر سے گنجائش نہیں ہے کہ وہ ہر ایک بات کے لفظ سے بجز ان تین باتوں کے جن پر نمبر لگائے گئے اور وہ نمبر خود قادیانی کے چھاپے ہوئے خط خاکسار میں بھی موجود ہیں۔ اشتہار ۳۰/مارچ ۱۸۹۳ء قادیانی کی دس باتیں یا کوئی اور بات مراد ٹھہرالی۔

قادیانی نے اس غرض سے یہ مکر کیا اور جھوٹ بولا ہے کہ اس کی شرائط اشتہار ۳۰/مارچ ۱۸۹۳ء میں سے اگر کسی شرط پر جانب ثانی سے اعتراض ہوا تو اس پر یہ الزام دیا جاوے گا کہ پہلے تو تم نے ان سب شرائط کو مان لیا تھا۔ اب اس تسلیم کے برخلاف اعتراض

کیوں کرتے ہو۔

ناظرین اگر خط نمبری ۱۹۰ فقرہ نمبر۲ کے لفظ ہر ایک بات اور اس کی تفصیل نمبر۱، ۲، ۳ کو ملاحظہ فرمائیں گے اور پھر کادیانی کے اس مکروفریب کو توجہ سے دیکھیں گے تو ہمارے اس دعویٰ کی کہ کادیانی کی کوئی تحریر کوئی تقریر جھوٹ اور فریب سے خالی نہیں ہوتی۔ تصدیق کریں گے اور کادیانی کے دجال کذاب ہونے پر یقین وایمان لاویں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

یہ ہمارے مجمل جواب کے جواب کا جو کادیانی نے دیا ہے۔ جواب ہے اب اس کی درخواستوں کا مفصل جواب سنو۔ جس میں پہلے اس کی درخواست کی تفصیل ہوگی۔ پھر اس کا جواب دیا جائے گا۔

پہلی درخواست مباہلہ کا جواب (جو اعاذہ رحمانی کا نمبر۲ ہے)

نقل درخواست کادیانی

(وساوس ص۲۶۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کادیانی نے کہا ہے کہ: ''ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی[۲۹] اختلاف کی وجہ سے کافر ٹھہراتے ہیں۔ عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔ اس طرح پر کہ اوّل آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل ازروئے قرآن اور حدیث کے سناؤں۔ اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بٹالوی اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے وہ تمام مولوی جو مجھے کافر ٹھہراتے ہیں اور میں ان تمام مولویوں کو آج کی تاریخ سے جو ۱۰/دسمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔''

اور اس کے (ص۲۶۳، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں کہا ہے: ''اور مباہلہ کی اجازت کے بارہ میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا ہے۔ وہ یہ ہے: **نظر اللہ الیک معطرا وقالوا تجعل فیہا من یفسد فیہا قال انی اعلم ما لاتعلمون قالوا الکتاب ممتلے من الکفر والکذب قل تعالوا ندع ابناء نا الی اٰخر الاٰیۃ**''

پھر (ص۲۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں اس کا ترجمہ کیا اور کہا ہے: ''یعنی خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین

پر ایک ایسے شخص کو قائم کردے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے تو خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور ان لوگوں نے کہا کہ اس کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹیوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔‘‘

اس کا جواب:

منظور، منظور، منظور! آپ جس وقت چاہیں اور جس مکان میں چاہیں (بجز قادیاں کے جو آپ کا مسکن اور محل اندیشہ ہے) لاہور میں خواہ بٹالہ میں مجلس مباہلہ منعقد کریں اور مجھے بلالیں۔ آپ ہی مجھ سے مباہلہ کرنے کے مدعی بنے ہیں۔ لہٰذا آپ ہی کے ذمہ اہتمام انعقاد مجلس ہے۔ اس مجلس میں آپ اپنے عقائد کے دلائل سنائیں۔ ان دلائل کو میں آپ کے حیل اور مغالطات سمجھوں گا۔ جیسا کہ اس وقت تک آپ کے دلائل ہیں تو اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت یہ دعویٰ کروں گا۔ کتاب ’’ممتلئے من الکفر والکذب‘‘ یعنی آپ کی تصانیف جن پر میں نے نکتہ چینی کی ہے۔ کفر اور کذب سے پر ہیں۔ پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار لعنت کہوں گا۔ مگر یہ لعنت ان ہی لفظوں پر ہوگی جو ہم نے بیان کئے ہیں اور وہ آپ ہی کے الہام کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کو بدل کر آپ اور الفاظ پر لعنت کہلانا چاہیں گے تو ہرگز منظور نہ ہوگا اور اس تبدل وتغیر سے آپ کا دعویٰ الہام بے اعتبار ہوگا یا آپ کا ملہم (جو واقع میں معلم الملکوت ہے) ناعاقبت اندیش ٹھہرے گا کہ اس نے پہلے کمی بیشی کو نہ سوچا۔ اب اس الہام میں کمی بیشی کرنا چاہتا ہے اور اس کمی وزیادتی سے آپ کا اور آپ کے ملہم کا گریز ثابت ہوگا۔ لہٰذا انعقاد مجلس مباہلہ سے پہلے آپ اس بات کا اقرار شائع ومشتہر کردیں کہ ان ہی الفاظ پر ہم جانب ثانی سے مباہلہ کرائیں گے اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں گے۔ ان میں اگر ایک لفظ کمی یا زیادتی کریں گے تو دعویٰ الہام مذکور میں جھوٹے اور مباہلہ میں شکست یافتہ سمجھے جائیں گے۔ یہ تو اس مضمون کی نسبت آپ کے الہام کے مطابق فیصلہ ہوا۔ جس پر ہم مسلمان قسم کھانا اور جھوٹے کو لعنت بھیجنا منظور کرتے ہیں۔ مگر اس الہام اور دعویٰ مباہلہ میں آپ نے ان الفاظ کو درج نہ کیا۔ جن پر آپ قسم کھائیں گے اور جھوٹے کو لعنت سنائیں گے۔

یہ آپ کا دھوکہ اور لعنت سے بچنے کے لئے ایک حیلہ ہے۔ آپ غالباً ایسے الفاظ پر قسم کھائیں گے جن کے سبب باوجود جھوٹے ہونے کے آپ لعنت کا مورد ہونے سے بچ

سکیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ بھی ان الفاظ کو پہلے مقرر کر دیں تا کہ ہم مسلمان ان الفاظ میں نظر کریں کہ وہ آپ کے جھوٹے ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب ہوسکتے ہیں یا حیلہ وحوالہ سے وہ لعنت کو ٹلانے والے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں یہ ہونی چاہئے۔ میں غلام احمد کادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آج کل ظاہر کئے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی شہادت قطعی سے حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والے مسیح سے خدا اور اس کے رسول کی مراد میں ہی ہوں اور جبرائیل امین بذات خود انبیاء علیہم السلام کے پاس کبھی نہیں آیا بلکہ وہ آسمان سے اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی ملک الموت وغیرہ فرشتے بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ وغیرہ وغیرہ! آپ کے عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنۃ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر بیان ہوئے ہیں۔ خدا اور رسول کے نزدیک اسلامی عقائد ہیں۔ خدا ورسول کے کلام میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہیں ان کے یہی معنی خدا رسول کی مراد ہیں جو میں (کادیانی) نے مراد ٹھہرائے ہیں اور یہی معنی ان الفاظ ونصوص کے آنحضرت ﷺ کے اصحاب وتابعین وغیرہ آئمہ دین نے جو قرون ثلثہ کے اندر گزر چکے ہیں خدا اور سول کی مراد سمجھے ہیں۔ اس بیان میں اگر میں (کادیانی) جھوٹا ہوں تو مجھ (کادیانی) پر خدا کی وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔ ان الفاظ پر قسم کھانے میں آپ کو تأمل ہو تو آپ اس تأمل کی وجہ بیان کر کے اور الفاظ تجویز کریں۔ ان الفاظ کے قیود میں جو کید وحیل آپ مخفی رکھیں گے ہم ان کو ظاہر کر کے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ کہلا لیں گے جو آپ کے جھوٹا ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب وجالب ہوں۔ الحاصل جب تک آپ وہ الفاظ انعقاد مجلس سے پہلے بیان نہ کریں اور مسلمانوں سے ان الفاظ کو تسلیم نہ کرالیں تب تک آپ کا یہ دعویٰ مباہلہ آپ کی ایک چال ہے اور صرف اپنے دام افتادہ حمقاء کے لئے جال اور ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے۔

یہ نفس درخواست مباہلہ کا جواب اور اس میں آپ کے ایک کید کا بیان ہے۔ اب اس درخواست مباہلہ کی میعاد کے متعلق ایک اور کید کادیانی کا اظہار وبیان ہوتا ہے۔ آپ نے اس مباہلہ کی میعاد ۱۰/دسمبر ۱۸۹۲ء سے چار مہینے مقرر کی۔ مگر یہ کتاب جس میں یہ مباہلہ درج ہے پانچویں مہینے اوسط اپریل میں شائع کی اور طرفہ یہ کہ وہ کتاب اب تک اپنے اخص

میں مخاطبین مباہلہ حضرت شیخ الکل اور خاکسار کے پاس نہیں بھجوائی۔ پوری کتاب بھیجنے سے کادیانی کوخست اور بخل مانع تھا تو اشتہار مباہلہ کے اوراق کتاب یا پروف متعلق بمباہلہ کو ہی بھیج دیا ہوتا۔ کادیانی ہمیشہ لاف زنی کیا کرتا ہے کہ میں اپنے مخالفوں کو کئی ہزار رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج چکا ہوں۔ کیا اب وہ یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں نے اس مباہلہ کا اشتہار شیخ الکل یا خاکسار کے نام رجسٹری کرا کے بھیجا ہے؟ یا نہیں تو پھر اس میعاد مقرر کرنے سے اس کی غرض بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ میعاد مقررہ مباہلہ تک فریق ثانی کو اس دعویٰ مباہلہ پر اطلاع نہ ہو اور اس عرصہ میں اس طرف سے مباہلہ کی اجابت وقوع میں نہ آوے۔ تو پھر یہ مشتہر کیا جاوے کہ فریق ثانی نے مباہلہ سے انکار وگریز کیا ہے۔

یہ عادت کادیانی کی ۱۸۹۱ء سے مستمر چلی آتی ہے کہ جو رسالہ جو پرچہ جو اشتہار ہمارے مقابلہ میں چھپاتا ہے اس کو ہمارے پاس نہیں بھیجتا۔ ان دنوں صرف چند اوراق وساوس جس میں ۳۰/مارچ کا اشتہار ہے ہم دست مرزا خدا بخش اور ایک تحریر مؤرخہ ۱۹/اپریل بذریعہ ڈاک اس نے ہمارے پاس ارسال کی ہے۔ باقی تحریرات واشتہارات اس کے ہم نے اور وسائل سے مشکل کے ساتھ حاصل کئے ہیں۔ آپ نے ازالہ کی بابت اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چھپ کر نکلے گا سب سے پہلے آپ کے پاس بھیجا جائے گا۔ پھر جب چھپ کر شائع عام ہوا اور ہمارے پاس نہ پہنچا تو ہم نے خود قیمتاً طلب کیا۔ پھر بھی ہمارے پاس اس نے وہ رسالہ نہ بھیجا۔ تب سے ہم نے بھی اشاعۃ السنۃ کا اس کے پاس بھیجنا موقوف اور بند کردیا۔ باوجودیکہ اس سے پہلے سالہا سال سے اس کے پاس بلاقیمت یہ رسالہ جاتا رہا۔ اس بندش پر بھی جو مضمون جواب طلب اس کے رد میں چھاپا جاتا ہے۔ اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ جس کا اقرار اس کی تحریروں میں موجود ہے۔ پھر اس کا اپنی تحریرات کو ہمارے پاس نہ بھیجنا کمال درجہ کی خست ودناءت وبخل اور بزدلی نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری درخواست اجازت اشاعت الہام منذر کا جواب
(جو اعاذہ رحمانی کا نمبر۳ ہے)

نقل درخواست

یہ درخواست کادیانی کی اس خط میں منقول ہے جو اس رسالہ کے ص۵،۶ درج

ہے۔اس کا دندان شکن جواب ہم نے کادیانی کو اپنے خط نمبر اوّل ۱۸۹۳ء میں جو رسالہ کے ص ۷ سے ۱۵ تک مندرج ہے دیا تو کادیانی اس سوال سے ساکت ہوا۔ مگر اپنے حمقاء اتباع کو وہ یہ کہتا اور سمجھاتا رہا کہ ہمارا مخاطب (خاکسار) ہمارے الہام منذر سے ڈر گیا ہے۔ تب ہی وہ عام اجازت اشاعت نہیں دیتا۔ بلکہ قانون عدالت کے لحاظ و پابندی سے اشاعت کی اجازت دیتا ہے۔ اس خوف کا خیال ان حمقاء کے دماغ میں جاگزیں و مستحکم ہوگیا تو ۴/اپریل مطابق ۱۶/رمضان کو وہ ایک رجسٹری شدہ خط کے ذریعہ سے پھر اشاعت الہام مذکور کی اجازت کا خواستگار ہوا ہے اور ہمارے سابق جواب کی اس بات کا کہ جو الہام کسی کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے اس الہام کی اشاعت اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے اور اگر آپ کے الہامات نظر ثانی و حکم ثانی کے سوا لائق اشاعت نہیں ہوتے تو آپ اپنے ملہم سے کیوں اجازت نہیں لیتے۔ یہ اجازت مجھ سے کیوں چاہتے ہیں۔ اس خط میں اس نے یہ جواب دیا ہے کہ مشورہ لینے کا حکم آیت ''**وشاورھم فی الامر**'' میں آچکا ہے اور کتاب وساوس کے حاشیہ ص ۱۱۶ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ: ''الہام تین قسم ہوتے ہیں۔ ازانجملہ ایک قسم وہ ہے کہ جس کے اظہار و عدم اظہار کا ملہم کو اختیار دیا جاتا ہے۔''

کادیانی کے اس دوبارہ درخواست کرنے سے اور اس کے اتباع کے اس درخواست کو پسند کرنے اور اس سے اس کو سچا اور ولی و ملہم سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کادیانی تو شرم وحیاء و خداترسی و عاقبت اندیشی سے (جو انسانیت کے لوازم سے ہے) معرّا تھا ہی اب اس کے اتباع نے بھی اس کے شیوہ اختیار کیا ہے اور انہوں نے علاوہ بر آں بحکم آیت: ''**ذٰلک بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علٰے قلوبھم فھم لا یفقھون**'' (اس لئے کہ وہ ایمان لاکر کافر ہوگئے تو خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ اب وہ کچھ نہیں سمجھتے) فہم وفقاہت کو بھی استعفاء دے دیا ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ جو شخص کسی کے الہام سے ڈرتا ہے وہ اس کو ملہم ماننے اور اس کی پیروی کرنے میں کب توقف کرتا ہے اور جو اس کو کافر و زندیق و مرتد و ملحد سمجھتا ہے وہ اس کے الہام کو بجز احتلام شیطان اور کیا خیال کرتا ہے اور وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ خدا کے منذر الہام کی تبلیغ کی اشاعت کی اجازت دوسرے سے چاہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور مشورہ کا حکم بشہادت آیت مذکورہ ان امور میں ہے جن میں خدا کی طرف سے کوئی حکم والہام نہ ہو اور ایسے ہی امور میں آنحضرت ﷺ نے اپنے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تھا۔ کبھی کسی منصوص حکم کی

تعمیل وتبلیغ میں کسی سے مشورہ نہیں لیا اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر کادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کے الہامات ایسے ہی ہوتے ہیں جو دوسرے کے مشورہ اور اصلاح کے بغیر تبلیغ واشاعت کے لائق نہیں ہوتے تو پھر ان کی اشاعت وعدم اشاعت کے متعلق اپنے مخلص احباب سے مشورہ کرنا تھا نہ اپنے خصم اور دشمن سے جس کی نسبت اس کو الہام ہوا ہے اور وہ اس الہام کو احتلام شیطان سمجھتا ہے۔ اس مشورہ کی نظیر کسی سابق ملہم کے الہامات ومشاورات میں پائی نہیں گئی۔ پھر ہم اجازت چاہنے کو مشورہ کیوں مان رہے ہیں اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اگر الہام اس قسم کا ہے جس میں کادیانی کو اظہار وعدم اظہار کا اختیار دیا گیا ہے تو پھر وہ اپنے اختیار سے کیوں کام نہیں لیتا اور اس اختیار کو اپنے دشمن کے اختیار میں کیوں سپرد کرتا ہے۔

اس کے ان حیلوں اور نکمے عذروں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس الہام کے دعوے میں جھوٹا اور فریبی ہے۔ پھر ہم اس جھوٹ وفریب کو کیوں نہیں سمجھتے اور کیوں اس کی ولایت کے معتقد ہو رہے ہیں۔ کادیانی کی اس بے شرمی اور اس کے اتباع کی اس نافہمی سے یقین ہوا کہ وہ اس قسم کے علمی جوابات ودلائل سے ہرگز منفعل نہ ہوں گے اور ہزار دلیل واعتراض سن کر بھی کہتے چلے جائیں گے کہ صاحب اشاعت السنۃ ہمارے الہام سے ڈرتا ہے۔ لہٰذا اب ان کے مقابلہ میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو چال وہ چلیں وہی ہم اختیار کریں اور ان کو مصرعہ ؎

بہر رنگے کہ مے آئی شناسم

سنا کر انہی کے رنگ میں ان کی اس درخواست کا جواب دیں۔ بناءً علیہ پہلے خط نمبری ۱۹۰ میں ان کی اس درخواست کا مجمل جواب دیا گیا ہے۔ اب حسب ذیل اس اجمال کی تفصیل کی جاتی ہے۔

تفصیل جواب درخواست

کادیانی صاحب! اشاعت الہام مذکور کی آپ کو اجازت ہے۔ اجازت ہے۔ اجازت ہے اور اس پر یہ تحریری شہادت ہے۔ مگر اس اشاعت کی صرف یہی ایک صورت مناسب نظر آتی ہے کہ وہ منذر الہام پہلے اشاعۃ السنۃ میں آپ چھپوائیں اور اس کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں۔ پھر جس اخبار میں چاہیں اس کو درج کرائیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ

آپ اس الہام کی ایک قلمی نقل مصفّٰی میرے پاس بھیج دیں اور اس کی اشاعت کی درخواست کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کریں کہ اس الہام کے الفاظ میں ''من بعد'' نہ ایک لفظ کی کمی ہوگی نہ ایک حرف کی زیادتی۔ ومعہذا اس الہام کے معنی بھی اپنے ملہم سے پوچھ کر تحریر کر دیں۔ اگر اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہوں جن کو ہر شخص عارف لغت واہل زبان سمجھ سکتا ہے تو یہ لکھ دیں کہ ملہم نے بتادیا ہے کہ اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہیں اور اگر کوئی تاویلی معنی مراد ہوں تو ان معنی کی تاویل وتشریح کر دیں۔ پھر اگر میں اس الہام کے الفاظ اور معنی کو واضح وبلا اشتباہ پاؤں گا تو فوراً اس کو رسالہ میں چھاپ کر اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اور اگر اس کے الفاظ وقیود میں کیود (مکر) وحیلہ سازیاں اور دھوکہ بازیاں پاؤں گا یا اس کے معانی کو ذوے الوجوہ دیکھوں گا تو پہلے چند سوالات کے ذریعہ سے آپ کے قلم وزبان سے اس کی تشریح وتوضیح کراؤں گا۔ پھر اس کو چھاپ دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! فرمائیے! اب تو اجازت ہوئی بلکہ خود اشاعت کی ذمہ داری بھی کی گئی ہے۔ یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔ رہ گئی ہے تو فرمائیے وہ کسر نکال دی جائے۔

اس باب میں آپ سے تو اتنا ہی خطاب ہے۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور آپ کے اتباع سے حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

حضرات! آپ لوگ جو کادیانی کے کید اور مکر وفریب سے واقف نہیں شاید یہ خیال کریں کہ یہ اجازت اشاعت تو ہے مگر محدود ہے اور کیوں اجازت غیر محدود نہیں دی گئی کہ وہ جس اخبار میں چاہے اس الہام کو چھپوادے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے الہام کو بلا معانیہ وملاحظہ اسی کے ذریعہ واختیار واہتمام سے اگر اس کو چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے گی تو وہ اس الہام میں ایسی قیدیں لگادے گا اور ایسے الفاظ ذوالوجوہ اور متحمل المعانی اس میں بھر دے گا جن سے وہ باوجود سو بار جھوٹا ہو جانے کے جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔ کیا آپ صاحبوں نے اس کے سابق اشتہارات متضمن الہامات وبشارات نہیں دیکھے۔ جن میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے اور پھر وہ جھوٹا ہونے میں نہیں آتا اور فرط حیاء سے ان الہامات کے صدق کا مدعی ہے اور انہیں کی دستاویز سے خم ٹھونک کر الہامی بنا ہوا ہے۔

اس کے گزشتہ الہامات وبشارات میں سے ایک الہام تولد فرزند عمنوائیل وبشیر کو بطور تمثیل ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے اور پھر

سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے ایک اشتہار دیا جس میں یہ درج کیا: ’’میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت صاحب شوکت و دولت ہوگا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والاٰخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔‘‘ (ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ص۳، خزائن ج۵ ص۶۴۷)

ایسے ہی اور صفات اس لڑکے کے بیان کئے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہیں۔

اس اشتہار کی نقل اب کادیانی نے اپنے وساوس کے آخیر میں چھاپ دی ہے جو آسانی سے ملاحظہ ناظرین میں گزر سکتی ہے۔

اس اشتہار میں چونکہ آپ کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) تاریخ وماہ وسال تولد فرزند بھول گیا تھا۔ لہٰذا آپ کو اس کا فکر ہوا تو آپ نے ۲۲/مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ: ’’ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۳)

اس پر اسلام کے مخالفوں ہندوؤں وغیرہ نے کادیانی کو اسلام کا وکیل وحامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی اور یہ بات چھاپ کر مشتہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ جس پر کادیانی نے اپنے ملہم (معلم الملکوت) کے حضور میں حاضر ہوکر اس امر کے (یعنی تعیین میعاد کے) لئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو کادیانی نے اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں درج کر کے مشتہر کیا کہ: ’’ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۷)

پھر اس کو اس الہام کی تفسیر میں ایک اور خفی الہام ہوا۔ جس کو وہ (اشتہار ۷/اگست ۱۸۸۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۴۱) میں خفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے۔ چنانچہ عنقریب وہ الہام منقول ہوگا) وہ الہام یہ ہے (جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہے۔ اس اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں بیان کیا گیا ہے) ’’اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر

اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ جل شانہ کا ہے۔ اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۷)

یہ بعینہ آپ کے الفاظ میں اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار کہتا ہے کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں ہے بلکہ معلم الملکوت کے بندہ ہیں اور اسی نے آخری فقرہ زیرخط انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ تان کر الہام (۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۳) کا مصداق اور اس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ کہ ''آنے والا یہی ہے'' کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جاوے گا اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کہ ''یا ہم دوسرے کی راہ تکیں'' کی دستاویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے۔

آپ کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے بدمعاش جوگیوں کی وہ پیشین گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کی بتائی ہوئی خبر کی دستاویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کر لیتے ہیں اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔

آپ کا ملہم عیار (معلم الملکوت) ان بدمعاشوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام وپیشین گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہام موعود ہونے کا ثبوت دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت۔

ان دنوں آپ کی بی بی کو حمل تھا۔ جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حملہ کی نظیر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا۔ شک تھا تو صرف اس میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے اور یہ لڑکا اور ہے۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں شک دونوں آپ کی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ آنے والا یہی ہے یا ہم اور الخ!

صاف ظاہر ہورہے ہیں اور ہر کس و ناکس کو جو مذکر الفاظ ہوگا اور لڑکا اور آنے والا اور مؤنث الفاظ ہوگی اور لڑکی اور آنے والی میں تمیز کر سکتا ہے۔ یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ کادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا مگر خدا تعالیٰ نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کیا کرتا ہے۔ (گو تھوڑے دنوں اس کو مہلت بھی دیتا ہے) اس دعویٰ اور یقین میں کادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بھی مرگئی۔ جس سے تمام ہندوستان میں کادیانی کی رسوائی ہوئی اور اس کے سبب اور ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو آریہ وغیرہ مخالفوں کے سامنے ندامت اٹھانی پڑی۔ مگر کادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل وحیاء دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پروانہ کی بلکہ الٹی آریوں کی خبر لی۔ ان کے جواب میں ایک دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا۔ میرے اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے اور اس کے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے حمقاء اتباع کی نظروں میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

اس نے یا اس کے اتباع سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا۔ اس میں یہ الفاظ جو لڑکا اب پیدا ہوگا آنے والا یہی ہے تو صریح اور صاف موجود ہیں اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی نہ فہم اور رائے پر مبنی۔ پھر ہمارا وہ الہام ۸/اپریل ۱۸۸۶ء جس کے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین ہوتا تھا جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطان کا احتلام جان لیں اور آئندہ اس دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں اور جو ذلت اس کی پہلی دفعہ ہو چکی ہے اسی پر اکتفاء کریں۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی اور ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرات حیاء اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے۔ وہ برابر اسی خیال میں رہے یہاں تک کہ ۷/اگست ۱۸۸۷ء ایک منحوس و نامبارک لڑکا (بظاہر بشیر نامی) کادیانی کے گھر میں پیدا ہوا پھر کیا تھا کادیانی آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور وغل مچایا۔ پنجاب و ہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ جتایا کہ وہ الہامی موعود لڑکا ہے اور اس کا بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا۔ جس میں دف اور ڈھول بجائے گئے۔ پھر کسی نے اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ فرشتے آسمان پر باجے بجا رہے ہیں۔ پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں اور اس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ

اشتہار جاری کیا جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا۔

خوشخبری

''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خداتعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حملہ موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶/ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمدللہ علےٰ ذلک!''

اب دیکھنا چاہئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتلایا جائے۔ سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔ کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پاکر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا۔ یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ ''جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا'' حمل موجود سے خاص تھا۔ جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر وتقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے۔ کیونکہ کسی الہام کے معنی وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خداتعالیٰ سے خاص طاقت پاکر اس کے معنی کرتا ہے۔ پس جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک خفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے۔ کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔

بلکہ خودسوچ لینا چاہئے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امرغیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے تو وہ اپنے اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسے کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعویٰ کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر: خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۴۱،۱۴۲)

اس اشتہار میں گو صرف یہی لکھا گیا کہ یہ ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والا لڑکا ہے۔ مگر زبانی کس وناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰/فروری میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور ایک پونہ کے رہنے والے اردوخواں سپاہی کے (جو کادیاں کے پاس سے ہوکر خاکسار کے پاس بھی لاہور میں پہنچا تھا) نام سے شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶/ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے۔ جس کی نقل یہ ہے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی مندرجہ ومجریہ اشتہار ۲۰/فروری، ۲۲/مارچ، ۸/اپریل ۱۸۸۶ء پر ایک منصفانہ نظر

(مراسلہ)

ہمارے ایک عنایت فرما نے تین اشتہار ۲۰/فروری، ۲۲/مارچ، ۸/اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں۔ جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ ہم حسب درخواست صاحب مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویوان اشتہاروں کا اردو، انگریزی دونوں میں لکھنا صفائی بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جو ایک بابرکت اور مؤید الٰہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی

ہے۔ جس کی نسبت مرزاصاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض وہدایت عامۃ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا۔ چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزاصاحب نے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صدہا کا پیاں رجسٹری کراکر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی صاحبان وہندو صاحبان اور ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں بھی ارسال فرمائی تھیں۔ مگر چونکہ اس اشتہار میں دربارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے بعض نکتہ چینوں کے اصرار سے دوبارہ مرزاصاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بابرکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں وہ دوسرا اشتہار ۲۲؍مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزاصاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا۔ بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا۔ پھر جب کہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور ودراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے۔

مرزاصاحب ممدوح نے اتمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عزاسمہ توجہ کی اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزاصاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ جس کے معنی ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالباً موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہوا اور اگر اس میں پیدا نہ ہوا تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کے لئے اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء مرزاصاحب کی جانب سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷؍اگست ۱۸۸۷ء مرزاصاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے۔ جس کے دیکھنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کس قدر عالی شان اور واضح اور کھلی کھلی ہے۔ اشتہار موصوف کے دوفقرے یہ ہیں۔

پہلا فقرہ: ’’غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔‘‘

دوسرا فقرہ: ’’الہامیہ ’’نازل من السماء ونزل من السماء‘‘ جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے پیدا ہوگا۔‘‘

یہ دونوں فقرے بآواز بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے پیدا ہو رہے گا۔ اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کے لئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور حد معین قرار دینا اور بتامتر قطع ویقین اس حد معین اور وقت مقررہ پر حصر کر دینا اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعویٰ کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا۔ کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا پیدا کرنے پر کوئی اپنا اختیار اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہو کر دعویٰ کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا اور لڑکا صاحب عمر ہوگا۔ بداہتہً ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرأت ہے کہ اس قسم کا دعویٰ زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعویٰ مامور وملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی اور قطعی طور پر دعویٰ کیا کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خداتعالیٰ نے اس کے دعویٰ کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیش گوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے۔ کیونکہ خدائے عادل وانصاف پسند کی طرف سے ایک دروغ گو کی ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیرممکن وخلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...... اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزاصاحب نے اپنے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ سو یہ علامت بھی پوری ہوئی۔ کیونکہ اس فرزند مبارک سے پہلے مرزاصاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہو کر فوت ہوگئی ہو۔ سو یہ لڑکا بمرتبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنے والا ہے۔

(راقم ایک محقق متکلم از پونہ)

اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس کے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان جائیں گے کہ یہ کادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اوّل سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے جس کا اشتہار ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے۔

اس مضمون کے پہلے اور پچھلے فقرات کے مصدق کادیانی کے دستخطی خطوط اس میں خاکسار (اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر صاحب کے مصدقہ میرے پاس ہے) موجود ہیں۔ ان میں بھی کادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے۔

اور وہی مصداق عربی فقرات الہام ہے۔ وہ لڑکا جب تک زندہ رہا نتیجہ الہام ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا۔ مگر خدا نے اس ظالم ومفتری وکذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴رنومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس ونامبارک وباعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھالیا۔ جس پر دنیا میں بڑا شوروغل مچ گیا اور اس پر بھی شیر بہادر کادیانی چھوٹا ہونے میں نہ آیا۔

یکم ردسمبر ۱۸۸۸ء کو اس نے ایک چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۶۳) (جس کی سبزی کادیانی کی اندرونی سیاہی کی ایک نشانی ہے) اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰رفروری کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے اور کہا کہ میں نے تو اشتہار ۷راگست میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸راپریل کے اشتہار میں ذکر ہے اور عقل وحیاء کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ جس لڑکے کا ذکر ۸راپریل کے اشتہار میں تھا وہ کون سا لڑکا تھا۔ ۸راپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت اپنے ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا اور کس کی بابت جواب ملا۔ آخر اس کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰رفروری کے اشتہار والا لڑکا تھا۔ اسی کی مدت تولد سے سوال تھا اور اسی سوال کے جواب میں اس لڑکا مژدہ سنایا گیا۔

اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ برطبق سوال از آسمان وجواب از ریسمان سوال تو ۲۰رفروری کے الہامی لڑکے کی مدت سے ہو اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو اور نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مول بنانے کے لئے جو میں نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ اس کا دوسرا حصہ گو اس جواب کو گول مول بتاتا ہے۔ مگر

اس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے۔ لہٰذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفید اور اس امر کا متقین کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے۔

قطع نظر اس سے ہم خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شحنہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والا یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم کچھ عقل اور حیاء سے کام لیں اور نہیں تو اتنا ہی کہہ دیں کہ ہم نے جو اس لڑکے کو موعود سمجھا تھا یہ ہمارا فہم واجتہاد تھا۔ اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر یہ امر کادیانی اور اس کے اتباع سے کیونکر ہوسکتا تھا۔ اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اور حق کو قبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پر سخت وناگوار ہے۔ لہٰذا انہوں نے الٹا اپنے معترضین کو الزام دیا اور چوبیس صفحہ رسالہ مذکور کو اسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰؍فروری کا اشتہاری لڑکا ہے اور یہ عمر پانے والا ہے۔

الغرض اس لڑکے کے مر جانے سے خداتعالیٰ نے ان کو جھوٹا کیا۔ تمام دنیا نے مفتری کہا۔ مگر وہ جھوٹا ہونے میں نہ آئے۔

اس لڑکے کے بعد دوسرا لڑکا اس کے گھر میں پیدا ہوا۔ اس کو بھی الہامی موعود[۳۲] سمجھا گیا تھا۔ اب ۲۰؍اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا پیدا ہوا۔ اب اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے۔ ان لڑکوں کی نسبت بھی کادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے اور کہہ رہے ہیں جن سے اس کا مقصود یہی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا تو اسی کو مولود موعود بنایا جائے گا۔ (گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اوّل سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہوسکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والا تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک وہ مردہ الہامی لڑکی ہو چکی تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں۔ کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو کر مر گئی ہے اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰؍فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی) اور اگر یہ دونوں مر گئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰؍فروری نہیں کہا تھا۔ اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات قابل اظہار جو کادیانی کے دھوکہ بازیوں کی دوسری تازہ مثال ہے۔ یہ ہے کہ تحریر ۱۹؍اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت کادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے۔

۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے (آئینہ کمالات اسلام ص۲۶۶، خزائن ج۵ ص۲۶۶،۲۶۷) میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ:''خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔''

اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:''سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل ان نوری قریب''ترجمہ: یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ بے شک میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدّی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوئی ہے۔

الراقم: غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اس میں بھی ناظرین نظر غور انصاف کریں اور دیکھیں کہ کادیانی نے اس میں کیسا سفید جھوٹ بولا ہے اور مصرعہ''چہ دلاوست دزدے کہ بکف چراغ دارد'' کا مصداق ومصدق بن کر دکھایا۔ ومعہذا وہ سچا بنا ہوا ہے۔ کبھی جھوٹا ہونے میں نہیں آئے گا۔

اس عبارت میں اس نے دو دعوے کئے ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب (وساوس ص۲۶۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی اور یہ دونوں سفید جھوٹ ہیں۔ نہ اس نے وساوس صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔ کتاب (وساوس ص۲۶۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں صرف اس نے یہ الہام نقل کیا ہے:''سیولد لک الولد''س کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔ جو عرب اور ہند کے محاور میں عام لفظ ہے۔ بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔

اس ظالم ومفتری نے اس الہام کا ترجمہ بھی وساوس میں نہیں کیا جو اس اشتہار میں کیا ہے۔ کرتا تو اس کا کچھ داؤ چل جاتا اور میعاد یا تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام

ونشان نہیں۔ص۲۶۳ میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر ہے اس کو تولد فرزند سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو مباہلہ کو قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی ہے۔ یہ دونوں سفید جھوٹ برطبق دروغ گویم برروئے تو بول کر کادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے اور خاکسار سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیشین گو نہیں تو میری یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔ تم نے اپنی بی بی کا پانچ مہینے کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ (لڑکی یا لڑکا) پیدا ہوگا۔ پھر یہ الہام گھڑ لیا۔ تمام دنیا کے لوگ مسلمان ہندو چوہڑے چمار اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ دیا کرتے ہیں اور امید رکھ لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔

فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ تم نے اس خیال کو عربی میں ادا کر کے خدا پر اس کا افتراء کیا۔ پھر بتاؤ یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی۔ اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا۔ مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر الہامی بنا لیا اور اس میں دو سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا۔ مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو، یا تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰؍فروری اور ۸؍اپریل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعوے میں دو دفعہ تو کادیانی علے روس الاشہاد جھوٹا ہو چکا ہے۔ پہلے لڑکی پیدا ہونے سے دوسری دفعہ بشیر کے مرجانے سے اور دو دفعہ پرائیویٹلی یعنی دوسری وتیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے اور معہذا وہ اپنے حمقاء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے اور اب نو برس کی میعاد بھی گزرنے والی ہے۔ جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے جو ہمیشہ حق کا مؤید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضمحل اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں بھی وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حمقاء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے۔ بااینہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ وہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا اور اپنے الہامات مذکورہ کی ایسی

معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے نہ قمری سال مراد ہیں نہ شمسی بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنی ہنوز ملہم نے مجھے نہیں بتائے بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنی نہیں ڈالے وہ ان کے معنی سوچ رہا ہے۔

لہٰذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے کسی کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ صفات اشتہار ۲۰/فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھی کہ اس میں ان صفات کی استعداد وقابلیت تھی۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم/دسمبر ص ۷، ۲۱ میں کہہ دیا ہے کہ: ”ہاں! خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھر ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال وجمال وغیرہ اسماء بھی ہیں سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں۔ جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔ یا یہ کہہ دے گا کہ ان صفات میں سے بعض صفات کا جیسے صاحب شوکت ودولت ہونا ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مر گئے اور ان کے خادم عورتوں کی خدمت سے چھٹے ہوئے اسی قسم کی وہ اور تاویلیں سنائے گا وہ کبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔

اس الہام ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کی ایک اور تازہ نظیر اور آپ کی دھوکہ بازی اور افتراء پردازی کی تیسری مثال کادیانی کا وہ الہام ہے جو اس عاجز کے عذاب میعادی چالیس روز کی نسبت کادیانی کا ۱۹/شعبان کو ہوا تھا۔ جس کو (وساوس ص۶۰۴، خزائن ج۵ ص۶) میں بالفاظ وعبارت ذیل کادیانی نے بیان کیا ہے۔

”چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا

کہ میری مدد کرتو اس دعاء کے بعد الہام ہوا کہ: ’’**ادعو نیے استجب لکم** ‘‘یعنی دعاء کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹/شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خداتعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعاء کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ: ’’**انی مہین من اراد اھانتک** ‘‘وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعاء کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔‘‘

ناظرین! آج ۱۳/شوال مطابق ۳۰/اپریل ہے۔ جس میں میعاد مقررہ کادیانی سے تین دن بڑھ گئے۔ مگر میں اس وقت تحریر تک خدا کے فضل وانعام کا مورد ہوں۔ میری صحت اچھی ہے۔ قوی سالم ہیں۔ اولاد میں کادیانی سے بڑھ کر ہوں۔ جائز آمدنی کادیانی کی نسبت زیادہ رکھتا ہوں۔ گو ناجائز آمدنی اس کی زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی نظروں میں اور ان غیراقوام کی اعیان کی نظروں میں جن کو کادیانی سے تعلق نہیں۔ میری خداداد عزت کو ترقی ہے۔ باقیات صالحات کے لئے توفی رفیق ہے۔ اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں۔ آج کل میں اکثر چھ بجے صبح سے پانچ یا چھ بجے شام تک نصرت دین سید المرسلین اور ردکفریات کادیانی کے لئے ایسی توفیق دیا جاتا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی توفیق عطاء ہونی یاد نہیں۔

الغرض! ان چالیس دن میں مجھے کسی قسم کی مصیبت نہیں پہنچی۔ ہر طرح کی فرحت صحت عافیت وتوفیق شامل حال رہی ہے۔ **فالحمدﷲ علٰے ذلک!**

اس سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی کا وہ الہام شیطانی احتلام وسراسر کذب وبہتان وفریب ہے۔ مگر پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ کادیانی اس کو جھوٹ مانے اور اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کرے۔ وہ اپنے مریدوں کو یہ کہے گا اور غالب کہتا ہوگا کہ عذاب واہانت سے یہ مراد ہے کہ اس نے اب تک میرے سوال کا جواب چھاپ کر نہیں بھیجا یا یہ کہہ دے گا کہ اس عذاب سے روحانی عذاب مراد ہے۔ جس کا ظہور قیامت کو ہوگا یا کسی سے یہ سن کر اس کی اولاد میں سے کسی کو بخار ہوگیا تھا۔ کسی کو زکام یا یہ سن کر کہ ماہ رمضان میں اس کو بھوک اور پیاس بہت لگتی

تھی یہ کہہ دے گا کہ یہی عذاب جس کا اس الہام میں وعدہ دیا گیا تھا۔ الغرض اس الہام میں وہ جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک گروہ دنیا کا جو خاکسار کے حالات سے واقف ہے اس کو جھوٹا کہے گا مگر وہ اپنا جھوٹا ہونا قبول نہ کرے گا اور نہ اس کے حمقاء اتباع اس الہام میں اس کو جھوٹا سمجھیں گے۔

ایک اور تازہ نظیر اور چوتھی مثال

کادیانی کا لیکھرام پشاوری کی نسبت یہ الہام ہے کہ چھ برس کے عرصہ میں وہ ایک شدید عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جس کو اس نے ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کی تحریر میں درج کر کے وساوس کے اخیر (خزائن ج۵ ص۶۴۹) میں ملحق کیا ہے۔ اس الہام پر نہ صرف اسلام کے مخالف بلکہ اکثر موافق ہنسی اڑا رہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ چھ برس تو دور ہیں دنیا کے اکثر لوگوں کو ہر سال بلکہ ہر مہینے کوئی نہ کوئی تکلیف شدید لاحق رہتی ہے۔ کسی کے پیٹ میں یا سر میں سخت درد ہوتا ہے۔ کوئی دھوپ کی شدت میں مبتلا ہوتا ہے۔ کسی کو شدید بخار لاحق ہوتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

اور اس قسم کی تکالیف کو عربی زبان میں عذاب شدید کہا جاسکتا ہے۔ پس اگر چہ سال کا عرصہ گزر گیا اور لیکھرام اس قسم کے عذابوں سے بڑھ کر کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا تو آریہ وغیرہ مخالفین اسلام بغلیں بجائیں گے۔ مگر کادیانی اور اس کے اتباع جھوٹا ہونے میں نہ آئیں گے اور اگر لیکھرام کے لئے اس قسم کے عذابوں سے کوئی بڑھ کر عذاب آنے والا ہے تو کادیانی اپنے ملہم سے پوچھ کر اس کو مشخص ومعین کیوں نہیں کر دیتا۔ اس کا جواب کادیانی نے پیشگی دے دیا اور تحریر مذکور (ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ص۶، خزائن ج۵ ص۶۵۴ حاشیہ) میں اس کو درج کیا ہے کہ: ''خدا تعالیٰ تمہارا خوشامدی اور فرمانبردار نہیں ہے کہ وہ لمبی لمبی تقریریں کرے۔ اس کی بشارتیں تو اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں۔''

یہ جواب عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور مخالف وموافق دونوں کے نزدیک غلط اور اسلام کے مخالف خدا تعالیٰ کے بشارات اور وعیدات جو منکروں کے مقابلہ میں ہوئے ہیں۔ اکثر مبین ومعین ہیں اور اگر اکثر مبہم وغیر معین ہوتیں تو انبیاء اور خدا پر ایمان لانے والوں کا نمبر بہت کم رہتا۔

کادیانی جس قدر مبہم بشارات ووعیدات آنحضرت ﷺ کے بیان کرے۔ اس سے دس حصہ زیادہ مبین ومعین بشارات ووعیدات ہم سے سن لے۔ لمبی لمبی تقریریں تو کادیانی جیسے مبہم الہامات میں کرنی پڑتی ہیں۔ نہ مبین الہامات میں کہ وہ ایک دولفظوں میں ادا ہوسکتا ہے کہ مثلاً فلاں شخص فلاں تاریخ فلاں مرض سے مرے گا۔ اس کے مقابلہ میں کادیانی کے مبہم الہامات کو دیکھو۔ ان میں وہ نشیب وفراز اور آگاہ اور پیچھا سوچ کر کس قدر الفاظ وقیود بڑھاتا ہے اوراس سے کس قدر طول ہوجاتا ہے۔

یقین اگر فرمانبرداری وخوشامد میں داخل ہے تو کادیانی نے دیانند سرستی اور اندرمن مرادآبادی اوراسی لیکھرام پشاوری کی نسبت قضاوقدر کے متعلق بقید وقت وتاریخ پیش گوئی کرنے کا وعدہ اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء وغیرہ تحریرات میں کیوں کیا تھا۔ اس وقت وہ خداتعالیٰ کو اپنا فرمانبردار وخوشامدی سمجھ بیٹھا تھا تو اب اس فرمانبردار سے کیوں کام نہیں لیتا اوراسی لیکھ رام کی نسبت وہ وعدہ کیوں پورا نہیں کرتا۔ کادیانی کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اگر وہ خداتعالیٰ سے سو دفعہ کچھ پوچھتا ہے تو وہ سو ہی دفعہ جواب دیتا ہے۔ کیا اس وقت اوراس حالت میں خداتعالیٰ اس کا خوشامدی وفرمانبردار متصور نہیں ہوتا اور لیکھرام کا عذاب معین کرنے کے وقت نوکر وفرمانبردار قرار پاتا ہے۔ باوجودیکہ اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں وہ اس تعین کا وعدہ بھی اس کو دے چکا ہے۔ ’’لاحول ولا قوۃ‘‘ اس سے ثابت ہوا کہ کادیانی کا یہ عذر کہ تعیین سے تابعداری وخوشامد اور طوالت لازم آتی ہے۔ محض جھوٹا عذر ہے اور درحقیقت کادیانی کے الہامات جن میں کوئی بات معین کر کے نہیں بتائی جاتی اور ایک لفظ کی جگہ دس لفظ پیچ اور فریب کے بھرے ہوئے لائے جاتے ہیں۔ خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ اس کے اپنے من گھڑت افتراء ہیں۔ جس میں خدا اس کو ہمیشہ جھوٹا کرتا ہے۔ مگر وہ ان میں ایسے قیود والفاظ لگادیتا ہے کہ ان میں تاویل کر کے جھوٹا ہونے سے بچ جاتا ہے۔

ایک اورتازہ نظیراور پانچویں مثال

شیخ مہرعلی صاحب رئیس ہوشیارپور کی نسبت کادیانی کی وہ گیدڑ بھبکی ہے۔ جس کو تحریر مذکور میں (ص۵تا۸، خزائن ج۵ ص۶۵۳تا۶۵۶) اس نے درج کیا ہے۔ وہ بھی اسی قسم کا الہام ہے کہ اس میں کادیانی جھوٹا ہوکر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔

اس تحریر کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو اس الہام میں اور رہائی شیخ مہر علی صاحب کی نسبت سابق الہام کے دعویٰ میں کادیانی کے جھوٹ اور فریب کا یقین کریں گے۔

ہم اس الہام کے متعلق مضمون آئندہ میں مفصل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس مقام میں اس کی نسبت کچھ نہیں کہتے۔ ہاں! شیخ صاحب کی خدمت میں برادرانہ اور ناصحانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ کادیانی کی اس گیدڑ بھبکی سے نہ ڈریں اور یقین رکھیں کہ خداتعالیٰ کافروں دین کے دشمنوں، کذابوں، مکاروں کے کہنے سے اپنے بندوں اور اپنے حبیب کے امتیوں کو کسی قسم کی تکلیف ہرگز نہیں پہنچائے گا اور اگر ہو سکے تو کادیانی کی اس تحریر پر جوان کے حق میں اس نے لکھی ہے اور اس میں نامناسب الفاظ درج کئے ہیں۔ قانونی چارہ جوئی کریں تاکہ اس مسیح وقت کے فیض صحبت وشرف الہامات سے جیل خانہ والے بھی فیض یاب ہوں۔ یہ خاکسار بھی اس فکر میں ہے۔ مگر ہنوز بعض موانع موجب التواء ہیں۔

ایک اور نظیر اور چھٹی مثال

ڈاکٹر جگن ناتھ کے مقابلہ میں کادیانی کا نشان نمائی کا دعویٰ ہے۔ جس میں وہ جھوٹا ہو چکا ہے۔ مگر جھوٹا ہونے میں نہیں آتا۔ اس کی تفصیل کا بھی یہ موقع نہیں۔ وہ پھر سہی۔ اس قسم کے جھوٹ اور فریب کے بھرے ہوئے اور معہذا کادیانی کو سچا بنانے والے الہامات کادیانی اور بہت ہیں۔ جن سب کو بالاستیعاب ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے اور بہت سا وقت انہیں الہامات کو دیکھ کر اسے حضرات ناظرین اور حق کے طالبین خاکسار نے اشاعت الہام منذر مذکور کو اشاعۃ السنۃ میں محدود کیا اور قبل از اشاعت اس کے الفاظ وقیود کو دیکھ لینا اور اس کے معانی کی شرح کادیانی سے کرالینا ضرور سمجھا ہے اور اگر قبل از ملاحظہ وتحقیق الفاظ وتعین مراد اس کو اس الہام کے چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے تو اس سے عام مسلمانوں میں وہی فتنہ پھیلے گا جو اس کے پہلے الہامات سے پھیل رہا ہے۔

انہی عوام اہل اسلام کے بہک جانے کا مجھے اس الہام کی عام اجازت اشاعت دینے سے خوف واندیشہ ہے۔ اپنی ذات کے لئے تو مجھے اس کا اتنا بھی خوف واندیشہ نہیں ہے۔ جیسے شیر کو مچھر کے کاٹنے کا خوف ہو۔ کادیانی جو عدم اجازت عام سے میرا اپنی ذات کے لئے خوف نکالتا اور اپنے دام افتادہ حمقاء کو اس کا یقین دلاتا ہے تو اس کی وقاحت اور اس کے

ان اتباع کی حماقت ہے۔ میں اپنی ذات کے لئے اس سے کچھ خوف رکھتا تو پھر اس کا پیرو کیوں نہ ہو جاتا اور اس کو کافروزندیق سمجھ کر رات دن اس کے ردوتعاقب میں کیوں مصروف رہتا۔

تیسری درخواست بالمقابلہ عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کا جواب
(جو اعاذہ کا نمبر۴ ہے)

نقل درخواست

یہ درخواست (وساوس ص۶۰۲، خزائن ج۵ ص۶۰۲) میں کادیانی نے کی ہے۔ اس کو ہم اسی کے الفاظ وعبارت سے نقل کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے صرف اس کی شروط وقیود پر کیود پر نمبر لگاتے ہیں۔ کادیانی صاحب! لکھتے ہیں۔ اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام یوں ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو رمنصفان تجویز[۴] کردہ چند سورتیں قرآن کی جن کی عبارت اسی آیت سے کم نہ ہو۔ تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورت ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جاوے اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جائے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفا عبارت میں قلمبند ہو اور وہ دس جز سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقائق ومعارف لکھے جائیں۔ وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو۔ بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں پائی نہ جائیں اور باایں ہمہ اصل تعلیم قرآن سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والی ہوں اور کتاب کے اخیر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں لغت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہوں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔

اس کا جواب:

یہ درخواست کادیانی کی کوئی نئی درخواست نہیں ہے۔ پہلے بھی وہ اپنے آسمانی فیصلہ کی ص۱۲، خزائن ج۴ ص۳۳۰) میں یہ درخواست کر چکا ہے اور اس کا جواب دندان شکن جواب فیصلہ میں دیا گیا ہے اور چونکہ کادیانی کو ایسے معتقد اور اس کی تصانیف کے ایسے ناظر مل گئے ہیں۔ جو علم وفہم سے محض کورے ہیں۔ وہ کادیانی کے نئے رنگوں کو (جو گرگٹ کی طرح وہ بدلتا ہے) پہچان نہیں سکتے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ تو وہی پرانا ڈھکوسلہ ہے جو آسمانی فیصلہ کے

ص۱۲ میں کادیانی دکھا چکا ہے اور اس کا جواب بھی اس کو کافی وشافی مل چکا ہے۔ لہٰذا اس نئے پیرایہ اور نئے رنگ کا جواب اسی کے رنگ اور پیرایہ میں دیا جاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ مے آئی شناسم

اور وہ یہ ہے:

کادیانی صاحب! میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں۔ حاضر ہوں۔ جب چاہیں اور جس مقام میں (بجز کادیان جس کی وجہ استثناء بیان ہو چکی ہے) لاہور میں خواہ بٹالہ میں چاہیں مجھے بلالیں۔ میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی بنے ہیں۔ لہٰذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام وانتظام واجب ہے۔ آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے جلد بلادیں اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کر لیا تو اسی مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ وساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے تمام اتباع کو بڑا ناز ہے۔ پیش کیا جائے گا اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار ومعارف وحقائق قرآن کو جو اپنے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور وساوس میں بیان کئے ہیں۔ اسی مجلس علماء میں پیش کیا جاوے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سن کر اگر حاضرین بامذاق کو متلی شروع ہوگئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی ونحوی ادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے سابق اسرار وحقائق کا کفر والحاد ہونا ثابت ہوگیا تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کے لئے عبارت آرائی اور حقائق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی اور آپ کی حقیقت کس وناکس کو معلوم ہو جاوے گی اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی بن گئی اور آپ کے اسرار وحقائق کی حقانیت ثابت ہوگئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر لکھوں گا یا (اگر آپ کی سابق عربی ادنیٰ اور اسرار بیانی کی ہیبت دل پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اسی مجلس میں بڑا عالم عربیت ادیب اور نکتہ رس وحقیقت شناس مان لوں گا اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کروں گا۔

اب آپ اس مجلس کے انتظام واہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ اب کوئی عذر وچون وچرا انعقاد مجلس میں عمل میں لاویں اور اگر میری گزارش مذکور میں آپ کو کچھ عذر ہو تو

اس عذر کو اسی مجلس میں پیش کریں اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ جیسا کہ خاکسار اس گزارش کی منظوری وعدم منظوری کی بابت اسی مجلس کے غلبہ رائے پر راضی ہو گیا ہے۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی تحریری بحث شروع نہ کر دیں۔ جس سے مطلب اور مقصود دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی کسی شرط میں بالفعل گفتگو نہیں کی۔ حالانکہ بہت سی شروط ان میں محل کلام ہیں۔ اس کلام نہ کرنے سے مجھے یہی خوف مانع ہوا ہے کہ مبادا شروط میں بحث شروع ہو کر دور جا پڑے اور اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہے۔ اسی مجلس میں جو شرط محل کلام ہوگی۔ اس کو پیش کر کے اس کا حاضرین کی غلبہ رائے سے فیصلہ کرایا جاوے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

ایک یہ گزارش بھی نامناسب نہیں ہے اور امید ہے کہ ہر ایک صاحب انصاف وبصیرت اس کو پسند کرے گا کہ اس مجلس کے ارکان خصوصاً حضرات منصفین عربی علوم سے ماہر ہوں اور دین کے پابند اور علوم دین سے باخبر۔ صرف نیچری یا صرف مغربی علوم انگریزی وغیرہ کے مولوی ارکان مجلس اور منصف نہ ہوں۔ ایسے لوگ ارکان ومنصف ہوں گے تو وہ انصاف وموازنہ کیا کریں گے۔ ایسے لوگ تو حق کو ناحق اور راست رو کو گمراہ کہیں گے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیم طریق الھا لکینا

آپ کے خطاب میں اس درخواست کے متعلق صرف اسی قدر گزارش کرنا تھا۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور آپ کے اتباع میں سے بعض حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ گزارش کیا جاتا ہے۔

حضرات آپ جانتے ہیں؟ یہ درخواست کادیانی کی کیسی ہے اور یہ کیوں مجھ سے درخواست کی گئی ہے۔ آپ پر روشن ہو کہ یہ درخواست ہماری ان ۵۰ سوالات کے جواب میں پیش ہوئی ہے۔ جو ہم نے کادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کے متعلق اپنی مراسلت نمبری ۲۰ مؤرخہ ۹؍جنوری ۱۸۹۳ء میں کادیانی پر کئے تھے۔ کادیانی سے ان سوالات کے جواب میں کچھ بن نہ پڑا تو ان کے مقابلہ میں یہ دعویٰ کیا کہ آؤ ہم سے عربی اور شاعری میں مقابلہ کرلو۔ اس جواب کو دیکھ کر مجھے ایک نقل یاد آئی جو میں نے ایک معمر شخص میاں نظام الدین مرحوم ساکن محلّہ سید مٹہ لاہور سے سنی تھی کہ کسی پیرمرد نے ایک جوان عورت سے نکاح

کیا تھا۔ جب سپیشل ڈیوٹی (خدمت خاص) کا وقت آیا تو آپ سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس پر عورت نے آپ کو شرمندہ کیا تو آپ اس کے مقابلہ ہاتھ اپنا نکال کر فرماتے کیا ہیں کہ آؤ ذرا مردوں سے پنجہ تو لڑاؤ۔ یہی حال کادیانی کے اس جواب کا ہے۔ ہمارے پچاس سوال کا جواب باصواب دے کر پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا آپ ثابت نہ کر سکے تو آپ فرماتے ہیں۔ آؤ عربی اور شاعری میں تو میرا مقابلہ کرو۔ اس کے جواب میں ادب سے عرض ہے کہ اس مقابلہ کے لئے بھی حاضر ہوں۔ مگر آپ پہلے میرے ان سوالات کا جواب تو دیں۔ مثلاً اگر آپ نجوم، رمل، جفر، مسمریزم نہیں جانتے اور ان لوگوں سے جن کا سوالات میں ذکر ہوا ہے کچھ نہیں سیکھے تو صاف انکار کریں اور پھر ان اعتراضات کا جواب دیں جو اس انکار پر وارد ہوتے ہیں اور ہوں گے اور اگر جانتے ہیں تو صاف اقبال کر کے یہ مان لیں کہ اس حالت میں آپ کی اس پیش گوئی کا الہامی ہونا متعین ومتیقن نہیں رہتا۔ اسی طرح جملہ سوالات کے جواب دے کر ان نتائج واعتراضات کو جو ان جوابات سے پیدا ہوتے ہیں۔ قبول کریں یا ان کا جواب دیں اور اگر آپ ان سوالات کے جواب سے عاجز ہیں اور اس پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت نہیں کر سکتے تو اس امر کا صاف اقرار کریں اور اس پیش گوئی کو واپس لیں۔ اس کے بعد بامقابلہ عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم ومؤید ہونے کی دلیل بتادیں یا کوئی دلیل اپنے الہامی اور مؤید من اللہ ہونے کی پیش کریں۔ اس کے کیا معنی اور کیا وجہ کہ جس پیش گوئی کے الہامی ہونے میں پہلی بحث درپیش ہے اور اس پر ہم نے پچاس سوالات کئے ہیں۔ ان کو بلا جواب چھوڑ کر آپ بحث کو دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ کیا دنیا کے سبھی لوگ آپ کے دام افتادہ حمقاء کی عقل وفہم وانصاف سے بالکل معرّی ہو گئے ہیں کہ وہ آپ کے اس داؤ کو نہ سمجھیں گے اور آپ کی اس درخواست کو لائق قبولیت وجواب خیال کر لیں گے۔ ہرگز نہیں۔

اے ناظرین! حق کے طالبین قادیانی تو دیدہ دانستہ یہ دھوکہ دے رہا ہے۔ وہ اس بات کو کب مانے گا۔ آپ لوگ اپنے خداداد فہم وانصاف سے کام لیں اور اس دھوکہ بازی میں اس کو ملزم کریں۔ وہ نہ مانے تو اس کے دجال ہونے کا یقین کریں۔ اس درخواست کی وجہ اور حقیقت ناظرین کو معلوم ہوئی تو اب ان کو معلوم ہو کہ تحریر متضمن درخواست مذکور میں کادیانی نے عجیب روباہ بازی کی ہے۔ منجملہ ہمارے پچاس سوالات کے صرف ایک سوال کا

قطعی جواب دیا ہے اور چار سوالات کے جواب میں صرف روباہ بازی سے کام لیا اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ لہٰذا اس تحریر کا جواب ایک مستقل اور جداگانہ مضمون میں دنیا مناسب ہے جو ذیل میں معروض ہے۔

کادیانی کی پردہ دری ہمارے سوالات کے جواب

اس کی درماندگی اور اس درماندگی کی وجہ سے اس کا رجوع بہ فحش گوئی ودشنام دہی جو اعاذہ رحمانی ردوساوس کادیانی کا نمبر۵ ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں کند
چو حجت نماند جفا جوے را　　پر خاش بر ظلم نہد روئے را

کادیانی آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی جناب میں طعن وبے ادبی کو حد کمال تک پہنچایا اور خداتعالیٰ پر افتراء پردازی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تو خداتعالیٰ نے اس کا پردہ پھاڑ دیا اور اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اپنے خادم دین اشاعۃ السنۃ النبویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو اس کی پردہ دری کے لئے مامور وموفق کیا اور تائید غیبی کے ابواب کو اس پر مفتوح کر دیا اور ادھر کادیانی کے دل میں یہ ڈال دیا کہ وہ اشاعۃ السنۃ کے منہ آوے اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہے اور اپنی پردہ دری کراتا رہے۔ اس قرارداد قضاء وقدر کے مطابق کادیانی نے پہلے اپنے ایک منذر الہام (یایوں کہو کہ شیطانی احتلام) کا ڈر سنایا۔ اس کا جواب دندان شکن پایا تو پھر پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کو اس نے اشاعۃ السنۃ کے سامنے پیش کیا۔ اس پر اشاعۃ السنۃ نے پچاس سوالات کا جرح کیا گیا تو اس سے کادیانی بالکل مجروح ومذبوح ہوگیا۔ اس حالت مجردہی میں جو اس سے حرکت مذبوحی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ان پچاس سوالات میں سے صرف ایک سوال کا قطعی جواب دیا اور چار سوالات کے جواب میں روباہ بازی سے کام لیا اور آئندہ اس بحث کو ٹلا کر ایک یہ نیا سوال پیش کر دیا کہ آؤ مجھ سے عربی میں اور شاعری میں مقابلہ کرلو۔ اس نئے سوال کا جواب اعاذہ نمبر میں دیا گیا ہے۔

اس ایک سوال (نمبری ۲۴) کا جواب جو اس نے قطعی دیا ہے وہ یہ ہے جو (وساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں درج ہے کہ ’’میں نے آپ کی نسبت باون سال کی عمر کو پہنچ کر فوت ہونے کی پیش گوئی ہرگز نہیں کی۔‘‘ اور اس کے ساتھ دو گالیاں بھی سنا دی ہیں۔

اس کا ازالہ اور اس کے ضرر سے اعاذہ

گالیوں کے جواب کا ابھی وقت نہیں آیا۔ رہا جواب انکار سو یہ ہے کہ آپ لاہور میں ایک مجلس میں آنا منظور کریں۔ اس میں آپ کے ان چھپے حواریوں کے جو یہ پیش گوئی آپ کی طرف سے ظاہر کر چکے ہیں، اظہار و بیان کے ثقات کی شہادت کو پیش کیا جائے گا۔ وہ شہادت سچی اور شرعاً معتبر ثابت ہوئی تو آپ پر جھوٹ کا الزام قائم ہوگا یا آپ کے ان حواریوں پر بہرحال ہمارا جھوٹا کہیں نہ جائے گا۔ آپ نہیں یا آپ کا کوئی حواری بشق دوم آپ کا ان سے بیزار نہ ہونا آپ کے دعویٰ ولایت و مسیحائیت و مجددیت کو بٹہ لگائے گا۔ جن چار سوالات کا جواب کادیانی نے غیر صریح اور دھوکہ کی آڑ میں دیا ہے اور اس میں روباہ بازی سے کام لیا ہے۔ ازانجملہ سوال نمبر۶، ۷ ہیں جو رسالہ کے ص۲۶ میں منقول ہیں۔ ان کے جواب میں کادیانی نے کذب صریح سے کام لیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ نمبر۶ کے جواب میں وساوس ص۶۰۰ میں کہا ہے اس سوال سے معترض نادان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس عاجز کی کوئی پیش گوئی خلاف واقعہ نکلی ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ تو آسان ہے۔ معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کر کے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے جو بقول اس کے نفس الہام میں غلطی ہو۔ نمبر۷ کے جواب میں کہا ہے۔ اے محجوب نادان اس عاجز کی کوئی پیش گوئی آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلی ہیں۔

اس کذب اور دھوکہ کا ازالہ اور اس کے شر سے مسلمانوں کا اعاذہ

ازیں چہ بہتر۔ جلسہ میں آپ آنا منظور کریں تو روز کا جھگڑا طے نہ ہو جائے؟ جلسہ میں آنا تو آپ کے لئے موت سے بدتر ہے۔ کیونکہ اس میں آپ کی قلعی کھلتی ہے۔ جب ادھر سے جلسہ کے لئے بلایا جائے گا تو آپ ایسی شروط پیش کریں گے۔ جن سے انعقاد جلسہ دشوار بلکہ محال ہو جائے۔ یہ بات سچ نہیں تو آپ منظوری حاضری جلسہ سے اطلاع دیں۔ پھر مقام وتاریخ مقرر کر کے آپ کو بلایا جائے گا اور اس جلسہ میں ثابت کیا جائے گا کہ تین ہزار کجا تین بلکہ ایک بھی پیش گوئی آپ کی الہامی اور سچی نہیں جو پیش گوئی آپ نے اس وقت تک کی ہے۔ اس میں کذب اور فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس امر کی تصدیق ہمارے ناظرین کو ہمارے اسی کلام سے ہو جاوے گی جو آپ کی چند پیش گوئیوں کی نسبت ہم کر چکے

ہیں۔ وازانجملہ سوال نمبر۸ ہے جو رسالہ کے ص۲۶ میں منقول ہے اور اس کا تعلق سوال نمبر۴۴ سے بھی ہے جو ص۳۷ میں ان کے جواب میں کادیانی نے عجب کید کیا اور روباہ بازی سے پورا کام لیا۔ چنانچہ (ص۶۰۰ وساوس، خزائن ج۵ ص۶۰۰) میں کہا ہے۔ آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیم پر جھوٹ کی تہمت اور حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ پر مال حرام کی اور اس سے پہلے (ص۵۹۷، خزائن ج۵ ص۵۹۷) میں اس کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔

''یادرہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا فعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے صرف میں لانا اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا۔ استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔''

اس تشریح سے کادیانی نے یہ جتایا ہے کہ اللہ دیا نامی تائب طوائف کا مال کادیانی نے لیا تھا۔ وہ بھی اسی قسم سے تھا جو بظاہر نادانوں کی نظر میں ناجائز اور برا تھا۔ مگر درحقیقت اس میں دقیق سر (بھید) تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عطر مذکور کو استعمال کرنے میں سر تھا۔

پھر اس سر کی تشریح میں اپنے (وساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں اپنے ایک اصول بیان کیا۔ کہا ''دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے۔ بات ایک ہی ہے۔ اسی طرح خضر کے کاموں کی مانند (جیسے ایک نابالغ لڑکے کو ماردینا یا ایک چلتی کشتی کی تختی اکھاڑ دینا) ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیاء اور محدثین پر ان کی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کے لئے مامور کئے جاتے ہیں اور ان کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں۔ وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں۔

اس کید وکذب کا ازالہ اور مسلمانوں کا اس کے شر سے اعاذہ

حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام کے قول وفعل سے تو کادیانی کے فعل استعمال مال حرام کو کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ کادیانی کے استعمال مال حرام کے جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی اور حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ علیہما السلام کے قول وفعل کے راست ودرست ہونے کے وجوہات ظاہر ہیں۔ حضرت ابراہیم نے جو تین باتیں کہی تھیں۔ (ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے یعنی وہی اس کا سبب ہوا۔ اس نے مجھے غصہ میں ڈالا تو میں نے اس سبب سے اس کو توڑا۔ یا یہ کہ تمہارے سے خیال میں یہ کچھ کر سکتا ہے تو اس نے توڑا ہے یا یہ کہ اگر یہ بولتے ہیں تو اس نے توڑا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس! (۲) میں بیمار ہو جاؤں گا۔ یعنی تمہارے میلے میں جانے سے گناہ کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ (۳) سارہ میری بہن ہے۔ یعنی دین اور ایمان میں بہن ہے) ان کے حقائق ومحامل صحیحہ موجود ہیں۔ لہٰذا وہ حق اور درست ہیں گو ناواقف کی نظر میں بحسب ظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہیں اور حضرت موسیٰ کا مصریوں کے برتن اور زیورات مستعار لے کر کام میں لانا اس وجہ سے تھا کہ مصری حضرت موسیٰ کے حربی تھے اور حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ بناء علیہ ایسے حربیوں اور موذیوں کا مال حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے مباح تھا۔ جس جائز ذریعہ سے وہ چاہتے لے سکتے تھے۔

لہٰذا ان دونوں حضرات کے ان اقوال وفعل کی دست آویز سے آپ کا اپنے فعل کو جائز کرنا اور اس کو اپنی نظیر قرار دینا مسلمانوں کو ایک صاف دھوکہ دینا ہے۔

ہاں! حضرت مسیح کے فعل کی وہ صورت جو آپ نے بیان کی ہے وہ صورت آپ کے فعل سے ملتی اور مشابہت رکھتی ہے۔ مگر اس صورت کے بیان میں بھی آپ نے کذب سے کام لیا۔ پھر اس سے استدلال کر کے اپنے فعل کو صحیح کرنے سے ان کو سخت دھوکہ دیا ہے اور درحقیقت نہ وہ صورت واقعی صورت ہے اور نہ وہ آپ کے فعل کے جواز پر شرعی دلیل ہو سکتی ہے۔ جس کی تفصیل میں وجوہات مفصلہ ذیل سے کی جاتی ہے۔

اوّل: اناجیل اربعہ میں جو قصہ عطر بیان ہوا ہے۔ اس میں یہ تصریح یا اشارہ کہیں پایا نہیں جاتا کہ جس عورت نے وہ عطر حضرت مسیح کو ملا تھا۔ وہ فاحشہ یعنی رنڈی یا کنچنی تھی اور اس کی ساری کمائی حرام کی تھی یا خاص کر وہ عطر مال حرام سے تھا۔ جیسا کہ کادیانی نے دعویٰ کیا

اور اس میں افتراء سے کام لیا ہے۔

متی کی انجیل باب ۲۶، آیت ۶، ۷ میں ہے جس وقت یسوع شمعون کوڑھی کے گھر میں تھا۔ ایک عورت سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر اس پاس لائی۔ جب وہ کھانے بیٹھا اس پر ڈالا۔

ایسا ہی انجیل مرقس کے باب ۱۴، آیت ۳، ۴ میں اس کو صرف ایک عورت کہا گیا ہے۔ اس کو فاحشہ اور اس کے مال کو حرام نہیں کہا گیا۔

انجیل لوقا کے باب ۲۷، آیت ۳۶ میں اس کو گناہ گار کہا گیا ہے۔ جس کے اطلاق سے انجیل کے روسے کوئی بشر خالی نہیں۔ زناکار یا حرام کی کمائی والے اس میں بھی نہیں کہا گیا۔

انجیل یوحنا میں اس عورت کا نام مریم بتایا گیا ہے جو حضرت مسیح کے ایک شاگرد کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاحشہ نہ تھی۔ (کیونکہ حضرت مسیح کی شاگرد عورت کا فاحشہ ہونا عادۃً ناممکن ہے) جس کا پیشہ حرام کاری اور اس کا مال زنا کی کمائی ہو۔ کادیانی نے اس عورت کو فاحشہ اور اس کے عطر کو حرام کی کمائی لکھنے میں افتراء سے کام نہیں لیا تو وہ پہلے اس بیان کی سند بتاوے۔ پھر اس صورت کو اپنے فعل کی نظیر بناوے۔

وجہ دوم: یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ کسی انجیل میں (جو شاید قادیان میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ قادیان میں قرآن نازل ہوا۔ جس کے حق میں ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' وارد ہے) اس عورت کو فاحشہ اور اس کی تمام کمائی یا خاص کر اس عطر کو مال حرام کہا ہو تو پھر بھی اس انجیل کا ایسا بیان جس کی تصدیق قرآن اور حدیث میں نہ ہوئی ہو کیونکر لائق اعتماد اور صحیح متصور ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ قصہ تحریف کا نتیجہ ہو جس پر اس قصہ کے بیان میں اناجیل اربعہ کا اختلاف شاہد ہے اور کادیانی خود اناجیل کو محرف اور کایا پلٹ قرار دے چکا ہے۔ اسباب میں جو اہل اسلام کا خیال ومقال ہے اس کی تفصیل تو اشاعۃ السنۃ میں بخوبی ہو چکی ہے۔ اس مقام میں کادیانی کا اعتقاد وقول (براہین احمدیہ ج۴ ص۳۳۰ تا ۳۳۲، خزائن ج۱ ص۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵ حاشیہ در حاشیہ) سے نقل کیا جاتا ہے: ''اس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہئے کہ خدائے بے مثل ومانند اور کامل کی کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے بلکہ الٰہی نشان تو یک طرف رہے۔ معمولی راستے اور

صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانشمند متکلم کے کلام میں ہونی چاہئے۔ انجیل کو نصیب نہیں کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو خدا کی ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے ایک دنیا کا کس نے خون کیا جو انہیں تالیفات اربعہ نے جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفس امارہ چلتا گیا اسی طرف ترجمہ کرنے کے وقت ان کے الفاظ بھی جھکتے گئے۔ کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض انجیل کی ہمیشہ کایا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے اور خدا بھی اس کی تعلیم موجودہ کے رو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدیث اور تولد اور تجسم اور موت سے پاک تھا بلکہ انجیل کی تعلیم کے رو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں اور آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جو ازلی اور قدیم تھا بالکل بدل گیا اور ہمیشہ قیوم اور غیر متبدل رہ کر آخرکار تمام قیومی اس کی خاک میں مل گئی۔ ماسوائے اس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی بلکہ متی وغیرہ نے بہت سی باتیں اس کی لوگوں سے سن سنا کر لکھی ہیں اور لوقا کی انجیل میں تو خود لوقا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا ان سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے۔ پس اس تقریر میں خود لوقا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں۔ کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی۔ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں۔ پھر وہ نبی کیونکر ہوا۔ بہرحال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ اپنے سب بیان کے رو سے الہامی ہیں اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ غرض اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ پتے داری گانوں کی طرح کچھ خدا کا کچھ انسان کا ہے۔“

اس قول واعتقاد کے ساتھ کادیانی اس صورت قصہ کو اگر وہ کسی انجیل میں پائی بھی جائے کیونکر دستاویز بنا سکتا ہے اور اپنے فعل کو اس کی نظیر بنا کر اس کو کیونکر جائز کر سکتا ہے۔

وجہ سوم: یہ بھی فرض کیا اور بطور فرض محال مان لیا کہ اس صورت واقعہ عطر کے بیان میں اناجیل اربعہ متفق ہیں اور ان کا یہ بیان تحریف وتصرف سے خالی ہے تو پھر بھی یہ صورت

احکام اسلام کے مقابلہ میں لائق دستاویز تمسک نہیں ہے۔ اسلام میں صاف آچکا ہے کہ حرام سے بچو اور حلال کھاؤ۔

قرآن میں ارشاد ہے: ’’**یایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم** (بقرۃ:۱۶۸) **کلوا مما فی الارض حلالا طیبا** (البقرۃ:۱۷۲) **قال رسول اللہ ﷺ الحلال بین والحرام بین وبینھما مشبھات لا یعلمھن کثیر من الناس من اتقٰی الشبھات استبراء لدینہ الحدیث متفق علیہ. قال رسول اللہ ﷺ ثمن الکلب خبیث مھر البغی خبیث** (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۴۲) **انھٰی رسول اللہ ﷺ عن کسب الامۃ حتی یعلم من این ھو** (رواہ ابن داؤد ج۲ ص ۱۳۰)‘‘ ایمان والو طیبات وحلال کھاؤ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر اور ان کے بیچ میں ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے۔ جو ان سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بچالیا اور آپ نے فرمایا کتے کا دام پلید ہے۔ زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسبی کی کمائی (کام میں لانے) سے منع کیا ہے۔ جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آئی۔ یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اس کو جائز ذریعہ سے ملی ہے۔ اس حکم اسلام کے مقابلہ میں کادیانی کا اپنے فعل کو جائز بنانے کے لئے اس صورت سے (اگر وہ انجیل میں آچکی ہو اور صحیح وثابت ہو) دستاویز کرنا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک کب جائز ہے۔ کادیانی کو قرآن اور حدیث اور دین اسلام سے اپنے فعل کے جواز کی دلیل نہ ملی تو اس نے حکم اسلام کے مقابلہ میں ایسی کتابوں کی (جن کو وہ محرف وغیر محفوظ سمجھتا ہے) ایک بات اس میں جھوٹ ملا کر اپنی دلیل بنائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کادیانی کسی مذہب کا پابند نہیں ہے۔ نہ اسلام کا نہ عیسائی مذہب کا اور نہ کسی کتاب آسمانی کی قید میں ہے۔ نہ قرآن وحدیث کی قید میں اور نہ انجیل کی اور جس سے کام نکلے نکال لیتا ہے اور جو داؤ چلے چلالیتا ہے۔

اپنے اس فعل شنیع کی تصحیح اور اس کے سرعقلی کی تشریح کے لئے جو کادیانی نے اصول بیان کیا ہے کہ نافرمان انسان کا مال اور اس کی جان اس کے ملک سے خارج ہوکر خدائی ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جس کو (رسولوں کو خواہ کسی اور کو) چاہتا ہے ان کی جان ومال کا مالک بنادیتا ہے اور اس کے ہاتھ ان کو تلف کرادیتا ہے۔

یہ اصول ریلیجنس (مذہبی) نظر سے علیحدہ پولٹیکل نگاہ سے بھی غور وتوجہ ناظرین کے لائق ہے۔ اس اصول کا ماحصل یہ ہے کہ نافرمانبردار انسان کا مال اور اس کی جان صرف نافرمانی کے سبب معصوم ومحفوظ نہیں رہتے اور ہر شخص کے لئے اس کی جان کو مار دینا اور اس کے مال کو تلف کر دینا جائز ومباح ہو جاتا ہے۔ یہ اصول اسلام کے اور اس کے اصول ودلائل قرآن حدیث سے بالکل مخالف ہے۔ اسلام نے صرف کفر یا فسق کو کفار یا فساق کے جان ومال کے غیر معصوم اور مباح ہونے کا موجب نہیں ٹھہرایا۔ یہ ہوتا تو عبدی اور ذمی کافروں کا مال اور خون مباح ہو جاتا۔ حالانکہ نصوص قرآن وحدیث کے حکم سے ان کے مال اور جان ویسے ہی مسلمانوں پر حرام ہیں۔ جیسے مسلمانوں کے مال وجان۔ اس مسئلہ کی تفصیل دلائل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہوچکی ہے اور کفر سے اتر کر نافرمانی جو فسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے تو کسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمانبرداری کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق سے (جو اس سے کمتر ہے) کیونکر ہوسکتی ہے اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہوسکتی ہیں۔ معلوم نہیں کادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے۔ اسلام میں تو اس کا کہیں اثر ونشان نہیں پایا جاتا۔

اس طرفہ پر طرہ یہ کہ اصول باوجود بے اصل ہونے اور اصول اسلام سے مخالف ہونے کے کادیانی کے اس فعل شنیع کو صحیح نہیں بناتا۔ اس اصول کی رو سے کادیانی کا فعل تب صحیح ہوسکتا جب کہ خدا تعالیٰ وہ ناجائز مال بلاواسطہ صاحب مال کے کادیانی کو دلوا دیتا۔ کادیانی زور شمشیر سے اور اپنے غلبہ اور شوکت سے اس پر قبضہ کرتا۔ اس صورت میں کادیانی اپنے اس ملحدانہ اصول کی رو سے کہہ سکتا کہ خدا تعالیٰ نے اس مال کو ان کی نافرمانی کے سبب ان کے تصرف واختیار سے نکال کر میرے قبضے وتسلط میں کر دیا ہے۔ وہ مال تو کادیانی نے التجاء ومنت اور سوال سے اور دھوکہ اور فریب دے کر صاحب مال سے لیا ہے اور اس نے کادیانی کو دیا ہے اور کادیانی اس مال کے تصرف میں اسی کا نائب اور خلیفہ ہے اور اسی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس مال کو کادیانی کا اصل مالک کی اجازت سے استعمال لانا ویسا ہے جیسا کہ اصل مالک کا اس کو اپنے تصرف لانا جو کادیانی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ پس بحکم نیابت کادیانی کو بھی اس مال کا

اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں ہے نہ وہ مال اصول مذکورہ سے مطابق کادیانی کے تصرف میں آیا اور نہ اس اصول کے روسے اس کا استعمال اس کے لئے جائز ہے۔ اس بات کے سمجھنے کو کسی قدر علم بے کار ہے جو لوگ اس کو سمجھ سکیں وہ کسی اہل علم سے پوچھ لیں۔

پولٹیکل نگاہ سے جو اس اصول میں غلطی وفساد ہے اس کو پولیٹیشن اعیاں خود سمجھ سکتے ہیں۔ ہم اس مقام پر اس تفصیل کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ضرورت ہوئی تو آئندہ ایشو (اشاعت) میں بضمن مضمون فتنہ کادیانی نمبر۳ اس کی تفصیل کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اتنی بات تو کس وناکس وپولیٹیشن نہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ کادیانی کے نزدیک سکنائے ہندوستان وغیرہ بلاد کا کوئی شخص غیر مذہب (حاکم ہو خواہ محکوم) معصوم المال والدم نہیں بلکہ خدا کی نافرمانی کے سبب ان کی خون ریزی کرتا اور ان کا مال لوٹ لینا۔ مباح اور حلال نہ ہے اور جو اس کے برخلاف کادیانی نے براہین احمدیہ اور کتاب وساوس میں برٹش گورنمنٹ سے لڑنے کو ناجائز رکھا ہے اور گورنمنٹ کی تعریف میں بہت سے اوراق کو سیاہ کیا ہے وہ سب فقرہ بازی ہے اور ایک پولٹیکل چال۔ درحقیقت وہ ہر شخص کو جو اس کے خیال میں خدا ورسول کا نافرمان ہو مباح المال والدم سمجھتا ہے اور اس اعتقاد کے موافق عمل کرنے سے وہ اس لئے متوقف ہے کہ ہنوز بے ساز وسامان ہے۔ اگر اس کے دعویٰ مہدویت کو اس کے اس خلفاء اور حواریوں کی کوشش سے جس میں وہ رات دن مصروف ہیں کسی بااختیار رئیس اور جمہور خلائق نے مان لیا تو وہ سبھی نافرمانوں کو تبلیغ کرے گا اور اپنے اعتقاد کے موافق عمل کر دکھائے گا اور اگر کادیانی یہ کہے کہ میرا یہ اصول اس ملک کے اشخاص اور گورنمنٹ غیر مذہب کو شامل نہیں تو استثناء کی وجہ بیان کرے۔ کیا وہ لوگ کادیانی کے نزدیک خدا کے نافرمان نہیں؟ نہیں تو کادیانی نافرمان کی تعریف بتاوے جو ان لوگوں پر صادق نہ آوے بلکہ ان کو فرمانبردار خدا ورسول بنائے۔ اس صورت میں وہ اس سوال کا جواب بھی دے کہ اگر اس کے نزدیک نصاریٰ خدا کے فرمانبردار ہیں تو پھر وہ ان سب کو خاص کر ملکہ معظّمہ قیصر ہند کو اطاعت اسلام کی دعوت کیوں کرتا ہے جو اس کی آخری کتاب وساوس میں بھی موجود ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۵ نمبر۲ ص۱۴۱ تا ۲۰۰)

حاشیہ جات

۱؎ دیکھو(وساوس کادیانی ص۳۵،خزائن ج۵ص۳۵) جس میں اس نے بعینہٖ یہ الفاظ لکھے ہیں اور یہ جتایا ہے کہ امی ہو کر میں نے ایسا خطبہ لکھا ہے تو یہ بجز الہام کیا ہوسکتا ہے؟

۲؎ ایسے مسلمانوں نے آج کل لاہور سے اس مضمون کا ایک اشتہار نکالا ہے کہ کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کیوں کہا جاتا ہے۔اس کا جواب علیحدہ دیا جائے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ!

۳؎ ’’واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا‘‘یعنی جب منافق مومنوں کو ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مؤمن ہیں۔’’واذا جآءک المنٰفقون قالوا نشهد انک رسول اللّٰہ‘‘یعنی جب تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں،ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔

۴؎ یہ فقرہ اور فقرہ اولیٰ صفحہ آئندہ ایک حدیث کے فقرات ہیں۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خداتعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو تمام آسمانوں کے فرشتوں میں منادی کر دیتا ہے کہ وہ بندہ میرا دوست ہے۔تم اس کو دوست رکھو۔ پھر یہ حکم زمین پر پہنچتا ہے تو زمین والوں میں اس کی قبولیت تسلیم کی جاتی ہے اور اگر کسی بندہ سے خدا ناخوش ہوتا ہے تو اسی طرح پہلے آسمانوں میں پھر زمین میں اس کی منادی ہو جاتی ہے تو زمین والوں میں اس کی دشمنی پھیل جاتی ہے۔

۵؎ یعنی خدا تجھے لوگوں سے بچالے گا۔

۶؎ اس تھوڑی سی عبارت میں کادیانی نے چار غلطیاں کی ہیں۔ دوصرفی، دوادبی۔ادبی ملجائی عند ربی اور فتحت علٰے کی صلات میں۔صرفی اگر کلہا کا ضمیمہ عالم کی طرف ہے تو یہ غلطی ہے۔کیونکہ عالم مذکر ہے نہ مؤنث۔مؤنث لانا اور ستر کو متعدی بنانے کے لئے باب افعال میں لے جانا۔حالانکہ سر و یسر مجرد متعدی ہے۔کسروری کا کاف بھی بلاضرورت ہے۔یہ لفظ بحذف کاف مفعول مطلق ہو کر وہی معنی دے جاتا ہے۔ دوسطر عبارت کا یہ حال ہے۔اس سے ناظرین قیاس کر سکتے ہیں کہ تیئس صفحہ کا کیا حال ہوگا۔

۷؎ آپ کی پیشین گوئی میعادی ہشت سال بتارہی ہے کہ سلطنت برطانیہ کی نسبت جو کچھ آپ نے خطبہ میں کلمات خوشامد و تعریف لکھے ہیں وہ دل سے نہیں لکھے۔

۸؎ حضرت مسیح جب نازل ہوں گے تب باوجود نبی ہونے کے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تابع ہوں گے۔جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے وقت میں نبی بھی تھے اور تابع بھی۔

۹ کیوں نہیں جس نے اپنا منہ خدا کے سپرد کیا اور وہ نیکوکار بنا۔ اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔ ان کو نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غم کریں گے۔

۱۰ خود کتاب وساوس میں ایسی فحش گالیاں قلم میں لایا ہے کہ ان کو دیکھ کر پڑھے لکھے کنجڑے ہتھیارے اور بازاری شہدے بھی شرم کریں۔

۱۱ یعنی جو حقیقت شریعت کے برخلاف ہے۔ وہ چھپا ارتداد والحاد ہے۔ دیکھو مقالہ عاشر فتوح الغیب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

۱۲ یہ کہنا کادیانی کے اس بیان وساوس ص۲۷ کے جو اس پرچہ کے ص۸۰ میں منقول ہے۔ صریح مخالف ہے۔ وہاں تو اس نے خوارق کو اقتداری ٹھہرایا ہے اور صاف یہ کہا ہے کہ اقتداری خوارق اسی وجہ سے ان لوگوں سے مصادر ہوتے ہیں کہ روح القدس کی روشنی ہر وقت ان کے شامل حال ہوتی ہے اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتی اور یہاں ازالہ میں معجزات کی اقتداری ہونے کی نفی کی ہے۔ اس اختلاف سے کادیانی کا کذاب اور دھوکہ باز ہونا ثابت ہے اور اس اختلاف ودھوکہ بازی کی وجہ میں بیان ہوچکی ہے۔

۱۳ یہ بیان ص۶۴، ۶۸ وساوس جس کی عبارات اس پرچہ کے ص۵۷، ۵۸ میں منقول ہیں مخالف ہے۔ وہاں تو ولی کو اس نے گویا خدا بنادیا۔ یہاں بالکل بے دخل کردیا۔ اس اختلاف کی بھی وہی وجہ ہے جو حاشیہ سابق میں بیان ہوئی۔

۱۴ یہ توضیح المرام ص۲۱، ۲۲ میں بطور نر مادہ ملنا یعنی جفت ہونا اور اس سے روح القدس کا تولد ہونا بیان کیا ہے۔

۱۵ بظاہر اس لئے کہا گیا ہے کہ درحقیقت وہ خود وجود ملائکہ سے منکر ہے اور پکا نیچری۔ اس کا ظاہری اقرار مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے ہے۔ حاشیہ صفحہ آئندہ اور مکائد آئندہ کے متعلق ہمارا کلام ملاحظہ ہو۔

۱۶ کادیانی کا یہ وجود جبرائیل کو ہنسی میں اڑاتا ہے۔ پھر اس کا اقرار وجود جبرائیل وملائکہ مسلمانوں کے لئے ایک جال نہیں تو کیا ہے اور اگر یہ اس کی ہنسی نہیں تو بتاوے کہ مسلمانوں کا وجود جبرائیل کی نسبت یہ اعتقاد اس نے کہاں دیکھا ہے۔

۱۷ موجودہ علوم طبعیہ کے دست آویز سے حقائق امور شرع سے انکار نیچریوں کا کام ہے۔ مسلمان ان طبعیات کو شرع کے تابع کرتے ہیں۔

۱۸ یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر جہاں سے جبرائیل علیہ السلام رہ چکے تھے۔

۱۹؎ کادیانی نیچری ہے۔ لہٰذا اس کے افہام وافحام کے لئے نیچرل قاعدہ پیش کیا گیا ہے۔

۲۰؎ اس احتمال وامکان کا مؤید شیخ الاسلام بلقینی کا وہ قول ہے جو فتح الباری میں شیخ ابن حجر نے نقل کیا ہے: ’’**وقال شیخنا شیخ الاسلام ماذکرہ امام الحرمین لا ینحصر الحال فیہ بل یجوز ایکون الاتی ہو جبرئیل بشکلہ الاصلی الا انہ انہم فصار علی قدرہیئۃ الرجل واذا ترک ذلک عاد الی ہیئۃ ومثال ذلک القطن اذا جمع بعد ان کان منتفشاً فانہ بالذی شق یحصل لہ صورۃ کبیرۃ واخاتہ لم یتغیر (فتح الباری ج۱ ص۱۱ طبع دھلی)**‘‘ فتح الباری میں پہلے امام الحرمین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمثل جبرئیل بصورت انسان کے یہ معنی ہیں کہ خداتعالیٰ جبرئیل کی اصلی صورت سے اس مقدار کو جو صورت انسان سے زائد ہے۔ فنا کر دینا یا ٹلا دینا تھا۔ پھر ابن عبدالسلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مقدار زائد کو فنا نہ کرتا تھا۔ کیونکہ روح کی علیحدگی سے جسم کا مردہ ہونا عقلاً لازم نہیں ہے۔ دیکھو شہیدوں کی ارواح ان کے جسموں سے جدا ہوکر سبز جانوروں کے جوف میں جاتی ہیں۔ پھر وہ اجسام مردہ نہیں ہوتے۔ پھر شیخ الاسلام بلقینی سے نقل کیا ہے کہ تمثل ان ہی دوصورتوں میں منحصر نہیں جو امام الحرمین نے بیان کی ہیں۔ ممکن ہے کہ جبرائیل اسی صورت میں آتے ہوں۔ مگر سکڑ کر انسان کی صورت میں ہوجاتے ہوں۔ پھر جب اس صورت کو ترک کرتے ہوں تو اصلی مقدار پر ہوجاتے ہوں۔ اس کی مثال روئی ہے جب وہ دھنی جاتی ہے تو بڑی صورت معلوم ہوتی ہے اور جب اکٹھی کی جاتی ہے تو چھوٹی ہوجاتی ہے۔ پھر شیخ ابن حجر نے اپنا خیال بیان کیا اور کہا حق یہ ہے کہ تمثل کے یہ معنی نہیں کہ ان کی ذات انسان ہوجاتی تھی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی صورت سے انسان کی صورت کا حصہ نظر آنا باقی حصہ دیکھنے والے کی نظر سے مخفی رہتا نہ وہ مٹایا جاتا نہ فنا ہوتا۔

۲۱؎ یہ دائمی قریب وغیر منقطع معیت تمہارے افتراء کیے ہوئے الفاظ ہیں۔ شیخ کی کلام میں نہ یہ الفاظ ہیں نہ ان کے معانی۔

۲۲؎ تناسخ کا لفظ شیخ عبدالحق کے کلام میں نہیں ہے اور شیخ عبدالحق صاحب یا اور مسلمان جبرائیل کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں انتقال کرنے کو تناسخ سمجھتے ہیں اور نہ یہ وہ تناسخ ہوسکتا ہے جس کے ہنود وغیرہ فرقہ ضالہ قائل ہیں۔ یہ لفظ کادیانی ازخود گھڑ کر شیخ کے ذمہ لگاتا ہے۔ اس جواس کی غرض ہے اس کا بیان اور اس غرض کا ابطال آگے میں ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

۲۳؎ یہ فقرہ اور الفاظ زیر خط یا ان کا مضمون شیخ کے کلام میں نہیں ہے۔ ناظرین اصل عبارت ملاحظہ کریں۔ ان کے ازخود بڑھانے سے کادیانی کا مقصود یہ ہے کہ شیخ عبدالحق صاحب کو حقیقی نزول جرائیل کا منکر بنادے جو شیخ پر محض افتراء ہے۔

۲۴،۲۵،۲۶؎ یہ الفاظ وفقرات زیر خطوط ہی کادیانی نے ازخود بنائے اور شیخ عبدالحق صاحب کے ذمہ لگائے ہیں۔ ان کے کلام میں نہ یہ الفاظ موجود ہیں نہ ان کا ماحصل مضمون ان الفاظ سے بھی اس کا وہی مقصود ہے جو حاشیہ میں ہے بیان کیا گیا ہے۔

۲۷؎ شیخ کے کلام کا وہ مطلب کادیانی ازخود چند الفاظ ملا کر نکالا ہے۔ اصل کلام شیخ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔

۲۸؎ ان نمبروں کو ملاحظہ فرما کر ناظرین خیال کریں کہ ہر ایک بات سے ہماری کیا مراد ہے اور کادیانی نے اپنی تحریر مؤرخہ ۱۹/اپریل میں اس سے کیا مراد بنالی ہے۔

۲۹؎ کادیانی کا اپنے اختلافات کو جزئی کہنا ناواقفوں کو دھوکہ دینا ہے جو کادیانی کے دجال ہونے پر ایک دلیل ہے۔ کادیانی کل اصول اسلام میں مسلمانوں کا مخالف ہے۔ فتویٰ جواب، آسمانی فیصلہ ص۳۱ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

۳۰؎ یعنی خدا کا جو اوّل وآخر ہے مظہر ہوگا۔ حق اور بلندی کا محل ظہور گویا کہ خود خدا تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ ناظرین کادیانی کا بیٹا خدا ہوا تو کادیانی خدا کا باپ ٹھہرا۔ آج تک ابن اللہ تو بہت لوگوں کو کہا گیا ہے مگر خدا کا باپ کادیانی سے پہلے کوئی نہیں سنا تھا۔ اس کے ایسے دعاوی سن کر جو لوگ اس کو مسلمان اور ولی مان رہے ہیں وہ اگر دیوانہ نہیں نافہم نہیں تو پھر کون ہیں وہی بتاویں۔

۳۱؎ یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں۔ اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعویٰ نہیں الہامی ہے۔ پھر کادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والا نہیں کیا گیا۔ جس کو وہ سبز اشتہار مطبوعہ یکم/دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے ملاحظہ فرما کر دادانصاف دیں کہ یہ شخص کذاب ودروغ گو نہیں ہے؟

۳۲؎ مصدقہ اشتہار مطبوعہ ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان تکمیل تبلیغ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۹۱)

۳۳؎ (نوٹ: لائق کمال توجہ معتقدین درخواست ومخالفین کادیانی) اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے ص۱۷،۲۱ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کے لئے کادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں جن

کوسن کر ناظرین یقین کریں گے کہ کادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا ہونے کا اقراری نہ ہو گا۔اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہہ کر یہ جتایا گیا تھا کہ وہ لڑکا لڑکپن میں فوت ہو جائے گا۔لہٰذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹی اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزول رحمت ہوا۔ اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے۔ پھر اس کا لفظ مہمان اور پاک کہہ کر فوت ہو جانا جتانا کیونکر ہو سکتا ہے۔اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خبر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان و پاک وغیرہ میں فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔ دوسرے حصہ میں جو لفظ ''مبارک'' سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت کادیانی الہام کو تب الہام ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر کادیانی کی ذلت وخواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا۔جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں جو راست بازوں کا ملہم ہے اور وہ اپنے راست باز بندوں کو پہلے ایک مجمل وغیر معین بات کہہ کر اور اس ابہام کے سبب ان کی تذلیل وتکذیب کرا کر اس کی تفصیل نہیں کیا کرتا۔ بلکہ وہ الہام شیطان کا احتلام ہے اور اسی کا یہ کام ہے کہ پہلے اپنے اتباع کو دھوکہ میں پھنساتا ہے۔ پھر ان کو ذلیل کر کے ان سے کنارہ ہو جاتا ہے اور دشمنوں سے ان کے بے آبروئی کراتا ہے۔جس کے اس فعل کی قرآن کی اس آیت میں حکایت ہے۔''**کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منک انی اخاف اللہ رب العالمین** '' وہی خبیث اور ناپاک ملہم کادیانی کو ذلیل کر رہا ہے۔۱۸۸۶ء میں ایک بات کہہ کر اور اس کے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اس کو ذلیل کیا۔ پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔مگر چونکہ کادیانی کی حس ماری گئی ہے۔حیاء اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہوگئی ہے۔لہٰذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا اور جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے۔وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔ اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیش گوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں۔مگر ان کے بیان واظہار کے لئے نہ وقت ہے۔نہ اس رسالہ میں گنجائش وہ پھر سہی ان شاءاللہ تعالیٰ!

۴سطر ناظرین! دیکھو یہ دس شرطیں ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے میں عرض کیا تھا یا صرف تین جیسا کہ کادیانی نے تحریر ۱۹؍اپریل ۱۸۹۳ء میں کہا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

اشاعة السنة

پر

اعتراض، دشنام دہی کا جواب

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کادیانی کے ایک حواری مالیر کوٹلہ سے لکھتے ہیں کہ جو الفاظ کافر دجال وکذاب بحق کادیانی لکھے جاتے ہیں یہ گالیاں ہیں۔ بایں جو ہم اشاعۃ السنۃ کی قیمت دیتے ہی یہ قیمت دینا ایسا ہے جیسا لوگ بیاہ شادیوں میں گالیاں سنتے ہیں اور گالیاں دینے والوں کو کچھ دے دیا کرتے ہیں۔

۲...... بعض مسلمان جو کادیانی کے معتقد نہیں کہلاتے ہر نئی روشنی، نئی تہذیب کے مدعی ہیں وہ ان الفاظ کو بحق کادیانی خلاف تہذیب قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ گو کادیانی ان الفاظ کا مستحق ہے۔ مگر بحکم تہذیب ان الفاظ کو اس کے حق میں استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

۳...... بعض مسلمان کہلانے والے ان سے بھی متساہل ہیں وہ کادیانی کے اقوال واعتقادات سن کر بھی کادیانی کو ان الفاظ کا مستحق ومحل نہیں سمجھتے اور اس کو برا نہیں کہتے ان کا مقولہ ہے کہ ہم کسی کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے والے اور نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ اس سے حدیث میں ممانعت آچکی ہے۔

الجواب:

پہلے صاحب کے اعتراض اور ان کی پیش کردہ نظیر کا جواب ترکی بترکی ان کی خدمت میں ہم بذریعہ خط عرض کر چکے ہیں۔ انہوں نے اس کو تسلیم نہ کیا تو پھر ہم پبلک سے انصاف چاہنے کی غرض سے اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اس مقام میں ایک اور جواب عرض کرتے ہیں۔ شاید وہی جواب ان کے یا دوسرے معترضین کے اطمینان کا موجب ہو۔

وہ یہ ہے: کادیانی کے حق میں یہ الفاظ گالیاں نہیں بلکہ اس شرعی فتویٰ پر عمل اور اس کا بیان ہے جو باتفاق علماء ہندوستان وپنجاب اس پر لگایا گیا ہے اور شرعی فتویٰ پر عمل اور اس کا

بیان عین طاعت وایمان اور ایک امر واقعی کا بیان ہے جس کو کادیانی بھی گالیاں نہیں سمجھتا۔ (ازالہ کادیانی ص۱۳ تا۳۶، خزائن ج۳ ص۱۰۸ تا۱۲۱ ملاحظہ ہو۔ ہاں! گالیاں وہ ہیں جو کادیانی کی ہر ایک تصنیف بحق خاکسار اور دیگر علماء نامدار بلکہ بحق انبیاء وجملہ سلف وخلف صغار وکبار پائی جاتی ہیں اور وہ صرف کادیانی کے ذاتی خیال ونفسانیت وبدگوئی کی قدیم عادت سے ناشی ہیں۔ معترض صاحب کو وہ گالیاں ان کی تصانیف میں نظر نہ آویں تو وہ ہم کو اجازت دیں۔ ہم آئندہ پرچہ میں ان گالیوں کی فہرست پیش کریں گے۔

دوسرے حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ غور وانصاف سے اور اپنے کانشنس (نورفراست وایمان) سے کام لے کر فرماویں کہ جس حالت میں کادیانی نے اپنے (ازالہ ص۶۲۸، خزائن ج۳ ص۴۶۰) میں رسولوں اور نبیوں کی وحی کو دخل شیطان کا محل ٹھہرا کر چارسو نبیوں کو جھوٹا قرار دیا اور بدست آویز وتقلید ایک نقل بائبل کی جس پر کسی مسلمان کو اعتماد کرنا حلال نہیں صاف کہہ دیا ہے کہ وہ سب نبی ایک فتح کی پیش گوئی میں جھوٹے نکلے۔

اور اس کے (ص۳۰۲، خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ) میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو از قسم شعبدہ بازی ولہو ولعب وعمل مسمریزم کہہ کر (ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸ حاشیہ) میں صاف کہہ دیا ہے کہ: ''اگر یہ عاجز (خود حضرت دجال صاحب) اس عمل کو مکروہ وقابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

اور اس کے (ص۳۱۰، ۳۱۱، خزائن ج۳ ص۲۵۸ حاشیہ) میں اس عمل کے سبب حضرت مسیح کی توہین ان الفاظ سے کی ہے کہ: ''اس عمل مسمریزم کا ایک بڑا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ اپنی روحانی طاقتوں میں نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفس اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت اور توحید اور

استقامت کے کاموں میں کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔‘‘

(ان دونوں عبارتوں میں الفاظ جلی ملاحظہ ناظرین ومعترضین کے لائق ہیں۔ان میں کیسی صریح توہین ایک جلیل الشان پیغمبر کی پائی ہے۔’’**نعوذ باللہ من …… ھذہ الاھانۃ**‘‘)

اور جناب سرور کائنات کی توہین اپنے (ازالہ ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳) میں اس دلیر بہادر نے ان الفاظ سے کی ہے کہ:’’اگر آنحضرت پر ابن مریم اور دجال کی اور اس کے گدھے کی اور یاجوج ماجوج کی اور دابۃ الارض کی اصلی اور کماہی حقیقت نہیں کھلی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔‘‘

اور اس کے مقابلہ میں اپنی اس تعریف میں کہ میں ان چیزوں کی حقیقت بخوبی جانتا اور بیان کر چکا ہوں کہ:’’ابن مریم سے میں خود مراد ہوں اور دجال سے دنیادار یا پادری لوگ اور دجال کے گدھے سے ریل گاڑی اور یاجوج ماجوج سے انگریز وروس اور دابۃ الارض سے بے عمل مولوی لوگ مراد ہیں۔‘‘

کئی کتابیں لکھ ڈالیں یہ ایک ایسی توہین ہے کہ یہ آنحضرت کی نبوت پر ایک سخت اعتراض اور درپردہ طعن ہے کہ جو باتیں آنحضرت لوگوں کو بطور عقائد سکھاتے اور منواتے تھے ان کی حقیقت خود نہ سمجھتے تھے۔ جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ نبی نہ تھے اور آنحضرت کی ختم نبوت کو (توضیح مرام ص۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰) میں ان الفاظ سے توڑا ہے کہ:’’نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔‘‘

(ازالہ ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) میں آپ کی بشارت نبوت کو جو انجیل میں آئی ہے جس کی قرآن کی اس آیت میں خبر ہے:’’**ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ آپ ﷺ سے چھین کر اپنے اوپر لگالیا ہے اور یہ صاف کہہ دیا ہے۔’’مگر ہمارے

حضرت فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے۔(یعنی ذات دجالیت صفات کادیانی) بھیجا گیا ہے۔'' اور (ازالہ ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶) میں صاف کہہ دیا ہے کہ: ''خداتعالیٰ نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے نبی تھی۔''

اور رسالہ (شہادۃ القرآن ص۲۴، خزائن ج۶ ص۳۱۹) میں اپنے آپ کو آیت: ''اذالرسل اقتت''(جس کے معنی یہ ہیں۔رسول وقت مقرر پر لائے جاویں گے) کا مصداق بنایا ہے۔

اور (ازالہ ص۶۷۶، خزائن ج۳ ص۴۶۵) میں آنحضرت کی سیفی فتح مکہ کی ان الفاظ سے توہین کی ہے کہ فتح ''سیفی کچھ چیز نہیں۔''

اور (ص۶۷۸، خزائن ج۳ ص۴۶۶) میں تمام صحابہ وتابعین وعلماء مسلمین کی یہ کہہ کر توہین کی کہ انہوں نے فتح کے معنی نہیں سمجھے۔

اور (ص۶۰۰،۷۴۵، خزائن ج۳ ص۴۲۴،۵۰۱) وغیرہ میں تمام مفسرین صحابہ وتابعین وغیرہ کو ان الفاظ سے گالیاں دی ہیں کہ انہوں نے لفظ توفی مسیح سے رفع کے معنی مراد قرار دینے میں الحاد وتحریف سے کام لیا ہے۔

اور اس کے (ص۲۹۵، خزائن ج۳ ص۲۵۱) میں تمام مسلمین صحابہ وتابعین وائمہ محدثین، مجتہدین ومفسرین کی (جو حضرات مسیح کے معجزات احیاء وموتی وخلق طیور وغیرہ کے ظاہری معنی مراد سمجھتے ہیں) توہین وتکفیر ان الفاظ سے کی ہے کہ: ''ان معجزات کی نسبت یہ اعتقاد وصریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔''

اور اپنے (اشتہار ۲؍مئی ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۲۳) میں (جس کی اصل عبارت فتویٰ تکفیر کادیانی میں منقول ہے حضرت مسیح کی زندگی کے اعتقاد کو شرک کا ستون قرار

دے کر تمام گزشتہ علماء کو جن میں صحابہ وتابعین بھی داخل وشامل ہیں مشرک ومخلوق پرست بنایا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس!) اس حالت میں اور ان کفریات وتوہینات کے مقابلہ میں علماء ہندوستان وپنجاب نے قادیانی کو کافر دجال وکذاب کہا تو کیا خلاف تہذیب کیا؟ کیا تہذیب اسی کا نام ہے کہ ایک شخص برملا بلند ٹیلے پر کھڑا ہو کر ایک نقارہ ہاتھ میں لے کر نبیوں کو جھوٹا کہے۔ ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دے کر اس میں ان کی ہمسری کا دعویٰ کرے۔ ان کو ہدایت کے کام میں نکما اور ادھورا کہے۔ ان کو تبلیغ ودینی امور کے معنی سمجھنے سے جاہل قرار دے کر ان امور کے علم میں اپنی فوقیت کا دعویٰ کرے اور جہاں کے مسلمانوں (صحابہ وتابعین وائمہ محدثین) کو کافر ومشرک کہے۔ پھر مسلمان اس کے منہ کو دیکھا کریں۔ اس کو بالمقابلہ کافر ودجال وکذاب نہ کہیں بلکہ قبلہ کعبہ جناب حضرت اقدس مرزا صاحب کہہ کر یاد کریں اور زیادہ سے زیادہ برا کہیں تو اتنا کہیں کہ مرزا صاحب نے فلاں مسئلہ غلط کہا ہے یا اچھا نہیں کہا۔ وبس!

اور اس سے زیادہ کوئی لفظ خلاف تعظیم زبان پر نہ لاویں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ قرآن میں کافروں کو کافر کہا بلکہ اس سے سخت الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے۔ جس کو خود قادیانی نے اپنے (ازالہ ص۱۱، خزائن ج۳ ص۱۰۸ حاشیہ) وغیرہ میں نقل کیا ہے اور بعض کافروں کو ان کا نام لے کر برا کہا ہے۔ اس امر کو وہ حضرات خلاف تہذیب جانتے ہیں تو وہ اس تہذیب پر خاک ڈال کر پہلے اپنے ایمان کی فکر کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ حضرات تہذیب کا رونا روتے ایمان کو کھو بیٹھیں۔ حمیت اسلامی چھوڑ کر مداہن ہو جائیں۔ تیسرے حضرات کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ آپ صاحبوں کا قادیانی کے ان کفریات کو سن کر اور اس کی کتابوں میں دیکھ کر یا دیکھنے پر قادر ہو کر برا نہ سمجھنا اپنے ایمان واسلام کو سلام کرنا ہے۔

مؤمن مسلمان بننے کے لئے قرآن وحدیث نے یہ شرط لازمی ٹھہرادی ہے کہ اسلام کے مخالف عقائد کو کفر سمجھیں اور ان کے قائل ومعتقد کو برا جانیں اور اس سے انکار

کریں۔ زبان سے کچھ نہ کہہ سکیں تو دل ہی میں اس کی برائی کا اعتقاد رکھیں۔ یہ بھی نہ ہو تو پھر رائی کے برابر ایمان نہیں رہتا۔

ایک آیت میں ارشاد ہے: ’’**فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقداستمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا** (البقرۃ:۲۵۶) ‘‘جس نے طاغوت (گمراہ وسرکش) سے کفر یعنی انکار کیا اور وہ خدا پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی کو پکڑا جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ’’**وقد امر وان یکفر وابہ** (نساء:۶۰)‘‘ کہ ان کو حکم ہوا ہے طاغوت سے کفر انکار کریں۔

ایک آیت میں: ’’**کفرنا بکم** (الممتحنہ:۶)‘‘ حضرت ابراہیم کا اور ان کے ساتھ والوں کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کفار کو کہا کہ ہم نے تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے کفر یعنی انکار کیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے: ’’**قال رسول اللہ ﷺ من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم لیستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان** (مشکوٰۃ)‘‘ جو شخص بری بات دیکھے وہ اس کو ہاتھ سے ہٹادے۔ یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اس پر انکار متوجہ کرے اور برا کہے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانیں۔ یہ بھی نہ کرے گا تو رائی برابر ایمان نہ رہے گا۔

ان حضرات کا یہ خیال کرنا کہ کادیانی مسلمانوں کا کلمہ پڑھتا ہے۔ ان کے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے اور یہ کہنا کہ کلمہ گو اہل قبلہ کی تکفیر سے حدیث میں ممانعت آچکی ہے۔ ناواقفی پر مبنی ہے۔

اس حدیث: ’’قال رسول اللہ ﷺ ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل (الحدیث مشکوٰۃ ص ۱۰)‘‘ کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان کلمہ گو اہل قبلہ کو کسی عمل نیک کے ترک کرنے یا کسی عملی گناہ کے مرتکب ہونے سے کافر نہ کہا جائے۔ جیسا خوارج کہتے ہیں۔

چنانچہ دوسری حدیث میں یہ تشریح ہو چکی ہے۔ جس میں یہ ارشاد ہے۔ تین چیزیں اسلام کی جڑ ہیں۔ اوّل ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کہنے والے کی قتل وتکفیر سے رک جانا۔ اس کو کسی (عملی) گناہ کے بدلے (یعنی جو کفر نہ ہو) قتل نہ کرو اور نہ دائرہ اسلام سے نکالو۔ تا آخر حدیث۔

اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کلمہ پڑھ کر اور قبلہ کی طرف منہ کر کے جو کچھ کوئی کفر کہے مثلاً پیغمبر کو گالی دے یا کسی حکم قطعی واعتقادی اسلامی سے انکار کرے یا پیغمبری کا دعویٰ کرے جیسا کہ کادیانی کر رہا ہے تو اس پر اس کو کافر نہ کہو۔ اس حدیث کے یہ معنی ہوتے تو آنحضرت کے زمانہ میں منافقوں کو جو کلمہ پڑھتے تھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرتے تھے کافر نہ کہا جاتا۔ حالانکہ قرآن نے ان کو صاف کافر کہا ہے اور اس کلمہ پڑھنے کے دعویٰ میں ان کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس کی زیادہ تفصیل فتویٰ تکفیر کادیانی اور اس کے متعلق تحریروں میں دیکھنی چاہئے۔

اس مضمون کو پڑھ کر امید ہے پہلے صاحب معترض اشاعۃ السنۃ کو دشنام دہی کے الزام سے بری کریں گے اور دوسرے حضرات الفاظ کافر دجال وکذاب کے استعمال کو بجق کادیانی خلاف تہذیب نہ سمجھیں گے۔ تیسرے حضرات ان عقائد کی نظر سے جو باتفاق اہل اسلام کفریہ عقائد قرار دیئے گئے ہیں اس کو کافر ومرتد دجال وکذاب کہیں گے اور اگر کسی خوف واندیشہ سے وہ یہ الفاظ زبان سے نہ کہہ سکیں گے تو دل میں ضرور اس کو کافر وگمراہ جانیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! (اشاعۃ السنۃ ج۱۵ نمبر۹ ص۱ تا ۴)

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

اشاعۃ السنۃ

میں ایک تبدیلی ناگہانی
لائق توجہ موافقین ومخالفین کادیانی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے بعض معاونین بمبئی، کلکتہ، گجرات وغیرہ کے شاکی کہ اشاعۃ السنۃ کیوں عرصہ تین سال سے ردا باطیل کادیانی میں بہمہ تن مصروف ہے اور دوسرے ضروری مضامین کی تحریر سے عنان قلم کو تھامے ہوئے ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں: ''ہمارے بیان کادیانی کا نام تک کوئی نہیں جانتا اور نہ اس کے کفریات ومتحدثات سے کوئی آشنا ہے۔ لہٰذا ہمارے دیار میں اس کے رد کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم کو انہی مضامین کی حاجت ہے۔ جن سے اشاعۃ السنۃ پہلے بحث کرتا تھا۔''

بعض حضرات فرماتے ہیں۔ اس وقت اشاعۃ السنۃ کو ان مضامین سے بحث کرنا نہایت ضروری ہے جو نومسلم برادران لیورپول وامریکہ ویورپین مدراس کے کام آویں اور ان کو اس نے اعتدال آزادی کی ہوا سے بچادیں۔ جو اس وقت یورپ اور امریکہ میں مذہب کے متعلق پھیل رہی ہیں اور اس کا اثر انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہندوستان میں پہنچ گیا ہے اور مذہب نیچری اور مرزائی اسی کا پھل ہے اور اسی آزادی کے اثر بد سے اس وقت یورپ اور ایشیاء میں مذاہب کے متشابہات (امور نکتہ نا معلوم الحقیقت مجہول الکیفیۃ) کو محالات سمجھ کر ان سے انکار کیا جاتا ہے۔

اس شکایت کے جواب میں آخرالذکر حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے نہایت مناسب وبہت درست ہے۔ آئندہ اشاعۃ السنۃ میں اس پر عمل ہوگا۔ ایک حصہ اشاعۃ السنۃ کا ایسے مضامین کے لئے مخصوص کیا جائے گا جو نومسلم برادران لیورپول وامریکہ اور یورپین مدراس کو متشابہات عقائد اسلامیہ کے تسلیم وتصدیق میں مدد دیں اور اس آزادی کی ہوا سے جو یورپ سے نکل کر ہندوستان تک پہنچ گئی ہے۔ بچاویں! خصوصاً ایسی حالت میں کہ دجال کادیانی نے لیورپول وامریکہ ومدراس میں اپنی کفریات کی اشاعت وتبلیغ کی بناء ڈال دی ہے۔ چنانچہ سیالکوٹی رسالہ مرزائی سراپا باطل وناحق وبرعکس موسوم بہ ''الحق'' نمبر۷ ج۲ ص۱۱۰،۱۱۸ میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ اس حالت میں اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کا ساتھ فرض ہے کہ وہ اسلام کے ایسے اصول وفروع پر

جو یورپین آزادی کو روکنے والے ہیں۔ بحث کرے اور ان برادران اسلام کو نیچری ومرزائی مغالطات سے بچاوے۔ اس قسم کے مضامین سے سب سے پہلے ایک مضمون شجرۃ الاسلام کے نام سے شائع کیا جائے گا۔ جس میں یہ ثابت ہوگا کہ اسلام کی کیا حقیقت ہے اور اس کے اصول میں ایسے امور کا تسلیم کرنا بھی داخل ہے جو صرف مجہول الکنہ غیر معلوم الحقیقت ہیں۔ نہ محال ومعادم البطلان (جیسے وجود ملائکہ وحشر ونعیم وآلام جسمانی اخروی وغیرہ) اور اس کے فروع میں ایسے امور بھی داخل ہیں۔ جن کو معاشرت سے تعلق ہے۔ (جیسے لباس، خوراک، نکاح، تجارت وغیرہ) اور آزاد پارٹی والے ان کو خارج از مذہب سمجھ کر ان میں شریعت اور مذہب کی پابندی چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اوّل الذکر حضرات کی خدمات میں گزارش ہے کہ بمبئی کلکتہ ومدراس وعرب سبھی مقامات میں دین اسلام ایک ہے اور ان سب مقامات کے مسلمان آپس میں وہ نسبت لکھتے ہیں جو ایک عضو انسان کو مجموعہ اعضاء وارکان سے نسبت ہے کہ اگر سر دکھتا ہے تو تمام بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔ بناء علیہ جو پنجاب کے بعض مسلمانوں کے عقائد میں کادیانی کا کفر وارتداد اور زندقہ الحاد اثر کر گیا ہے۔ اس کا رنج تمام مسلمانان ہندوستان وعربستان وغیرہ کے دلوں میں پیدا ہونا اور اس کے دفع وآزالہ کے لئے قلمے قدمے سخنے درمے ہمدردی کرنا ان کے ذمہ واجب ہے اور ان مضامین سے گو (ان کی ضرورت کسی اور خاص مقام میں دم نقد نہ ہو) استغنا ظاہر کرنا اسلامی ہمدردی کے مخالف ہے۔

ومعہذا ہم اس خیال سے کہ ہر شخص اس اصول کی تہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہر کوئی اس عام ہمدردی کا مذاق رکھتا ہے۔ آنحضرات کو وعدہ اور تسلی دیتے ہیں کہ آئندہ اشاعۃ السنۃ رد تفصیلی اباطیل کادیانی کا حصہ نہ لے گا۔ اس تفصیلی رد کے لئے مؤلف اشاعۃ السنۃ مستقل وعلیحدہ رسائل شائع کرے گا جو حجم اور ہر درجہ قیمت میں اشاعۃ السنۃ کے برابر ہوں گے اور وہ خاص کر ان ہی لوگوں کے پاس پہنچیں گے جو ہر جگہ کے مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں اور عرب میں رہ کر ہند کے گمراہوں کا غم کھاتے ہیں اور ان کی گمراہی دور کرنے کو اپنا فرض جانتے اور ایسے مضامین سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ حضرات معمولی رسالہ

اشاعۃ السنۃ کے بھی خریدار ہوں گے تو ان کو ڈبل قیمت دینی پڑے گی۔ ورنہ صرف رسائل ردکادیانی کی سنگل قیمت۔

اس رد تفصیلی کادیانی سے اشاعۃ السنۃ کے سبکدوشی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اشاعۃ السنۃ نے جس قدر کادیانی کو اس کے سابق دعویٰ نصرت اسلام کی نظر سے مسلمان جان کر اور اس کی کتاب براہین کی جھوٹی لاف زنیوں کو سچے وعدے سمجھ کر اس پر ریویو لکھ کر اونچا کیا تھا۔ اس سے وہ چند اس کے چھپے کفر کے ظاہر ہو جانے اور اس کی کتاب براہین کے مخفی الحادات کھل جانے پر اس کو نیچے گرادیا اور تحت الثریٰ نے تک پہنچا دیا ہے۔ اکثر بلاد ہندوستان وپنجاب وبمبئی ومدراس وغیرہ کے گلی کوچہ میں اس کے کفریہ عقائد ومقالات کو شائع ومشتہر کر کے مسلمانوں کو بخوبی آگاہ کر دیا ہے کہ یہ شخص زندیق وملحد ہے اور اس کی تصانیف جن میں براہین کے فریب آمیز وذوالوجوہ عبارات وبیانات بھی داخل ہیں۔ مجموعہ کفریات ہیں اور اس وجہ سے اب اشاعۃ السنۃ اپنے اس فرض وقرض سے (جس کو نمبرا جلد۱۳ کے ص۳،۴ میں اس نے اپنے ذمہ تسلیم کیا تھا) پورا پورا بلکہ معہ زیادت ادا کر چکا ہے۔ لہٰذا اب کفریات کادیانی کا تفصیل رد خصوصیت کے ساتھ اس کا فرض نہیں رہا۔ مگر اے حضرات معاونین اس وعدہ وعہدے ان مضامین کو آپ مستثنیٰ سمجھیں اور اس رسالہ میں ان کے اندارج کی اجازت نہیں جو لکھی جاچکی یا لکھی جارہی ہیں اور وہ جلد شانزدہم کے چند نمبروں میں درج ہو کر زیر طبع ہیں اور وہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ اور وہ یہ ہیں۔

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے

اس مضمون میں کادیانی اور امرتسری عیسائیوں کے مباحثہ ماہ مئی وجون ۱۸۹۳ء پر اسلامی رائے دی گئی اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اس جنگ میں فریقین کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست یافتہ قرار دینا شرمناک جھوٹ ہے اور درحقیقت نہ کادیانی نے امرتسری عیسائیوں کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور مفصل جواب دیا نہ امرتسری عیسائیوں نے کادیانی کے سوال کا اس شرط کے موافق جواب دیا اور نہ اس کی شرط اور ملحدانہ اصول کو رد کیا۔ یہ مضمون ان لوگوں کے ملاحظہ کے لائق اور ان سے داد کا طالب ہے جو

مناظرہ اہل کتاب کا ذوق رکھتے ہیں۔

دجال کادیانی کی مکر چال

(گورنمنٹ نوٹس اپیل)

اس مضمون میں کادیانی کے رسالہ شہادت القرآن اور تحفہ بغداد کی اکاذیب ومکائد متناقضہ ومتعارضہ کو ظاہر کیا گیا اور یہ بات ثابت کیا ہے کہ ان مسائل میں اس نے مسلمانوں اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا بخوبی ثابت کیا ہے۔

دجال کادیانی کی ایک طرفہ چال

اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کادیانی نے جو حمامتہ البشریٰ اڑایا ہے اس میں سفید جھوٹ سے کام لیا ہے اور اس میں کفریات سابقہ سے صاف انکار کیا اور ان لوگوں کو جو اس کے ہندی رسائل نہیں پڑھ سکتے۔ سخت دھوکہ دیا ہے اور اس طرفہ پر یہ طرہ کہ اس انکار کے بعد دبے زبان سے ان کفریات کا اقبال بھی کرلیا ہے اور مصرع مشہورہ ؎

چہ دلاوراست وزدی کہ بکف چراغ دارد

کا اپنے حال پر فوٹو کھینچ کر دکھا۔

دجال کادیانی کا ایک نیا جال

(گورنمنٹ نوٹس اپیل)

اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا کہ دجال کادیانی نے جو پادریوں کے مقابلہ میں پانچ ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے۔ وہ کادیانی نے ناواقف مسلمانوں کو اپنے پنجہ میں پھنسانے اور پادریوں کے مواخذہ سے اپنے عقائد کفریہ متحدثہ کو بچانے کے لئے ایک جال بچھایا ہے جس سے کادیانی کے دجال ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل اس مقام میں مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جس سے ناظرین کو اصل مضمون کا شوق پیدا ہو اور اس اشتہار سے جو فتنہ پیدا ہو رہا ہے وہ کسی قدر فرو ہوا۔

اور وہ یہ ہے پادری عمادالدین امرتسری نے کادیانی کے رد میں ایک رسالہ توزین

الاقوال شائع کیا تھا۔ جس کا اصل موضوع ومبحوث عنہ کادیانی کے کفریات ہیں اور اس میں ضمناً وتبعاً اسلام پر بھی چوٹ ہے۔ جو پادریوں کے قدیم اور مغالطہ دہ عادت ہے کہ اگر وہ کوئی کتاب لٹریچر (زبان دانی) میں بناتے ہیں تو اس کے آخر میں بھی اپنے مذہب کے شرکیہ عقائد درج کر دیتے ہیں۔ علوم مروجہ کی تعلیم کے نام سے کوئی سکول کھولتے ہیں تو اس میں بھی ایک گھنٹہ اپنے مذہب کی تعلیم کرتے ہیں۔ خیراتی معالجہ کے لئے ہسپتال جاری کرتے ہیں تو اس میں بھی کسی نہ کسی وقت انجیل کی منادی کرتے رہتے ہیں۔ پادریوں کا ایسا کرنا کوئی انوکھی دھوکہ دہی نہیں ہے۔ مگر دجال کادیانی کی چالاکی کو دیکھو کہ اس نے اس دھوکہ دہی میں پادریوں کو بھی مات کر دیا اور ان سے بمراحل آگے بڑھ کر ان کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس نے اس رسالہ کو جو دراصل اور استقلال اس کے مقابلہ میں تھا۔ ازسراپا اسلام کا رد قرار دیا اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر کہ اس رسالہ میں آنحضرت ﷺ کی توہین کی گئی ہے اور قرآن کی فصاحت وبلاغت پر سخت ہنسی اڑائی گئی ہے۔ پادریوں کے مقابلہ کے لئے مستعد کر دیا اور اس رسالہ کے اصل مقصودہ مباحث کو (جو کادیانی کے رد ومقابلہ میں لکھی گئی تھی) ٹلانے اور ان سے اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے اصل مبحث اسی فصاحت وبلاغت قرآن سے پادری کے انکار کرنے کو قرار دے کر اس عنوان سے پادری کو چیلنج (تحدی وطلب معارضہ ومقابلہ) کیا کہ آؤ پہلے ہمارے رسالہ نور الحق (جو عربی میں ہم نے لکھا ہے) کے برابر فصیح عربی عبارت لکھو پھر قرآن کی فصاحت وبلاغت پر معترض ہو اس سے کادیانی نے اپنے مخاطب کو بھی اصل مبحث بھلا دیا اور مسلمانوں کو بھی اس سے غافل وبے خبر کر کے ایک ایسی بحث کی طرف (جس سے وہ بالاتفاق ہمدردی ودلچسپی رکھتے ہیں اور اس میں قرآن کی مدد کو اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں) متوجہ کر کے پادری کے مقابلہ کے لئے اشتعال دے دیا۔

اور اس طرفہ پر طرہ کہ ان کے اس اشتعال کو ایک مسلمان عاشق حدیث وقرآن مدت العمری خادم اسلام، دائمی مخالفت ومقابل مخالفین اسلام سے خاکسار ایڈیٹر کی طرف یہ کہہ کر متوجہ کر دیا کہ پادری نے جو دین اسلام اور قرآن کی توہین کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس شخص (خاکسار ایڈیٹر) کی تحسین وتعریف کی ہے اور اس سے یہ بات نکالی اور جتادی ہے

کہ یہ شخص اس توہین وطعن اسلام وقرآن میں پادریوں کو درپردہ مدد دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادری نے پیغمبر وقرآن کی توہین کے ساتھ اس کی تعریف کی ہے اور بنابراس ظن فاسد واتہام کاسد یہ بھی لکھ مارا کہ وہ: ''شخص بھی اس رسالہ کی نظیر لکھے تو پانچ ہزار روپیہ انعام لے۔''

اور اس اشتہار کا ایک پرچہ بذریعہ رجسٹری خاص خاکسار کے پاس بھیج دیا جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اگر ابوسعید محمد حسین نے رسالہ نورالحق کے خلاف میں کچھ لکھا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ پادریوں کا مددگار رہا اور اگر وہ کچھ نہ بولا تو پھر کہا جائے گا کہ اگر وہ ہم کو ناحق پر اور اپنے آپ کو حق پر جانتا ہے تو ہمارا مقابلہ کیوں نہیں کرتا۔ جس سے اس کی علت غائی اور آخری غرض یہ ہے کہ جو عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے نام کے مسلمان اس کے دام میں جس پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ پھنسے رہیں اور جو ہنوز اس کے دام فریب میں نہیں آئے اور وہ اشاعۃ السنۃ میں کادیانی اور دیگر مخالفین کا اسلام کا رد دیکھ کر اس کے ایڈیٹر سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے بے اعتقاد ہوکر کادیانی کے دام میں آ پھنسیں مگر بحکم آیت: ''**واللہ لا یھدی کید الخائنین** (الیوسف:۵۲)'' یعنی خداتعالیٰ خائنوں (چوروں) کے مکروں کو راست نہیں لاتا۔ خداتعالیٰ نے اس مضمون سے کادیانی کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اس کی غرض فاسد کو توڑ دیا۔ خاکسار نے رسالہ نورالحق سے مطلق معترض نہ کیا۔ ومعہذا یہ ثابت کر دیا کہ کادیانی نے جو کچھ اس اشتہار میں لکھا ہے۔ اس میں کذب ومغالطہ سے کام لیا اور اس سے اپنے دجال ہونے کا ثبوت دیا ہے اور یہ مدلل کر دیا کہ فصاحت قرآن کے متعلق پادری نے اس رسالہ میں بجز اس بے ادبانہ وگستاخانہ جملے کہے: ''واہ رے تیری فصاحت'' جو اس رسالہ کے طرح یہ دعویٰ نہیں کیا: ''**قد سمعنا لو نشاء لقلنا ھذا** (انفال:۳۱)'' یعنی ہم نے آیات قرآن کو سنا ہم چاہیں تو ایسے کہ ڈالیں۔ لہٰذا اس گستاخی کا جواب وہ نہیں ہے جو کادیانی نے دیا ہے۔ بلکہ اس کا جواب وہ ہے جو اشاعۃ السنۃ کے اس مضمون نمبر۴ میں ادا ہوا ہے اور اس خاکسار کے متعلق پادری نے اس رسالہ کے ص۴ میں صرف اس قدر کہا ہے کہ ایک بڑا فتویٰ آج کل میری نظر سے گزرا جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہ نیت خیرخواہی اسلام مرتب کیا اور علماء ہندوستان وپنجاب سے اس پر دستخط اور مہریں کرا کے

چھاپ دیا ہے اور ص ۹ میں صرف یہ لکھا ہے: ’’مرزا صاحب کے ان سب دعوؤں (دعوے نبوت وغیرہ کفریات) اور دلائل کا ابطال محمدیوں کے ذمہ تھا سو مولوی محمد حسین وغیرہ نے فتویٰ کفر یہ میں کر دیا ہے۔‘‘

اور ص ۱۵ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ ان کو یعنی (کادیانی کو) حکیم نورالدین اور غلام قادر فصیح صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب مل گئے ہیں۔ ان کا انجام ان سے زیادہ خطرناک ہوگا۔ سنی مسلمانوں نے جو مرزا کو رد کیا دانشمندی سے مذہب کے موافق کام کیا اور محمد حسین بٹالوی تحسین کے لائق ہیں اور وہ جو مرزا صاحب کے صلاح میں شریک ہیں۔ اپنے مذہب کے اور عقل سلیم کے خلاف کام کرتے ہیں۔ ان تین مواضع کے سوا اس رسالہ میں اس خاکسار کا نہ کہیں نام ہے نہ کوئی تعریف وتحسین۔ ان تین مقاموں میں دو جگہ تو پادری نے خاکسار کا نام خطاب لفظ مولوی کے ساتھ ذکر ہے جس کے ساتھ لفظ صاحب نہیں لگایا۔ جیسا کہ جا بجا مرزا اور اس کے حواری غلام قادر ومحمد احسن کے ساتھ یہ لفظ صاحب لگایا ہے۔ تیسری جگہ لفظ مولوی بھی اڑا دیا اور صرف محمد حسین بٹالوی کے لفظ سے یاد فرمایا۔ اس سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ پادری کے نظر میں اس عاجز کی کہاں تک وقعت ہے؟ اور مقامات ثلثہ مذکورہ میں سے پہلے اور تیسری جگہ جو خاکسار کی تعریف یا تحسین کی ہے۔ وہ کادیانی کے مقابلہ میں ہے؟ اور اس کے کفریات کو رد کرنے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے کی وجہ سے ہے؟ یا طعن وتوہین اسلام وآنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں؟

جس شخص میں ایک ذرہ فہم وفراست وحیا وانصاف ہوگا وہ اس تعریف کو ہرگز بمقابل اسلام نہ کہے گا بلکہ بمقابل دجال کادیانی اور اس کے اتباع نافرجام، کادیانی نے جو اس تعریف وتحسین کو اسلام وقرآن کے مقابلہ میں قرار دے کر مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ پادری کے آنحضرت کی توہین اور مولوی کی تعریف کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی پادری کا دوست ہے اور وہ اس کا مددگار یہ ایک ایسی بے انصافی وبے ایمانی اور بے حیائی کے ساتھ جھوٹ ہے کہ اس میں کادیانی نے اپنے پیر ومرشد ملہم الکفر والمکرّ شیطان کو بھی مات کر دیا ہے اور یہ کام کادیانی ہی کے اس شریفانہ ومہذبانہ اصول کی شہادت سے جو آئینہ کادیانی کے

ص۲۹۲، خزائن ج۵ص ایضاً میں بیان ہوا ہے اور وہ اس رسالہ کے ص۲۱۲ میں منقول ہوا ہے۔

کسی متقی وحلال زادے کا کام نہیں ہے۔ یہ اس تفصیل کا کسی قدر خلاصہ ہے۔ ناظرین اصل تفصیل کو ملاحظہ کریں گے تو اس سے کمال حظ اٹھائیں گے۔

کادیانی کے دعویٰ مہدویت کی حقیقت

(گورنمنٹ نوٹس اپیل)

اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس وقت جو کادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس کے ثبوت میں بحوالہ آیت وحدیث ۹؍رمضان گذشتہ کے چاند ورسورج گرہن کو پیش کیا ہے۔ اس میں خدا اور آنحضرتﷺ پر افتراء کیا ہے۔ اس مضمون کی قرآن میں کوئی آیت ہے اور نہ آنحضرتﷺ کی کوئی حدیث اور گزشتہ رمضان کا گرہن عادت کے موافق ہوا ہے نہ بطور خرق عادت کادیانی کی اس تازہ جرأت پر کادیانی اب ہماری اس تسلی واطمینان کا محل نہیں رہا جو ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر۷ ج۷ص۱۹۳ میں ہم گورنمنٹ کو دے چکے ہیں۔ اب اس نے کچھ اور اور ہی رنگ پکڑا ہے جو پولٹیکل کا اندیشہ کا محل ہے۔ لہٰذا اب اس اطمینان وتسلی ہی کو ہم گورنمنٹ سے واپس طلب کرتے ہیں۔ یہ چند مضامین ہیں جو جلد شانزدہم اشاعۃ السنۃ میں عنقریب شائع ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اور جو مضامین آئندہ اشاعۃ السنۃ سے علیحدہ بطور مستقل رسائل شائع کئے جائیں گے وہ معدود ومحصور نہیں۔ جب تک کادیانی کچھ کچھ بکواس کرتا رہے گا۔ اس کا جواب وقتاً فوقتاً ادھر سے شائع ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! سردست جن مضامین کے اشاعت مدنظر زمرکور خاطر ہے ان کی فہرست سے ناظرین وشائقین کو مطلع کر کے ان کی شوق وامید کو بڑھایا جاتا ہے۔ وہ مضامین یہ ہیں۔ فتح، توضیح، وازالہ کادیانی پر جداگانہ ریویو جس میں ان رسالہ ثلثہ خصوصاً ازالہ کادیانی کے ایک ایک جملہ کے کفریات ومکائد کے تفصیل ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

(۴) بقیہ مباحثہ لدھیانہ (۵) درفش کادیانی ردنشان کادیانی (۶) بقیہ کادیانی کے پردہ دری نمبر۵ اعاذہ رحمانی ردوساوس کادیانی ودیگر نمبرہا مضمون مذکور (۷) تفسیر کادیانی کی

حقیقت بیانی (۸) اپنی جملہ تصانیف میں کادیانی کی مختلف بیانی (۹) اکاذیب جملہ تصانیف کادیانی (۱۰) مکائد ومغالطات جملہ تالیفات کادیانی (۱۱) تصانیف کادیانی کی فحش گوئی کی فہرست (۱۲) ریویو براہین احمدیہ پر ریویو وغیرہ مگر ان مضامین کے مستقل رسائل کے طور پر اشاعت کے لئے یہ شرط ہے کہ حامیان اسلام خریداری رسائل مذکورہ کے درخواستیں دفتر اشاعۃ السنۃ میں جلد بھیج دیں۔ کم سے کم ایک سو درخواست آنے پر یہ اشاعت شروع ہو جائے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

دجال کادیانی کی اتباع میں سے ایک ایک شخص تین تین روپیہ قیمت کا سو دو سو رسالہ خرید کر فی سبیل الطاغوت وقف کر دیتا ہے۔ جس سے اس کے مذہب باطل کی اشاعت ہو رہی ہے۔ مسلمان سب کے سب لے کر ایک سو رسالہ رد کادیانی نہ خرید سکیں گے تو پھر رد تفصیل کادیانی کا خاتمہ ہوگا اور کادیانی کا مذہب باطل دنیا میں پھیل جائے گا۔ عیاذاً باللہ!

پھر غریب وناتواں مسلمانوں سے بجز ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہنے اور مثل مشہور ''مسلمانان در گور ومسلمانی در کتاب'' بطور مرثیہ پڑھنے کے کچھ نہ ہو سکے گا۔ رد اباطیل کادیانی کے شائق اور اسلام کے عاشق اپنے اس شوق وعشق میں سچے ہیں تو خریداری کی درخواستیں جلد ارسال کریں۔ ورنہ اس نوکری سے مؤلف اشاعۃ السنۃ کا استعفاء قبول فرمادیں۔ اس صورت میں مؤلف اشاعۃ السنۃ آخر الذکر مضامین دوازدہ گانہ یا آئندہ کفریات کادیانی میں کوئی مستقل رسالہ نہ نکال سکے گا۔ مگر اس سے کادیانی صاحب خوش نہ ہو بیٹھیں کیونکہ ان کے اجمالی خدمت گزاری کے لئے اور ان کے کفریات ومغالطات پر مجمل ریمارک کرنے اور مختصر نوٹ دینے کے لئے اشاعۃ السنۃ میں جگہ رکھی جائے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ! وتقدس اشاعۃ السنۃ جب تک زندہ رہے گا کادیانی کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ اگر اس کا سلسلہ کفریات جاری رہا۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۵ نمبر۹ ص۷ تا ۱۲)

○ …… ○ …… ○

فانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کادیانی کی تازہ دروغ گوئی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ان دنوں کادیانی نے کئی تازہ افتراء اس خاکسار ودیگر علماء (پر کئے) اور کئی خداتعالیٰ پر جواس کے دجال وکذاب ہونے پر تازہ اور روشن دلائل ہیں اوراسی غرض (اس کے دجالیت کے اثبات) سے ان کی اشاعت عمل میں آتی ہے۔ ورنہ گزشتہ واقعہ اگراس سے کوئی غرض ونتیجہ مقصود نہ ہوتقویم پارینہ کا مصداق بن جاتا ہےاوروہ اس لائق نہیں رہتا کہ وہ ذکروبیان میں آوے۔

خاکسار پراس کا ایک تازہ افتراء اس کے اپنے رسالہ (حجت الاسلام ص۱۱، خزائن ج۶ ص۵۱) میں یہ کہتا ہے: ’’واضح ہو کہ شیخ صاحب بٹالوی کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کودعوت کی گئی تھی۔ بتاریخ یکم؍اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا۔ چنانچہ مرزاخدابخش صاحب جواشتہار لے کرلاہور گئے تھے۔ یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کرلیا ہے جویکم؍اپریل سے دوہفتہ تک جواب چھاپ کربھیج دیں گے۔ سودوہفتہ تک انتظار جواب رہااورکوئی جواب نہ آیا۔ پھردوبارہ ان کویاددلایا گیا توانہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جومیرے اشتہار میں چھپ گیا ہے یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندراندر جواب چھاپ کر روانہ کریں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گزر گیااور بٹالوی صاحب نے دووعدے کر کے تخلف کیا۔ ہم ان پرکوئی الزام نہیں لگاتے۔ مگرانہیں آپ شرم کرنی چاہئے کہ وہ آپ تودوسروں کا نام کاذب اوروعدہ شکن رکھتے ہیں اوراپنے وعدوں کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔‘‘

اس افتراء کے افتراء ہونے کا ثبوت اوراس کا ردوجواب

نہ مرزاخدابخش یکم؍اپریل ۱۸۹۳ء کومیرے پاس آپ کا اشتہار لایا۔ نہ میں نے یکم؍اپریل سے دوہفتہ تک وعدہ جواب کیا۔ مرزاخدابخش تو۷؍اپریل کوجمعہ کے دن مجمع عام میں وہ اشتہار لایا جس پرمیں نے اس وقت صرف اتنا کہا کہ اس کا جواب سوچ کردیا جاوے گا۔ اس کے سوانہ جواب کا وقت مقرر کیا نہ کسی میعاد کے اندر جواب چھاپ کربھیجنے کا وعدہ دیا۔ آپ یا آپ کا وکیل خدابخش اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تواس پرشہادت پیش کریں۔ یہ نہ ہوسکے توجھوٹے پرحسب عادت قدیم خودلعنت کہیں۔ ہم سے شہادت چاہیں توہم اپنے بیان پرشہادت پیش کرنے کوحاضر ہیں۔ جھوٹے پرلعنت کہلائیں تولعنت کہنے کوبھی مستعد

ہیں۔ دوبارہ آپ نے تقاضا جواب کیا تو اس کے جواب میں جو کچھ ہم نے لکھا تھا۔ وہ آپ اشتہار ۱۹/اپریل ۱۸۹۳ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۳۹۲ حاشیہ) میں اور ہمارے رسالہ نمبر۸ جلد۱۵ کے ص۱۶۲ میں منقول وموجود ہے۔ جس کے الفاظ بعینہا یہ ہیں۔ ’’مگر ہر ایک بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں جوان ہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!‘‘

ان الفاظ کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں نہ جواب مذکور کو اپریل کے اندر چھاپنے کا آپ سے وعدہ ہوا ہے۔ نہ آپ کے پاس اس کے ارسال کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں تو صرف میں نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے۔ (فقرہ ’’چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں‘‘ غور سے ملاحظہ کریں) پھر اس ارادہ کے موافق وقوع وظہور کی امید ظاہر کی ہے۔ (’’ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ‘‘ غور سے پڑھیں) پھر اس ارادہ کے مطابق خاکسار نے اپنا فعل پورا بھی کر دیا۔ یعنی اپریل کے اندر ہی جواب تحریر کر کے کاپی نویس کو دے دیا اور اس امر سے کادیانی کو بذریعہ کارڈ نمبر۲۱، مؤرخہ ۳۰/اپریل ۱۸۹۳ء مطلع بھی کر دیا۔ رہا اس جواب کو چھاپ دینا (جو کارکنان مطبع کاتب وپرنٹر کا فعل تھا۔ سو اس کی نسبت بھی میں نے تو ارادہ کیا۔ ان لوگوں کو تقاضا شدید کیا گیا۔ مگر ان سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ انہوں نے عشرہ اوسط مئی میں اس جواب کو مطبع کیا اور اس عشرہ اوسط میں وہ جواب بذریعہ پیکٹ نمبری ۲۶۵ کادیانی کے نام بمقام کادیاں روانہ کیا گیا اور اس کی ایک نقل بمقام امرتسر اس خیال سے کہ شاید وہ مباحثہ عیسائیوں کے لئے امرتسر آ گئے ہوں ارسال کی گئی۔

اب ناظرین! داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ اس کارروائی میں مجھ سے کون سی وعدہ خلافی ہوئی۔ میں نے کادیانی کو کون سا وعدہ دیا تھا۔ جس کا خلاف کیا۔ میں نے تو صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا اور اس ارادہ کی نسبت ایک خیال وامید کا اظہار کیا تھا۔ سو وہ ارادہ وقت پر ظہور پذیر ہوا۔ گو اس خیال وامید کا (جس کو فعل غیر سے تعلق تھا) ظہور اپنے وقت پر نہ ہوا۔ پھر آپ کا خاکسار پر دوبارہ وعدہ خلافی کا الزام قائم کرنا افتراء نہیں تو پھر افتراء کس چیز کا نام ہے اور یہ افتراء پردازی دجالیت نہیں تو صفت دجالیت کی حقیقت کیا ہے؟ آپ پر جو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام قائم کیا گیا ہے وہ بلاتحقیق وخلاف واقع نہیں ہے۔ آپ نے جو وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں ہم سے کی ہیں وہ اشاعۃ السنۃ نمبر۱۲ ج۱۲ ص۳۶۴ میں نمبر۸

ج ۱۳ص۲۱۴ وغیرہ وغیرہ میں مرقوم ہیں اور جو عام لوگوں سے وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں کی ہیں وہ لوگ جانتے ہیں۔ قیمت براہین احمدیہ کا ہزار ہا روپیہ آپ خورد برد کر گئے ہیں اور اس کے طبع واشاعت کے کئی وعدے دے چکے ہیں۔ مگر کتاب ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے۔ سراج منیر کو چند ہفتہ کے بعد شائع کرنے کا وعدہ آپ نے ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیا تھا۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۹۶) اور لوگوں سے خوب روپیہ بٹورا۔ مگر وہ سراج ہنوز گل ہوا نظر آرہا ہے۔ آپ میں کچھ شرم حیاء کا مادہ ہوتا تو اب براہین احمدیہ و سراج منیر کے سالہا سال کے وعدوں اور ٹال مٹولوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے جواب کے چند روزہ توقف طبع پر زبان درازی نہ کرتے۔ مثل مشہور ہے۔ چھاج تو بولتا ہے۔ چھلنی کیا بول سکتی ہے؟ جس میں ہزار چھید ہوتے ہیں۔ مگر شرم ہو تب۔ آنحضرت نے سچ فرمایا ہے: ’’**اذا لم تستحی فاصنع ما شئت**‘‘ کا جس ترجمہ یہ مصرع ہے۔ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

خاکسار پر اس کا دوسرا تازہ افتراء اس کا اپنے اتباع اور عام اہل اسلام میں یہ شائع کرنا ہے کہ عیسائیوں کے مباحثہ میں ابوسعید محمد حسین پادریوں کو خفیہ مدد دیتا رہا ہے۔ کادیانی کے دعویٰ نشان نمائی پر جو پادریوں نے اندھے کوہڑی وغیرہ مریض کادیانی کے سامنے پیش کر کے درخواست کی تھی کہ آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو ان بیماروں کو اچھا کر دکھائیں۔ یہ بھی اسی (ابوسعید) کی تعلیم تھی۔ پادریوں نے جو ایک فہرست آیات بائبل مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کی تھی۔ یہ بھی اسی (ابوسعید) کے ہدایت نشان دہی سے تھی۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

اس قسم کی باتیں کادیانی نے نہ صرف زبان سے کہیں اور حاضرین جلسہ مباحثہ میں پھیلائی ہیں بلکہ چھاپ کر مشتہر کی ہیں اور دور دور تک پہنچائی ہیں۔ جن سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اس سے عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اس کے دام افتادہ نادانوں کو خاکسار کی نسبت سوء ظنی پیدا ہو اور یہ امر اس کی نسبت حسن عقیدت اور اس کی تقلید کا موجب ہو۔

ایک رسالہ موسوم (سچائی کا اظہار ص۳، خزائن ج۶ ص۷۲،۷۳) جو از سرتا پا کذب کا اشتہار ہے۔ اسی اثناء مباحثہ میں شائع کیا تو اس میں یہ افتراء درج کیا کہ: ’’غالباً گمان گزرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے پوشیدہ طور پر حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں گئے ہوں گے۔ کیونکہ جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور اشاعۃ السنۃ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے بہت ہی مشابہ ہے۔ اگر شیخ جی کو قسم دے کر

پوچھا جائے تو غالباً انکار بھی نہیں کریں گے اور پھر جب وہ ضمیمہ نور افشاں جو۱۲؍مئی۱۸۹۳ء میں چھپا ہے اور اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ یہی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے۔ آپ (اے باشندگان جنڈیالہ) ایک ایسے بزرگ کو (یعنی اس عاجز کو) بحث کے لئے پیش کرتے ہو جن کو اوّلاً ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ آپ کن خیالوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا آپ نے وہ فتویٰ جو کہ علماء اسلام پنجاب وہندوستان نے مرزاغلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں نہیں دیکھے۔ وہ فتاویٰ مذکورہ میں یوں لکھتے ہیں: ’’جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے۔ کتاب وسنت واقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ سب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے دجال وکذاب سے احتراز اختیار کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو کہ اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں۔ نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ دین کے چور ہیں۔ بیماری بڑھاتے ہیں۔ دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج کافر بلکہ اکفر، پلید، کھچروی، ابلیس کا گمراہ کیا ہوا اور اوروں کا گمراہ کرنے والا سنت وجماعت سے خارج بڑا بھاری دجال بلکہ عم دجال اور دین کے ذریعہ سے دنیا کمانے والا اور اگر مفصل دیکھنا ہو تو کتاب اشاعۃ السنۃ النبویہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔‘‘

ہرچند اس کے ان تقریری وتحریری اکاذیب کا خواص اہل اسلام پر کچھ اثر نہ پڑا۔ انہوں نے ان کو دروغ بےفروغ سمجھا اور ان کو سن کر ’’**سبحانک ھذا بھتان عظیم**‘‘ کہہ دیا۔ ازانجملہ ایک ہمارے مکرم دوست مسلمانان امرتسر سے ایک باوقعت رئیس خان بہادر شیخ غلام حسن صاحب ہیں جنہوں نے خاکسار کو بالمشافہ کہا کہ: ’’یہ لوگ آپ کی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ درپردہ پادریوں کو مدد دے رہے ہیں۔ مگر میں نے اس کے جواب میں یہ کہہ دیا ہے کہ محض بہتان ہے۔ خواہ کوئی اپنے زعم میں اس کے ثبوت میں ایسے قطعی دلائل پیش کرے جیسے ’’دو اور دو چار‘‘ تب بھی میں ان باتوں کو صحیح تسلیم نہ کروں گا۔‘‘ مگر بعض عوام کالانعام خصوصاً کادیانی کے دام افتادہ نادان ان باتوں کو راست سمجھ کر خاکسار پر افسوس اور کادیانی کی نسبت حسن ظنی وہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ازانجملہ ایک شخص (جو اپنے آپ

کو مولوی عبدالسبحان خان لکھتے ہیں) اپنے کارڈ مؤرخہ ۱۳؍جون ۱۸۹۳ء میں کہتے ہیں:
''اس وقت سب اہل اسلام کس قدر خوش ہوتے کہ آپ جیسے جید اور فاضل مولوی بھی مرزا صاحب کے حامی ہوکر عیسائیوں کو ہدایت کرتے خیر ہدایت نہ سہی ہدایت نہ کرتے اور ان کو پوشیدہ امداد تو نہ کرتے۔'' الراقم! آپ کا ہادی مولوی عبدالسبحان خان از شہ پور!

ان ہی نادانوں کی سوءظنی رفع کرنے کے لئے خاکسار نے اس افتراء کادیانی کے ذکر و بیان سے تعرض کیا اور اس کے ردوجواب کا قصد کیا ہے اور اگر کادیانی کا یہ افتراء ''دست خود دہان خود'' کا مصداق رہتا اور عوام و نادان خواص پر اس کا اثر نہ پڑتا تو اس کے بیان ورد سے تعرض نہ کیا جاتا۔

اس افتراء کے افتراء ہونے کا ثبوت اوراس کا ردّوجواب

زمانہ مباحثہ میں یا اس کے متصل (من بعد یا ماقبل) نہ خاکسار کی کسی پادری مقابل و مباحث کادیانی سے ملاقات ہوئی۔ نہ ان سے کسی مسئلہ میں مکاتبت ہوئی۔ نہ کسی مسئلہ میں انہوں نے مجھ سے مدد چاہی۔ نہ میں نے خود بخود ان کو مدد دی۔ نہ میری بتائی ہوئی کوئی بات انہوں نے مباحثہ میں پیش کی۔ کئی سال ہوئے (غالباً ۱۸۸۴ء ہوگا) کہ حاجی غلام حسن مرحوم اور مولوی غلام نبی صاحب سلمہ وغیرہ احباب ورؤسا وارکان امرتسر کی تحریک وشمولیت سے خاکسار، ڈپٹی عبداللہ آتھم مباحثہ کادیانی کے مکان پر گیا اوران سے مسئلہ کفّارہ مجوزہ عیسائیوں میں مباحث ہوا۔ پھر ڈپٹی صاحب ان ہی دنوں خاکسار کے فرودگاہ پر آئے۔ اس کے بعد نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا نہ انہوں نے مجھے اور نہ اس وقت سے آج تک کبھی میری ان کی خط وکتابت ہوئی۔

اور کادیانی کے دوسرے مباحث ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب میڈیکل مشنری کی تو آج تک میں نے شکل بھی نہیں دیکھی اور نہ کسی مسئلہ میں میری ان کی خط وکتابت ہوئی۔ ہاں! رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر۴ وغیرہ جلد۱۳ جس میں کادیانی کے حق میں فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان شائع ہوا ہے اور وہ امرتسر ولاہور کے کتب فروش دکانداروں سے ہر کسی کو مل سکتا ہے۔ خدا جانے کہاں سے ان کے ہاتھ آ گیا۔ اس فتویٰ کے چند فقرات والفاظ بحق کادیانی انہوں نے انتخاب کر کے ان کے دست آویز سے محرک سلسلہ مباحثہ میاں محمد بخش پاندہ دیسی

مکتب جنڈیالہ ضلع امرتسر کو اپنے اشتہار مؤرخہ مطبوعہ اختر پریس امرتسر میں یہ الزام دیا کہ ہم نے تو محمدیوں یعنی مسلمانوں سے مباحثہ کرنا منظور کیا تھا۔ تم نے ایک ایسے شخص کو مباحثہ کے لئے منتخب کیا ہے جو باتفاق علماء اہل اسلام کافروزندیق قرار دیا گیا ہے۔ اس اشتہار ڈاکٹر کلارک کے شائع ہونے پر کادیانی نے رسالہ ’’سچائی کا اظہار‘‘ شائع کیا۔ جس میں ان فقرات کو درج کیا۔ جو پہلے منقول ہوچکے ہیں اور پھر اثناء مباحثہ میں اور اس کے بعد کادیانی اور اس کے اتباع نے یہ کہنا اور شائع کرنا شروع کر دیا کہ ابوسعید محمد حسین پادریوں کو مسائل ودلائل مباحثہ میں مدد دیتا ہے۔ فلاں فلاں بات جو پادریوں نے پیش کی جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اسی کی بتائی ہوئی ہے۔ وارث دین عیسائی لاہور میں گیا تھا اور اس سے وہ باتیں لکھا لایا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

ان مفتریات وبہتانات کا ردّ وجواب اوّل تو وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں اور اب اس کی مزید تشریح کرتا ہوں کہ زمانہ مباحثہ سے اس وقت تک نہ میں کسی پادری یا عیسائی کے پاس گیا نہ میرے پاس کوئی پادری یا ان کا کوئی فرستادہ پیغام لے کر آیا۔ نہ میں وارث دین عیسائی کو جانتا ہوں۔ نہ کسی اور ان کے فرستادہ یا وکیل سے چارچشم یا ہم سخن ہوا ہوں۔ نہ کسی عیسائی نے مجھ سے کوئی مسئلہ متعلق بحث پوچھا۔ نہ میں نے خودبخود بلاواسطہ یا بالواسطہ ان کو مسائل ودلائل بحث سے کچھ بتایا، یا لکھا، یا اشارہ کیا۔ ’’اپنے اپنے بیان میں فریقین میں سے جو شخص جھوٹا ہو خدا اس پر وہ عذاب ولعنت نازل کرے جو آج تک ملعون وکاذب پر نازل نہ ہوا ہو۔‘‘

کادیانی اور اس کے دروغ گو اتباع اپنے بیان میں سچے ہیں تو وہ بھی جھوٹے پر ان الفاظ سے لعنت کہیں اور بالمشافہ نہ سہی تحریری مباہلہ کریں۔ دوسرا جواب یہ کہ کادیانی کا خاکسار پر یہ الزام کہ: ’’در پردہ عیسائیوں کو مدد دی ہے۔‘‘ خاکسار پر ایک کفر یا فسق کا الزام ہے۔ کیونکہ اسلام کے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو مدد دینا کفر ہے اور اس کے فسق ہونے میں تو کادیانی کو بھی شک نہ ہوگا اور کفر وفسق کے الزام کے ثبوت کے لئے کادیانی نے ایک نہایت مہذبانہ وشریفانہ اصول اپنی کتاب وساوس میں بیان کیا ہے۔ ہم کادیانی کے اس الزام کے ثبوت کے لئے اسی مہذبانہ شریفانہ اصول کو پیش کر کے اس مضمون کے مطابق کادیانی سے اس الزام کا ثبوت چاہتے ہیں۔ کادیانی صاحب نے (وساوس ص۲۹۲، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں

وہ مہذبانہ وشریفانہ اصول ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ’’جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو اوّل تو جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی کفر وفسق کا الزام نہیں لگاتا اور اگر لگاوے تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کے لئے دن چڑھا دیتا ہے۔‘‘

اس اصول کے مطابق خاکسار بڑے ادب وانکسار سے کادیانی کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اگر آپ دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو آپ کو اس خداوند قادر ذوالجلال کی قسم ہے۔ جس کی قسم پر حضرت نبی ﷺ بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال دعویٰ خود ثابت کر دکھاویں کہ خاکسار کسی پادری کے پاس گیا یا کوئی پادری یا اس کا وکیل پیغام لے کر میرے پاس آیا یا انہوں نے کوئی مسئلہ زیر بحث مجھے پوچھا یا میں نے خود بخود کسی مسئلہ یا اس کے دلیل (مثلاً کوڑھی اندھے کو پیش کرنا وغیرہ) کی بابت ان کو کچھ کہا یا بتایا یا اشارہ کیا۔ ان امور سے کوئی امر آپ روز روشن کی طرح ثابت نہ کر سکیں تو آپ خود ہی خیال کر لیں کہ پھر اپنے شریفانہ مہذبانہ اصول مجوزہ کے رو سے آپ کون بنتے ہیں۔ ہم اس باب میں ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتے۔

آپ نے جو اس الزام کی تقریر میں رسالہ (سچائی کا اظہار ص۳، خزائن ج۶ ص۷۲) میں لکھا ہے کہ ’’غالباً گمان گزرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں گئے ہوں گے۔‘‘

وہ اس الزام کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اس ثبوت کی نفی کرتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ اپنے اس اصول شریفانہ مہذبانہ کی پابندی سے تحقیق کامل کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ صرف ظن اور اٹکل سے کام لیا ہے جو بحکم اصول مذکورہ جس شخص کا کام ہے۔ آپ جانتے ہیں اور جو اس کے ثبوت میں یہ کہا ہے: ’’کہ جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور رسالہ اشاعۃ السنۃ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے مشابہ ہے۔‘‘ (ایضاً)

یہ بھی ثبوت نہیں بلکہ مغالطہ ہے۔ وہ عبارت اور اس کی فقرات والفاظ ہماری عبارت کے مشابہ کیا ہوں گے وہ تو بعینہٖ خاکسار کے عبارت والفاظ ہیں۔ اس عبارت والفاظ وفقرات کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے ہمارے فتویٰ سے نقل کیا اور خود ہمارے فتویٰ کا حوالہ دیا جس کو کادیانی نے عبارت منقولہ میں خود نقل کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاکسار نے بذات خود بالمشافہ یا بذریعہ تحریر ڈاکٹر کلارک کو وہ الفاظ بتائے ہیں۔

تیسرا جواب خاکسار پادریوں کو مدد دیتا تو پھر اپنے محاکمہ میں ان کی ویسی ہی خبر کیوں لیتا۔ جیسا کہ آپ کی خبر لی ہے کیا اس صورت میں اس کو پادریوں سے افشاء کے راز کا اندیشہ نہ ہوتا۔

اگر میں نے حوصلہ اور جرأت کر کے باوجود سابقہ موافقت اور درپردہ اعانت پادریوں کے اب ان کے خلاف میں قلم اٹھایا ہے تو ضرور ہے اور عصبت مذہبی کو لازم ہے کہ وہ میرے اس خلاف کے اشاعت پر اس راز موافقت ومخفی اعانت کو فاش کریں اور اس خلاف کا بدلہ لیں اور یہ مشتہر کریں کہ پہلے تو تم نے خود ہی ہم کو یہ مسائل ودلائل بتائے اور تمہاری ہی تعلیم ومدد سے ہم نے وہ مباحثہ میں پیش کئے۔ اب تم نے خود ہی اس کا خلاف کیا اور ہم کو ناحق الزام دیا۔ یہ امر اشاعت محاکمہ پر پادریوں سے وقوع میں نہ آیا اور ہرگز نہ آئے گا۔ ان شاءاللہ! تو اس سے کس وناکس کو جو کادیانی کی تقلید میں اندھا بہرا نہ ہوگیا ہوگا۔ یقین ہوگا کہ خاکسار نے درپردہ پادریوں کو مدد نہیں دی اور اس دعویٰ مدد ہی میں کادیانی مفتری وکذاب ہے اور یہ امر اس کے دجال ہونے پر بڑی بھاری دلیل ہے۔

خدا تعالیٰ پر کادیانی کا ایک تازہ افتراء

خاکسار کی نسبت اس کی وہ پیش گوئی ہے جو رسالہ (حجت الاسلام ص۲۲، خزائن ج۶ ص۵۹) میں مرقوم ہے کہ: ’’اب اس کے کشتی گرداب میں ہے۔ جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے۔‘‘ **وانی رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موتہ ورایت کانہ ترک قول التکفیر وتابل وھذہ رویائی وارجوان یجعلھا ربی حقاً‘‘**

غلام احمد از قادیان، مؤرخہ۴رمئی ۱۸۹۳ء

اس افتراء کے ذیل وضمن میں (حجت الاسلام ص۲۱،۲۲، خزائن ج۶ ص۵۸) میں اس نے خاکسار اور دیگر علماء اہل افتاء پر ایک افتراء بھی کیا ہے کہ: ’’انہوں نے صرف اس وجہ سے کہ وہ (کادیانی) مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے۔ اس کو کافر بلکہ اکفر کہہ دیا ہے اور انہوں نے مجھ (کادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ گویا یہ عاجز (کادیانی) ملائک کا منکر ہے اور معراج نبوی کا انکاری ہے اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کے لئے اس بیچارہ نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔ ان ہی غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔‘‘

خدا پر کادیانی کے افتراء کرنے کا ثبوت اور اس کا ردّ و جواب

اس پیش گوئی کا پہلا حصہ اس کے دوسرے حصہ کا مکذب ہے۔ پہلے حصہ میں خاکسار کی جانبری کو محال قرار دے کر ہلاکت یعنی عذاب کو ڈرسنایا۔ دوسرے حصہ میں جو عربی عبارت میں ہے۔ ایمان اور توبہ کی بشارت دے کر اس عذاب سے بے ڈر کر دیا ہے اور خاتمہ بالخیر ہونے کا مژدہ دیا ہے جو پہلے حصہ کا صریح مخالف و مکذب ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ اس الہام منامی میں کادیانی نے خداتعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔ خداتعالیٰ کے شان اس سے اجل وارفع ہے کہ وہ کسی سچے ملہم کو دو الہام متناقض اور ایک دوسرے کا مکذب الہام کرے۔ کادیانی نے اپنے (وساوس حاشیہ ص ۳۱۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں خاکسار کے دل کی حالت کجی ظاہر کر کے ہدایت سے محروم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کسی کے دل کی حالت بجز خداتعالیٰ کسی کو معلوم نہیں ہوتی اور جو شخص کسی کے دل کی حالت کے علم کا مدعی ہوتا ہے۔ وہ اس باب میں الہام الٰہی کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اگر وہ الہام کادیانی سچا ہے تو اس الہام منامی کے کذب وافتراء علی اللہ ہونے پر یہ دوسری دلیل ہے۔ یہ اس الہام منامی کادیانی کے کذب وافتراء علی اللہ ہونے کا ثبوت اور اس کا ردّ ہے۔ اب ہم اس الہام کے متعلق کادیانی کو ایک نوٹس دیتے ہیں۔

نوٹس

’’اے کذاب کادیانی ودجال لاثانی تو نے خاکسار کی نسبت الہام منذر کی اشاعت چاہی تھی۔ سو دو دفعہ دی گئی۔ ایک دفعہ مشروط بشرط اجازت قانونی۔ دوسری دفعہ اس شرط سے مجرد اور عام اجازت اس صورت سے کہ وہ الہام پہلے اشاعۃ السنۃ میں چھپے اور اس میں اس کے الفاظ ومعانی کی تحقیق وتعیین وتشریح وتبیین ہو جائے۔ پھر جس اخبار میں تو چاہے اس الہام کے اشاعت کا تجھے اختیار ہے۔ مگر تو نے ہماری طرف سے اس اجازت دفعہ ثانی کا انتظار نہ کیا اور ایک الہام (یا احتلام شیطانی) میعاد چالیس روز کا خاکسار کی نسبت (وساوس ص ۶۰۴، خزائن ج ۵ ص ایضاً) شائع ومشتہر کر دیا۔ جس میں خداتعالیٰ نے تجھے جھوٹا اور روسیاہ کیا۔ چنانچہ (اشاعۃ السنۃ ص ۱۲۵ نمبر ۸ ج ۱۵) میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ الہام منامی، حلم شیطانی رسالہ ’’حجت‘‘ میں شائع کر دیا۔ آئندہ تو نے اس خاکسار کی نسبت کسی قسم کا

کوئی الہام اشاعۃ السنۃ میں شائع کرانے سے پیشتر کسی رسالہ یا کسی اخبار یا اشتہار میں شائع کیا تو تجھے ضرور عدالت میں حاضر ہونا پھر سنٹرل جیل کا نظارہ کرنا ہوگا۔ ان شاء اللہ وتقدس! بہتر ہے کہ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آ جاورنہ سخت پچھتائے گا۔

خاکسار اور دیگر علماء اہل افتاء پر اس کے افتراء ہونے کا ثبوت اور اس کا ردّ وجواب

کادیانی کے اس قول کا کہ: ''علماء اہل افتاء نے اس کو صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر کہا ہے کہ وہ حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے۔ اس کا یہ قول کہ ان علماء نے مجھ پر یہ افتراء کیا ہے کہ یہ شخص وجود ملائکہ سے منکر ہے۔ معراج نبوی سے انکاری ہے۔ مدعی نبوت ہے۔ معجزات کو نہیں مانتا۔'' جھٹلا رہا ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ ان علماء نے اس کو صرف وفات مسیح کا قائل ہونے کے سبب کافر نہیں کہا بلکہ اس کے اقوال وعقائد مذکورہ (جس کو کادیانی افتراء قرار دیتا ہے اور وہ علماء ان اقوال وعقائد کا ثبوت اس کی کتابوں سے پیش کررہے ہیں) بھی اس تکفر کے موجب اور وجوہات ہیں۔ قادیانی نے صرف قول واعتقاد وفات مسیح کو سبب تکفر ٹھہرانے میں محض افتراء سے کام لیا ہے۔ پھر بحکم آنکہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' اپنے اس دعویٰ کا خود خلاف کیا اور اس کے برخلاف یہ بھی اس کی قلم سے چار ہی سطر کے بعد نکل گیا کہ: ''ان علماء نے ازراہ افتراء مجھ پر یہ دفعات کہ یہ مدعی نبوت ہے وجود ملائکہ۔ معراج نبوی اور معجزات سے انکاری ہے۔ بھی قائم کئے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کافر ٹھہر جائے۔'' جو صاف اور صریح اس کہنے کے برابر ہے کہ اعتقاد وفات مسیح سے وہ کافر بنا نہ سکے تو انہوں نے یہ چار جھوٹے دفعات یا جرم مجھ پر قائم کئے اور مجھے کافر بنایا۔ اس کہنے کے ساتھ اس کا وہ کہنا کہ انہوں نے مجھے صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب کافر کہا ہے۔ افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟ کادیانیو! انصاف اور شرم سے کام لے کر جواب دو منصفو! داد انصاف دو۔

یہ کادیانی کی کلام کا صریح منطوق ومفہوم ہے اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ صرف وفات حضرت مسیح کے اعتقاد کے سبب کادیانی کو اہل افتاء نے کافر نہیں ٹھہرایا اور نہ صرف ایک اس عقیدہ بدعیہ کے سبب وہ کافر ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ وہ صرف اتنی ہی بات میں سلف وخلف کا خلاف کرتا تو اس کو صرف مبتدع وگمراہ کہا جاتا اس نے تو اکثر اصول اسلام وتسنن کو الٹ پلٹ کر دیا ہے اور ایک نیا دین قائم کیا اور اسلام میں وہ باتیں نکالی ہیں جو قدیم اسلام کے بالکل

مخالف ہیں۔ ازانجملہ چاروں یہ باتیں بھی ہیں۔ جن کو اس نے خود بیان کر کے علماء اہل افتاء کا افتراء قرار دیا ہے۔ ان ہی باتوں کی نظر سے علماء اہل افتاء نے اس کو کافر وا کفر کہا ہے۔ نہ صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب۔

کادیانی کا ان باتوں کو افتراء قرار دینا انصاف اور حیاء کے جو انسانیت کے لوازم سے ہے خلاف ہے۔ یہ باتیں اس کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جن کا پتہ ونشان ہم بارہا اپنے رسالہ میں بتفصیل بتا چکے ہیں۔ اس مقام میں اس تفصیل کا اجمال نقل کرتے ہیں۔ پہلی بات (وجود ملائکہ سے انکار) اسی معنی میں اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ جبرائیل وغیرہ ملائکہ کے اصل وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے انکاری ہے اور اس بات کا قائل ہے کہ جس جبرائیل یا روح القدس کو انبیاء کے پاس آنے والا اور ان کے ساتھ رہنے والا اور ان کو دکھائی دینے والا تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ ان ہی انبیاء کی اندرونی صفت ہے اور ان کی محبت کا نتیجہ ہے اور ان ہی کی خیالی صورت ہے۔ وہ کوئی خارج از انسان جبرائیل نہیں ہے۔

اور اس کا یہ اعتقاد اس کے رسالہ (توضیح المرام ص۲۱، ۲۵، ۲۹، ۳۳، ۳۸، ۶۸، ۷۰، ۷۹) وغیرہ میں موجود ہے۔ جن کی اصل عبارت (اشاعۃ السنۃ نمبر۴ ج۱۳) میں بضمن فتویٰ نمبر۲ ج۱۴ میں بضمن جواب آسمانی منقول ہیں اور اس کی آخری کتاب (وساوس ص۷۲، ۷۷ لغایت ۷۹) میں مرقوم ہے۔ جن کی اصل عبارات (اشاعۃ السنۃ نمبر۴ ج۱۵) میں ہیں۔ اس مقام میں اس کے چند فقرات بعینہا اس کے الفاظ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ (توضیح المرام ص۲۱،۲۲، خزائن ج۳ ص۶۱،۶۲) میں ہے۔ ’’ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا ومحبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں۔ ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نام روح القدس ہے۔‘‘ اور اس کے (توضیح المرم ص۲۵، خزائن ج۳ ص۶۴) میں ہے۔ ’’یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کے صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو روح امینؑ بولتے ہیں...... اور اس کا نام شدید القویٰؑ ...... اور ذوالافقؑ الاعلیٰ بھی ہے۔‘‘

اور (توضیح المرام ص۲۹، خزائن ج۳ ص۶۶) میں ہے: ’’محققین اہل اسلام اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔‘‘

اور (توضیح المرام ص۷۹، خزائن ج۳ ص۹۲) میں ہے: ’’جب جبرائیلی...... نور جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کے ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے بھی نام سے موسوم کرنا

چاہے۔ محبّ صادق کے دل میں نقش ہو جاتی ہے اور اس کی محبت صادقہ کی ایک عرض لازم بن جاتی ہے۔‘‘

کادیانی صاحب اور ناظرین! انصاف سے کہو۔ ان عبارات میں جبرائیل وغیرہ فرشتوں کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے کے صریح اور صاف انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہ تصریح نہیں ہے کہ جو روح القدس انبیاء کے پاس آتی اور رہتی اور دکھائی دیتی ہے۔ وہ ان ہی کے ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ اور عرض لازم تھی۔ نہ خارج از انسان کوئی روح القدس اور یہی اعتقاد علماء اہل افتاء نے ہماری (کادیانی صاحب) کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر یہ افتراء کیونکر ہوا؟

دوسری بات (معراج نبوی سے انکار) بھی اسی معنی پر آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ معراج جسمانی آنحضرت کے قائل نہیں اور یہ انکار آپ کے صریح کلام میں (ازالہ ص۴۷ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۲۶) کے موجود ہے۔ ’’اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔‘‘

کادیانی صاحب! کیا یہ عبارت آپ کی نہیں ہے اور اس میں معراج جسمانی سے انکار نہیں ہوا؟ ہوا ہے تو پھر علماء اہل افتاء نے اس میں کون سا بھس ملا دیا اور آپ پر کیا افتراء کیا۔

تیسری بات (کادیانی کا مدعی نبوت بلکہ رسالت ہونا) اس کی صریح کلام میں موجود ہے۔ (ازالہ کادیانی ص۵۳۳، ۶۷۶) وغیرہ میں مرقوم ہے: جن کی پوری عبارات فتویٰ مندرجہ نمبر۴ جلد۱۳ میں بصفحہ ۱۱۴ اص ۲ ۷ اوغیرہ اور جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ نمبر۲ جلد۱۴ میں بصفحہ ۳۴ منقول ہیں۔ اس مقام میں اس کے ایک دو فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔

(ازالہ ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶) میں ہے: ’’خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔‘‘

اور (ازالہ ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) میں ہے: ’’اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد

ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوئیت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے۔''

کادیانی صاحب! آپ نے ان عبارات میں اپنے تئیں نبی اور احمد رسول نہیں کہا؟ کہا ہے تو پھر علماء اہل افتاء نے آپ پر کیا افتراء کیا ہے؟

چوتھی بات (معجزات سے انکار) بھی انہی معنی پر آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ آنحضرت کے بوجود جسمانی آسمان پر جانے کو خارج عادت سمجھ کر نہیں مانتے اور حضرت مسیح کے معجزات احیاء موتی وخلق طیّور وغیرہ سے انکاری ہیں۔ سو یہ انکار آپ کے صریح کلام میں موجود ہے۔ اس مقام میں چند عبارات بطور تمثیل نقل کی جاتی ہیں۔ (توضیح مرام ص۹، خزائن ج۳ ص۵۵) میں ہے: ''یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید ومولا حضرت خاتم الانبیاءؐ سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں۔ جواب ملا: ''قل سبحان ربی ''یعنی خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسی کھلی کھلی خوارق اس دارالابتلاء میں دکھاوے۔''

اور (ازالہ ص۶،۷، خزائن ج۳ ص۱۰۶) میں ہے: ''مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔''

اور (ازالہ ص۳۰۳ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۴،۲۵۵) میں ہے: ''سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسی پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے...... کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔''

اور (ازالہ ص۳۰۵، خزائن ج۳ ص۲۵۵،۲۵۶ حاشیہ) میں ہے: ''ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔''

اور (ازالہ ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳ حاشیہ) میں ہے: ''غرض کہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں

سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کے تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا۔''

اور (ازالہ ص۴۸۱،۴۴۱، خزائن ج۳ ص۳۳۴) میں ہے: ''ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہیں ہوا کہ وہ بولتا ہو۔''

اور (ازالہ ص۲، خزائن ج۳ ص۱۰۴) میں ہے: ''مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔''

کادیانی صاحب! ان عبارات میں کیا آنحضرت کے معجزہ معراج جسمانی سے اور حضرت مسیح کے معجزات کے حقائق مشہورہ سے صریح وصاف انکار نہیں ہے؟ پھر علماء نے آپ پر کیا افتراء کیا ہے؟

خدا تعالیٰ پر کادیانی کا دوسرا افتراء

خدا تعالیٰ پر کادیانی کا دوسرا افتراء اس کی وہ لاف زنی یا بزعم اس کے پیش گوئی ہے جو مباحثہ عیسائیوں کے آخری پرچہ مؤرخہ ۵/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۸۸،۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۱،۲۹۲) میں اس نے کی اور وہ بحق اسلام مسلمانان سخت مضرت رساں ہے۔

''آج رات جو مجھ پر کھلا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع وابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلے کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔''

یہ کادیانی کی اصل لاف زنی یا پیش گوئی ہے۔ اس میں جو فریق مخالف کا ہاویہ کے

گرایا جانا بیان کیا ہے۔ اس کی تفسیر کادیانی نے (جنگ مقدس ص۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۲،۲۹۳) میں بایں الفاظ کی ہے۔

''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کی منشاء کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں۔''

اس لاف زنی یا پیش گوئی کے بحق اسلام مضرت رساں ہونے اور اس کے کذب وافتراء ہونے کا ثبوت اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت

اسلام کے مخالفین اور اس دین کے طاغین اور پیشوایان اسلام کی اہانت کرنے والے اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے والے اگر سب کے سب صفحہ دنیا سے اٹھ جائیں اور ایک آن میں ہلاکت کو پہنچ جائیں تو خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آوے اور ہر ایک مسلمان کی آنکھ میں نور اور سینہ میں سرور ہو۔ مگر کسی مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی وملہم ومبشر ہو (بجز حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر ومبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں، خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً وابداً صادق ومصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں کبھی جھوٹے نہیں نکلتے اور وہ اپنے الہام اور الہامی چیزوں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں) یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام وبشارت کے وقوع وظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے اور اپنے الہام وبشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کے موت کو اسلام کے سچائی کا مدار ونشان ٹھہراوے اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں کہے کہ اسلام سچا ہے تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب

اختیار کرلوں گا یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کے اشاعت وترویج کے لئے دے دوں گا۔ جیسا کہ کادیانی نے کیا اور کہا ہے۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی مخالف اسلام کی موت یا کسی اور نشان کو مدار ونشان وشرط حقیقت اسلام قرار دے وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے اور مخالف اسلام کا چھپا دوست اوران کا وکیل ہے۔ جو بظاہر مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا ہے۔ مگر درپردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان ودلیل وشروط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو اور مخالفین اسلام کو غلبہ وفتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی ملہم مبشر وپیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیش گوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعویٰ نہیں کیا۔ (جو کادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دوں گا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کے طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار واقع ہوا اور یہ ارشاد ہوا: ''قل انما الایات عند اللہ وانما انا نذیر مبین (ملک:۲۶)'' جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہوتب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤں گا تسلیم نہیں کیا اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اس حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔ اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو حتیٰ کہ نام کے مسلمان کادیانی کو بھی انکار کی گنجائش نہ ہو۔ یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی ملہم مبشر پیش گو کو یہ جائز وحلال نہیں ہے کہ اپنے الہام وبشارت وپیش گوئی کے مضمون وصدق وتحقق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق واعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی یا تحقق اس کے خلاف کے وہ اسلام کو اسلام کرے اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ بلکہ یہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی تو اس کے معنی وہ ظاہری

مراد نہ تھے جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا یا اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے۔ اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ایسا نہ ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے۔ وہ تابع اسلام نہیں ہے جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیش گوئیوں اور الہامات وبشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت کے معارض ومزاحم ہوں بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ کادیانی نے آنخضرتﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت بھی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنخضرت کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے اور اگر ان کے ظاہری معانی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے (ازالہ ص۱۴۰،۱۴۱، خزائن ج۳ ص۱۷۱،۱۷۲) میں کہا ہے: ''اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیش گوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیش گوئی خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید ومولیٰ آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیش گوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت پر ہوا تو پھر دوسرے لوگ فرض کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو۔ کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اس بات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی۔ حوالہ بخدا کریں اور میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیش گوئی پر زور ڈالا جائے اور تحکم کے راہ سے یہی دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہوکر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خداﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم نے پیش گوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ پیشین گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔''

اور (ازالہ ص۱۴۲،۱۴۳،خزائن ج۳ ص۱۷۲،۱۷۳) میں کہا ہے: ’’میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں کا گوان میں اولیاء بھی داخل ہوں۔ اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے۔ ان کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہیں اور نہ ہونا چاہئے کہ خداتعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کی ایسے تفاصیل مخفی ہوں۔ جواب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خداتعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعاء سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر ہمارے سیدومولیٰ رورو کر دعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شاید پیش گوئی میں کوئی ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔‘‘

اور (ازالہ ص۳۹۶،خزائن ج۳ ص۳۰۴) میں کہا ہے: ’’سو ان وقتوں میں نبی کریم کو بطور تسلی وہی فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے۔ مگر تو بباعث ضعف بشریت شک مت کر یعنی یہ خیال مت کر کہ شاید اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔‘‘

اس کلام میں کادیانی کے بہت سے اکاذیب وملحدانہ مغالطات پائے جاتے ہیں۔ (جیسے کادیانی کا یہ کہنا کہ انبیاء اپنے پیش گوئیوں کے معنی نہ سمجھتے تھے اور ان میں غلطی کرتے اور یہ کہنا کہ امت محمدیہ کا اتفاق کورانہ اجماع کیا ہے اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں اس خیال سے دعاء وتضرع کرتے تھے کہ شاید پیش گوئی فتح بدر سے کچھ اور مراد ہو وغیرہ وغیرہ) جملہ انبیاء اور آنحضرت خاتم الانبیاء پر افتراء ہے۔ مگر اس افتراء کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ بلکہ ہمارا ’’ریویو ازالہ کادیانی‘‘ اس کا محل ہے۔ اس مقام میں اس کلام کو صرف اس امر کے اظہار کی غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اس میں کادیانی نے بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے آنحضرت نے ظاہری معنی سمجھے تو وہ خطاء نکلے۔ لہٰذا ہر ایک پیش گوئی نبوی کے ظاہری مراد لینے سے زوال ایمان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان ظاہری معنی کا ظہور نہ ہو اور پھر آنحضرت کی نسبت شک پیدا ہو اور اس سے ایمان جاتا رہے۔

کادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صادق ومصدوق کی پیش گوئیوں کی نسبت کادیانی کا یہ اعتقاد ہے تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین اسلام کے مقابلہ پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین کرسکتا ہے اور اس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہراسکتا ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں۔ کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے اور وہ اپنے الہام وپیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطاء سے معصوم ہے۔ اس کا اگر یہ دعویٰ ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے اور اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنے پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنی کے یقین کے موجب ومثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتے ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلوں گا اور دین اسلام چھوڑ دوں گا۔ دیدہ دانستہ التزام وتسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقیہ وعلم عقائد کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے۔ وہ دم نقد اور سروست کافر ہوجاتا ہے۔ (''وکذا لونوی ان یکفر فی الاستقبال کفر فی الحال (شرح فقہ اکبر ص۱۴۷، مطبوعہ مطبع دھلی)'') اس کے کفر میں کیا کسر رہتی ہے اور اگر اس نشان کادیانی کا ظہور نہ ہوا اور پندرہ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جائے گا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعویٰ نشان نمائی میں جنگ زرگری کیا ہے اور دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا (عیاذاًباللہ) کہیں اور اہل اسلام کے مقابل میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس لاف زنی (یا پیش گوئی) کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے۔ اب اس کا کذب وافتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کے مدافعت عمل میں آتے ہیں۔ اس لاف زنی (یا پیش گوئی) کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔

اس پیش گوئی کے افتراء ہونے پر اندرونی شہادت

اس پیش گوئی کے دروغ وافتراء ہونے پر بہت سے دلائل وعلامات خود اس پیش گوئی میں پائے جاتے ہیں۔ جن سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں حلم شیطانی ہے۔

دلیل اوّل: اس کا مضمون (طالب نشان کے لئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز الہام رحمانی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کو دکھایا گیا ہے۔ جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہو جانے کا اقراری تھا۔ (چنانچہ اس کا یہ اقرار کادیانی نے خود اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا اور اس کا ظہور اس کے مرجانے کے بعد ہوا تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا۔ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا۔ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائے گا اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا اور وہ اسی وقت (بعد الموت) کادیانی کے سوال کا جواب دے گا کہ: ''ہاں! یہ پیش گوئی میرے منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔'' نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے شخص بظاہر طالب حق ومدعی قبول اسلام کو ایسا نشان جو اس کے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو، دکھانا اور اس سے اس کے وقوع پر اسلام اور نبوت پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق چاہنا ادنیٰ عقلمند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خداتعالیٰ حکیم وعلیم ورحیم کا کام کیونکر ہوسکتا۔ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے۔ جس سے خداتعالیٰ کی شان اجل وارفع ہے اور یہ شیطان ہی کا کام ہے اور وہی کادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی وتذلیل کراتا ہے اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے کادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے کادیانی کی ولایت اور الہام ثابت ہو۔ تو یہ بھی خداتعالیٰ وتقدس کے شان سے بعید ہے اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے سے ڈر کر اور مجبور ہوکر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے۔ ''لا اکراہ فی الدین'' اور کادیانی نے بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مارڈالنے کی دھمکی کا، ایک بظاہر طالب نشان ومدعی قبول اسلام وایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خود اس کا مضمون اس کے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

دلیل دوم: اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین وتشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے۔ جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان ومعاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جے.ایل ٹھاکرداس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول صاحب اور ڈاکٹر ایچ.ایم کلارک صاحب وغیرہ وغیرہ بھی داخل تھے) مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام وعدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق وانقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا مصرع ''اگر ماند شبے مند شبے دیگر نمی ماند'' کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اس کا مصداق بنایا جائے گا۔ ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے۔ جس کا تمام عیسائیان پنجاب وہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ وامرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ شیطان ہی کا احتلام ہے۔ جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور ایسے دھوکے دینے والا الہام کرنا اسی کا کام ہے۔

دلیل سوم: اس پیش گوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں (یعنی جہنم میں ڈالا جائے گا جو ہر ایک مخالف حق کا ٹھکانا ہے) پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ جس سے اس کا یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان وپنجاب سے مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا تھا۔ اصل الہام وپیش گوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان ہوا ہے۔ جو ضرور وقوع میں آئے گا۔ جب کوئی ان میں سے مرے گا اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے۔ نہ خدائے رحمان کا۔

دلیل چہارم: اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے لکھا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں۔ عمداً نہیں کرتے۔ ان کی سمجھ میں غلطی ہے۔ اس لئے یہ ہلاک نہیں ہوئے اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر واظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقیق وعدم تحقیق کا علم خداتعالیٰ کو ہی ہوسکتا ہے۔ نہ کسی بشر کو اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقیق یا عدم تحقیق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں افتراء شیطانی ہے۔

دلیل پنجم: اس پیش گوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵یوم مباحثہ کے پندرہ دن تک مقرر کی گئی ہے۔ یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ یہ مباحثہ پندرہ دن نہیں ہوا۔ تیرہ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزا موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتی۔ ثانیاً: اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (تیرہ ہوں خواہ پندرہ) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے۔ پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتے اور اس میں تاخیر واقع ہوتی اور یہ تاخیر سزا ابتاوی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم وحلم وانعام الٰہی ہے اور یہ خداتعالیٰ کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے۔ اتنے دن خداتعالیٰ اس کی سزا میں دیر کرے اور پھر سزا دے تو وہی دے جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا اور اس پر کچھ زیادتی نہ کرے۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

کما قیل بیت تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مرترا

یہودیوں نے یہ احمقانہ بات بنا رکھی تھی کہ جتنے دنوں (چالیس روز) ہم نے بچھڑے کی عبادت کی ہے۔ اتنے دنوں ہم کو عذاب ہوگا۔ اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ مگر یہ حماقت کسی یہودی کو بھی نہ سوجھی (جو کادیانی یا اس کے ملہم بے عقل (معلم الملکوت) کو سوجھی ہے کہ جتنے دن گناہ میں دیر ہوگی۔ اتنے ہی دن نزول عذاب میں دیر ہوتی رہے گی۔

اور اگر اس مہلت وبیان مدت سے کادیانی کی یہ مراد ہے کہ پندرہ ماہ اخیری حدوانتہاء مدت سزا ہے اور وقوع سزا اس سے پہلے ہی ہو جائے گا تو اس پر یہ دوسخت اور مشکل اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں پندرہ دن کا لحاظ لغو اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قریب الوقوع سزا یا نشان کو بعید الوقوع بتانا خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان سے بعید ہے۔ گو اس کا عکس سراسر حکمت ہے۔ چنانچہ ص۱۳۱ نمبر۱ جلد۱۵ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ پانچ وجوہات ودلائل اندرونی کی شہادت کی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں۔ افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

اس پیش گوئی کے افتراء ہونے کی بیرونی شہادت

قرآن اور حدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب وہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں اور صاحب اخلاق حمیدہ واوصاف جمیلہ، نہ کافر، کذاب، بدخلق خودغرض اور ایسے آفات کے محل، اور یہ بات ظاہر اور تصانیف کادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ کادیانی ادنیٰ درجہ کا مسلمان نہیں ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا تعالیٰ کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے اور بناءً علیہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیونکر گزر گئے اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کے لئے ہوا کہاں ہے اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے۔ پائیخانہ کہاں پھرتے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت وشان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت ورسالت بن بیٹھا ہے۔ اسی طرح وہ اور اصول واعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گونہ برا کہتا ہے۔

بلکہ بلاعوض عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور اس کی خودغرضی تو اس کی ہر ایک کارروائی سے عیاں ہے۔ جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے۔ وہاں فلوس کا سوال موجود ہے اور ہزار ہا روپیہ کا مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے اور ہنوز ''ھل من مزید''

(یعنی کچھ اور بھی ہے) کی صدا جاری ہے۔ ان باتوں کا ثبوت اس کی تصانیف واشتہارات میں موجود ہے۔ جن کا خلاصہ اشاعۃ السنۃ میں منقول۔ پھر ایسا بداعتقاد وبدخلق خودغرض صاحب الہام وشرف خطاب الٰہی سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے اور یہ پیش گوئی مذکور کے افتراء وکذب ہونے پر ان ہی لوگوں کے نزدیک شہادت بن سکتی ہے جن کو کادیانی کے حالات واعتقادات مذکورہ بالا کا تفصیلی علم ہو۔ اشاعۃ السنۃ کے پرانے ناظرین تو اس تفصیل سے بخوبی آگاہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس شہادت کو قطعی شہادت سمجھیں گے۔

نئے ناظرین اس تفصیل پر مطلع نہ ہوں تو وہ تصانیف کادیانی، فتح اسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام، وساوس (آئینہ کمالات) کو دیکھیں اور ساتھ ہی اس کے اشاعۃ السنۃ نمبر۱۲ جلد۱۲ وجلد۱۳، ۱۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ فرمادیں۔ اس سے وہ یقین کر لیں گے کہ یہ شہادت اندرونی شہادت سے بڑھ کر اس پیش گوئی کے کذب وافتراء ہونے پر دلیل ہے۔ یہ اس پیش گوئی کے کذب وافتراء ہونے کا ثبوت ہے۔ اب اس کی بحث اسلام مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے۔

اس پیش گوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اس کی مضرت کی مدافعت

ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے نہ کسی مسلمان کو یہ پہنچتا ہے کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول نے کادیانی کو پیش گوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطاء نہیں کیا اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ: ''**ما ینطق الکادیانی عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی**'' ''یعنی کادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ جو کچھ کہتا ہے خدا کی وحی ہوتی ہے۔'' وبناءً علیہ یہ نہیں فرمایا اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر یہ سوچیں اور بتادیں کہ اسلام نے اس کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا ہے اور اس کی شکست والزام کو کب اپنی شکست والزام تسلیم کیا ہے۔ پادری لوگ تو خود جانتے اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نور افشاں ۱۲ رمئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ: ''یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل اسلام اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔'' پھر وہ اس کے الزام کو

اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔ یہ اس پیش گوئی کے عدم وقوع پر اس کے مضرت کی مدافعت ہے۔ اب اس کے اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

بصورت وقوع اس پیش گوئی کے مضرت اور اس کے مدافعت

اس پیش گوئی کا وقوع ہوا۔ یعنی پندرہ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہوگیا تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان ہو جانا تو متوقع ہی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کے موت سے پوری ہوگئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی اور اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور رکھی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیش گوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں؟ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔ ہاں! اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ وہ اس سے کادیانی کا ولی وملہم اور کلام وخطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے اور اس اعتقاد سے وہ کادیانی کی پیروی ومریدی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے جو اداء کیا جاتا ہے۔

ناظرین! یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آ گئی تو اس کو آپ الہامی اور کادیانی کے ملہم اور ولی ہونے کے نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی وبیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی بلکہ ایک دروغ گوئی ولاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام وخطاب سے مشرف ہو سکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ وسوال پیدا ہو کہ اگر پیش گوئی خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلی تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے

ان سوالات سے حاصل کریں جو کادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے رسالہ نمبر۱،۲ جلد۱۵ میں کئے ہیں۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیش گوئیاں (۱) کاہن، (۲) نجومی، (۳) رملی، (۴) جفری، (۵) جوتشی، (۶) پنڈت سائنٹفک فلاسفر، (۷) مسمریزیسٹ، (۸) قیافہ شناس، (۹) روحانیات تسخیر کے عالم، (۱۰) اٹکل باز، دلیر بے شرم بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچے نکلتے ہیں۔ لہٰذا جائز ہے کہ کادیانی بھی ان ہی میں سے ہو اور رمل ونجوم ومسمریزم وغیرہ علوم میں دخل رکھتا ہو۔ اس امکان کا مؤید یہ امر ہے کہ رسالہ نمبر۱ جلد۱۵ میں ہم نے کادیانی سے یہ سوال کئے کہ تم علم رمل وجفر ومسمریزم وغیرہ میں دخل رکھتے ہو یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اس نے اس علم ودخل سے انکار نہیں (جیسا کہ اور دوتین باتوں سے جن میں گنجائش انکار پائی صاف انکار کیا) جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ان علوم میں ضرور اس کو دخل ہے اور مسمریزم میں تو اس کا دخل اس کے صریح کلام سے ثابت ہے جو (ازالہ کادیانی کے ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸) میں موجود ہے کہ: ''اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔'' پھر اس کا اس قسم کی پیش گوئیاں علم رمل یا جفر یا مسمریزم کے ذریعہ سے کرنا اور ان کا صادق نکلنا کون سے تعجب کا محل ہے۔

قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہو۔ یعنی ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرھویں مہینے کے ٹھیک آخری دن فوت ہو جائے تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ چیز قابل دفعت نہ سمجھیں گے اور کادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب وزندیق خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزیسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے۔ جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اس کو کافر کہیں گے اور اس کو ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کے آگ میں جانا منظور کریں گے، پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: ''عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج الدجال فیتوجہ قبلہ رجل من المؤمنین فیلقاہ المسالح

مسالح الدجال فیقولون له این تعمد فیقول اعمدالی هذ الذی خرج قال فیقولون له او ماتؤمن بربنا فیقول مابربنا خفاء فیقولون اقتلوه فیقول بعضهم لبعض أليس قدنها كم ربكم ان تقتلوا احداً دونه نينتلقون به الى الدجال فاذا رآه المؤمن قال يا ايها الناس هذا الدجال الذى ذكر رسول اللهﷺ قال فيأمر الدجال به فيشبح فيقول خذوه وشجوه فيوسع ظهره وبطنه ضربا قال فيقول اوما تؤمن بى قال فيقول انت المسيح الكذاب قال فيؤمر به فيوشر باالمينشار من مفرقه حتى يفرق بين رجليه قال ثم يمشى الدجال بين القطعتين ثم يقول له قم فيستوى قائما ثم يقول له انؤمن بى فيقول ما ازددت فيك الا بصيرة قال ثم يقول يا ايها الناس انه لا يفعل بعدى باحد من الناس قال فيأخذه الدجال ليذبحه فيجعل ما بين رقبة الٰى ترقوته نحاساً فلا يستطيع اليه سبيلا قال فياخذ بيديه ورجليه فيقدف به فيحسب الناس انما قذفه الى النار وانما القى فى الجنة فقال رسول اللهﷺ هذا اعظم الناس شهادة عند رب العالمين (صحيح مسلم ج۲ ص ۴۰۲)‘‘ کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مؤمنوں سے ایک آدمی متوجہ ہوگا۔ اس کو دجال کی مسلح لوگ (سپاہی) ملیں گے اور پوچھیں گے تو کہاں کا قصد رکھتا ہے۔ وہ بولے گا اس آدمی کی طرف قصد رکھتا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے تو ہمارے رب کو نہیں مانتا۔ وہ کہے گا ہمارا رب چھپا نہیں رہتا۔ وہ بولیں گے اس کو قتل کر ڈالو۔ ان میں بعض کہیں گے کہ کیا تم کو تمہارے رب (دجال) نے اس سے منع نہیں کیا کہ اس کی غیر حاضری میں کسی کو قتل کرو تو وہ اس کو دجال کے پاس لے چلیں گے۔ جب مؤمن دجال کو دیکھے گا یہ کہے گا۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہﷺ نے کیا تھا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کا سر زخمی کرو۔ پھر وہ اس کو خوب زخمی کریں گے اور اس کی پشت اور پیٹ کو مار مار کر لمبا اور وسیع کریں گے۔ پھر دجال اس کو کہے گا (اب بھی) تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ بولے گا تو مسیح کذاب ہے تو دجال اس کی چوٹی پر آرہ رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کرا دے گا۔ پھر ان دو ٹکڑوں کے مابین چلے گا۔ پھر اس کو کہے گا تو کھڑا ہو جا تو برابر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ (اب تو) تو مجھ پر ایمان لائے

گا؟ وہ کہے گا اب میرا یقین تیرے دجال ہونے کی نسبت زیادہ ہوگیا ہے۔ پھر وہ مؤمن لوگوں سے کہے گا اب اس کو کسی پر اس فعل (قتل) کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر اس کو دجال ذبح کرنے کے لئے پکڑے گا تو خدا تعالیٰ اس کی گردن پر تانبہ رکھ دے گا تو دجال کو اس کے ذبح کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر وہ اس لئے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر لوگوں کے خیال میں آگ میں ڈال دے گا اور درحقیقت وہ بہشت میں ڈالا جائے گا۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا یہ شخص اللہ کے نزدیک شہادت میں سب لوگوں سے بڑا ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے: ''**فیأتی علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به فیأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعاً وامده خواصر ثم یأتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شئ من اموالهم ویمربالخزته فیقول لها اخری کنوزک فتبعه کنوزها کیعا سیب النحل ثم یدعو رجلا ممتلیاً شاباً فیضربه باالسیف فیقطعه جزلتین رمیته الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه نضحک** (صحیح مسلم ص ۴۰۱)'' کہ دجال ایک قوم (یعنی کفار) کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بولائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا اور زمین کو درخت اور کھیتی جمانے کا حکم دے گا تو وہ ویسے ہی ہوجائیں گے اور ان کے جانور بڑے بڑے موٹے تازے پیٹ بھرے دودھ والے ہوکر آئیں گے۔ پھر وہ ایک اور قوم (مسلمانوں) کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے (یعنی اس پر ایمان نہ لائیں گے) پھر وہ تہیدست ہوجائیں گے۔ ان کے مال ان کے ہاتھ میں نہ رہیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں کی طرف گزرے گا اور ان کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانے نکال دیں تو ان کے خزانے ایسے اس کے پیچھے ہو چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں وغیرہ وہ ایک آدمی جوان کو بلائے گا اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا پھر اس کو بلائے گا تو وہ ہنستا ہوا اور اس کا چہرا چمکتا ہوا آئے گا۔ اسی قسم کے خوارق دجال موعود کی اور بھی احادیث میں مذکور ہیں اور کتب صحاح میں موجود جن کے نقل سے تطویل متصور ہے اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ

کے مسلمان اپنے ایمان نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم، جفر، مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل وقیاس ومشاہدہ حالات عمر سے ہوسکتی ہے) سچے اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے اور اس کے عقائد کفریہ اور اخلاق وعادات شنیعہ کے نظر سے اس کی اس خبر کو (اگر بالفرض صادق ہوگئے۔ کیوں نجوم، مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے جو کادیانی کے مناسب حال ہے۔

مضمون اوّل ختم ہوا۔ اب اس کے ذیل میں بعض اور تازہ اکاذیب کادیانی بضمن ضمیمہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

ضمیمہ مضمون اوّل

کادیانی کے رسالہ اظہار وغیرہ تحریرات وتقریرات میں بہت سی تازہ دروغ گوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ازانجملہ بعض کی تفصیل بطور تمثیل عمل میں آتی ہے۔

رسالہ سچائی کا اظہار میں کادیانی کی دروغ گوئیوں کی تفصیل

اس رسالہ (سچائی کا اظہار، خزائن ج۶ ص۷۱) کے سرورق میں کادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’اس رسالہ میں بعض فاضل اور مستند علماء عرب وشام کے اس عاجز (کادیانی) نسبت تصدیق ہے؟‘‘ پھر (سچائی کا اظہار ص۶، خزائن ج۶ ص۷۴-۷۶) میں لکھا ہے:

ڈاکٹر مارٹین کلارک صاحب کے ایک وہم کا ازالہ

’’ڈاکٹر (مارٹین کلارک) صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲؍مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ کے شائع ہوا ہے شیخ بٹالوی صاحب کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے یہ دھوکا کھایا ہے یا لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس لئے عام وخاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خدتعالیٰ نے علم وعمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطاء کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہیدست ہیں۔ اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول پر مبالغہ نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل

علماء میں واقعہ ہو۔ خود شامل ہو کر دیکھ لیں بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵/جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے اس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور کے ہوں گے اور اسی طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ پھر پادری صاحب بچشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف، نقل مشہور ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ! ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یک طرفہ بیان عقلمند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر ایک حقیقت عندالامتحان کھلتی ہے۔ ماسوائے اس کے ڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے۔ زادہما اللہ مجداً وشرفاً برکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر کے مکہ ومدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔ سو ان متبرک مقامات کی جگر گوشہ اور فاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں۔ اخی مکرمی مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب سلمہ دیرہ دون سے لکھتے ہیں: ”ایک عالم عرب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔ شامی ہیں۔ سید ہیں۔ بڑے ادیب ہیں۔ ہزاروں اشعار عرب عاربہ کے حفظ ہیں۔ ان سے آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ وہ متبحر عالم، میں عامی مگر توفی کے معنی میں کچھ بن نہ پڑا۔ آپ کی عبارت آئینہ کمالات جو عربی ہے ان کو دکھائی گئی۔ کہا واللہ! ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا۔ ہندوستانی کو تو کیا طاقت ہے۔ قصیدہ نعتیہ دکھایا۔ پڑھ کر رو دیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر۔ مگر ان اشعار کو حفظ کروں گا اور کہا واللہ! جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعویٰ کوئی چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔ تم کلامہ حضرت میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید سبحانی کا اعجاز ہے۔ آدمی کا کام نہیں۔ میں نے حضرت کو اپنی جان اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔“

اس کے بعد کادیانی نے (سچائی کا اظہار ص۸، خزائن ج۶ ص۷۶،۷۷) میں اس عرب کا خط نقل کیا ہے:

چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ”محبت نامہ فاضل عربی اس عاجز کی طرف“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’یامن انشد نسیم الاشتیاق عن وسیم وصفه واستنشق عباهن الا زاهر من شمیم عطره وعبیر عرفه احیط حضرتک العالیة باسرار الاسرار وعیذ سعادتک السامیة من نوائب الاقدار لازالت سخن نجاتک تجری فی بحار العلوم والویة سیادتک معقودة لحل اشکلالات المنطوق والمفهوم ولا برحت الجباه لعلو حضرتک ساجدة والافواه بالثناء علی محاسن ذاتک شاهدة لا احصی ثنائی علیک ولادعائی وشوقی الیک السالم علیکم ورحمة اللہ وبرکاته تحیة عن وداً کید وقلب لم یکدره تنکید اما بعد فان راقم الاحرف قدهبت به نسیم الامال وزعزعته لواعج الانتقال حتی تضفته سهام الا قدار فی بلده هذه الدیار فجمعته طرق الاتفاق بتقدیر الملک الخلاق بالاخ الرفیق والمولی الشفیق الحافظ المولوی محمد یعقوب وقاه اللہ من ورطات العیوب ووهدات الذنوب فی بلدة دهره دون لازال رحبها بالمواهب الالٰهیة مشحون فاخذنا نجنی ثمار الاخبار وندیر اقداح التذکار عما مضٰی وتقدم من الازمان والاثار حتی افضٰی بنا الحدیث الٰی هذ الزمان فذکرت حضرتکم العلیة فسئلته عن بیانها بوجه التفصیل والایضاح فاخبرنی بالجناب ومناقبه بما کان اهلاله حتی ثنی عنان فکری واستمال عطف خاطری الی مشاهدة الذات لما سمعت من بدیع الصفات اذ الکلام صفة لقائله ولا یخفی ما فی المشاهدة من عمیم الفائده ولذلک طلبها الکلیم علیه السلام ولم یمنعنی من تلک الامشقة الطریق وتوقد الرمضاء واصفرار الید وخرق الجیب وعدم الراحلة (شعر) ولوانی اطیر لطرت شوقاً الیک ولم اکن عن ذاک ناحی ولکن اجنحی قصت وصیرت وکیف یطیر مقصوص الجناح وعلی کل حال فان عدم ذلک بالاقدام فممکن ان یکون بالاقلام لا سیماوقد قیل القلم احد للسانین والمراسلة

نصف المواصلة ولكن ليس الخبر كالعيان اذ هو عين اليقين الا انا اذا فقدنا الماء صرنا الٰى بديله والسلام‘‘

نوٹ: ان خطوں کے مضمون سے ہم کو بحث نہیں۔ لہٰذا ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ صرف ان کی غلطی بیان کرنا مقصود ہے۔ جو عمل میں آئے گا۔

اس کے بعد کادیانی نے اس خط کا جواب جو اس نے دیا تھا نقل کیا ہے۔ پھر (سچائی کا اظہار ص۱۲، خزائن ج۶ ص۷۹) میں دوسرے عرب کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’الحمد لله رب العالمين والصلٰوة والسلام علٰى اشرف الخلق اجمعين الٰى حضرت الجناب المحترم المكرم العزيز الاكرم مولانا ومرشدنا وهادينا ومسيح زماننا غلام احمد حفظه الله تعالٰى آمين اٰمين يا رب العالمين اما بعد السلام عليكم ورحمة الله وبركاته قد وصلنا كتابكم العزيز وقرئنا وفهمنا ما فيه وحمدنا الله الذى انتم بخير وعافيه وياسيدى اطلب من لله ثم من جنابكم العفو والسماح فيما قد اخطئت وياسيدى انا ولدک وخادمک ومحسوب على الله ثم الٰى جنابكم وان شاء الله تعالٰى اناتبت وعزمت على ان لا اعود ابد اولا اتكلم بمثل الكلام الذى ذكر قط جمل الله حالكم وشكر الله فضلكم والسلام‘‘

الراقم: احقر العباد محمد ابن احمد مكى

قد عجبنى الكلام الذى ذكر تم فى الكتاب الحمد لله الذى وعدنى بملاقات جنابكم لاشک ولا ريب انک انت من عند الله اٰمنا وصدقنا واٰخر دعوئنا ان الحمد لله رب العالمين

الراقم: محمد ابن احمد مكى

تیسرے عرب کے خط سے یہ عبارت نقل کی ہے:

’’الٰى جناب الاجل الناقد البصير طود العقل العزيز وكوكب الشرق المنير ذى الحرم والهام الله الكبير صاحب الالهام ركن الدولته

الابدیة سلطان الرعیة الاسلامیة میرزا غلام احمد فضائله تلوح کالکوکب فی الافاق للجاهل والعاقل بحر الندی الذی لا یری له الساحل ومنبع العلوم والعطا یا التی هی صافیه المناهل‘‘

(سچائی کا اظہار ص۱۳، خزائن ج۶ ص۷۹،۸۰)

اس دعویٰ اور اس کے ثبوت وشواہد میں جو کچھ کادیانی نے کہا ہے وہ ازسرتاپا اکاذیب ومغالطات کا مجموعہ از انجملہ تین کذبوں کی یہاں تفصیل کی جاتی ہے۔

پہلا کذب

اس کا پہلا کذب اس کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مستند علماء میرے ساتھ ہیں اور وہ اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی ہیں۔

اس کے کذب ہونے کا ثبوت اور اس کا رد

اس دعویٰ کے دوسرے حصے کا کذب ہونا تو کس وناکس پر اظہر من الشمس ہے۔ کادیانی کے تکفر پر پشاور سے کلکتہ تک کے جن مشاہیر علماء فضلاء کا اتفاق ہوا ہے۔ ان کی علمیت وفضیلت عوام وخاص میں مسلم ہے۔ کادیانی پر وہ مخفی ہے تو یہ اس کی آنکھ کا قصور ہے۔ نہ علماء کا قصور ؎

گر نہ بیند بروز شپر چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم جہاں کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

اور اس دعویٰ کے پہلے حصہ کا کذب عوام پر (جو کادیانی کے مریدوں کو مولوی سمجھتے ہیں) مخفی ہو، تو ہو خواص تو اس کو بھی ویسا ہی کذب جانتے ہیں۔ جیسا کہ حصہ دوم کو اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ کادیانی کے ساتھ اس وقت تک کم سے کم ایک بھی عالم وفاضل نہیں ہے۔ جس کو علماء کے اصطلاح میں مولوی یا عالم کہا جاسکے۔ کادیانی نے اس رسالہ میں صرف تین شخص کو عالم قرار دے کر ان کی عبارتوں اور خطوں کو ان کے علم وفضیلت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان تینوں کا عالم نہ ہونا ان ہی کی کلام سے ثابت کرتے ہیں اور اگر وہ اپنے اتباع میں سے دوسرے نام کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی یا منشی محمد احسن امروہی یا میاں عبدالکریم سیالکوٹی کو اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتا تو ہم پہلے ان لوگوں کی نسبت کادیانی

سے۔ یہ سوال کرتے کہ براہ مہربانی وہ ہم کو بتاوے۔

۱...... کہ ان صاحبوں نے علوم رسمیہ اور کتب درسیہ جن کی تحصیل سے لوگ علماء وفضلاء کہلاتے ہیں۔ کہاں تک اور کس مدرسہ یا استاد سے پڑھے ہیں؟

۲...... اوران لوگوں کے پاس کن کن مشہور فاضل استادوں کی سندیں موجود ہیں؟

۳...... اوران سے کس کس شخص نے علم پڑھا اور استفادہ کیا ہے اور کہاں پڑھا ہے؟ پھر بالمقابلہ یہ ثابت کرتے کہ ان لوگوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو بحسب اصطلاح عالم وفاضل کہلانے کا مستحق ہو۔ گو عوام ان کو مولوی کہیں۔

کادیانی نے ان لوگوں کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہیں کیا تو اس مقام پر ہم کو بھی ان کی بے علمی کا ثبوت پیش کرنا ضروری نہیں اوران ہی تین عربی مولویوں کے عالم نہ ہونے سے تعرض کرنا کافی ہے۔ جس کو کادیانی نے اپنے دعویٰ کا شاہد ٹھہرایا ہے جو کذب دوم کادیانی کے ردوجواب میں عمل میں آتا ہے۔

دوسرا کذب

کادیانی کا دوسرا کذب اس کا یہ دعویٰ ہے کہ: ’’تخت گاہ حرمین شریفین کے جگر گوشہ اور مستند علماء اور فاضل اس کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے۔‘‘ (سچائی کا اظہار ص۷، خزائن ج۶ ص۷۵)

جس کو اس نے پہلے کذب کی دلیل وثبوت میں پیش کیا ہے۔

اس کے کذب ہونے کا ثبوت اور اس کا ردّ

یہ دلیل نہیں بلکہ عین دعویٰ ہے۔ کادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ مستند علماء وفضلاء حرمین میرے ساتھ ہیں اوراس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ تین علماء وفضلاء عرب وشام نے اپنے خطوں میں میری تصدیق کی ہے اور نہ سوچا کہ ان تینوں کا عالم فاضل ہونا میرے مخاطبوں کے نزدیک کب مسلم ہے؟ کہ ان تینوں کی تصدیق میرے دعویٰ کی دلیل ہوسکے۔ یہ تو وہی دعویٰ ہے جو میں نے کیا ہے کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میرے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کا میری تصدیق میں خطوط لکھنا تب دلیل ہوتا۔ جب کہ ان تینوں کا عالم وفاضل ہونا مخاطبوں میں مسلم ہوتا۔ یا میں پہلے اس کو بہ دلائل ثابت کر لیتا اور اگر کادیانی نے اس خیال سے ان تینوں کی

تحریر ومقال کو اس دعویٰ کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان تینوں نے عربی میں لکھے ہیں جو ان کے عالم وفاضل ہونے پر دلیل ہیں اور شامی کو تو ایک مولوی ڈیرہ دون (محمد یعقوب) نے بھی عالم فاضل کہہ دیا ہے اور اس سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس کے فاضل ہونے پر دلیل ہیں تو یہ کادیانی کی سفاہت وبے علمی پر دلیل ہے۔ ان تینوں خطوں سے ان تینوں کا عالم وفاضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ کادیانی کے فرضی مولوی دیرہ دون کے شامی کو عالم وفاضل کہنے سے یا ان باتوں سے جو اس نے شامی سے نقل کی ہیں۔ شامی کا عالم وفاضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ان تینوں خطوں سے ان تینوں کی فضیلت کا ثابت نہ ہونا

ان خطوں سے ان کی فضیلت تین وجہ سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

وجہ اوّل: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ خط انہوں نے اپنے قلم اور علم سے لکھے ہوں۔ کیوں جائز نہیں کہ کسی اور سے لکھوائے ہوں۔

وجہ دوم: عربی ان لوگوں کی مادری زبان ہے اور مادری زبان میں کچھ لکھنا یا لکھانا عالم ہونے کی دلیل نہیں۔ علوم سے جاہل بھی اپنی مادری زبان نظم ونثر میں اچھی طرح ادائی کرتے ہیں۔ پھر وہ عالم فاضل نہیں کہلاتے۔

وجہ سوم: ان خطوں کی عربی عبارت بتارہی ہے کہ ان کے راقم علوم صرف ونحو ادب وغیرہ سے محض جاہل ہیں اور ان خطوں میں انہوں نے ایسی غلط تک بندی کی ہے۔ جیسے جاہل اہل لسان کیا کرتے ہیں۔ ان تینوں خطوں کی عبارت اوّل سے آخر تک غلط ہے۔ مگر ہم بطور مثال ان تینوں کی چند غلطیاں جو ان کی بے علمی پر دلیل ہیں۔ اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

پہلے خط کی غلطی کی مثالیں

پہلی مثال: پہلے خط میں یہ فقرہ ''احیط حضرتک العالیۃ باسرار الاسرار'' (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶) غلط ہے۔ اس میں احیط فعل مالم یسم فاعلہ ہے۔ جس میں فاعل کو حذف کر کے مفعول بہ اس کے قائم مقام کیا جاتا ہے اور چونکہ احاطہ کا مفعول بہ بواسطہ حرف ''ب'' آتا ہے۔ فعل معروف ہو خواہ مجہول۔ چنانچہ قرآن میں چھ۹ جگہ فعل معروف کا اور دو جگہ فعل۱۰ مجہول کا اسی طرح استعمال ہونا منقول ہیں۔ لہٰذا ضرور ہے کہ جو اس کا مفعول بہ قائم مقام فاعل کیا گیا ہو اس پر حرف بہ وارد ہو اور اس عبارت میں لفظ باسرار الاسرار جس پر ''ب''

وارد ہے مفعول بہ نہیں ہوسکتا اور لفظ حضرتک کو اگر مفعول بہ قرار دیا گیا ہے تو اس پر حرف ’’ب‘‘ نہیں اور اگر شامی صاحب اسرار الاسرار کو مفعول بہ سمجھتے ہیں تو پھر بتاویں کہ اس فعل کا فاعل کون ہے اور حضرتک ترکیب میں کیا واقع ہوا ہے اور اسرار الاسرار پر وقوع فعل مذکور کیونکر ہوسکتا ہے؟ شامی صاحب خود اس غلطی کی تصحیح نہ کرسکیں تو شام تشریف لے جاویں اور وہاں کے علماء سے اس کو صحیح کرالاویں۔

دوسری مثال: ’’**تحة عن ودا کید وقلب**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶) اس میں لفظ ’’عن‘‘ غلط ہے۔ تحیۃ کا صلہ ’’من‘‘ آتا ہے۔ ’’**قال اللّٰہ تعالیٰ تحیة من عند اللہ مبارکة طیبة** (توبہ)‘‘

تیسری مثال: ’’**فی بلدة ھذہ الدیار**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶) اس میں لفظ ’’بلدہ‘‘ محض بے محل و بے معنی ہے۔ گھروں کا شہر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیا کوئی شہر بے گھر بھی ہوتا ہے؟

چوتھی مثال: ’’**لازال رحبھا بالمواھب الالھة مشحون**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶) اس میں لفظ مشحون کو مرفوع لانا غلط ہے۔ یہ لازال کی خبر ہے جو منصوب چاہئے۔

پانچویں مثال: ’’**اقداح التدکار عما مضی**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶) اس میں لفظ عن بے ضرورت ہے۔ ذکر بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ ’’**ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا**‘‘ لہٰذا اقداح تذکار ما مضیٰ چاہئے تھا۔

چھٹی مثال: ’’**اصفرار الید**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۷) محض غلط ہے۔ اصفرار ید سے اس کی مراد تہیہ دست ہونا ہے۔ یعنی بلاخرچ ہونا اور اصفرار کے یہ معنی نہیں بلکہ سخت زرد ہونے کے معنی ہیں۔ صرف کی پہلی کتاب منشعب میں ہے۔ الاصفرار سخت زرد شدنؔ۔

دوسرے خط کی غلطی کی مثالیں

پہلی مثال: اس میں فقرہ ’’**حمدنا اللہ الذی انتم بخیر وعافیه**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۱۲، خزائن ج۶ ص۷۹) غلط ہے۔ کیونکہ اگر جملہ اسمیہ انتم بخیر وعافیہ الذی کا صلہ ہے تو اس میں الذی کی طرف ضمیر نہیں ہے اور اگر یہ جملہ علیحدہ ہے تو الذی کا صلہ ندارد۔

دوسری مثال: ’’**محسوب علی اللہ ثم الٰی جنابکم**‘‘(ایضاً) بے معنی و بے محاورہ ہے۔لفظ محسوب حساب سے ہے تو اس کا صلہ الٰی بے معنی ہے اور اگر یہ کوئی اور لفظ ہے۔(محسور یا مجبور یا محبور) تو اس کا پہلا صلہ علےٰ۔ دوسرا الٰی دونوں کوئی وجہ نہیں رکھتے اور نہ ان کے کوئی معنی بنتے ہیں۔

تیسری مثال: ’’**وانشاء اللہ تعالٰی اناثبت**‘‘(ایضاً) غلط ہے۔اس میں جملہ اناتبت شرط ان شاء اللہ کی جزاء ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب جزا شرط جمیلہ اسمیہ ہو تو جزاء میں فاء جزائیہ یا اس کے قائم مقام حرف اذا کو حالت سعتہ کلام میں لانا واجب ہوتا ہے۔جیسے امثلہ قرآنیہ ’’**من یھدی اللہ فلا مضل لہ...... الخ! وان تعذبھم فانھم عبادک...... فلما نجاھم الٰی البر اذ اھم یشرکون**‘‘ میں واقع ہے اور اس جگہ دونوں میں سے ایک نہیں۔

چوتھی مثال: ’’**ولا اتکلم بمثل الکلام الذی ذکر قط**‘‘(ایضاً) غلط ہے۔قط ماضی منفی کے ساتھ مختص ہے اور یہاں ماضی منفی نہیں ہے۔اگر اس کو ’’**لا اتکلم**‘‘ کے ظرف قرار دیا ہے تو وہ مضارع ہے اور اگر ذکر کی ظرف ٹھہرایا ہے تو وہ منفی نہیں ہے۔

پانچویں مثال: ’’**محمد بن احمد مکی**‘‘(ایضاً) دونوں جگہ غلط ہے۔مکی صفت محمد یا احمد کی ہے اور دونوں معرفہ ہیں اور مکی نکرہ حالانکہ صفت وموصوف میں تعریف وتنکیر میں مطابقت واجب ہے۔

چھٹی مثال: ’’**انک انت من عند اللہ**‘‘(ایضاً) غلط ہے۔اس میں ’’انت‘‘ ضمیر فصل ہے اور ضمیر فصل کی شرط ہے کہ خبر معرفہ یا افعل مستعمل ’’**بمن**‘‘ ہو۔جیسے ’’**انک انت العزیز الحکیم زید ھو افضل من عمرو**‘‘ اور اس مقام میں دونوں سے ایک نہیں۔

تیسرے خط کی غلطی کی مثالیں

پہلی مثال: اس میں ذی الہام اللہ الکبیر (ایضاً) کے بعد لفظ صاحب الہام تکرار بلا فائدہ ہے۔جس میں تک بندی ہے۔(بے معنی ہی سہی) پائے نہیں جاتے۔

دوسری مثال: ’’**منبع العلوم والعطا یا التی ھی صافیۃ المناھل**‘‘ (سچائی کا اظہار ص۱۴، خزائن ج۶ ص۸۰) میں اگر التی ہی صافیۃ المناہل علوم وعطاء یا کی صفت

بنائی گئی ہے تو یہ خلاف محاورہ ہے۔ کوئی ادیب علوم وعطاء یا کو صافیۃ المناہل نہیں کہے گا اور اگر یہ منبع کی صفت ہے تو یہاں تذکیر وثانیت میں مطالفت صفت وموصوف (جو واجبات سے ہے) فوت ہے۔ کیونکہ منبع مذکر ہے اور التی الخ! مؤنث ہے۔

تیسری مثال: عقل کو عزیز (سچائی کا اظہار ص۸۲، خزائن ج۶ ص۷۹) کہنا بے معنی تک بندی ہے اور اگر یہ لفظ عزیز ہے تو وہ تک بندی فوت ہے۔

یہ کادیانی کے شواہد خطوط اور مصدقین علماء عرب وشام بغداد کے علم وفضیلت کی حقیقت بیانی ہے اور جوازانجملہ پہلے خط رقم زدہ شامی صاحب کے جواب میں کادیانی صاحب نے عربی میں خامہ فرسائی کی ہے اور اس میں اپنی عربیت وفضیلت کی داد دی ہے۔ اس کا بیان گو اس محل میں اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اصل خط شامی صاحب کے طفیل اس کے جواب کی حقیقت نمائی ہے۔ بالکل نامناسب نہیں ہے۔ پس پہلے کادیانی صاحب کا وہ جواب خط شامی صاحب نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اس کی عربیت اور کادیانی کی علمیت جو اس سے ثابت ہے بیان ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز (کادیانی) کی طرف سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته. اما بعد! فاعلم یا محبی ومخلصی قدوصلنی کتابکم العزیز واذا فتحته ونظرت الیه وقراته فهمت مافیه فاذا هو من حب حفی وتقی وفهیم وذکی ناقد بصیر ذی رای صائب وعقل عزیز الٰی فقیر عرضة تکفیر. مهجور صغیر وکبیر فحمدت الله علی انه وهب لی کمثلک محباً مسلیاً من العرب العرباء بشرنی به نسیم محبة تلک الشرفاء وکنت قد نمقت کتاباً لا رسله الی دیار العرب والشام لعلی انصر من تلک الکرام فوجدت مکتوبک فی اسعد الایام وحسبته باکورة جنی العرب وتفالت به لاصلاح الشرق والغرب وتاقت نفسی ان اوطنی الله ثراک لا قوربمراک. یا اخی ان علماء هذه الدیار

قد اکفرونی وکذبونی ورمونے بالبھتانات. وتمائلوا علی باللعن والطعن والھذیانات. فبرأت من تلک العلماء وعلمھم. ولحقت بمن یشک فی سلمھم وانی اریٰ خواطرھم تشابہ خواطر الیھود. فی ظن السوء والتجاسر امام الرب المعبود. اصر واعلیٰ اکفارے وجاھدوا لاضراری. وکفروا مؤمنا موحدا فی التحریر والتقریر. وماند موا علی بادرۃ التکفیر وظنوا ان الوقت لیس وقت ظھور مجددیجدد الدین. ویرجم الشیاطین. امارؤا ان الغاسق قدوقب. ومھجۃ الخیر قد اتنقب. والعد وصال علی حصن الاسلام ونقب. واخذ الظلام موضع النور وعقب. وظھر قوم علی الارض یعبد الصلیب. ویتخذا لھا العبد الضعیف الغریب. ویضل البعید والقریب ما فی یدیھم الا المکروا الزور. اوالمال الموفور. فتھوی الیھم العمی والعور ودخل فی شرکھم الزمروالجمھور. وعسی ان یدرک ھذا لعطب الکثر المسلمین ویفنون من ایدی المغتالین. فنظر ﷲ الی الامۃ المرحومۃ ووجدھم المستضعفین فارسل عبداً من عبادہ لیجدد الدین ویقیم البراھین. یا اخی ان ھذہ الایام لیل دامس. وطریق طامس فرئ ﷲ تعالیٰ مفاسد ھذ الزمان وتطایر فتن الدوران. وظلام الکفر والطغیان وقیام الخلق علی شفاء النیران. فاعطی بفضلہ مصباحا یؤمنھم العشارو ینیر السنن والآثار وانی قصصت علیکم بعض ھذہ الالام لتدرککم رقتہ علیٰ غربۃ لالاسلام. فانی اراک فتی صالحاً ومن المخلصین المحبین وقد اسررتنی بکلمات محبتک وسلیت باقوال مودتک غریبا مھجور القوم ومورد الطعن واللوم فجزاک ﷲ ورحمک وھو ارحم الراحمین. آمین! الراقم: العبد الضعیف مھجور القوم غلام احمد عفی انہ

(سچائی کا اظہار ص۱۰-۱۲، خزائن ج۶ ص۷۷،۷۸)

یہ خط من اولہ الیٰ اخرہ لغویات اور اغلاط کا مجموعہ ہے۔ مگر اس مقام میں بطور تمثیل چند غلطیاں بیان کی جاتی ہیں۔

اس میں پہلی غلطی وہی لفظ عزیز کو عقل کی صفت میں لانا ہے جو تیسرے خط میں لایا گیا ہے۔

دوسری غلطی: ’’تمایلوا علی ‘‘(سچائی کا اظہار ص۱۲، خزائن ج۶ ص۸۷) تمامل کے معنی باہم گر ایک کا دوسرے پر جھکنا ہے۔ یہ سب کا کسی اور پر جھکنا جو کادیانی کا مقصود ہے۔اس مقصود کے لئے لفظ مالوا علی چاہئے تھا۔

تیسری غلطی: ’’مھجہ الخیر ‘‘(ایضاً) بفتح اوّل حائے حطی سے چاہئے۔ نہ ہوز سے اور اگر اس لفظ سے مہجۃ بضم اوّل وسکون ثانی مراد ہے جس کے معنی خون یا خون دل یا روح کے ہیں تو وہ یہاں بن نہیں سکتے اور اس کے نقب کے کچھ معنی نہیں۔

چوتھی وپانچویں وچھٹی غلطی: ’’قوم ‘‘(ایضاً) صفات یعبد ویتخذ ویھل بصیغہ مفرد لانا غلط ہے۔تمام قرآن میں قوم کی صفات جمع آئی ہیں۔’’قوم لا یفقھون قوم یعکفون ‘‘وغیرہ وغیرہ!

ساتویں غلطی: ’’شفاء النیران ‘‘(ایضاً) شفا بمعنی کنارہ بلا ہمزہ چاہئے۔ ’’وکنتم علی شفا حفرۃ من النار‘‘

آٹھویں غلطی: ’’اسررتنی ‘‘(ایضاً) سرّ مجرد خوش کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ نہ اسرّ مزیدان اغلاط کی تفصیل فہرست اغلاط خطبہ عربی وساوس کادیانی میں عنقریب آئے گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ!

دیرہ دونی کے قول اور نقل سے شامی صاحب کی فضیلت کا ثابت نہ ہونا

دیرہ دونی کا نہ اپنا قول شامی کی فضیلت کا مثبت ہوسکتا ہے نہ اس کی نقل جس میں اقوال شامی منقول ہیں۔اس کا اپنا قول اس وجہ سے مثبت نہیں ہوسکتا کہ وہ خود عالم نہیں۔ اپنے امی وعامی ہونے کا خود اقراری ہے۔ چنانچہ اس کے خط میں جو کادیانی نے نقل کیا یہ اقرار موجود ہے۔ (سچائی کا اظہار ص۷، خزائن ج۶ ص۷۵)

اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ کسی کے عالم ہونے کی شہادت اسی شخص کی معتبر ہے جو خود بھی علم رکھتا ہو ایک دانا کا قول ہے ؎

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

ایک اور دانا کہتا ہے ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را تعریف ناشناس و سکوت قدر شناس

ان دونوں مسلمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ دیرہ دونی کی تعریف شامی کی فضیلت کو توڑتی ہے نہ کہ جوڑتی۔ اس کی نقل جس میں شامی کے اقوال منقول ہیں۔ اس لئے مثبت فضیلت نہیں ہوسکتی کہ وہ اقوال علم وعلماء کی شان سے بہت بعید ہیں۔ وہ اقوال واقعی شامی صاحب نے کہے ہیں تو ان سے ثابت کہ شامی صاحب عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ قول ہے جو دیرہ دونی نے شامی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ’’میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ قول اگر واقعی شامی کا قول ہے تو یہ یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب کا جوف علم سے خالی ہے اور بجائے علم اس میں نادانی کی ہوا بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ خالی برتن ہی زیادہ بولتا ہے اور وہی برتن ہمیشہ اچھلتا ہے جو بھرا ہوا نہ ہو۔‘‘

آپ اس زمانہ کے تمام عربوں کے اشعار کو پسند نہیں کرتے۔ سب ہندیوں کو ہیچ سمجھتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ آپ نے شعرگوئی اور ادب کہاں سے سیکھے ہیں اور آپ ہیں کس زمانہ کے؟ کوئی پرانا خرانٹ عرب شاعر وخطیب یہ دعویٰ کرے۔ تو زیب بھی دے آپ تو ہنوز بچے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت ائیس برس کی ہے۔ چنانچہ آپ نے عندالملاقات بیان کیا اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بھی ہر کوئی بحکم ؎

روئش ببیں حالش مپرس

آپ کی بھی عمر بتائے گا اور جو کچھ آپ نے عربیت اور ادب میں سیکھا ہے۔ اگر وہ عرب میں سیکھا ہے۔ (چنانچہ آپ کا دعویٰ ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے عربی استاد پرانے شاعر آپ سے فائق ہوں اور اگر مدرسہ عربی سہارنپور وغیرہ میں سیکھا ہے۔ (چنانچہ آپ کے بعض[12] ہم مکتبوں کا بیان ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے ہندی استاد ادب میں آپ سے برتر ہوں۔ آپ اپنی عمر کے چار پانچ سالوں میں جو بعد بلوغت آپ کو نصیب ہوئے ہیں۔ ایسے شاعر وادیب کیونکر بن گئے کہ تمام عرب اور ہندیوں کو ہیچ سمجھنے لگ گئے۔

کے آمدی و کے پیر شدی

اے حضرت! بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی۔ آپ کی یہ لاف زنی یہ یقین دلاتی ہے کہ آپ عالم نہیں ہیں۔ ازانجملہ شامی صاحب کا یہ قول ہے جو دیرہ دونی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی کادیانی کی عربی عبارت کتاب وساوس سے) بہتر لکھنے کا دعویٰ کرے چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔ یہ قول بھی ان کا ہے تو اور بھی یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب عربیت اور علوم سے محض ناواقف اور اجنبی ہیں۔ کتاب وساوس کے عربی ایسی غلط وکریہہ ہے کہ ادنی طالب العلم علم نحو جاننے والا اس کی غلطی پر شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ مضمون ''بعض اغلاط عبارت عربی کادیانی کی فہرست'' سے جو مضمون ہذا کے بعد آئے گا۔ ناظرین کو معلوم ہوگا پھر جو شخص اس عبارت کو بے نظیر کہے۔ وہ ناواقف نہیں تو اور کون ہے اور اس کتاب کے عبارت عربی سے بہتر عبارت لکھنے والے کو ملعون ومسیلمہ کذاب کہنا بھی اسی کا کام ہے جو علوم ومسائل دین سے محض ناواقف اور جاہل ہو۔ مسلمان اہل علم کو اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ رتبہ کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر کسی سے بن نہ پڑے۔ صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے۔ جس نے ''فاتوا بسورۃ من مثلہ'' کا اشتہار دیا ہوا ہے اور اس کا مقابلہ ومعارضہ بھی بجز مسیلمہ کذاب ودیگر کذابین کسی نے نہیں کیا۔ (جس میں وہ ناکامیاب ہی رہے) پس اگر شامی صاحب کادیانی کی عبارت عربی کو قرآن کے ہم پلہ سمجھتے ہیں تو اس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ پھر وہ کون ہوئے۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ ناظرین آپ ہی فتویٰ لگادیں گے۔ یہ ان تینوں صاحبوں کے عالم ہونے کے دعویٰ کادیانی اور اس کے شواہد میں کلام ہے۔

اب ان تینوں کے مستند اور جگر گوشہ حرمین شریفین ہونے میں جس کا کادیانی نے دعویٰ کیا ہے۔ گفتگو ہوتی ہے۔ پس واضح ہو کہ حرمین کے مستند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حرمین اور ان کے ماتحت بلاد کے لوگ ان کے فتویٰ سے استناد اور اعتماد کریں اور دین میں ان کی سند لیں اور جگر گوشہ ہونے کے معنی تو ظاہری ہیں کہ وہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور حرمین میں ایسے عزیز الوجود یا رکن رکین ہیں۔ جیسے بدن انسان میں جگر ہوتا ہے کہ وہ نہ ہو تو انسان زندہ ہی نہیں رہتا۔

اور ان صفات کا ان تینوں صاحبوں میں پایا جانا کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں

ہے۔ ہزاروں اہل اسلام عرب اور حرمین میں گئے ہیں۔ یہ خاکسار راقم خاص کر مکہ معظّمہ میں چھ مہینے کے قریب رہ آیا ہے۔ کسی گلی، کوچہ، مدرسہ، مکتب دارالقضا، دارالافتا، بیت الشرفا میں ان کا نام تک نہیں سنا اور بہت سے فتوے عرب سے ہندوستان میں آئے اور موجود ہیں کس فتویٰ پر ان تینوں کا دستخط یا مہر نہیں ہے۔

دوسرے اور تیسرے صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا۔ مگر پہلے شامی صاحب کو تو ہندوستان پنجاب کے بہت لوگ نے دیکھا اور ان کے حالات کو سنا ہے اور وہ اب تک پنجاب میں موجود ہے۔ ان کی صورت اور عمر دیکھ کر کس وناکس بجکم ''رویش بہ بیں حالش مپرس کہہ سکتا ہے کہ وہ ہنوز بچے ہیں اور اس لائق نہیں کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میں شمار ہوں۔ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے۔ (اگرچہ خاص کر ان تینوں صاحبوں کی نسبت کچھ کہا نہیں جاسکتا) کہ عرب چھوڑ کر جو لوگ ہندوستان میں آتے ہیں۔ وہ اکثر عامی ہوتے ہیں جو صرف گداگری کے لئے شہر بشہر پھرتے ہیں۔ وہاں کے نامی علماء اور خاندانی مشائخ وشرفاء ایسے مقدس ملک کو کب چھوڑتے ہیں جن کو ہمارے اس بیان میں نزاع ہو وہ ہم کو بتادیں کہ کون سا عالم مفتی یا شیخ یا شریف ہندوستان میں آیا ہے اور وہ دربدر اور شہر بشہر پھرا ہے۔ ایسا کوئی عالم شریف نہ بتاسکیں تو سمجھ جائیں اور انصاف سے تسلیم کریں کہ صدہا آوارہ گرد بادیہ نورد عرب سے ہندوستان میں روٹی کمانے آتے ہیں اور سید شریف مفتی عالم کہلاتے ہیں اور درحقیقت کچھ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ سے چند فلوس دے کر جو کچھ کوئی چاہے لکھوا سکتا ہے اور اہل دانش وبینش ایسے بے پتہ اشخاص کے قول وفعل کا ہرگز اعتبار نہیں کیا کرتے۔

کادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ: ''اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے۔ زادہما اللہ مجداً وشرفاً وبرکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر کے مکہ ومدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔'' (سچائی کا اظہار ص۷، خزائن ج۶ ص۷۵)

اس سے جو اس کا مقصود تھا (کہ علماء حرمین اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں) وہ تو جیسا باطل ہوا ہے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا۔ مگر یہ قول آپ کا اگر دل سے ہے تو اس پر آپ کا وہاں مبارک قند وشکر سے پر کردینے کا مستحق ہوگیا ہے اور آپ کا یہ قول اب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہم اس قول کی دست آویز سے کادیانی کو ایسی تدبیر وتجویز بتاتے ہیں جو روز کے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دے اور کادیانی کو (اگر وہ اپنے دعوؤں میں اور نیز اس قول میں سچا ہے) تمام جہاں کا عزیز ومخدوم ومقبول بنادے۔

وہ تدبیر باتوقیر وتجویز ہردلعزیز یہ ہے

کادیانی صاحب ان تینوں فرضی علماء حرمین کی شہادت کو تو وداع کریں (واپس لیں) اور بجائے اس کے خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان کا زادوراحلہ خاکسار کے ذمہ ہے۔ جب قصد کریں فوراً نقد وصول کرلیں اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباً دس ہزار روپیہ کی ذاتی جائیداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپیہ آنے سے ان پر فرض ہوچکا ہوگا۔ فارغ ہوکر پورے مسلمان بنیں۔ اس کے بعد اپنے عقائد ومقالات کو علماء حرمین شریفین کے حضور میں پیش کریں۔ ان علماء نے ان عقائد کو اسلامی عقائد قرار دیا اور آپ کو مجدد وامام وقت ومسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنالیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم وامام مانے جائیں گے اور آپ کے مخالفین ومعارضین خصوصاً یہ خاکسار ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ جو اس سفر میں آپ کا ہمرکاب ہوگا۔ بھی آپ کا لوہامان لے گا۔ پس اب چلنے کی ہی ٹھہرادیں۔ اب تو آپ پر حج بھی فرض ہوگیا اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ ایک شخص آپ کے زادوراحلہ کا ذمہ وار ہوگیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار وقانون جس کو آپ نے بڑے فخر وناز کے ساتھ بیان کیا تھا۔ آپ کے خصم نے مان لیا ہے اب کیا رہا۔ آپ نے اس تدبیر وتجویز کے تسلیم سے انکار کیا تو کس وناکس کو یقین ہوگا کہ حرمین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپی نفاق پر مبنی ہے اور آپ کا یہ دعویٰ کہ مستند علماء حرمین آپ کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ نیز محض کذب ہے۔ جس سے جہلاء عوام کی تسخیر آپ کو مدّنظر ہے اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرمین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرمین کے فتویٰ وفیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرمین جانے کا قصد نہ کریں گے اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرمین جاکر اور وہاں پر اپنے عقائد جدیدہ ظاہر کر کے وہاں سے زندہ اور سلامت واپس نہیں آسکتے

اوراس خوف وعذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے۔

ہمارا یہ خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرمین چلنے کی تیاری کر کے جب چاہئے زادراہ لیجئے۔

تیسرا کذب

تیسرا کذب کادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان مقیم دیرہ دون کو مولوی کہنا اوران کو اپنا ایسا حواری قرار دینا کہ وہ آپ کو امام وقت مان گئے ہیں اوراپنی جان اوراہل (یعنی زوجہ اوراولاد) کا مالک بنا چکے ہیں۔ (سچائی کا اظہار ص۹، خزائن ج۶ ص۷۶)

اس کے کذب ہونے کا ثبوت اوراس کا رد

ہم نے کادیانی کے رسالہ اظہار میں حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا وہ خط جو کادیانی نے ان سے نقل کیا ہے۔ پڑھا تو اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ ایک شخص مولوی عالم ہوکر کادیانی جیسے بداعتقاد اور زندیق کو اپنا امام اوراپنے بیوی بچوں کا مالک بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے حکیم نورالدین نے کادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے تھے۔ مگران کا ایسا کہنا محل تعجب نہ تھا۔ کیونکہ وہ صاحب غرض ہیں کادیانی کے ذریعہ اپنا نیچری مذہب پھیلانا چاہتے ہیں۔ (چنانچہ مضمون قدرتی مباحثہ میں بیان ہوا ہے) لہٰذا وہ اس غرض کے لئے جس قدر جھوٹ بولیں اوراس ذریعہ سے لوگوں کو دام میں لاویں۔ وہ تھوڑا ہے اورنیچریوں کے نزدیک فرقہ خطابیہ کے مانند نصرت مذہب کے لئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں۔ اس قسم کا جھوٹ کیا۔ کوئی گناہ بھی ان کے نزدیک گناہ نہیں اورنجات کے لئے ان کے نزدیک صرف خدا کو دل سے خدا مان لینا کافی ہے اورصرف اسی اعتقاد کا نام مذہب اور اسلام ہے دیگر ہیچ، مگر کسی صحیح الاعتقاد مسلمان عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے۔ اس وجہ سے میں نے دیرہ دون کے خریداران اشاعۃ السنۃ پیرجی خدابخش صاحب اوران کے خلف الرشید محمد حنیف صاحب سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خان صاحب نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(اکثر تارک تقلید کادیانی بن جاتے ہیں)

اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا مولوی وعالم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہ ثابت ہے کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں اور حنفی المذہب مقلد سے ہرگز ممکن ومتصور نہیں کہ وہ عیسائی مرزائی ہو جائے۔ جب تک کہ وہ حنفی المذہب کا مقلد ہو۔ یہ بلاء کادیانی کے اتباع کی اکثر اسی فرقہ میں پھیلی ہے جو عامی وجاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک وغیر مقلد بن گئے ہیں یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلاتے ہیں جو درحقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کے برانچ (شاخ) ہیں۔ اس امر کو ہم ایک مستقل مضمون میں ثابت ومدلل کرنا چاہتے ہیں جو عنقریب شائع ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

کادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان صاحب کو اوّلاً مولوی کہنا۔ پھر ان کا اپنا فدائی مملوک قرار دینا اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے ہے کہ: ''مولوی عالم اس کے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔'' (سچائی کا اظہار ص۶، خزائن ج۶ ص۷۴)

اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے کہ جاہل لوگ خصوصاً۔

(ترک مطلق تقلید کا نقصان)

(جو مطلق تقلید چھوڑ کر شتر بے مہار) ہو بیٹھے ہیں اور مطلق تقلید کے نام سے ایسے چونکتے ہیں کہ تقلید جماعت سلف صالحین صحابہ وتابعین واجماع مسلمین کو بھی گمراہی جانتے ہیں۔

اور خاکے شاہ کی کتیا کی مانند کس وناکس کی (جو کوئی آیت خواہ کیسے غلط معنی سے سنائی جاتی ہو یا کوئی حدیث خواہ موضوع ہی ہو ان کے سامنے پڑھ دے) پیروی اختیار کرتے اور بحکم ''کل جدید لذیز'' نئے دن نیا مذہب اختیار کرنا پسند کرتے ہیں اس کے دام میں آجائیں۔ کادیانی کے ایسے شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں) مولوی کہنے سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے باقی پیرو مولوی (جن کی تعداد وہ چالیس کے قریب بتاتا ہے) بھی اسی قسم کے ہوں گے۔ یہ کذب کادیانی کچھ نیا نہیں ہے بلکہ یہ اس کی قدیم سنت ہے۔ اس نے اپنے ازالہ اور فیصلہ آسمانی میں منشی غلام قادر ایڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کو اور صرف فیصلہ آسمانی منشی محکم الدین مختار امرتسر کو (جنہوں نے آج تک خود

مولوی نہیں کہلایا نہ کسی اور اہل علم نے ان کو مولوی کہا ہے) مولوی لکھ دیا تھا فہرست مریدان اور حاضرین جلسہ سالانہ ۹۱،۱۸۹۲ء کی فہرستوں میں کس وناکس کو مولوی لکھ دیا جس سے اس کا مقصود وہی دھوکہ دہی ہے کہ جاہل لوگ مولویوں کا نام سن کر اس کے دام میں پھنسیں۔اسی غرض ے اس رسالہ میں اس نے مولویوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی ہے۔ہم نے اس کے ان جملہ فہرستوں کے مولویوں کو شمار کیا تو ان میں سکولوں کے ٹیچر (معلم) اور نام کے مولوی (جن کو بجز کادیانی کسی اہل علم نے مولوی نہیں کہا) ملاکر ان کی تعداد کو ۲۶ سے زیادہ نہ پایا۔اس چھبیس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اس کے سالانہ جلسوں میں جو محض وزٹروں (تماشائیوں) میں آئے تھے اور وہ کادیانی کو گمراہ جانتے ہیں اور خاص کر مریدوں کی فہرست میں تو یہ تعداد کادیانی کے نامزد مولوی اور سکولوں کے ٹیچر ملاکر ۲۲ تک پہنچتی ہے۔اب ہم وہ خط نقل کرتے ہیں جو حافظ محمد یعقوب خان نے خاکسار کے نام تحریر کر کے ارسال کیا ہے۔

نقل خط حافظ محمد یعقوب خان صاحب دیرہ دونی

۲۳/مئی ۱۸۹۳ء سہ شنبہ ۶/ذیقعد ۱۳۱۰ھ دیرہ دون محلّہ دہامانوالہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

حضرت مخدوم العلماء مولانا صاحب عم فیضکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار محمد یعقوب خان سلام مسنون کے بعد آداب مخلصانہ عرض کرتا ہے۔

خاکسار کو اس سے پہلے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔لیکن میں تقریباً پندرہ برس سے یعنی جب سے یہاں دیرہ دون میں مقیم ہوں۔آپ کے کمالات فضل وعلم کی شہرت سنتا آتا ہوں اور اس عرصہ میں ہمیشہ تو نہیں۔مگر اکثر آپ کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کو دیکھتا رہا ہوں۔کل ۲۲/مئی ۱۸۹۳ء کو آپ کا ایک خط پیرجی خدابخش ومحمد حنیف کے نام معہ رسالہ اشاعۃ السنۃ کے آیا ہے۔اس میں خاکسار کے حالات دریافت فرمائے گئے ہیں۔اس لئے جی میں یہ خیال آیا کہ میں خود ہی اپنے حالات خدمت مبارک میں عرض کروں اور میرے خیال میں مجھ سے بہتر طور سے شاید میرے حالات کوئی دوسرا نہ بیان کر سکے گا۔اس لئے اوقات مبارک کا حرج کر کے سامعہ خراشی کرتا ہوں۔میں سہارنپور کے نواح کا رہنے والا ہوں۔آب ودانہ کی کشش نے تلاش معاش کے طور پر یہاں لا ڈالا ہے اور اتفاقات تقدیر سے یہیں رہ پڑا ہوں۔میں پڑھے لکھے ہوؤں میں شمار نہیں ہوں کہ یہ بتاؤں کہ کیا کیا پڑھا ہے

اور کس کا شاگرد ہوں۔ اردو وغیرہ کی معمولی نوشت خواند سے کسی قدر واقف ہوں۔ جس سے ایک ادنیٰ حیثیت کی گزران (سنا ہے آپ انگریزوں کو اردو وغیرہ پڑھا کر اپنی گزران کرتے ہیں) کر سکتا ہوں۔ نہ علماء کے زمرہ میں ہوں۔ نہ طلباء کا نام لیوا حتیٰ کہ مولوی وغیرہ کے فرضی لقب سے بھی مشہور نہیں ہوں اور نہ صرف مولوی بلکہ منشی وغیرہ الفاظ بھی جو کسی درجہ کے پڑھے لکھے ہونے کا پتہ دیا کرتے ہیں۔ میرے نام کے ساتھ مشہور نہیں۔ کتابیں دیکھنے کا شوق ہے۔ اردو وغیرہ کے رسائل دیکھ سکتا ہوں۔ ان میں سے جو سمجھ میں آ گیا۔ آ گیا جو مضمون بے علمی کے سبب رہ گیا۔ رہ گیا۔ قدیم سے حنفی ہوں۔ آپ کی تصنیفات اور اہل حدیث کے ملنے کا اتنا اثر ہے کہ اہل حدیث اور عمل بالحدیث کو برا نہیں سمجھا کرتا ہوں اور جو جھگڑے اہل حدیث کے ساتھ یہاں ہوئے۔ جن میں سے بعض میں عدالتوں اور لڑائیوں تک نوبت پہنچی ان سب میں میں حنفیوں سے الگ رہا ہوں اور یہ بھی ہے کہ لڑائی جھگڑوں اور مزاحمتوں میں عمائد ومعتبر لوگ شریک ہوا کرتے ہیں۔ میں چونکہ احاد الناس سے ہوں (تو بے کسی وغریبی ترا کہ می پرسد) کا مصداق بنا رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ نے مجھے مرزاغلام احمد صاحب کا حواری اور اپنے یاروں کا بھکانے والا کیونکر قرار دے لیا۔ حالانکہ آپ کو اسی تحریر کے موافق میرا مفصل حال بھی معلوم نہیں۔ ایسے مجہول الحال کی طرف تو آپ ایسے سرآمد فضلاء کا اعتناء بھی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ مرزاصاحب سب کچھ بنے مگر بقول آپ کے آپ کے سامنے مولوی نہیں بن سکے۔ مولوی محمد احسن صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کی حالت ان سے بھی زیادہ خراب ثابت کی گئی۔ بھکنے بھکانے کی کیفیت تو یہ ہے کہ پیرجی خدابخش صاحب میرے والد کے ملنے والوں میں سے ہیں اور میرے والد سے عمر میں شاید بڑے بھی ہیں۔ میں محمد حنیف کا ہم عمر ہوں اور چونکہ میں غریب آدمی ہوں۔ پیرجی صاحب میرے محسن بھی ہیں۔ لیکن ان سب باتوں سمیت مجھے وہ تارک تقلید نہیں بنا سکے اور نہ میں ان کو حنفی بنا سکا۔ مرزاغلام احمد صاحب کا اشتہار براہین احمدیہ شاید اوّل اوّل اشاعۃ السنۃ میں دیکھا تھا۔ اس سے کتاب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہل مقدرت دوستوں نے کتاب منگوائی۔ دیکھنے میں میں بھی شریک ہوگیا۔ مگر وہی کچی پکی سمجھ سے جو سمجھ میں آیا سمجھ لیا اور وہ بھی اس طرح کہ جب کوئی حصہ آیا۔ اس کو انہیں دنوں دیکھ بھال لیا۔ اپنے ملک کی کتاب ہو تو آدمی دوبارہ سہ بارہ میں کچھ زیادہ کام نکال لے۔ میں اس سے بھی محروم۔ رفتہ رفتہ مرزاصاحب

کے حالات زیادہ معلوم ہونے لگے۔ بعض اور تحریریں اور اشتہارات آنے کا سلسلہ بندھ گیا اور یہ سلسلہ باعث ہوگیا۔ حسن ظنی پیدا ہونے کا اس پر مولوی محمد احسن صاحب تو خاص طور پر اور آپ بھی عموماً مرزاصاحب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ یونہی آہستہ آہستہ خط وکتابت سے تعلق محبت پیدا ہوگیا۔ اب مرزاصاحب کے دعویٰ جدیدہ کے زمانہ میں ہرچند طبیعت اوکھڑی۔ چنانچہ اس باب میں مرزاصاحب سے مختصر اور مولوی محمد احسن صاحب سے کسی قدر بسط کے ساتھ خط وکتابت میں گفتگو بھی ہوئی۔ پارسال رمضان شریف میں مولوی صاحب سابق الذکر یہاں تشریف لائے تھے تو زبانی بھی کہنے سننے کا اتفاق ہوا۔ سو بھی ایک آدھ بات میں رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ دن کو مجھے اپنی نوکری اور گھر کے کاروبار سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ رات کو روزہ کے تکان کے علاوہ قرآن شریف سنایا کرتا تھا۔ یہاں پارسال ہیضہ کی کثرت تھی۔ ملنے ملانے والوں کی عیادت وتعزیت بھی کرنی پڑتی تھی۔ غرضیکہ جمعیت واطمینان سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ جس طرح ایک بے علم اپنے من سمجھوتی کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کچھ سمجھ بھی لیا ہے تو اس کو دوسروں کے معاملات سے کیا علاقہ۔ اس کے سوا میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ میں اپنے بے مائیگی علم کے سبب اپنی دانست میں بھی مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوں۔ جیسے ہر شخص ایک رائے رکھتا ہے۔ میری بھی اس معاملہ میں ایک رائے ہے جو شخصی رائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ مرزاصاحب کے مثالب کی تحقیق جیسی چاہئے ہو نہیں سکی اور چاہے بے توفیقی سمجھئے۔ خواہ تعصب پوری کوشش کی بھی نہیں کی۔ مرزاصاحب کے خلاف میں کئی رسالہ دیکھے بھی ہیں۔ شفاء الناس! بیان الناس! مناظرہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب وغیرہ وغیرہ آپ کا رسالہ پارسال جو آیا تھا۔ اس کو بھی میں نے پڑھا ہے۔ کل آیا ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ جیسے علماء کو ہم بے علموں کی نصیحت کرنے کا استحقاق نہیں۔ ماننا نہ ماننا توفیق خداداد سے تعلق رکھتا ہے۔ مرزاصاحب نے مقتداء بننے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان سے آپ خفا ہوں تو ایک بات بھی ہے۔ ہم جیسے عامیوں کی شخصی رائے سے آپ کیوں خفاء ہوتے ہیں۔ شخصی خیالات والوں کے بھکنے سے اتمام حجت کے بعد شاید آپ سے بازپرس بھی نہ ہو۔ میں نے ایسا سمجھا کہ شاید کسی نے میری نسبت آپ سے یہ کہہ دیا ہے کہ محمد یعقوب کوئی مولوی یا مرزاصاحب کا کوئی حواری ہے۔ جس کے معنی میں نائب یا اس کے قریب سمجھتا ہوں۔ آپ تو الاقرب فالاقرب فرماتے ہیں اور اس گروہ کے

نام نمود والے آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ من کہ باشم کہ درآئم بہ شمارے بارے۔ میں نے آپ کے کلام سے اکثر دینی نفع اٹھایا ہے۔ اس لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں اور دعاگو بھی۔ آپ کا اگر حرج نہ ہوا کرے تو گاہے گاہے عزت نامہ سے معزز فرمادیا کیجئے اور اقلاً اسی عریضہ کا جواب مرحمت ہو۔ زیادہ حد ادب اگر اس عریضہ میں کوئی لفظ خلاف ادب میری قلم سے نکلا ہو تو میں نہایت ادب سے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ عریضہ نگار محمد یعقوب خان مدہوش تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔''

یہ خط ہمارے بیان کا صریح طور پر مصدق ہے اور شاہد ناطق ہے کہ حافظ یعقوب خان صاحب نہ تو مولوی ہیں اور نہ کادیانی کے حواری وفدائی۔ کادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور حافظ یعقوب خان صاحب پر افتراء کیا ہے۔ رہی اس خط کے اور مضامین سے بحث سو اس مقام میں اجنبی ہے وہ کادیانی کی دروغ گوئی آئندہ کے ذیل میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اور اسی کے ضمن میں حافظ صاحب کی اس درخواست کا کہ اس خط کا جواب دو، جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

کادیانی کے رسالہ اظہار کے اکاذیب کی تفصیل ہو چکی۔ اب اس کی اور تحریرات وتقریرات کی اکاذیب سنو۔

ایک اور تحریر میں کادیانی کی تازہ دروغ گوئی (سفید جھوٹ)

کادیانی صاحب اپنے خط مؤرخہ ۱۱؍مئی ۱۸۹۳ء مشتہرہ اخبار نورافشاں ۲؍جون ۱۸۹۳ء میں بجواب ڈاکٹر کلارک صاحب میڈیکل مشنری کے اس سوال کے کہ ''اراکین اسلام آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہراتے ہیں۔ (چنانچہ فتویٰ تکفیر مندرجہ اشاعۃ السنۃ نمبر۴ وغیرہ جلد۱۳ سے ثابت ہوتا ہے) پھر آپ اہل اسلام کی طرف سے مباحثہ کے لئے کیونکر منتخب ہو سکتے ہیں۔''

لکھتے ہیں: ''آپ کو (اے ڈاکٹر صاحب معلوم نہیں کہ بعد اس کے (یعنی فتویٰ تکفیر لکھے جانے کے بعد) اکثر ان مہر لگانے والوں سے تائب بھی ہوگئے اور نہ صرف تائب بلکہ سخت ناراض ہوئے کہ اس شیخ بٹالوی نے ہم کو سخت درجہ کا دھوکہ دیا تھا...... پس آپ نے (اے ڈاکٹر صاحب) یہ سخت غلطی کی کہ صرف بٹالوی صاحب کے فتویٰ کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ

گویا تمام علماء اس عاجز کے مخالف ہیں۔ کاش! آپ نے کسی باخبر سے پوچھ لیا ہوتا کہ اب بٹالوی کے ساتھ کس قدر مستند علماء شامل ہیں جو اس عاجز کا نام کافر رکھتے ہیں۔‘‘

ان فقرات خط میں کادیانی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جن مستند علماء ہندوستان وپنجاب نے اس پر فتویٰ کفر لگایا تھا۔ ان میں سے اکثر یعنی زیادہ علماء نے اس فتویٰ سے رجوع کرلیا ہے اور وہ کادیانی کو کافر کہنے سے تائب ہوگئے ہیں اور جو ان میں سے اب تک کادیانی کو کافر کہتے ہیں۔ وہ توبہ کرنے والوں کی نسبت تھوڑے رہ گئے ہیں اور یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے۔ جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے۔

ناظرین! کادیانی اور اس کے اتباع کے اشتہارات وتحریرات کی خوب چھان بین کریں گے اور ان کا ایک ایک صفحہ سطر ٹٹولیں گے تو فتویٰ تکفیر سے رجوع کرنے والوں کے تعداد دو سے زیادہ نہ پائیں گے۔ جن میں ایک حافظ نابینا عظیم بخش ساکن پٹیالہ جس کا رجوع کادیانی کے رسالہ (نشان آسمانی ص۴۹، خزائن ج۴ ص۴۰۹) سے ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا میاں برہان الدین جہلمی ہے جس کا رجوع اس کے اشتہار مباحثہ مطبوعہ ۵؍دسمبر ۱۸۹۲ء سے ثابت ہے۔ اب ان کے مقابلہ میں فتویٰ کفر کادیانی پر مہر لگانے والوں کی تعداد کو دیکھنا چاہئے کہ کس قدر ہے۔ دو سے کم یا وہ سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ پھر انصاف سے کہنا چاہئے کہ اس تعداد کے مقابلہ میں کادیانی کا ان دوشخصوں کے رجوع کو اکثر لوگوں کا رجوع وتوبہ قرار دینا سفید جھوٹ نہیں ہے؟ تو پھر سفید جھوٹ کس کو کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر کادیانی صاحب یہ کہیں کہ اس فتویٰ تکفیر پر مہر کرنے والوں سے عالم مستند یہی دو صاحب تھے۔ باقی جس قدر لوگ ہیں وہ ان دو کے مقابلہ میں ہیچ، گویا وہ عالم ہی نہیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فتویٰ پر مہر کرنے والے اور کادیانی کو اب تک کافر ومرتد سمجھنے والے وہ لوگ ہیں۔ جو ان دوشخصوں رجوع کرنے والوں کے استاد ہیں۔ حافظ عظیم بخش کے استاد مولوی محمد اسحٰق صاحب مفتی شہر پٹیالہ، مولوی حافظ غلام مرتضٰی خان صاحب، مولوی غلام محمد صاحب، مولوی شیخ کرامت اللہ صاحب وغیرہ صاحبان ہیں اور میاں برہاالدین جہلمی کے استاد حضرت شیخنا وشیخ الکل مفتی واستاد العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی وغیرہ ہیں اور اگر یہ حضرات استاد عالم مستند نہیں تو پھر ان کے وہ دونوں شاگرد جن کو کادیانی علماء مستند سمجھتا ہے۔ کیونکر عالم مستند ہوگئے۔

(فتویٰ سے رجوع کے الزام کی حقیقت)

قطع نظر اس سے فتویٰ کو پڑھنے والے اور ان علماء ہندوستان و پنجاب کو جن کی اس فتویٰ پر مہریں اور دستخط ہیں۔ جاننے والے اور عظیم پٹیالوی و برہان جہلمی کو پہچاننے والے خود اس امر کا فیصلہ کرلیں گے کہ عالم مستند کون ہے۔ یہ دونوں یا وہ جماعت اس بات میں کادیانی کی کون مانتا ہے اور نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ شاید یہاں کوئی شخص بھی سوال کرے اور کہے کہ اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا اور مان لیا کہ کادیانی کا اکثر مہر کرنے والوں سے رجوع وتوبہ کا دعویٰ تو سفید جھوٹ اور محض افتراء ہے۔ مگر اس بیان سے ان دونوں کا رجوع تو ثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا ان دونوں کا رجوع کرنا اس فتویٰ میں ضعف پیدا نہیں کرتا اور ان دونوں نے رجوع کیا تو کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے پہلے شخص حافظ عظیم بخش کے رجوع کی وجہ تو اس کے اس خط میں پائی جاتی ہے۔ جس کو کادیانی نے اپنے (نشان آسمانی ص۴۰، خزائن ج۴ص۴۰۴) میں نقل کیا ہے۔ اس خط میں اس نے کادیانی کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ غریب نواز پٹیالہ سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سکنائے بلدہ نے مجھے کو نہایت تنگ کیا۔ یہاں تک کہ مساجد میں نماز ادا کرنے سے بند کیا گیا۔ میں نے اپنے بعض دوستوں کو ناحق کا الزام دور کرنے کے لئے یہ لکھ دیا کہ میرا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور انکار ختم نبوت اور وجود ملائکہ اور معجزات انبیاء ولیلۃ القدر وغیرہ کو موجب کفر والحاد سمجھتا ہوں۔

(ایضاً)

وہی تحریر مولوی محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ نے لے کر اپنے کفر نامہ میں جو آپ کے لئے تیار کیا تھا۔ درج کردی۔ میں نے خبر پا کر مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ جو میری طرف سے فتویٰ پر عبارت لکھی گئی ہے۔ وہ کاٹ دینی چاہئے۔ مولوی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں بھیجا۔ پیچھے سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا نام مکفرین کے زمرہ میں چھاپ کر شائع کردیا ہے۔

اس بیان میں حافظ عظیم بخش کا صاف اظہار ہے کہ اس نے فتویٰ پر وہ عبارت تو لکھوائی تھی۔ مگر از راہ تقیہ یعنی لوگوں سے ڈر کر اور مسجدوں سے نکالے جانے کے سبب لکھوائی

تھی اور درحقیقت وہ کادیانی کے عقائد کفریہ کا (جس کو فتویٰ میں کفر قرار دے چکا ہے) معتقد تھا۔ ان کفریات کا وہ اب معتقد نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے ہی سے کافر تھا اور دل سے اس کفر پر قائم رہا ہے۔ اب ناظرین خیال فرماسکتے کہ ایسے منافق کی نہ تو تائید وتصدیق سے فتویٰ کو قوت پہنچ سکتی ہے۔ نہ اس کے رجوع سے نقصان پہنچنے کا احتمال وامکان ہے۔

(قسمیہ وصولی خط سے انکار)

وہ فتویٰ خاکسار نے اپنے بعض احباب اہل پٹیالہ کے پاس دستخطوں اور مواہیر علماء کے لئے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے جس جس شخص سے اپنے خیال میں اس پر دستخط وتصدیق کرانا مناسب سمجھا۔ اس سے دستخط وتصدیق کراکے میرے پاس بھیج دیا اور ویسا ہی وہ چھپ گیا اور اگر خاکسار خود پٹیالہ میں ہوتا اور حافظ کا یہ حال کہ اس نے تقیہ سے اور ڈر کر فتویٰ کی تصدیق میں کچھ لکھوانا چاہا ہے۔ معلوم کرتا تو اس فتویٰ پر اس سے کچھ نہ لکھواتا اور اگر لکھے جانے کے بعد اور چھپنے سے پہلے اس کا علم ہوتا تو اس کا نام فتویٰ سے کاٹ دیتا حافظ نے جو لکھا ہے کہ: ''میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ جو میری طرف سے فتویٰ تکفیر پر عبارت لکھی گئی ہے۔ وہ کاٹ دینی چاہئے۔'' یہ محض کذب اور سنت کادیانی اور اس کی مریدی کا اثر ہے۔ واللہ باللہ ثم تاللہ حافظ کا کوئی خط میرے پاس نہیں پہنچا، پہنچتا تو میں اس کا نام حرف غلط کی طرح فوراً کاٹ دیتا۔

دوسرے صاحب میاں برہان الدین جہلمی کے رجوع کی وجہ بھی ان ہی کی زبان سے بیان ہوچکی ہے۔ جب آپ اخیر دسمبر ۱۸۹۳ء میں کادیانی کے منذر الہام بحق خاکسار کی سفارت میں بشمولیت ڈپوٹیشن بٹالہ میں آئے تو پہلے رات کے وقت آپ اکیلے خاکسار کے مکان پر پہنچے اور ایک گھنٹہ کے قریب ٹھہرے اور دودھ روٹی تناول فرما کر باعث ممنونیت خاکسار ہوئے۔ اس وقت خاکسار نے اس رجوع کا سبب ان سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ: ''میں مخبوط الحواس ہوں۔ میری رجوع سے آپ کا نقصان ہے۔'' ہر چند سے علمی باتوں اور مسائل کا سلسلہ چلایا اور آپ سے ان کا جواب بہت اصرار کے ساتھ طلب کیا۔ مگر آپ نے بجز اظہار اسی مخبوط الحواسی اور کمزوری دماغی کے کوئی جواب نہ دیا اور نہ اس رجوع کی اور کوئی وجہ بیان کی۔ اس وجہ پر ہمارا بھی صاد ہے اور اس پر ہماری طرف سے ایک

وجہ یہ بھی مستزاد ہے کہ آپ علاوہ مخبوط الحواس وماؤف الدماغ ہونے کے ان علوم وفنون سے جوقرآن وحدیث کے خادم ہیں۔ (جیسے علم معانی وبیان واصول وعقائد وغیرہ نابلد ومحض بے خبر ہیں اور صرف قرآن اور بعض کتب حدیث کا ترجمہ استاد سے پڑھے ہوئے ہیں اور اس وجہ سے آپ علم میں ادھورے اور نیم ملاں ہیں اور یہ مسئلہ بطور مثل مشہور ہے۔ نیم ملاں خطرہ ایمان ونیم حکیم خطرۂ جان اور اس طرفہ پر طرّہ مصداق مثل کریلا اور نیم چڑھا)

(ترک تقلید کا نقصان)

ان کی یہ حالت بھی ہے کہ اس نیم ملا پن کے ساتھ آپ تقلید[1] یا پیروی اہل سنت وجماعت وسلف صالحین صحابہ وتابعین چھوڑ کر خود مجتہدین بنے ہوئے ہیں اور بلاواسطہ سلف صالحین صحابہ تابعین قرآن وحدیث کے معنی ازخود گھڑ لینے کے عادی ہوئے ہیں اور یہ امر (ترک تقلید یا پیروی سلف صالحین) جیسا دینداروں کے لئے گمراہ ہو جانے کا موجب ہے۔ ایسا اور کوئی سبب ضلالت نہیں ہے۔ اسی سبب سے کادیانی کے دام میں وہ لوگ پھنس گئے ہیں جوکم علم وبے علم ہوکر اہل سنت وجماعت کی تقلید یا پیروی سے آزاد ہوکر مجتہد کہلاتے تھے۔ اس امر کو ہم پہلے ہی صفحہ ۵۲ نمبر۲ جلد ۱۱ جتا چکے اور اس کی تشریح وتوضیح مسئلہ ''ترک تقلید میں غلط فہمی'' کے مضمون میں عنقریب کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

(برہان الدین جہلمی)

اس پر شاید یہ سوال ہو کہ اگر برہان الدین جہلمی ایسا ہے نیم ملا تھا تو پھر تم نے اس فتویٰ پر اس کی مہر کیوں کرائی تو اس جواب ہم تمہید فتویٰ میں بایں الفاظ دے چکے ہیں جو ذیل میں منقول ہیں۔

امر سوم اس فتویٰ پر بعض ایسے اشخاص کے دستخط وشہادات بھی ہیں۔ جن کو ہم عالم ولائق افتاء نہیں سمجھتے۔ ان کے دستخط صرف ان لوگوں کی فہمائش وطمانیت کے لئے کرائے گئے ہیں جو ان کے پیرو ہیں اور ان کے اتفاق سے ان کی ہدایت متصور ہے۔

میاں برہان الدین جہلمی بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے۔ جہلم اور اس کے اطراف کے جہلاء اس وجہ سے کہ وہ ان کو قرآن اور بعض کتب حدیث کا ترجمہ سنایا کرتا تھا۔ عالم سمجھتے تھے۔ ان کی فہمائش کے لئے اس سے فتویٰ پر اس کا دستخط کرایا گیا تھا۔ اس پر شاید یہ سوال کہ

اب ان کے رجوع کا ان پیروان برہان الدین پر تو اثر پڑے گا اور ان کی نظروں میں تو فتویٰ کمزور ہو جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ حافظ (عظیم) کا تو کوئی پیرو نہیں۔ وہ تو ایک نوجوان لڑکا ہے۔ جو ہنوز دوسروں کا پیرو ہے۔ رہے میاں برہان جن کے بعض عوام پیرو تھے۔ سوازانجملہ جو متبع سنت و مذہب اہل سنت و جماعت کے پابند تھے۔ وہ اس کے رجوع کے وقت سے اس کو گمراہ سمجھنے لگ گئے ہیں اور اب وہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ جہاں وہ ایسے سابق اتباع میں جاتا ہے۔ ذلت اٹھاتا ہے اس مقام میں بطور تمثیل ایک جگہ کے بیان اتباع برہان کی تفصیل کی جاتی ہے۔

موضع ہنجانوالی ضلع گوجرانوالہ میں آپ ہر سال جایا کرتے۔ وہاں کے مسلمان خصوصاً چودھری امام الدین صاحب نمبردار آپ کی خدمت وتواضع کیا کرتے۔ فتویٰ سے رجوع کرنے کے بعد آپ ہنجانوالی میں پہنچے اور چودھری صاحب کو سلام علیکم کہا تو چودھری صاحب نے جواب نہ دیا اور یہ کہا کہ بس اور کچھ نہ بولنا اور زبان کو سنبھال کر رکھنا۔ (یعنی مزاج پرسی بطور اخوت اسلامی یا کچھ وعظ ونصیحت نہ کرنا) نماز کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے میاں برہان صاحب کو پیچھے رکھا اور خود امام بن گئے۔ میاں برہان نے ان کا اقتداء کیا تو وہ بھی اجازت لے کر اور یہ کہہ کر کہ اگر میرا مقتدی بن جانا مفسد جماعت نہ ہو تو میں مقتدی بن جاؤں۔ نہیں تو نہیں۔ رات کو کھانے کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے خود کھانے کو بھی نہ پوچھا۔ ان کا کوئی متعلق کھانا لے کر آیا۔ جس پر میاں برہان نے اس سے پوچھا اور یہ کہا کہ اگر یہ کھانا چودھری صاحب نے بھجوایا ہے تو میں کھاؤں گا۔ ورنہ نہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ چودھری صاحب نے تو یہ کھانا نہیں بھجوایا تو آپ نے کھانا نہ کھایا اور رات کا روزہ رکھا اور برطبق مصرع

خرجت مع البازی علی سواد

تڑکے ہی وہاں سے بلاملاقات کوچ کیا۔ ایسی ہی خدمت واراۃ آپ کی اور جگہوں میں اہل سنت وجماعت کی طرف سے ہوتی ہے۔

اور جوازانجملہ پیروان میاں برہان پہلے ہی سے گمراہ تھے اور وہ آپ کے سابق پیروی سے آزادی کے خواہاں تھے اور اس حالت میں بھی وہ کبھی نیچری ہو جاتے۔ کبھی لامذہب کہلاتے اور وہی لوگ اب عیسائی مرزائی ہوگئے ہیں۔ سواگرچہ اس رجوع کے بعد

آپ کے آو بھگت کرتے ہیں ولیکن وہ محل تعجب وسوال نہیں ہیں۔ وہ پہلے کب داخل اسلام تھے کہ اب ان کا اسلام سے خروج لازم آیا ہو اور ان کے خروج سے اسلام میں نقصان ہو۔

ہماری ان باتوں اور جوابوں کو کادیانی کے اتباع مانیں۔ خواہ نہ مانیں ان کو یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ کادیانی نے اس خط مندرجہ نورافشاں ۲/جون ۱۸۹۳ء میں جو لکھا ہے کہ فتویٰ پر مہر کرنے والوں سے اکثر علماء نے رجوع کر لیا ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے اور حق یہ ہے کہ اکثر مہر کرنے والے اس فتویٰ پر قائم و مستحکم وثابت قدم ہیں اور رجوع کرنے والے یہی دو شخص عظیم و برہان ہیں جو اقل قلیل ہیں نہ اکثر۔

کادیانی دروغ گوئی کی دم

(مگر اصل سے بڑھی ہوئی)

کادیانی نے اس دروغ گوئی میں یہ جرأت کی تو اس کے خلیفوں اور مریدوں نے اس کو اور بھی وسعت دی اور بیت مشہور کی تصدیق کر دکھائی۔

بہ نیم بیضہ چو سلطان ظلم روادارد زنند لشکر یانش ہزار مرغ بسیخ

وہ جابجا کہتے پھرتے ہیں کہ اس فتویٰ پر مہر کرنے والوں فلاں فلاں مولوی صاحب نے رجوع کر لیا ہے۔ بلکہ فلاں فلاں مولوی صاحب نے مہر کی بھی نہ تھی۔ ابوسعید محمد حسین نے ان کی مہر از خود لگادی ہے اور اس کے فلاں فلاں دوست اس فتویٰ کے سبب اس کے دشمن ہوگئے ہیں اور اب لوگ ان کا رسالہ خرید نہیں کرتے۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

ان اراجیف (اراجیف خوفناک جھوٹی خبریں جو سننے والوں کو ڈراویں) کو شائع کرنے والے اس کے بڑے بڑے برگزیدہ خلیفہ وحواری ہیں اور اس سے وہ اپنی رہی سہی پیروان اور نادان مذبذبوں کو اپنے جھوٹے مذہب پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ فتویٰ کا اثر ایسا وسیع ہوگیا ہے کہ بہت سے مخلص اتباع کادیانی نے اس فتویٰ کو دیکھ کر کادیانی کو چھوڑ دیا اور کافر سمجھ لیا ہے تو ان کو بہ تقلید اس دروغ گوئی کادیانی یہ سوجھا کہ اس فتویٰ کے اثر کو ان اراجیف سے کم کریں اور باقی ماندہ دام افتادوں اور ناواقف نئے پھنسنے والوں کو یوں پھنسائے رکھیں۔

ازانجملہ ایک خلیفہ کادیانی کی اس کارروائی کا ذکر اس مقام میں کیا جاتا ہے باقی

خلفاء کا ذکر پھر ہی وہ خلیفہ میر حامد صاحب سیالکوٹی ہیں۔ جن کی تعریف میں کادیانی نے اپنے (ازالہ ص۷۹۴، خزائن ج۳ ص۵۲۴) میں کی ہے۔ ’’جس قدر خدا تعالیٰ نے شعر اور سخن میں ان کو قوت بیان دہی ہے۔ وہ رسالہ قول فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق واخلاص ومحبت ظاہر ہیں…… ان کا جوش سے بھرا ہوا اخلاص اور ان کی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتے ہیں۔ میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔‘‘

اور انہوں نے کادیانی کی تائید میں نظم قول فصیح، قول فیصل، جنگ مقدس کا فوٹو الجواب وغیرہ رسائل لکھے ہیں اور اپنی مسخرانہ تحریر وتقریر نظم ونثر میں کوئی دقیقہ نصرت ناجائز مذہب کادیانی کا باقی نہیں چھوڑا اور دھوکہ دہی وافتراء پردازی میں کادیانی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ان کارناموں کی نظر سے وہ جھوٹے مسیح کادیانی کے فرضی حواری پولوس کہلانے کے مستحق ہیں۔ آپ نے حافظ یعقوب خان صاحب مدہوش ساکن دیرہ دون (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے نام ایک خط لکھا ہے۔ جس کا وہ حصہ جو خاکسار کے متعلق نقل کیا جاتا ہے۔

نقل خط میر حامد شاہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلى على رسول الكريم. مکرمی معظمی اخویم!

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته! آپ کا کارڈ ملا۔ حضرت مخالفین کا آپ کیا پوچھتے ہو۔ ذلت رسوائی، بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے۔ سب احباب اور دوست جن پر اس کو ناز تھا۔ چھوڑتے جاتے ہیں۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ کو نکلے بہت دن ہوئے۔ اب تو اسے کوئی خریدتا بھی نہیں۔ بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ تازہ واقع لدھیانہ کا سنئے۔ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کو جو رؤسائے شہر میں سے ایک نامی آدمی ہیں۔ آپ بخوبی جانتے ہوں گے ان کے پاس بہت سے مولوی لدھیانہ کے جمع ہوکر گئے۔ (یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب مباہلہ کا اشتہار حضرت مقدس مسیح موعود نے دیا تھا) اور کہا کہ اب یہ مباہلہ کا اشتہار آیا ہے۔ کیا صلاح ہے مولوی محمد حسن صاحب نے کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں صلاح کیسی جو مکفرین مرزا صاحب ہیں۔ ان کو انہوں نے بلایا ہے۔ وہ جانیں میں تو مکفر نہیں ہوں۔ اس لئے یہ خطاب مجھے نہیں ہے۔ سب مولوی صاحبان نے یک

زبان ہوکر کہا کہ کافر تو ہم بھی نہیں کہتے۔ ان میں سے سعد اللہ نومسلم نے جو شرک کا مادہ ابھی تک اپنے اندر رکھتا ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب کو کہا کہ آپ کی طرف سے فتویٰ کفر میں آپ کا نام موجود ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں مکفرین میں نہیں ہوں۔ مولوی محمد حسن صاحب نے کہا کہ محمد حسین بٹالوی نے میرا نام بطور خود لکھ دیا ہے۔ حالانکہ میں نے اس کو بذریعہ خط لکھ بھی دیا تھا کہ میرا نام ہرگز نہ لکھنا میں کافر نہیں کہتا۔ اس واقع کی اطلاع سعد اللہ نے یا کسی اور نے محمد حسین کو لکھی کہ اب تو لدھیانہ کے لوگ بھی مرزا صاحب کی طرف توجہ کرتے جاتے ہیں اور مولوی محمد حسن صاحب کا واقعہ بھی لکھا۔ اس خط کے پہنچنے پر محمد حسین نے بٹالہ سے ایک خط بدریافت اس امر کے مولوی محمد حسن صاحب کو بھیجا۔ اس خط کا جواب مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ نے کچھ نہ دیا۔ اب تھوڑے دن ہوئے کہ مولوی محمد حسین خود وہاں پہنچا۔ مگر بدستور سابق نہ تو کسی نے پیشوائی کی اور نہ اترنے کے لئے مولوی محمد حسن صاحب نے کوئی سامان کیا۔ بیچارہ خود اسٹیشن سے اتر کر کس مپرسوں کی طرح وارد شہر ہوا۔ ایسی بیرخی اور عدم توجہی دیکھ کر اس نے مولوی محمد حسن صاحب سے ملنے کی جرأت نہ کی۔ اگرچہ لوگوں نے بہتیرا کہا کہ گھر پر ان کے پاس چلو۔ مگر اس نے یہی کہا کہ میں مسجد میں ان سے مل لوں گا۔ چنانچہ مسجد میں بعد فراغت نماز عام مجمع میں جو باہم گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی سے۔ آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا۔ مولوی محمد حسن صاحب میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

بٹالوی! کیوں آپ نے کفر مرزا صاحب سے انکار کیا ہے۔ جواب میں نے پہلے ہی بذریعہ خط جو تمہارے نام لکھا تھا انکار کر دیا۔ آخر میں بہت سی گفتگو کے بعد مولوی محمد حسن صاحب نے کہا۔ سو مولوی صاحب مجھ کو بہت سے مسائل میں مرزا صاحب کے ساتھ اتفاق ہوگیا ہے۔ صرف چند ایک مسائل رہ گئے ہیں۔ جن کو میں نہیں سمجھا۔ مگر تم یہ تو کہو کہ ہمیشہ سے ہم یہ سنتے آئے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جمع ہوکر اور سب کچھ واہی تباہی گفتگو کرنے کی بابت عام گنڈوں تک بھی اجازت تھی۔ مگر یہ بات عام مشہور ہے کہ لام کاف یعنی لعنت اور کافر کہنے کی گنڈوں تک کو ممانعت تھی۔ اب افسوس ہے کہ بڑے بڑے مولوی آپ جیسے اس لعنت بازی اور کفر بازی پر تل گئے۔ حیف ہے یہ تو فرمایئے کیا مرزا صاحب آیت یا حدیث پیش نہیں کرتے۔ کوئی بات بھی مرزا صاحب ایسی کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی آیت یا

حدیث یا قول سلف نہ لاویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے دلائل کو رد کر دیا جائے۔ اگر وہی معنی سچے ہوں جو وہ کرتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا۔ میں تو اب اس ضد سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایسا خاموش ہوا کہ سارے مجمع کے سامنے اس سے کچھ بن نہ پڑا اور کہا تو اتنا کہا کہ میں اشاعۃ السنۃ میں چھاپ دوں گا کہ مسلمانوں کے تین فرقے یعنی بدعتی، اہل سنت جماعت اور غیر مقلد مشہور تھے وہ بھی بگڑ گئے۔ مولوی محمد حسن صاحب نے کہا کہ جاؤ تمہارا اختیار ہے جو چاہو بکتے پھرو۔ اس گفتگو کے بعد پھر مولوی محمد حسین لدھیانہ میں نہیں ٹھہرا اور سب لوگوں کی طرف سے بے توجہی کے آثار دیکھ کر بوریا بدھنا سنبھال کر واپس ہوا۔ عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہوگیا ہے۔ خاکسار حامد سیالکوٹی یکم رجنوری ۱۸۹۴ء

اس خط کا ازسرتاپا دروغ ہونا

اس خط میں میر حامد صاحب سیالکوٹی نے ازسرتاپا کذب سے کام لیا ہے اور چونکہ میر صاحب، کادیانی کے ایسے بااخلاص اور پرجوش خلیفہ ہیں کہ ان کے اخلاص اور جوش محبت کا اندازہ کادیانی صاحب بھی نہیں کر سکتے اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ ''درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے۔'' لہٰذا اس خط کے سراپا کذب ہونے سے یہ ثابت ہوگا کہ کادیانی صاحب بھی ایسے ہی کذاب ہیں اور یہ کذب خلیفہ صاحب کا اسی کذب کادیانی کا اثر ہے جو ان کے خط مشتہرہ اخبار نور افشاں ۲ر جون ۱۸۹۳ء میں پایا جاتا ہے اور یہ اسی درخت کا پھل ہے۔

اس خط کے ازسرتاپا دروغ ہونے کا ثبوت

خلیفہ صاحب سیالکوٹی نے جو یہ فرمایا ہے کہ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے۔ اس سے اگر کوئی ایسی دینی حالت (جس کا اثر آخرت میں ظاہر ہوگا) مراد ہے تو میں اس کے مقابلہ میں کوئی اپنی حالت ایمانی یا علمی ظاہر نہیں کر سکتا اور اس حکم قرآنی کو ''فلا تزکوا انفسکم هوا علم من اتقی'' مانع پاتا ہوں۔ ہاں! اس قدر کہنے کی قرآن کی اس آیت ''واما بنعمة ربک فحدث'' اجازت پاتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے اس قطرہ آب ومشت خاک پر اس سال وہ انعام واکرام کئے ہیں کہ اگر مجھے روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا کی دولت حاصل ہو جاتی تو اس سے مجھے اس قدر فرحت ومسرت حاصل نہ ہوتی۔ جس قدر ان انعامات الٰہی سے ہوئی ہے۔

ازانجملہ ایک انعام دولت لازوال حفظ قرآن مجید وفرقان حمید ہے کہ میری اس پنجاہ وسہ سالہ عمر میں اور میری اس کثرت اشغال وقلت فرصت کے ساتھ خداتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ''من غیر حول منی ولا قوۃ'' اس عاجز ناتواں کو عطاء فرمائی۔ اٹھارہ سیپارہ یہ عاجز حفظ کر چکا ہے اور ۱۲سیپارہ کے حفظ کی عنقریب خدا کے فضل سے امید رکھتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ نعمت کہ اس تاریکی کے زمانہ میں ہے۔ جس میں دینی علوم اور علماء کو نظر اہانت سے دیکھا جاتا ہے اور اس انگریزی خوانی کی آندھی کے طوفان میں جسے اکثر تعلیم یافتہ مدعیان اسلام کی آنکھ میں حب دنیا کی خس وخاشاک بھر کر قرآن کی عظمت سے ان کو اندھا کر دیا ہے اور وہ حفظ قرآن بلکہ ناظرہ خوانی کو بچوں کے کودن ہو جانے کا موجب کہتے ہوئے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنے ہیں۔ مجھے خداتعالیٰ نے یہ توفیق عطاء فرمائی ہے کہ اپنے لائق تعلیم بچوں کو حفظ قرآن میں لگا دیا ہے۔ میرا چوتھا فرزندار جمند حافظ عبدالشکور اپنے ہفت سالہ میں عرصہ تقریباً پانچ ماہ میں ساڑھے تین سیپارہ قرآن حفظ کر چکا ہے اور خداوند تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ وہ دو سال کے بعد قرآن شریف تراویح رمضان میں سنائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اور میں عزم بالجزم کر چکا ہوں کہ اپنے اور فرزندوں احمد حسین (جو قرآن شریف ناظرہ پڑھتا ہے) عبدالنور، محمد اسحق (جو ہنوز شیرخوار ہیں) میں سے بھی جس کو قوی الحافظ پاؤں گا۔ قرآن شریف حفظ کرانے کی کوشش کروں گا اور یہ سلسلہ حفظ قرآن میری نسل میں ان شاء اللہ تعالیٰ وتقدس قائم رہے گا اور اس کے ساتھ سلسلہ علم قرآن وحدیث وغیرہ علوم بھی جاری ہے۔ چنانچہ میرا دوسرا لڑکا عبدالرشید نام مدرسہ عربی کانپور میں عربی کی کتابیں پڑھ رہا ہے اور اس سلسلہ تعلیم دین کے ساتھ تعلیم علوم دنیاوی کا بھی سلسلہ جاری ہے۔ حافظ عبدالشکور سلمہ اردو کی ایک کتاب ختم کر کے دوسری اور فارسی کی پہلی پڑھتا ہے اور تقسیم تک حساب بھی نکالتا ہے۔ اختتام حفظ قرآن کے بعد وہ اس سلسلہ کی تکمیل کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

میں اپنی اور اپنی اولاد کی اس حالت تعلیم علی الخصوص حفظ قرآن کو دولت عظمیٰ ونعمت کبریٰ سمجھتا ہوں اور ان نعماء کی نظر سے بارہا چشم پرآب سے یہ اشعار پڑھا کرتا ہوں اور جناب باری کا شکریہ بجالاتا ہوں ؎

اگر ہر موئے من گردوز بانے	زتورانم بہریک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن	سرموئے زاحسان تو گفتن

اس حالت کے بیان سے غرض ومقصود علاوہ تکذیب خلیفہ کادیانی اور تحدیث نعمت رحمانی کے ایک یہ بھی ہے کہ کادیانی کے دام افتادہ سادہ لوح جو خلیفہ صاحب کے اس جھوٹ کو سچ سمجھ کر اس سے اس کی حقانیت وکرامت کا اعتقاد جما بیٹھے ہیں۔ اگر ہٹ دھرم ہیں تو وہ شرمندہ ہوں اور اگر منصف مزاج ہیں اور دھوکہ میں آ گئے ہیں۔ جیسے ڈیرہ دون کے بعض لوگ تو وہ اس دھوکہ سے نجات پائیں۔

دوسری غرض یہ ہے کہ جو لوگ انگریزی کے ذہن میں حفظ قرآن کو بچوں کے کودن ہو جانے کا موجب سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی غلطی خیال پر آگاہ ہوں اور حافظ عبدالشکور کی موجودہ حالت اور متوقع حالت کو سن کر اس سے عبرت پکڑیں اور سنت قدیمہ حفظ قرآن کی پیروی کریں۔

تیسری غرض یہ کہ میرے مخلص احباب دائماً اپنی اوقات مخصوصہ میں میرے لئے اور میری اولاد کے لئے اتمام حفظ قرآن اور اس عزم میں کامیاب ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ یہ غرض اعلیٰ اور مقصود اقصیٰ ہے اور اگر اس حالت سے کوئی دنیاوی حالت خلیفہ صاحب کی مراد ہے تو میں صاف اور برملا کہتا ہوں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ دنیاوی حالت غالباً مال اولاد عزت اور صحت سے پہچانی جاتی ہے اور میں محض خدا کے فضل وکرم سے ''من غیر حول منی ولا قوۃ'' اپنے ان حالات میں اس سال یا اس سے پہلے کئی سالوں سے کمی نہیں پاتا بلکہ ترقی پاتا ہوں اور اس پر خداتعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں۔ پس اگر اس دنیاوی حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد آمدنی زر ہے تو خدا کے فضل وکرم سے میری سالانہ آمدنی اس سال کی بھی کادیانی کی جائز آمدنی سے کئی حصہ بڑھ کر ہے۔ ہاں! کادیانی کی ناجائز آمدنی جس کو وہ جھوٹے دعویٰ مسیحائی کے ذریعہ سے کما رہا ہے۔ مجھ سے زائد ہے۔ مگر ناجائز آمدنی بہت سے برے پیشہ والوں کی کادیانی سے بڑھ کر ہے۔ اگر اس پر خلیفہ صاحب فخر کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں میری آمدنی کو کم کہتے ہیں تو وہ لائق فخر نہیں بلکہ محل شرم ہے۔

چوتھی غرض یہ کہ کادیانی کے معزز الہام بحق خاکسار مندرجہ (ص۶۰۴ وساوس کادیانی، خزائن ج۵ ص ایضاً) کا جس کی میعاد اس نے ۲۹؍شعبان ۱۳۱۰ھ کو چالیس دن مقرر کر دی تھی۔ کذب خوب ظاہر وآشکارا ہوا اور اہل تحقیق ان حالات کو پڑھ کر کادیانی کو شرمندہ کریں اور پوچھیں کہ اس شخص کے حالات ایسے محل شکر وبرکات ہیں۔ تمہارے معزز الہام کا کیا نتیجہ ہوا۔

اور اگر اس سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت کثرت اولاد ہے تو میری اس حالت میں بھی خدا کے فضل وکرم سے کادیانی کی نسبت کمی نہیں۔ اس سال بھی خداتعالیٰ نے مجھے فرزند عطاء کیا ہے۔ جیسا کہ سال گزشتہ میں اور اس سے پہلے کئی سالوں سے یہ سلسلہ انعام جاری ہے اور اس وقت خدا کے فضل وکرم سے میں ابوالعشر ہوں۔ کادیانی صاحب اپنی منسوخ اولاد کو (جن کو عاق کر چکے ہیں) ملاکر بھی بمشکل میرے نصف کو پہنچیں گے اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد اعیان قوم واخوان اہل اسلام میں عزت مراد ہے تو اس میں بھی خدا کے فضل وکرم سے ''من غیر حول منی ولا قوۃ'' کمی نہیں پاتا بلکہ ترقی پاتا ہوں۔ پہلے تو میری خداداد عزت خاص کر اس فرقہ اہل اسلام میں تھی۔ جس کا میں خادم ووکیل ہوں۔ اعنی فرقہ اہل حدیث اور جب سے کادیانی کا رد ومقابلہ شروع کیا ہے۔ تب سے وہ خداداد عزت اہل اسلام کے اور فرقوں حنفیہ وغیرہ میں بھی ہوگئی ہے۔ وہ سب کے سب اس خدمت اسلام کے سبب میری توقیر کرتے ہیں۔ اس پر خلیفہ صاحب یا ان کے اس جھوٹ کے دھوکہ میں آجانے والوں کو کچھ شک ہو تو ایک محضر نامہ خاکسار تیار کرتا ہے۔ جس پر ہزارہا اہل اسلام مختلف فرقوں کے شہادات ثبت ہوں گے کہ ابوسعید محمد حسین ہمارے دین اسلام کا خادم ہے اور اس وجہ سے وہ ہماری نظروں ایسا عزیز ہے۔ اس کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب یا اور معتقدین کادیانی ایک ایسا محضر نامہ تیار کروادیں۔ جس پر ان کو اچھا جاننے والے اور ان کی عزت کرنے والوں کی شہادتیں ثبت ہوں۔ پھر دونوں جانب کی شہادتوں میں موازنہ کریں اور دیکھیں کہ قوم کی نظروں میں کون عزت رکھتا ہے۔ یہ نہ ہو سکے تو لاہور یا کسی اور صدر مقام میں ایک جلسہ عام کریں اور اس میں فریقین اپنے اپنے اعزاز اور قدر کرنے والوں کو بلاویں۔ پھر دیکھیں کثرت کس طرف نکلتی ہے۔

اور کادیانی صاحب یا ان کے خلفیہ صاحب سیالکوٹی اخوان اہل اسلام کی عزت کو عزت اور ان کی شہادت کو اس عزت کی مثبت نہیں سمجھتے تو گورنمنٹ اور اس کے اعلیٰ عہدہ داروں کی شہادت سے فیصلہ کرلیں۔

یہ خاکسار ذرہ بے مقدار اس خداداد عزت کی شہادت میں ویسرائوں، لیفٹیننٹ گورنروں اور کمانڈران چیف وغیرہ اعلیٰ عہدہ داران گورنمنٹ کی چٹھیات پیش کرے گا۔ کادیانی صاحب کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہی کی ایک چٹھی پیش کریں۔ جس سے اس کا ذاتی

اعزاز ثابت ہو۔ اپنے والد مرزا غلام مرتضٰی کے نام کی کوئی چٹھی پیش کریں گے تو وہ اس ثبوت کے لئے کافی متصور نہ ہوگی اور اس کے مقابلہ میں ادھر سے بھی کوئی چٹھی ویسی ہی پیش کی جاوے گی۔ جس سے حکام وقت کا ہمارے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ کی عزت کرنا اوران کو درباروں میں بلانا ثابت ہو۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت صحت وتوانائی ہے تو اس میں بھی خاکسار کمی نہیں پاتا بلکہ خدا کے محض فضل وکرم سے کادیانی کی نسبت ترقی پاتا ہے۔

اس عاجز کی صحت عموماً اچھی رہتی ہے۔ امراض شدیدہ میں خاکسار کم مبتلا ہوتا ہے۔۱۸۸۴ء میں بمقام لدھیانہ بخار شدید میں مبتلا ہوا تھا۔ پھر ۱۸۹۱ء میں بمقام لاہور ہاں خفیف امراض زکام نزلہ وغیرہ کبھی کبھی عارض ہوتے ہیں۔ جن میں خاکسار اپنے کاروبار خصوصاً ردّ کادیانی سے بیکار نہیں ہوتا اور اس کے مقابلہ میں حضرت کادیانی صاحب ہمیشہ ایسے امراض شدیدہ میں مبتلا رہتے ہیں جو ان کو بیکار کر دیتے ہیں اور موت کی صورت دکھا دیتے ہیں اور ایک مرض اختناق الرحم[۵] تو ان کو لازم ہوگیا ہے۔ اس دائم المرض ہونے کی نظر سے رسالہ نمبر۱۲ جلد۱۲ میں آپ کے حق میں یہ اشعار لکھے گئے تھے۔

آنکس کہ خود ضعیف ومرض لاغری کند　　ہم دعویٰ مسیحی وپیغمبری کند
خوش گفت بذلہ سنج کہن سال　　درگار او خویشتن گم است کرا رہبری کند
جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے　　مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

توانائی کا مقابلہ کرنا ہو تو خلیفہ صاحب، کادیانی کا خاکسار سے مقابلہ کرالیں۔ وہ تو دو قوتوں جسمانی اور روحانی کے مدعی ہیں۔ خاکسار اپنی یک خداداد قوت جسمانی سے ان سے وہ معاملہ کرے گا۔ جو آنحضرت ﷺ نے رکانہ سے کیا تھا۔ جس کا اجمال نسیم الریاض۔ شرح، شفاء، عیاض میں ہے۔

ان صفات وحالات اربعہ کے سوا کسی اور حالت میں خلیفہ صاحب کو خاکسار کی کمی کا دعویٰ ہے تو اس کو پیش کر کے اس کا ثبوت دیں اور اگر اس مضمون کو پڑھ کر وہ اس کے جواب میں کچھ نہ کہیں تو ناظرین خصوصاً دیرہ دون کے ساکنین متر ددین یقیناً جان لیں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ جس سے وہ اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اپنے مذہب باطل پر جمائے رکھنا چاہتے ہیں۔

اسی غرض خلیفہ کادیانی کے باطل وبیکار کرنے کے لئے یہ حالات بیان ہوئے ہیں۔ ورنہ خدا گواہ ہے: ''وکفٰی باللّٰہ شھیدا'' خاکسار کو اپنی کسی حالت پر فخر نہیں اور نہ یہ فخر میری تمام عمر کی عادت ہے۔

کادیانی اور اس کے خلیفوں نے اس قسم کے اراجیف (جھوٹی خبروں) کو شائع کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا اور اس کا اثر بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا۔ تب خاکسار نے مجبور ہوکر اس تفصیل حالات کی طرف رجوع کیا۔

اس فقرہ کے بعد جو خلیفہ صاحب نے یہ فقرہ فرمایا ہے کہ: ''سب احباب اور دوست جن پر اس کو ناز تھا چھوڑتے جاتے ہیں۔'' یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میرے ایک پرانے دوست نے بھی مجھے نہیں چھوڑا اور بہت سے نئے دوست پیدا ہوگئے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو انسانی شرم یا ایمانی غیرت ہے تو کم سے کم ایک ایسا شخص بتاویں جو وہ میرا دوست ہو اور اس نے مجھے زمانہ مخالفت کادیانی سے اس وقت تک چھوڑا ہو۔ اگر وہ لاہور کے کسی شخص کا نام پیش کریں تو اس میں دو شرطوں کا لحاظ کرلیں۔ ایک یہ کہ وہ شخص عیسائی مرزائی نہ ہو اور اگر وہ کسی عیسائی مرزائی کو پیش کریں گے تو میں یہ ثابت کروں گا کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا بلکہ میں نے اس کو چھوڑا ہے۔ میں بحکم فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان اس کو ابتدأ سلام نہیں کرتا اور اگر وہ مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا جواب جو مسلمان کا حق ہے، نہیں دیتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا مجھے چھوڑنا زمانہ مخالفت کادیانی سے ہو اور اگر وہ کسی ایسے شخص کو پیش کریں گے۔ جس کو میں نے خود زمانہ مخالفت کادیانی سے کئی سال پہلے اس کے شتر بے مہار ہو جانے اور جاہل ہوکر مجتہد بن جانے کے سبب چھوڑ رکھا ہو تو اس سے ان کو ندامت اٹھانی پڑے گی۔

اور جو اس کے بعد خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ: ''رسالہ اشاعۃ السنۃ کو نکلے بہت دن ہوئے۔'' یہ مغالطہ آمیز جھوٹ ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ اشاعۃ السنۃ کا نکلنا مخالفت کادیانی کے سبب اب معرض التواء میں پڑ گیا ہے اور یہ محض کذب ہے۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۱ء سے جب وہ کمیشن تعلیم کی شہادت میں مصروف ہوا تھا۔ دیر سے نکلتا ہے۔ سب سے پہلا اس کا پرچہ نمبر۱۲ جلد۱۲ مخالفت کادیانی میں ۱۸۹۰ء میں جب نکلا تو اس وقت اس پرچہ کے ساتھ چھ پرچے اور جس میں مسائل سود وغیرہ کی بحث تھی۔ دیر سے نکلے تھے پھر ۱۸۹۱ء میں تیرہ پرچے جس میں فتویٰ وغیرہ مضامین اکٹھے نکلے۔ اس کے بعد سولہ پرچے جن

میں کادیانی کے وساوس کا جواب ہے۔ اکٹھے نکلے اس سے ثابت ہے کہ یہ دیر وتوقف تازہ اور کادیانی کی کرامت کا نتیجہ نہیں ہے۔ جیسا کہ خلیفہ صاحب نے جتایا ہے اور اس بیت کا مضمون یاد دلایا ہے۔

ایں کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید گفت باراں شد

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ: ''اب تو اسے کوئی خریدتا بھی نہیں۔ بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔''

یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اس کا جھوٹ ہونا خود اس کے مضمون سے ثابت ہے۔ اس مضمون کا پہلا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب اس کا خریدار کوئی نہیں رہا۔ دوسرا فقرہ کہہ رہا ہے اکثر خریداروں نے جواب دے دیا ہے۔ مگر بعض ہنوز خریدار ہیں جو پہلے فقرہ کا صریح مکذب ہے۔ قطع نظر اس سے یہ امر واقع کے بھی برخلاف ہے۔

سال گزشتہ میں خریداروں اشاعۃ السنۃ سے صرف تین شخص ہیں جنہوں نے خریداری اشاعۃ السنۃ کو کادیانی کی مخالفت کے سبب موقوف کیا ہے۔ ایک مولوی غلام علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست تحصیل حافظ آباد دوسرے منشی ناصر نواب خسر دوم کادیانی تیسرے ایک اور منشی صاحب[۱۶] جو ایک اسلامی انجمن کے سیکرٹری ہیں۔

ان تین کے سوا کسی اور شخص کا خلیفہ صاحب نام بتادیں۔ تو فی نام پانچ روپیہ انعام لیں۔ نہ بتاسکیں تو اس افتراء کو ندامت کے ساتھ واپس لیں۔

اس دروغ خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں یہ کہنا بھی بے موقع نہیں ہے کہ سال گزشتہ میں پچھلے سالوں کی نسبت بہت سے خریدار نئے پیدا ہوگئے ہیں۔ خلیفہ صاحب چاہیں گے تو ہم ان کی فہرست بھی شائع کردیں گے اور باوجودیکہ معمولی اخباروں میں ہمیشہ زیادتی خریداران کے ساتھ کمی بھی لائق رہتی ہے اور بیسوں اخبار انکاری ہوکر واپس آتے ہیں۔ سال گزشتہ میں اشاعۃ السنۃ کا ایک پرچہ بھی کسی خریدار نے بجز ان تین مرزائیوں کے واپس نہیں کیا۔ یہ اشاعۃ السنۃ کی ہردلعزیزی پر قوی دلیل ہے اور یہ محض تائید غیبی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اشاعۃ السنۃ ماہوار رسالہ ہے۔ مگر سال سال کے بعد اکٹھا نکلتا ہے۔ تب بھی خریداران قدرشناس اس کو نعمت الٰہی سمجھ کر بسروچشم قبول کرتے اور اس کو عید کا چاند سمجھ کر شوق

سے دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے لدھیانہ کا واقعہ اور مباہلہ کے متعلق مولوی محمد حسن صاحب اور منشی سعد اللہ صاحب کی گفتگو نقل کی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت ناظرین مولوی محمد حسن صاحب سے پوچھیں۔ مولوی محمد حسن صاحب نے یا کسی اور دوست نے لدھیانہ سے ہم کو اس کی تفصیل سے اطلاع نہیں دی۔ ہم کو جو اس میں سفید جھوٹ نظر آ رہے ہیں۔ اس سے ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو مولوی محمد حسن صاحب سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ خطاب (یعنی مباہلہ کا) مجھ سے نہیں ہے۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا کادیانی کے اعلان مباہلہ مندرجہ رسالہ اظہار سے ثابت ہوتا ہے۔ اس میں صاف درج ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب بھی اس مباہلہ میں کادیانی کے مخاطب تھے اور یہ اعلان ان کے پاس بھی بھیجا گیا تھا۔ اصل عبارت اعلان مندرجہ رسالہ اظہار یہ ہے: ’’اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے ۱۱/ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور ۱۰/ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ شریک مباہلہ ہوسکیں۔ جیسے محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبدالعزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ...... اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں...... اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!‘‘

خاکسار: المشتہر مرزاغلام احمد

(۳۰/شوال ۱۳۱۰ھ، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۴۲۲-۴۲۶)

اس خط کو لکھنے اور اس میں یہ جھوٹ درج کرنے کے وقت خلیفہ صاحب کو کادیانی کا یہ اعلان رسالہ اظہار بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد! یاد نہ رہا یا دیدہ دانستہ یہ جھوٹ بنایا۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو بجواب منشی سعد اللہ کے اس سوال کے کہ: ’’آپ کی طرف سے فتویٰ کفر میں آپ کا نام موجود ہے۔‘‘ مولوی محمد حسن صاحب سے نقل کیا گیا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میرا نام فتویٰ میں بطور خود لکھ دیا ہے۔ حالانکہ میں نے ان کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نا ہرگز نہ لکھنا۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا اصل فتویٰ کے ملاحظہ سے اور مولوی محمد حسن صاحب سے دریافت[۱۷] کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے۔ اصل فتویٰ پر جو مولوی محمد حسن صاحب کی طرف سے عبارت وتصدیق مرقوم ہے وہ مولوی محمد حسن صاحب کی خاص قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ جس منصف مزاج ومتردد شک ہو۔ اصل فتویٰ ملاحظہ کرے اور مولوی محمد حسن صاحب سے بھی اس امر کو دریافت کرے۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ اس گفتگو متعلق مباہلہ کا حال منشی سعد اللہ نے خاکسار کو لکھا اور خاکسار نے اس واقعہ کے متعلق کچھ مولوی محمد حسن صاحب کو لکھا اور اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

نہ منشی سعد اللہ صاحب نے گفتگو متعلق مباہلہ سے مجھے اطلاع دی اور نہ میں نے مولوی محمد حسن صاحب کو مباہلہ کے متعلق کوئی بات لکھی اور نہ میرے لدھیانہ پہنچنے پر مباہلہ کی بابت میری ان کی گفتگو آئی۔ میں نے صرف یہ سنا تھا کہ مولوی محمد حسن صاحب رسالہ تحذیر منشی احسن امروہی کو دیکھ کر تکفیر[۱۸] کادیانی میں متوقف اور بعض مسائل میں کادیانی کے موافق ہوگئے ہیں۔ اس پر میں نے بواسطہ اپنے دوست منشی محمدی صاحب نقشہ نویس ان کے نام ایک خط بغرض دریافت حال لکھے تو منشی صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ خبر محض غلط ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب کسی مسئلہ میں کادیانی کے موافق نہیں۔ یہی بات مولوی محمد حسن صاحب نے لدھیانہ میں عند الملاقات خاکسار کو کہی اور یہی اپنے اس خط میں لکھی جو عنقریب منقول ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے خاکسار کے لدھیانہ جانے اور مولوی محمد حسن کے مکان پر نہ پہنچنے اور ان سے مسجد میں گفتگو کرنے اور آخر لدھیانہ سے ناراض ہوکر چلے آنے کی بابت قصہ نقل کیا ہے۔ یہ ازسرتاپا دروغ بے فروغ ہے۔ خاکسار لدھیانہ پہنچا تو مولوی محمد

حسن صاحب کے مکان پر ٹھہرا اور وہ عادت قدیم کے مطابق خاکسار سے مداراۃ وتواضع کے ساتھ پیش آتے رہے۔

اس کی تصدیق میں مولوی محمد حسن صاحب کا خط نقل کیا جاتا ہے۔ جو خلیفہ حامد کے خط کو دیکھ کر انہوں نے خاکسار کے نام ارسال کیا ہے۔

نقل خط مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی

مخدوم ومکرم من السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میر حامد سیالکوٹی کا خط میں نے دیکھا۔ افسوس لوگ دشمنی اور عداوت کے مارے بہتان باندھتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ میں مرزاغلام احمد کے ساتھ کسی ایک مسئلہ میں بھی متفق نہیں۔ چہ جائیکہ میں نے یہ کہا ہو کہ میں اکثر مسائل میں متفق ہوگیا۔ چند مسائل میں جو سمجھ میں نہیں آئے صرف توقف ہے۔ میں مرزا کے عقائد متحدثہ کو ضلالت جانتا ہوں اور ان کی تاویلوں کو تحریف چونکہ وہ مدعی اسلام ہیں او شاہدین علی انفسہم بالکفر کے زمرہ میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے میں ان کو کافر نہیں کہتا۔

جناب لدھیانہ میں تشریف لائے۔ بدستور قدیم خاکسار نے اور جملہ موحدین نے جناب کا اکرام کیا اور حاضر خدمت رہ کر سعادت اندوزی کرتے رہے۔ میر حامد نے جو لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات صرف مسجد میں ہوئی تھی۔ کیونکہ بے رخی دیکھ کر مولوی صاحب محمد حسن کے مکان پر جانے کی جرأت نہ کرسکے۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔

مرزاغلام احمد کی تکفیر اور جواب خط کے بارہ میں مسجد میں ہرگز ہرگز گفتگو نہیں ہوئی۔ جس کو ایک ذرہ عقل اور تمیز ہے۔ وہ جان سکتا ہے کہ یہ قصہ سراسر بہتان وافتراء ہے۔ بھلا دہلی کے شہدوں کی بات سند تھی جو میں گفتگو میں جناب کے روبرو پیش کرتا۔ یہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے مرزاصاحب کے کسی معتقد کے روبرو یہ ذکر کیا تھا کہ دہلی کے شہدے جب آخری جمعہ کا روزہ رکھتے تو نماز کے لئے بھی مسجد میں آتے۔ اپنی پھکڑ بازی کی عادت تو نہ چھوڑ سکتے مگر اتنا التزام کرلیتے کہ بھیا لام کاف نہیں کہنا۔

مجھے تو نہ پہلے کسی سے ضد تھی اور نہ اب ہے جو ضد کے بارے حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اللہ کریم ان کو توفیق توبہ بخشے۔ والسلام! ۲۷؍جنوری ۱۸۹۴ء لدھیانہ خاکسار محمد حسن

مولوی محمد حسن لدھیانوی کے خط پر مولانا بٹالوی کا ایک نوٹ

(لائق توجہ مولوی محمد حسن صاحب ودیگر متر ددین در تکفیر کادیانی)

اس خط میں میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن صاحب نے جو باوصف تسلیم واظہار اس امر کے کہ کادیانی کے عقائد متحدشہ ضلالت ہیں۔ اس کو کافر کہنے سے توقف ظاہر کیا ہے۔ یہی بعض اور علماء کی بھی جن کے فتویٰ تکفیر کادیانی پر دستخط ثبت ہیں۔ رائے ہے چنانچہ فتویٰ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس توقف کی وجہ ان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اگر بعض عقائد کادیانی حد کفر تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر چونکہ وہ ان میں تاویل کرتا ہے اور تاویل کفر سے بچالیتی ہے۔ لہٰذا وہ تکفیر سے بچ جاتا ہے اور وہ ان مسائل کے سبب صرف گمراہ ومتبدع کہلانے کا مستحق ہے۔ اس وجہ توقف میں ان علماء نے اپنے قصور معلومات کی وجہ سے دھوکہ کھایا ہے۔ ان کو تاویل وتکفیر کے اس قانون پر پوری اطلاع نہیں ہے کہ تاویل جو تکفیر سے بچالیتی ہے۔ وہ تاویل ہے جو مسائل محل ومتحمل تاویل میں ہو، اور جو تاویل ایسے مسائل میں ہو۔ جو دین سے قطعاً وضرورۃً ثابت ہوں۔ (جیسے حشر کو مردوں کا جسموں کے ساتھ اٹھایا جانا اور خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کا علم غیر محدود ہونا وغیرہ) وہ محل تاویل نہیں اور ان مسائل میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔ چنانچہ امام غزالی وغیرہ محققین اسلام کی تصانیف میں بیان ہوا ہے اور اس کا خلاصہ اشاعۃ السنۃ کے مضمون التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں بضمن منقول ہوا ہے اور ان کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ کادیانی ایسے ہی قطعی مسائل میں تاویل کرتا ہے۔ وہ نزول جبرائیل، ختم نبوت، وسعت قدرت خداوندی وغیرہ وغیرہ عقائد ومسائل میں جو دین اسلام میں قطعاً تسلیم کئے جاتے ہیں۔ تاویل کرتا ہے۔

میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن صاحب نے جو اپنے توقف کی یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ کادیانی اپنے نفس پر خود کفر کی شہادت نہیں دیتا۔ یعنی مدعی وملتزم کفر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس کا اثر ونشان کسی اور اہل علم کے کلام میں پایا نہیں جاتا میرے عزیز دوست نے شاید کتب فقہ وحدیث صحیح بخاری وقرآن مجید میں زنادقہ اور منافقین کا حال اور حکم توجہ سے نہیں پڑھا کہ وہ باوصف ادّعاء اسلام اور اظہار شعائر اسلام کافر قرار دیئے گئے اور ان سے وہ معاملات ہوئے جو کافروں سے ہوتے ہیں۔

میرے عزیز اپنی اس وجہ پر نظر کریں گے اور زندیق کا حکم کتب فقہ اور صحیح بخاری میں بصفحہ ۱۰۲۳ ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس وجہ کو واپس لیں گے۔

دجال کادیانی باتفاق میجارٹی زندیق ہے۔ وہ اپنے کفر پر شہادت نہ دے گا۔ پھر اس حیلہ سے بچ جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

خط کے اخیر میں جو خلیفہ صاحب نے صوفی عبدالحق غزنوی پر ایک شرارہ چھوڑ دیا اور یہ کہا ہے کہ: ''عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہوگیا ہے۔'' یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میں صوفی عبدالحق غزنوی کو امرتسر میں تھوڑے دن ہوئے ہیں دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ جن اعیان اہل اسلام میں جس عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ان میں اسی عزت سے اب بھی دیکھے جاتے ہیں اور ان کے متروک القوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خلیفہ صاحب اگر کہیں کہ ان کے مباہلہ کا کوئی اثر بد کادیانی پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس لئے ان کے ساتھی مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اثر بد کیا ہوگا کہ اس دن سے کادیانی پر چاروں طرف سے اہل اسلام کی لعنت وملامت کی زیادہ بوچھاڑ ہورہی ہے اور عام مسلمان کہہ رہے ہیں کادیانی نے عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو کھویا اور ان کو دلیر کردیا۔ چنانچہ مضمون سوم میں مفصل مذکور ہوگا اور ان کے مباہلہ کا یہی کوئی اثر بد غزنوی صوفی عبدالحق پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو خلیفہ صاحب تسلیم نہ کریں تو پھر وہی بتادیں کہ کادیانی کے مباہلہ کا اثر بد صوفی عبدالحق غزنوی پر کیا ظاہر ہوا۔ اب تک اس کا ایک بال بھی بیکا (ٹیڑھا) نہیں ہوا اور ان کے متروک ہونے کا دعویٰ ایک سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق نے تو صرف بعض علماء سلف کی سنت پر مباہلہ کیا تھا۔ اس کے سوا کسی نشان نمائی کا ان کو دعویٰ نہ تھا۔ بخلاف کادیانی کہ اس کو تو اپنے مباہلہ سے نشان نمائی کا دعویٰ تھا اور دعویٰ بھی ایسا کہ اگر اس کی جانب سے نشان ظاہر نہ ہوا یا دونوں جانب سے مساوی نشان ظاہر ہوا تب بھی وہی (کادیانی) جھوٹا متصور ہوگا۔ چنانچہ (حجت الاسلام کادیانی ص۱۹، خزائن ج۶ ص۴۹) میں یہ دعویٰ شائع ہوچکا ہے۔ اس دعویٰ کے رو سے صوفی عبدالحق غزنوی کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اور کادیانی پر کوئی عذاب آسمانی نازل نہ ہوا تب بھی کادیانی ہی جھوٹا متصور ہو گا۔ جب تک صوفی صاحب پر کوئی ایسا اثر ظاہر نہ ہو جس کو کس وناکس مباہلہ کادیانی کا اثر سمجھیں۔ خلیفہ صاحب نے اس نتیجہ لازم اور الزام غیر مفارق کا تو کچھ لحاظ نہ فرمایا اور اپنے

احمق اور ناواقف دام میں آنے والوں کے پھنسانے کے لئے یہ افتراء کا شرارہ صوفی عبدالحق غزنوی پر چھوڑ دیا اور انصاف وشرم سے کام نہ لیا۔

اے حضرات ناظرین! خصوصاً دیرہ دون کے مترددین! حافظ یعقوب خان صاحب وپیر جی خدابخش صاحب۔ اس خط کے ازسرتاپا دروغ ہونے کا یہ ثبوت ہے۔ آپ اس کو غور کی نگاہوں سے دیکھیں۔ اس ثبوت میں اگر کچھ اشتباہ ہو تو اس سے بذریعہ خطوط یا اخبار اطلاع دیں اور اگر اس ثبوت کو کافی ووافی پاویں تو حسبتاً ﷲ ان دجالوں وکذابوں کی نسبت اپنا تردد دور کریں اور ان کو گمراہ جان کر ان کے اتباع ومحبت سے دست بردار ہو جائیں اور یہ جان لیں کہ ایسا جھوٹ بولنے والے محدث، مجدد، ولی، ملہم ہرگز نہیں ہوسکتے۔

پیر جی صاحب! آپ حضرت شیخ الکل کے دیکھنے والے، شیخ عبیداللہ مرحوم کے وعظ سننے والے، اہل حدیث دیرہ دون کے ممتاز ممبر، قرآن حدیث کے عامل آپ اپنے ان اکابر پیشواؤں کی پیروی چھوڑ کر دجال وکذاب کادیانی کے دام تزویر میں کیونکر پھنس گئے۔ ان کے ایسے سفید جھوٹ اور مکر عظیم (جو اشاعۃ السنۃ مدت سے ظاہر کر رہا ہے اور وہ آپ کے پاس ہمیشہ پہنچتا رہتا ہے) دیکھ کر بھی آپ اس دام سے نکل نہیں سکے۔ کیا آپ اشاعۃ السنۃ نہیں دیکھا کرتے اور آپ خواندہ نہیں ہیں۔ نہیں تو اپنے صاحبزادہ محمد حنیف سے وہ رسالہ لفظ بلفظ سنا کریں۔

حافظ یعقوب خان صاحب آپ اپنے خط منقولہ صفحات سابق میں لکھ چکے ہیں کہ ہم علم نہیں رکھتے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ علمی باتوں میں کادیانی کی دھوکہ دہی کو آپ نہ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کیا کادیانی کے ایسے سفید جھوٹوں کو جو واقعات کے متعلق ہیں نہیں سمجھ سکتے۔ واقعات کی تحقیق صرف مشاہدہ حال اور شہادتوں سے ایک عامی بھی کر سکتا ہے۔ آپ کو ان واقعات کی تحقیق سے ثابت ہو کہ کادیانی اور اس کے خلفاء جھوٹے واقعات ازخود بناتے ہیں اور جھوٹ بول کر لوگوں کو پھنسانا چاہتے ہیں تو آپ اپنے تردد کو دور کریں اور کادیانی کو دجال سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو جاویں اور اگر ان واقعات کے ثبوت میں آپ کو اشتباہ رہے تو آپ مجھ کو اس سے مطلع کریں۔ یہ آپ کے خط کا جواب ہے۔ جس کا صفحہ سابقہ میں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے کادیانی کا دجال ہونا تسلیم کر لیا یا ان واقعات کی نسبت کوئی عذر معقول پیش کر کے اپنے تردد کو موّجہ کیا تو پھر آپ سے سلسلہ خط وکتابت جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ناظرین! خلیفہ حامد کا یہ خط صرف دیرہ دون پہنچتا اور پرائیویٹ رہتا تو اس کی نقل اور ردّ سے تعرض نہ کیا جاتا۔ یہ خط اور اس کا مضمون پبلک میں مشتہر ہوا اور جابجا اس کا شہرہ ہوا۔ چنانچہ دیرہ دون کے علاوہ لاہور کی ایک مسجد میں (جو سینٹ ہال کے پاس ہے اور وہاں کا دیانی کے کھلے اور چھپے حواری ملازم محکمہ چیف انجینئر و پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ آفس نمازیں پڑھتے ہیں) حواریان کادیانی نے جلسہ عام میں لدھیانہ کا یہ قصہ سنایا کہ مولوی محمد حسین اب کی دفعہ لدھیانہ میں گئے تو ان کی خاطر نہ ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ! اور ایک چھپے حواری کادیانی نے جو صوفی اور صاحب الہام کہلاتے ہیں اور ان کی مقدس ریش دیکھ کر خواجہ خضر یاد آتے ہیں میرے ایک دوست نقشہ نویس ملازم نہر روپڑ کو یہ کہا تھا کہ اشاعۃ السنۃ کے خریداران اب اس کو خریدنا موقوف کرتے جاتے ہیں۔ اسی قسم کی اور باتیں یہ حضرات شائع کر رہے ہیں۔ ان اراجیف کا اثر بد بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تو اس خط اور اس کے جواب کا شائع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

اس دروغ گوئی کی ایک اور دم

شجرۃ الکذب (جھوٹ کے درخت) کادیانی کا ایک پھل جو اصل درخت کی حقیقت ظاہر کرتا ہے وہ ہے جو کادیانی کے ایک خلیفہ راشد ایڈیٹر رسالہ موسوم بہ الحق سے (جو دراصل ازسر تا پا باطل اور برطبق مصرع مشہور ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

اپنے اصلی واجبی نام کے عکس سے موسوم ہے) ظاہر ہوا ہے۔ اس رسالہ میں بھی خلیفہ صاحب ایڈیٹر نے اس قسم کا جھوٹ کہ کادیانی اتباع و پیروان میں ترقی و کثرت ہوتی جاتی ہے اور اس کے مخالفوں کو مسکنت ذلت شائع کیا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کذب مقالہ ص۲۳ نمبر۱ جلد۲ میں مرقوم ہے۔

بڑی بھاری بشارت

نومبر کی چوتھی تاریخ کو جب حضرت امام زمان مسیح موعود فیروز پور میں تھے۔ آپ کی خدمت میں جناب حاجی عبداللہ اور حاجی عبداللطیف حاضر ہوئے۔ یہ حاجی عبداللہ وہ مشہور سرگرم حامی اسلام ہیں جنہوں نے محمد الگزنڈر وں مسلمان امریکن مشنری کو اشاعت

اسلام کے لئے کئی ہزار روپیہ اپنی گرہ سے دیا۔ حاجی عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت کی قدمبوسی کی تحریک میرے دل میں اس طرح ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ جو محمد رسل رب سے سوال کیا کہ اسلام کی بے بہا نعمت آپ کو کیونکر حاصل ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بڑا بھاری خداوندی فضل مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت میسر ہوا۔ اسی وقت سے میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایسے واجب القدر حامی اسلام کو دیکھوں جس کے پاک انفاس سے اتنے بڑے زبردست لوگ غیر قوموں سے مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ چند روز ہوئے میرے دل میں جناب مرزا صاحب کی بشارت کی پرزور تحریک پیدا ہوئی۔

اس کے بعد ص۲۴ میں خلیفہ ایڈیٹر نے کادیانی کی طرف مدراسیوں کے رجوع وتوجہ کا مژدہ نقل کر کے کہا ہے۔ غرض یہ سب اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کا عجیب ثبوت ہے اور اس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود مؤید من اللہ ہیں۔ افسوس ان یہودی صفت قسیٔ القلب لوگوں پر جواب تک اس پاک سلسلہ کی مخالفت سے باز نہیں آئے وہ خوب سمجھ رکھیں کہ ان کے لئے ذلت مسکنت اور غضب اللہ درپیش ہے۔

ہمارے نزدیک اور ہر ایک مبصر ومحقق کے نزدیک پہلے مژدہ کے بیان میں خلیفہ ایڈیٹر نے کذب سے کام لیا ہے۔

اس میں جو مسٹر محمد رسل دب صاحب امام اہل اسلام امریکہ کا قول نقل کیا ہے۔ یہ صاحب ممدوح پر محض افتراء ہے۔ صاحب ممدوح کی جو اظہار اسلام سے پہلے کادیانی سے خط وکتابت ہوئی ہے اور وہ کادیانی کے رسالہ شحنہ حق میں چھپی ہے۔ وہ اس قول کے افتراء ہونے پر دلیل ہے۔ اس مراسلت سے صاحب ممدوح کا کادیانی سے مدد چاہنا تو بے شک ثابت ہے مگر کادیانی کا ان کو مدد دینا ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف وعدہ مدد دینا جس کا کادیانی نے تاہنوز ایفاء نہیں کیا اور نہ آئندہ اس سے اس ایفاء کی امید ہے۔ جب تک کہ بقیہ براہین احمدیہ ''سراج المنیر'' قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ وغیرہ وغیرہ تصنیف ہوکر شائع نہ ہوں۔ (جو قیامت سے پہلے تصنیف وشائع ہوتی نظر نہیں آتیں) اور جب صاحب ممدوح بعد اظہار اسلام لاہور میں تشریف لائے اور حواریان ومعتقدین کادیانی کا ڈپوٹیشن آپ کے پاس پہنچا اور بکمال اصرار اس امر کا خواستگار ہوا کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور مرزا صاحب سے ملیں تو آپ نے کادیان جانے سے صاف انکار کر دیا اور برملا فرمادیا کہ میں کادیانی سے

تسلی یافتہ نہیں ہوں۔ بہ ایں حال ہم نے بعض راشد مسلمانان سیکرٹریان انجمن حمایت اسلام سے (جس کے صاحب ممدوح مدعو ومہمان تھے) سنا تھا اور اپنے رسالہ نمبر۱ جلد۱۵ ص۳،۴ میں شائع ومشتہر کر دیا تھا اور اس میں کادیانی اور اس کے حواریوں وہوا خواہوں نے کچھ چون وچرا نہیں کیا تھا۔ ایک صوفی صاحب ان میں سے بولے تو صرف اس قدر بولے کہ اس ڈیپوٹیشن میں جس نے صاحب ممدوح سے کادیان جانے کی درخواست کی تھی) میں شامل نہ تھا۔ میرا نام اس میں کیوں ذکر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آپ نہ سہی آپ کے بڑے بھائی صوفی اور دوسرے منشی جی سہی۔ کام سے کام ہے نہ نام سے، نام میں راوی کی غلطی ہوگئی ہوگی۔ اس سے تو آپ کا انکار نہیں کہ ڈیپوٹیشن ان کے پاس گیا اور خواستگار امر مذکور ہوا اور صاحب ممدوح نے انکار کیا اور وہ قول فرمایا۔

وہ قول مسٹر محمد رسل دب صاحب کا اس نقل خلیفہ ایڈیٹر کے افتراء ہونے پر دوسری دلیل ہے اور یہ صاف مشعر وشاہد ناطق ہے کہ اس قصہ میں جو قول صاحب ممدوح کا نقل کیا گیا ہے۔ وہ ان پر محض افتراء ہے۔ لہٰذا یہ سارا قصہ نا قابل اعتماد وقبول ہے۔ ہم نے ایک معزز دوست سے جو علاقہ فیروز پور میں مدرس ہیں۔ سنا ہے کہ فیروز پور میں کوئی گدا صورت عربی کادیانی کے پاس آیا تھا۔ اسی کو ان حضرات نے عبداللہ عرب بنالیا اور اس پر یہ قصہ گھڑ لیا۔

اور اگر یہ بھی فرض کر لیا اور مان لیا جاوے کہ وہی شخص عبداللہ عرب تھا جو مشہور مالدار اور نامی تاجر ہے تو پھر اس قصہ میں جو مسٹر رسل دب کا یہ قول درج کر لیا گیا ہے۔ وہ اس قصہ کی ساری رونق واعتبار کو دور کرتا ہے اور اس کو صاف جھٹلاتا ہے۔

وہ قول صاحب ممدوح جب ان ہی دنوں اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ شہرہ آفاق ہوگیا تو کادیانی صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ قول ہمارے اس دعویٰ کو کہ امریکہ میں اسلام ہمارے طفیل پہنچا ہے۔ جھٹلا رہا ہے تو اس قول کے ضرر واثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک یہ افتراء کھڑا کیا اور ان کو اپنے اسی خلیفہ حامد سیالکوٹی کے ذریعہ سے اپنے معتقدین کے پبلک میں پھیلایا۔ (جس کی اطلاع خاکسار کو بھی بعض معزز احباب کے ذریعہ پہنچ گئی) کہ محمد رسل دب صاحب جہاز سے اترے تو کادیانی صاحب نے ان کو بذریعہ خط مطلع کر دیا اور لکھ دیا تھا کہ مسلمان لوگ مجھے زندیق کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ میرے پاس نہ آویں ورنہ آپ بھی متہم ہو جائیں گے۔

شاید یہ حضرات اس افتراء قدیم کو اس افتراء جدید مندرجہ الحق کی تائید میں اور

ہماری دلیل دوم کے جواب میں پیش کریں۔اس کا جواب ہم پہلے ہی سے دے دیتے ہیں کہ لاہور آؤ اور معزز مسلمانوں سے اس قول صاحب ممدوح کے کہ میں کادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں۔تصدیق کرلو یا خود صاحب موصوف ہی سے بذریعہ خط دریافت کرلو کہ اپنے ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔جس معزز دوست سے ہم کو اس افتراء قدیم کادیانی پر جو خلیفہ حامد کے ذریعہ شیوع پایا تھا۔اطلاع ہوئی ہے ان کی صاحب ممدوح سے بہت خط وکتابت ہے۔وہی دوست صاحب ممدوح سے دریافت کریں کہ ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔سوال صرف اتنا ہو اس سے ایک حرف زیادہ نہ ہو۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر اس وقت کادیانی نے صاحب ممدوح کو ملاقات سے منع کیا تھا اور اس امر کو مسلمانوں میں ان کے متّہم ہوجانے کا باعث سمجھا تھا تو ان کا یہ قول (اگر یہ ان پر افتراء نہیں ہے) اب رسالہ میں کیوں چھپوایا۔کیا اب مسلمان جن سے صاحب ممدوح کو انواع اعانت کی امید ہے ان کو متّہم نہ کریں گے اور نہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت کادیانی سے ملے ہوئے ہیں۔اس قول کی اشاعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کادیانی صاحب کا وہ قول جو خلیفہ حامد صاحب کے ذریعہ شائع کیا گیا ہے۔محض بناوٹ ہے۔

مدراسیوں کے رجوع بسوئے کادیانی کا جو مژدہ درج کیا گیا ہے وہ کسی قدر صحیح ہو تو تعجب نہیں۔کیا وجہ کہ مدراس میں دو قسم کے مسلمان ایسے ہیں جو آپ کے دام میں پھنس سکتے ہیں۔ایک جماعت یوریشین مسلمانوں کی جو عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہیں۔ان میں اردو، فارسی، عربی جاننے والے بہت کم ہیں اور وہ اصول ومسائل اسلام سے ہنوز بہت کم واقف ہیں۔ان کو تو جو ہادی مل جائے وہ اس کے پیچھے ہو چلیں گے۔دوسرے بے علم یا کم علم ہوکر تقلید جماعت سلف صالحین صحابہ وتابعین وائمہ متقدمین چھوڑنے والے ہیں ان کا ہیولٰی تو بہت ہی قابل ہے۔جو چاہیں بن سکتے ہیں اور بنتے جاتے ہیں۔یہ دو قسم کے مسلمانان مدراس کادیانی کا مذہب اختیار کرلیں گے۔اگر راشد وواقف مسلمانوں نے ان لوگوں کی دستگیری نہ کی اور کادیانی کے داؤ اور گھاتوں کی جو مدراس میں چل رہے ہیں۔کافی مدافعت نہ کی۔اس امر کی تفصیل ہم ایک جداگانہ مضمون ''مذہب کادیانی کی اشاعت اور اس کی مدافعت کی ضرورت'' میں کرنا چاہتے ہیں۔ہم نے افسوس کے ساتھ اس امر کو سنا ہے کہ ماسٹر یا مولوی حسن علی صاحب محمدن مشنری (انگریزی زبان میں اسلام کے واعظ) مدراس کے ایک سیٹھ

(سوداگر کی معیت وتبعیت میں قادیان میں پہنچے اور کادیانی کے معتقد ومرید ہوکر چلے گئے ہیں۔ ناظرین اس پر تعجب نہ کریں۔ مولوی حسن علی صاحب بھی اصول ومسائل اسلام سے پورے واقف نہ ہونے میں ان ہی دو قسم کے مسلمانان مدراس کی مانند ہیں۔ آپ کی تقریروں سے گوجوش اسلام ظاہر ہوتا ہے اور جہاں تک ہوسکتا ہے آپ مذاہب غیر کے مقابلہ میں اسلام کو مدد دیتے ہیں اور بقول بعض اشخاص آپ اس خدمت اسلام میں وقف ہو رہتے ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ آپ دین اسلام کے عالم نہیں ہیں۔ اصول ومسائل اسلام سے اسی قدر واقفیت رکھتے ہیں۔ جس قدر انگریزی خوان طالب العلم انگریزی کتب وتصنیفات تحریرات اخبارات میں اسلامی مسائل پڑھ کر واقف ہو جاتے ہیں۔ جب وہ سب سے پہلی دفعہ لاہور میں آئے اور میں نے ان کے وعظ سنے تو ان کی نسبت یہی رائے قائم کی اور یہ رائے نہ صرف میری شخصی رائے ہے۔ بلکہ اہل الرائے کی جو دین اسلام سے واقف ہیں۔ یہی رائے ہے۔ ماسٹر صاحب سے کوئی پوچھے گا تو امید ہے وہ بھی اس رائے کو تسلیم کریں گے۔ لہٰذا ان کا مرزائی ہو جانا ویسا ہی جیسے انگریزی سکول کے بعض طالب العلموں کا مرزائی ہو جانا ہے۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ اگر وہ پورے مرزائی ہوگئے ہیں تو وہ مدراس کے ان دو قسم کے مسلمانوں کو ضرور ضرر پہنچائیں گے۔ اس کا تدارک اہل اسلام پر واجب ہے اور وہ اس صورت سے کرسکتا ہے جو ہم مستقل مضمون موعود میں بیان کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اخیر میں جو خلیفہ ایڈیٹر نے کادیانی کے مخالفین کی ذلت ومسکنت کی جھوٹی خبر دی ہے۔ یہ اسی شجرۃ الکذب کا پھل ہے اور یہ ہر ایک خلیفہ کادیانی کی سنت لازمہ وخاصہ شاملہ ہے۔ اس کا سفید جھوٹ ہونا خلیفہ حامد کی دروغ گوئی کے رد میں ثابت کیا گیا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ کادیانی کے مخالفین، خدا کے فضل وکرم سے صحت عافیت وعزت وبرکت کے ساتھ خوب دندناتے ہیں اور شب وروز تحریراً وتقریراً کادیانی کی بیخ کنی کے لئے خدا کی طرف سے مؤید وموفق ہیں۔ یہ ذلت اور مسکنت تو کادیانی ہی کی صفت لازم وعرض غیر مفارق ہے۔ جس کا منہ صدہا روپیہ کی آمدنی پر بھی سوال سے بند نہیں ہوتا اور کاسہ گدائی اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا یا اس کے ان خلفاء اور حواریوں کے نصیب میں آ گئی ہے جو ریاست جموں میں آٹھ سو روپیہ ماہوار کے نوکر تھے اور بطفیل متابعت کادیانی کے اس نوکری

سے اس شدید حکم کے ساتھ جو کہ اتنے گھنٹوں میں جموں سے نکل جاؤ۔ خارج ومعزول کئے گئے یا جو بھوپال میں ایک سو روپیہ ماہوار کے معزز عہدہ دار تھے اور اب وہ بیس تیس روپیہ چندہ پر گزارہ کررہے ہیں اور آئندہ یہ کاسہ گدائی بھی خالی ہوتا نظر آتا ہے۔

خلیفہ ایڈیٹر نے کادیانی کے مخالفین کی آئینہ صفت صورت میں ان ہی حضرات کی یہ صورت دیکھی ہوگی ؎

در آئینہ بیند ہرکس رخ خویش

خلیفہ ایڈیٹر کے اپنے گزارہ کا حال بھی ان کے واقفوں پر مخفی نہیں ہے۔ وہ پھر ظاہر کیا جائے گا اگر خلیفہ صاحب کو اپنی اس بیہودہ گوئی پر اصرار رہا۔

مولوی محمد حسن صاحب کا دوسرا خط متعلق دروغ گوئی خلیفہ حامد سیالکوٹی

دروغ گوئی کادیانی کی پہلی دم کامل اور مکمل ہوکر لگ گئی اور اس کی دو کاپیاں لکھی گئیں اور اس کی دوسری دم بھی اکثر نکل چکی تو میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن صاحب کا دوسرا خط خاکسار کے پاس پہنچا۔ اس خط میں انہوں نے گفتگو متعلق مباہلہ کے تفصیل کی ہے جو تفصیل خلیفہ حامد کے کئی بیانوں کے مخالف ہے اور نیز تکفیر کادیانی میں آپ اپنے توقف کی ایک وجہ مزید کی ہے۔ ان دو باتوں کے سوا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ مضامیں میں اس پہلے خط کی تصدیق وتائید ہے۔

وازانجا کہ گفتگو متعلق مباہلہ کے ہم نے کوئی تفصیل نہیں کی۔ جس کی اس خط دوم سے تصدیق کی ضرورت ہو بلکہ تفصیل خلیفہ حامد کی صرف تین سفید جھوٹ ظاہر کئے ہیں کہ ازانجملہ ایک کا ثبوت کادیانی کے اعلان سے دے دیا ہے اور دوسرے کے ثبوت میں مولوی محمد حسن صاحب کا حوالہ دیا ہے۔ لہٰذا ہم کو اس گفتگو کے متعلق پوری تفصیل کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان ہی دو باتوں کا جن کی بابت مولوی صاحب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ نقل کرنا کافی ہے۔ ہاں! جو مولوی صاحب نے عدم تکفیر کی مزید وجہ بیان کی ہے وہ پوری بیان کرنی ضروری ہے۔ شاید عزیز مولوی صاحب کا اس میں فائدہ ہو۔

اس خط میں عزیز مولوی صاحب لکھتے ہیں کچھ دنوں بعد (یعنی گفتگو متعلق مباہلہ کے بعد) پھر منشی سعداللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے ہیں۔ مولوی محمد احسن امروہی کا

رسالہ تحذیر الناس دیکھ رہا تھا۔ اس پر مرزا صاحب کا ذکر شروع ہوا اور میں نے تکفیر سے اپنا توقف ظاہر کیا۔ منشی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ تو نے پہلے استفتاء پر دستخط کیا تھا۔ اب توقف کا سبب کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے پہلے بھی توقف ہی تھا اور دل میں سوچ رکھا تھا کہ اپنی علیحدہ عبارت لکھ کر دستخط کروں گا۔ چونکہ دستخطوں کا جلسہ بچند وجوہ موجب پریشان تھا۔ میں اس احتیاط کو بھول گیا اور جلدی میں چلتے چلاتے دستخط کر دیئے۔ مولوی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد خیال آیا تو مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ مجھے اطلاع بخشیں۔ میرے دستخط کس عبارت کے نیچے ہیں۔

یہ قول عزیز مولوی صاحب کا خلیفہ حامد کے دوسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ثابت کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ عزیز مولوی محمد احسن صاحب نے فتویٰ پر خود دستخط کیا تھا نہ خاکسار نے اور عزیز مولوی صاحب نے اپنے خط میں ظاہر نہیں کیا کہ میرا نام نہ لکھنا پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ ۱۵؍جولائی ۱۸۹۴ء کو جناب کا خط میرے نام آیا جس کا مضمون یہ تھا۔ ہم سنا ہے تکفیر میں تجھے شک وتردد ہے۔ کیا یہ تردد پہلے سے تھا یا منشی احسن کا رسالہ دیکھ کر پیدا ہوگیا۔

یہ قول عزیز مولوی صاحب کا خلیفہ حامد کے تیسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ میں نے عزیز مولوی صاحب کو مباہلہ کی بابت کچھ نہ لکھا تھا۔ صرف رسالہ تحذیر کا کچھ ان پر اثر کرناسن کر اس کی بابت کچھ لکھا تھا۔

پھر عزیز مولوی صاحب مزید وجہ عدم تکفیر کی بابت لکھتے ہیں:

رات کو مسئلہ تکفیر کا ذکر آیا خاکسار نے عرض کیا کہ مجھے توقف ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ تکفیر سے غرض یہ ہے کہ عوام بچ جائیں اور ایسے شخص کو چھوڑ دیں۔ مگر اس زمانہ میں ایسے فتوؤں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لوگ ڈرتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں اور کافر کہنے والوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ اس پر لدھیانہ کا ایک قصہ بھی سنایا کہ چند شخصوں کی ہمارے مفتیوں نے تکفیر کی تھی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ مسجد میں جناب کی اور خاکسار کی اس بارہ میں گفتگو ہرگز نہیں ہوئی۔

حضرت من! ایک اور بات مجھے اللہ کریم نے یاد دلائی۔ وہ یہ ہے کہ جب رات کو آپ مجھ سے تکفیر کی بابت پوچھ رہے تھے۔ اس وقت میر ناصر نواب صاحب کا ذکر خیر کیا جناب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میر صاحب مسلمان ہیں۔ نیت بخیر ہیں اور دھوکے میں آگئے ہیں۔ اس مزید وجہ عدم تفکیر سے جو فائدہ عزیز مولوی صاحب کا ہے اس کو وہ جانتے

ہیں یا اور سمجھنے والے اس وجہ سے ہم بھی ایک فائدہ اٹھاتے اور اپنے ناظرین کو پہنچاتے ہیں۔ اس وجہ سے ثابت ہے کہ اگر شوکت اسلام ہو اور علماء کے فتوؤں کا مخالفوں پر بھی اثر پڑے تو عزیز مولوی صاحب اپنے تردد و توقف کو دور کریں اور کادیانی کا کفر ثابت کر کے ضرور اس کو وہ سزا دیں جو خلفاء اسلام کے وقت زندیقوں کو مل چکی ہے۔

میر ناصر نواب کے متعلق جو عزیز مولوی صاحب نے ہمارا خیال نقل کیا ہے۔ وہ اب تک ویسا ہی ہے۔ ہمارے خیال میں ناصر نواب کادیانی کی طرح زندیق چھپا مرتد و معاند نہیں ہے۔ بلکہ وہ دھوکہ میں آ گیا ہے۔ آپ مع الخیر عامی ہو کر تقلید سلف چھوڑ کر مجتہد بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا جس آیت یا حدیث کے معنی جو کادیانی کہہ دیتا ہے۔ وہ اس کو مان کر اس کے پیرو ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اشاعۃ السنۃ دیکھ کر ان معنی کا کفر ہونا سمجھ لیتے ہیں تو توبہ کر لیتے ہیں۔ نہ ذاتی علم رکھتے ہیں نہ ذاتی فہم!

یہ امر ان سے دو دفعہ وقوع میں آ چکا ہے۔ ایک دفعہ روپڑ ضلع انبالہ میں دوسری دفعہ پٹیالہ میں۔ تیسری دفعہ کادیانی کے دام میں پھنس کر وہ کادیانی کے بہکانے سے اشاعۃ السنۃ کی خریداری مؤقوف کر بیٹھے ہیں۔ اس لئے نئے پرچے اشاعۃ السنۃ دیکھ کر وہ تائب نہیں ہوئے۔ وہ خاکسار سے ایک دفعہ ملیں یا اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ وغیرہ دیکھیں تو امید ہے ضرور وہ راہ راست پر آ جائیں۔ اللهم وفقه لذالک!

ایک اور تحریر میں کادیانی اور اس کے خلیفہ حامد سیالکوٹی کی تازہ دروغ گوئی

کادیانی صاحب نے اپنے خلیفہ حامد سیالکوٹی سے ''رسالہ جنگ مقدس کا فوٹو'' لکھوایا تو اس میں مباہلہ کا قصہ بھی درج کرادیا اور اس میں بہت سے جھوٹوں کے ساتھ ایک یہ جھوٹ ص ۱۳۱ میں درج کرایا کہ مولوی محمد حسین کے اس سوال ''پر کہ آپ اس طرح دعا کریں کہ الٰہی میں نے جو اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ملائکہ سے انکار کیا ہے۔ معراج سے انکار کیا ہے۔ بہشت و دوزخ سے انکار کیا ہے۔ اگر ان کفریات میں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج'' حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں اور ایسی باتوں کا منہ پر لانا کفر سمجھتا ہوں۔ پھر یہ کیسے کہوں۔ پھر آپ نے صاف یہ کہہ دیا کہ ہم یوں کہہ دیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اگر اس سے میرا نبوت کا دعویٰ ہے یا

ملائکہ سے انکار یا معراج سے انکار تو مجھ پر لعنت بھیج اس پر بھی شیخ جی مباہلہ سے منکر ہوگئے۔

یہ بیان سراسر کذب وبہتان ہے۔ نہ میں نے اس عنوان سے دعا کا سوال کیا نہ کادیانی نے اس عنوان کی دعا سے پہلے انکار اور پیچھے اقرار کیا۔

میرا سوال یہ تھا کہ اگر آپ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ سمجھتے ہیں اور خود مسیح موعود اور مدعی نبوت ہیں اور نفی نزول ملائکہ اور معراج جسمانی آنحضرت کو حق سمجھتے ہیں تو یوں دعا کریں کہ الٰہی اگر میں ان اعتقادوں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج اور اگر ان باتوں کے آپ مدعی وقائل نہیں تو یوں دعا کریں کہ الٰہی ان باتوں کا میں قائل ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔ کادیانی نے دونوں صورت سوال سے دعا کرنا منظور نہ کیا۔ صرف مجملاً یہ کہنا چاہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ سب خدا ورسول کے فرمودہ کے مطابق ہے اور مباہلہ سے گریز وفرار اختیار کیا۔ اس کی تفصیل بادلیل اس مضمون میں ہوگی جو بعنوان ''مباہلہ سے کادیانی کی گریز'' ہم عنقریب شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

(۱) ''اس مقام میں ہم اہل اسلام حاضرین جلسہ کی شہادات پیش کرتے ہیں جو انہی دنوں میں ہم نے بذریعہ استشہاد حاصل کی تھیں۔ مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں۔

بے شک مولوی محمد حسین نے مرزا کادیانی سے بطریق تفصیل مباہلہ کے خواستگاری کی اور فرمایا کہ اگر تفصیل سے اس کو انکار ہو تو حاضرین مجلس اس انکار کو گریز تسلیم کریں۔ پھر میں اسی اجمال پر ان سے مباہلہ کروں گا۔ مگر کادیانی نے اس امر کو منظور نہ کیا۔ آخرالامر انسپکٹر نے بعد نکال دینے مرزا کے عیدگاہ سے مولوی محمد حسین صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مرزا چلا گیا ہے۔ آپ بھی تشریف لے جاویں۔'' عبداللہ عفی عنہ ساکن امرتسر

(۲) ''شیخ عبدالعزیز صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام امرتسر لکھتے ہیں۔'' میں عیدگاہ میں موجود تھا۔ مولوی ابوسعید صاحب کا میں پیغام لے کر گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ مرزا صاحب نے مولوی ابوسعید صاحب کی کچھ نہ سنی۔'' (محمد عبدالعزیز)

انہی صاحبوں کی تائید وتصدیق بیان میں بہت سے حاضرین وشاہدین جلسہ حسب تفصیل ذیل اپنے دستخط اور العبد کرتے ہیں۔

((۳) احمد علی بن عبدالجبار ابن عبداللہ غزنوی، (۴) حافظ عمرالدین الگجراتی الڈنگوی حال وارد امرتسر، (۵) عبیدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن عفا عنہما الحنان شرپوری،

(۶) عبدالملک بن سید احمد غزنوی، (۷) عبدالاعلیٰ بن عبدالعزیز غزنوی، (۸) خاکسار محمد اسماعیل ساکن موضع بنبانوالہ، (۹) ابوالمبارک عبدالرحمٰن بریلوی حال وارد امرتسر، (۱۰) فضل حق حسین پوری، (۱۱) مجید حسن حسین پوری)

عاجز ہم درمیدان مباہلہ حاضر بود کلام خصمین از باعث کثرت ازدحام بسمعم نہ رسید مگر ازاں اشخاص کہ حاضرین آن مجلس بودند ورات ثقات اند ہمیں شنیدم کہ کادیانی ازمباہلہ بالتفصیل انکار کردوفرار نمود۔

((۱۲) احمد بن عبداللہ غزنوی، (۱۳) ابوادریس عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی، وابہذا اشہد، (۱۴) عبدالاوّل بن محمد بن عبداللہ غزنوی، (۱۵) پیر جمال الدین امام مسجد تیلیاں والی، (۱۶) امیر بخش خیاط، (۱۷) اللہ بخش عرف خدا بخش، (۱۸) اللہ بخش، (۱۹) قادر بخش، (۲۰) غلام قادر، (۲۱) عبداللہ، اسداللہ، محمد سلطان، اللہ بخش، محمد رمضان خیاط، عبدالرحیم، حافظ نور احمد، شیر محمد صوفی، محمد یونس حسین پوری، (۲۲) نورالدین حاضر مجلس، (۲۳) غلام مصطفیٰ خان سابق صدر منصرم امرتسر کٹرہ مہاں سنگھ، (۲۴) غلام محمد رنگریز ساکن امرتسر کٹرہ آہلووالیاں، (۲۵) الٰہی بخش ساکن امرتسر کٹرہ لوہگڑہ ذات افغان پیشہ رنگریزی حاضر مجلس، یہ واقعہ میں نے بھی اس مجلس میں سنا۔ (۲۶) عبدالواحد المعروف نظام الدین خان محافظ دفتر ضلع امرتسر، (۲۷) محمد یامین ٹھیکہ دار حسین پوری، (۲۸) شیخ احمد چپراسی تحصیل امرتسر، (۲۹) امانت اللہ بن رحیم بخش، (۳۰) اللہ بخش، (۳۱) تاج الدین)

شاید کادیانی یا اس کے خلفاء ان شہادات کی نسبت شہادت جلسہ اخیر مباحثہ لدھیانہ کی مانند یہ اعتراض کریں کہ ان میں کسی رئیس کی شہادت نہیں صرف مولویوں اوران کے پیروان کی شہادتیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بھی اپنے بیان متعلق مباہلہ پر کسی رئیس کی شہادت درج نہیں کی صرف خواجہ یوسف شاہ صاحب رئیس امرتسر کا نام لکھ دیا ہے۔ جیسا کہ مباحثہ لدھیانہ کے متعلق صرف چند اعیان کے ناموں کی فہرست چھاپ دی تھی۔ آئندہ آپ کسی رئیس کی شہادت اپنے بیان کی مصدق چھاپ دیں گے تو ہم بھی اپنے بیان کی تصدیق اس کی مثل شہادت پیش کریں گے۔ تازہ دروغ گوئیاں ان حضرات کی اور بہت ہیں۔ مگر بیان کو جگہ نہیں وہ پھر سہی۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۵ نمبر۹ تا۱۲ ص۲۰۵ تا۳۱۵)

حاشیہ جات

۱ اس عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ میں (کادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ یہ آدمی (خاکسار (مولانا بٹالوی) کی طرف اشارہ ہے) اپنی موت سے پہلے میرے ایمان پر ایمان لائے گا اور میں نے دیکھا ہے کہ گویا اس نے مجھے کافر کہنا چھوڑ دیا اور وہ اس سے تائب ہوگیا ہے۔ یہ میرا خواب ہے۔ امید ہے کہ خدا اس کو سچا کرے گا۔

۲،۳،۴ یہ تینوں نام یا صفات قرآن میں جبرائیل علیہ السلام کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔ کادیانی کہتا ہے ان تینوں سے وہی اندرونی صفت محبت سے متولد جبرائیل مراد ہے۔

۵ آنحضرت کو کادیانی کا خاتم الانبیاء کہنا اس معنی پر ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہ آئے گا۔ مطلق نبوت کو کادیانی ختم نہیں سمجھتا۔ وبناءً علیہ وہ خود بھی نبوت کا مدعی ہے۔ (توضیح مرام ص۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰ ملاحظہ ہو)

۶ اس لاف زنی یا پیش گوئی اور اس کی تفسیر میں کادیانی نے اس نشان موت کو آنحضرت کی صداقت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ منقول ہے اور رسالہ (حجت الاسلام ص۷، خزائن ج۶ ص۴۸) میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے: ''کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا تو میں مذہب اسلام چھوڑ دوں گا یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دے دوں گا۔'' چنانچہ کادیانی نے (حجت الاسلام ص۳،۵،۶، خزائن ج۶ ص......) میں یہ بیان کیا ہے کہ: ''مباحثہ سے کوئی بیّن فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنے اپنے تحریروں پر حاشیہ چڑھا چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔'' (ملخص)

پھر (حجت الاسلام ص۷، خزائن ج۶ ص۴۸) میں کہا ہے: ''ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کرلیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خداتعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرلے جس کو خداتعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کردے۔''

پھر (حجت الاسلام ص۸،۹، خزائن ج۶ ص۴۹) میں کہا ہے کہ: ''اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا تو اس کا

جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔‘‘ اس دعویٰ و درخواست کادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے سے جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے تو انکار کیا۔ مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ رسالہ (حجت الاسلام ص۱۳، خزائن ج۶ ص۵۲) میں آپنے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے۔ ’’قولہ بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں۔ اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔‘‘

اور رسالہ (اظہار سچائی ص۱۵، ۱۶، خزائن ج۶ ص۸۰) میں اس کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے۔

نقل خط مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۹؍مئی ۱۸۹۳ء، بمقام امرتسر

’’جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجتہ الاسلام، متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا اور کوئی صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاوں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے مجھے معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔‘‘ دستخط: مسٹر عبداللہ آتھم صاحب‘‘

کسی دعویٰ و درخواست و تجویز و شرط کی بناء پر اور اسی سلسلہ میں کادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا۔ چنانچہ کادیانی نے اپنے (جنگ مقدس ص۱۸۸، خزائن ج۶ ص۲۹۱) میں کہا ہے: ’’ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔‘‘

پھر (جنگ مقدس ص۱۸۸، خزائن ج۶ ص۲۹۱) میں اس کے جواب میں کہا: ’’مگر تاہم میں دعاء کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے۔‘‘ تا آخر لاف زنی منقول ہوئی۔ پھر (جنگ مقدس ص۱۹۰، خزائن ج۶ ص۲۹۳) میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی صاحب سے سوال کیا ہے کہ: ’’اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور اس سے رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہوگی یا نہیں۔‘‘ اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین اہل انصاف پر صاف ثابت و ہویدا ہوگا کہ یہ نشان کادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ

کر عیسائی ہو جاوے گا اور اگر عیسائی نہ ہوا تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے گا۔ اس کی طرف سے ملحوظ برقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا گو فریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو تو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ مگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائیداد فریق مقابل کو دے دے گا۔

۷ اس کی ایک نظیر حضرت صدیق اکبرؓ کا پیش گوئی فتح روم کے متعلق مشرکین مکہ کے اس شرط کو قبول کرنا ہے کہ اگر ۹ سال کے عرصہ روم کو فتح نہ ہوئی تو اس کے بدلے میں سو اونٹ بطور تاوان بھر دوں گا۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ نہ کہا کہ اگر یہ پیش گوئی قرآن پوری نہ ہوئی تو میں دین اسلام چھوڑ دوں گا۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر۱۰ جلد۲ وغیرہ ملاحظہ ہوں اور تفاسیر معالم، فتح البیان وغیرہ)

۸ ان دنوں دہلی میں ایک جوتشی پنڈت اس قسم کی پیش گوئیاں علم جوتش کی مدد سے کر رہا ہے جو حسب اتفاق سچے نکلتے ہیں۔ چنانچہ اخبار عام لاہور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء میں مرقوم ہے۔

پنڈت کانشی ناتھ صاحب جوتشی

دہلی کا اخبار لٹن گزٹ لکھتا ہے کہ ناظرین اخبار کے سامنے ہم اس وقت پنڈت صاحب کی غیب دانی کی ایک اور کیفیت جو ۲۰؍اگست ۱۸۹۳ء کو گزری ہے بیان کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں۔ لالہ جگن ناتھ صاحب ساہو دہلی نہر والہ کے مکان پر جہاں بہت سے رؤساء ہنود اور مسلمان موجود تھے پانچ بجے ایک کھتری صاحب انگریزی خواں سیاہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے آئے اور پنڈت کانشی ناتھ صاحب سے کہا کہ میں آریہ سماج میں ہوں۔ اگر آپ میرے سوال کا جواب دے دیں تو میں اس علم کو سچا سمجھوں اور اس سماج کو چھوڑ دوں۔ پنڈت صاحب نے کہا ہماری طرف سے کوئی چاہے آریہ مت میں رہے چاہے کسی مت میں رہے۔ اس بات سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ ہاں! جو سوال تم اپنے دل میں رکھتے ہو اور اس سوال کا جواب ہم نے ٹھیک دیا تو پھر تو کسی محفل یا سبھا یا کمیٹی میں جا کر کسی کا امتحان مت لینا۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ کل میرے پاس جو سرکار سے پرچہ آیا ہے بابت امتحان اس میں میں نے کتنے نمبر دیئے ہیں۔ آپ بتلائیے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں! میرا سوال یہی تھا اور جو آدمی میرے ساتھ ہیں میں نے ان سے بھی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سوال پنڈت صاحب سے کروں گا۔ مگر یہ بتلائیے کہ میں نے نمبروں میں کون سا ہندسہ دیا ہے۔ پنڈت صاحب نے ہندسہ کا بچار کر کے اسی وقت یہ کہا کہ تم نے آٹھ کا ہندسہ دیا ہے۔ اس نے اسی وقت منظور کیا اور کہا کہ بہت درست ہے۔ آٹھ ہی کا ہندسہ میں نے دیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میری خطاء کو معاف فرمادیں کہ میں نے صدہا آدمیوں میں آ کر آپ سے ایسا پرشن کیا تو پنڈت صاحب نے کہا ہمارے

ہاں تو سینکڑوں سوال ہر روز ایسے ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ریلوے میں ایک دکشنی برہمن نوکر ہے پنڈت جی نے کہا کہ تمہارے گھر اسی مہینے کی سات تاریخ لڑکا پیدا ہوگا۔ سو اسی تاریخ کو لڑکا پیدا ہوا۔ املی کے محلّہ میں ایک پنڈت بنارسی داس کے دو لڑکے چلے گئے تھے۔ پنڈت مذکور نے جوتشی جی مہاراج سے عرض حال کیا۔ چنانچہ آپ نے دو جنتر دیئے جن کی برکت سے بعد دو تین روز کے وہ لڑکے اپنے گھر آ گئے۔ علیٰ ہذا! ایک اور ماڑواڑی کا لڑکا چلا گیا تھا۔ پنڈت جی نے جنتر دیا اور کہا کہ وہ لڑکا جوگمایا کی طرف چلا گیا ہے بعد تین روز کے گھر آ جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک اور لڑکا رام دھن داس کا چلا گیا تھا سو پنڈت صاحب نے کہا وہ بعد پانچ روز کے آ جاوے گا۔ ایک اور زمیندار کا لڑکا چلا گیا تھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ پندرہ روز کے بعد خبر آوے گی۔ چنانچہ خبر آ گئی۔ ایک کھتری صاحب کی گھڑی لے کر ایک کمہار کا لڑکا بھاگ گیا تھا۔ اس نے آ کر پوچھا، پنڈت جی نے کہا کہ اس کا پتہ لگ جائے گا۔ سو پتہ لگ گیا۔ ایک مارواڑی کا مقدمہ تھا۔ اس نے فیصلہ باہمی کی نسبت سوال کیا۔ پنڈت جی نے کہا ہو جائے گا۔ چنانچہ آپس میں فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرا چچا بمبئی گیا ہوا ہے۔ اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ وہ راضی خوشی تو ہے۔ پنڈت صاحب نے کہا کہ اس کی راضی خوشی کی کل خبر آ جاوے گی۔ دوسرے دن اس کی خبر آ گئی کہ وہ راضی خوشی ہے۔ ایک صاحب بلند شہر سے آئے اور پنڈت جی سے مقدمہ کے بارے میں پوچھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ آج یہ مقدمہ ملتوی رہ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسی ایسی صدہا باتیں ہر روز پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ اس سبھا میں بیٹھے تھے سب نے پنڈت جی مہاراج کو دھنیاد (شاباش) دیا اور یہ کہا کہ ہم نے ایسے مہاتما کا درشن نہیں کیا تھا۔ آج کیا۔ خداوندا ایسے سجن کو مدت تک سلامت رکھے۔ پنڈت صاحب کو جو کمال حاصل ہے وہ جوتش اور عمل پر مبنی ہے اور وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ حضرت فلاں ہے۔ شاید یہ کادیانی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پیش گوئیاں جو پنڈت کی ہیں اگر واقعی سچی نکلتی ہیں تو اس کی وجہ ایک پنڈت ایڈیٹر اخبار عام نے خود بیان کر دی ہے کہ یہ علم و عمل جوتش پر مبنی ہے۔ الہام نہیں ہیں۔ دجال کادیانی کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی تو اس پنڈت کی پیش گوئیوں سے بڑھ نہ جائے گی۔ ایسا ہی ایک اور جوتشی ملک دکن کی پیش گوئیاں آج کل سچی نکلتی ہیں۔

چنانچہ اخبار عام ۱۵ر نومبر ۱۸۹۳ء میں ہے۔ علم جوتش کے محققوں کے لئے خبر خالی از دلچسپی نہ ہو گی کہ تھیوصوفیکل سوسائٹی کے جنرل پریزیڈنٹ اور بانی کرنل آلکاٹ صاحب نے اپنا زائچہ شائع کیا ہے اور دکن کے ایک مشہور جوتشی نے از روئے علم کے اس کی نسبت جو کچھ تعبیر لکھی ہے اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کرنل آلکاٹ صاحب ۲۳ر اکتوبر سے ۵ر نومبر ۱۹۱۵ء کے درمیان فوت ہوں گے۔ کرنل صاحب کی تاریخ

ولادت ۲/اگست ۱۸۳۲ء ہے۔ پس اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی ہے اور ابھی بائیس برس تک کرنل صاحب کو زندہ رہنا باقی ہے۔ یہ بھی بتلایا ہے کہ کرنل صاحب کی زندگی میں کیا پیش آیا۔ کب والدہ مریں۔ کب والد فوت ہوئے۔ کب شادی ہوئی۔ کیا اولاد ہوئی۔ کس قسم کا مزاج ہے کیا کچھ پیش آیا اور کرنل صاحب اس پر یہ رائے دیتے ہیں کہ بالعموم اکثر باتیں ایسی صحیح ہیں کہ حیرت ہوتی ہے سنہ وفات کی نقب اس سے پہلے اور دو جوتشیوں نے ان کا زائچہ دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی وہی تاریخ اور سنہ بتایا تھا۔ دجال کادیانی کی تو آج تک ایک بھی پیش گوئی ایسی نہیں نکلی جو پنڈت کانشی ناتھ یا جوتشی دکن کا مقابلہ کرسکیں اور جب کسی صاحب عقل وفہم کے نزدیک جوتشی ان پیش گوئیوں کے ساتھ الہامی نہیں مانی گئی تو کادیانی کو اس پیش گوئی کے سبب اگر وہ واقعی نکلی کیونکر ملہم کیا جائے گا۔

۹؎ وہ چھ مواضع یہ ہیں: (۱)''ان ربک احاط بالناس (بنی اسرائیل: ۶۰)'' (۲)''احاط بهم سرا دقها (کهف: ۲۹)'' (۳)''قد احاط الله بها (فتح: ۲۱)'' (۴)''ان الله قد احاط بکل شئ علما (الطلاق: ۱۲)'' (۵)''احاط بما لدیهم (الجن: ۲۸)'' (۶)''احاطت به خطیئة (بقره: ۸۱)''

۱۰؎ وہ دو مواضع یہ ہیں: (۱)''واحیط بثمره (کهف: ۴۲)'' (۲)''وظنوا انهم احیط بهم (یونس: ۲۲)'' ان چھ مواضع کے علاوہ اور بہت مقام ہیں جیسے احطت بمالم تحط بہ وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل میں تطویل ہے۔

۱۱؎ ان اغلاط کے لکھے جانے کے بعد شامی صاحب جن کا نام محمد سعید ہے۔ قادیان سے چکر کھا کر دو دفعہ خاکسار کے مکان پر بٹالہ میں آئے اور کچھ وقت مقیم رہے۔ میں نے مدارات ومہمانداری کے بعد ان سے ذکر کیا کہ آپ کے خط پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ چونکہ آپ میرے مہمان ہو چکے ہیں اور آپ کی خاطر داری عمل میں آئی ہے۔ لہٰذا آپ پر یہ ظاہر کر دینا مناسب تھا تاکہ آپ ان اغلاط کو مشتہر دیکھ کر رنج اور یہ خیال نہ کریں کہ ایک مہمان کی خاطر داری کے بعد اس کی خاطر شکنی کی، یہ نکتہ چینی اس سے پہلے ہو چکی ہے۔ پھر میں نے بعض اغلاط کو بہ تفصیل بتایا اور مدلل کیا جس پر انہوں نے بعض اغلاط کو (جیسے نمبر۶) تسلیم کیا اور بعض کو (جیسے نمبر۳) کاتب کے ذمہ لگایا اور بعض اغلاط (جیسے نمبر اوّل) کی تصحیح وتوجیہہ میں زور مارا مگر ان سے کچھ بن نہ پڑا۔ پہلے تو یہ کہا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ میں نے کہا کہ پھر بتایئے صحیح کون سی عبارت ہے تو ان سے کوئی عبارت صحیح بتائی نہ گئی۔ پھر لفظ احیط کو اپنے معنی سے پھیرنے لگے تو پھیر نہ سکے۔ اس تحریر کی اشاعت کے بعد وہ کچھ لکھیں گے تو ہمارے اس بیان کی تصدیق کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ! اس دو دفعہ کی ملاقات میں ان سے جو گفتگو ہوئی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ عالم نہیں۔ ہاں! ان کو اشعار عرب یاد ہیں اور شاید خود بھی شعر

کہتے ہوں گے۔ مگر شاعر ہونے سے عالم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اپنی مادری زبان میں جاہل بھی شاعر ہوتے ہیں۔ دیکھو پنجاب میں وارے شاہ، ہدایت اللہ مقبل وغیرہ۔

قادیانی کی تائید ومدح میں شامی صاحب کے قصائد لکھنے کے وجہ ان سے پوچھی گئی اور سوال کیا گیا کہ کیا واقعی آپ قادیانی کو مسیح موعود اور سچا جانتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے قصیدہ ہمزیہ کا یہ بیت مشعر ہے۔

انت الذی وعد الرسول وجند وعداً بہ قد صحت الانبیاء

تو اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ شاعر ایسے ہوتے ہیں جیسے فلاسفر جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور جو وہ کہتے ہیں دل اور اعتقاد سے نہیں کہتے۔ یہ انہوں نے سچ کہا۔ قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ ’’**والشعر أیتبعھم الغاوون الم ترانھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مالا یفعلون (الشعراء:۲۴تا۲۶)** ‘‘یعنی شاعر گمراہوں کے پیشوا ہوتے ہیں۔ تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہر ایک جنگل میں بھٹکتے (یعنی خیال بندی کرتے ہیں) اور وہ جو کہتے ہیں سو نہیں کرتے۔ (یعنی اس پر عمل واعتقاد نہیں رکھتے) امرتسر کے گلی کوچہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدہ ہمزیہ کے صلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دو سو روپیہ دیئے ہیں۔ میں نے شامی صاحب سے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے اس سے انکار کیا اور ان کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مدح وتائید کے صلہ میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرادینے کا ان کو وعدہ دیا تھا۔ وہ اس وعدہ کے بھروسہ پر قادیان میں چار مہینے کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں قادیانی نے ان سے عربی نظم ونثر میں بہت کچھ لکھوایا اور گو دودھ بالائی، آم، مرغ کھلانے سے ان کی اچھی مداراۃ کی مگر ان کے اصل مطلوب نکاح سے ان کو محروم رکھا اور وہ وعدہ پورا نہ کیا۔ ایک عورت فاحشہ سے ان کا نکاح کرانا چاہا مگر اس کے فاحشہ ہونے کا ان کو علم ہوگیا۔ اس لئے اس کے نکاح سے انہوں نے انکار کیا اور دو تین عورتیں اور ان کو دکھائیں۔ مگر وہ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو پسند نہ آئیں۔ آخر وہ قادیان سے سخت ناراض ہوکر چلے گئے۔ جاتے ہوئے خاکسار سے ملتے تو کادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اب میں ایک رسالہ موسومہ بکرامات کادیانی لکھوں گا۔ اس میں کادیانی کی مکاری کا خوب اظہار کروں گا اور انہوں نے مجھ سے اس امر کی درخواست کی کہ میں ان کی یہ سرگزشت وپرحسرت کیفیت مشتہر کروں اور اس پر کادیانی کے اس بے وفائی اور وعدہ خلافی پر افسوس ظاہر کروں۔ اس درخواست کی وجہ سے یہ چند سطور لکھے گئے ہیں اور نیز اس سے عامہ خلائق کی ہدایت وصیانت مقصود ومدنظر ہے تا کہ عام لوگ کادیانی کے دام فریبوں سے واقف ہو جائیں اور اس دام سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اس مضمون کے لکھے جانے کے بعد ہم نے سنا ہے کہ کادیانی کے درپردہ پیرومرشد وبحسب ظاہر مرید حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے شامی کا نکاح کہیں کرادیا ہے۔ اس خبر کے سننے سے ہم

کوخوشی ہوئی اور افسوس نیز۔ خوشی اس لئے کہ مظلوم شامی کی حقرسی ہوئی۔ افسوس اس لئے کہ اب شامی صاحب کی طرف سے رسالہ ’’کرامات کادیانی‘‘ کی اشاعت چندے ملتوی رہے گی۔ شامی صاحب کے نکاح کی تجویز یہ خاکسار کہیں کرادیتا توان سے جس قدر چاہتا کادیانی کے ردومذمت میں نظم ونثر (جیسی ان کو آتی ہے) لکھوالیتا۔ ولیکن یہ پیشہ دلالی کادیانی صاحب ہی کا خاصہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے انہوں نے کئی نامی مریدوں کو دام مریدی میں پھنسایا ہوا ہے۔ جن کے نام نامی اور القاب گرامی مولوی حکیم وغیرہ وغیرہ سے اکثر سکنائے پنجاب واقف ہیں اور ایسے باطل اور ناجائز ذرائع سے کام نکالنا ان ہی کا شیوہ معجزہ ہے۔ لہٰذا یہ جرأت مجھ سے نہ ہوسکی اور میں نے ان کو کسی طرح کی امید نہ دلائی۔ ان دلچسپ حالات کو پڑھ کر ناظرین کو دجال کادیانی جالوں اور چالوں کا پورا علم ہوگا اور اس کے اس دعویٰ باطلہ کا کہ عرب وشام کے مستند فاضلوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ستر بخوبی کھل جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

۱۲؎ وہ میرے ایک عزیز دوست مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں۔ جنہوں نے بذریعہ خط مجھے انہی دنوں اطلاع دی تھی کہ یہ شخص سہارنپور میں میرے ساتھ پڑھتا تھا۔ میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اس کے بعد شامی صاحب نے بھی عندالملاقات بیان کیا کہ میں سہارنپور پڑھتا رہا ہوں۔

۱۳؎ شامی صاحب سے (عندالملاقات) دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کلمہ کہا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔ یہ مجھ پر افتراء اور کذب ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی نقل وبیان میں کاذب ومفتری کون ہے؟ کادیانی یا دیرہ دونی یا شامی بہرحال ہمارا جھوٹا کہیں نہیں گیا۔ کادیانی ہو یا دیرہ دونی یا شامی اور یہ کلام پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اگر شامی صاحب جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی تعریف وتائید کادیانی لائق اعتبار نہیں اور اگر دیرہ دونی نے یہ افتراء کیا ہے تو اس کی نقل پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور اگر یہ کادیانی کی من گھڑت ہے تو آپ کے دعاوی حقانیت ومسیحائیت وولایت ونبوت سب غلط ہوتے ہیں۔ کیا ایسے مفتری کذاب بھی سچے مسیح وولی ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

۱۴؎ یا لفظ اس لئے بولا گیا ہے کہ تقلید کے لفظ سے بعض مدعیان ترک تقلید ناخوش ہوتے ہیں۔ وہ بجائے تقلید اتباع یا پیروی کا لفظ پسند کرتے ہیں۔

۱۵؎ ناظرین تعجب کریں گے کہ کادیانی صاحب مردان کو یہ رحمی مرض کیسا حضرات! اس کی وجہ آپ ان ہی سے پوچھے۔ اس مرض کا حال آپ نے خود مجھے بتایا تھا اور پھر اس پر تبسم فرمایا۔ شاید بطور کرامت وخرق عادت آپ کے اندر رحم بھی ہو اور بشیر موعود اسی سے متولد ہو۔

۱۶؎ مولوی غلام علی تو مدت سے مرزائی مشہور ہیں۔ منشی ناصر نواب توبہ کے بعد مرزائی ہوئے ہیں۔ منشی صاحب سیکرٹری چھپے مرزائی ہیں۔ جن کے مرزائی ہونے پر تین دلائل ہیں۔

اوّل: یہ کہ وہ مطالعہ رسائل کادیانی کے اثر سے اس کا یہ مسئلہ مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں جو کادیانی کے جملہ کفریات کا اصل اصول ہیں۔

دوسری دلیل: یہ کہ انہوں نے کادیانی کے ازالہ کے فروخت واشاعت میں خوب سعی کی۔ پہلے تو انہوں نے انجمن کے مکان میں اس کو لا رکھا تھا۔ مگر جب راشد ممبران انجمن نے اس پر اعتراض کیا تو اس کو اپنے گھر میں لے جا رکھا اور فروخت کیا۔

تیسری دلیل: یہ کہ انہوں نے ایک کھلے حواری اور خلیفہ خاص کادیانی کو انجمن کے واعظوں میں نوکر رکھا مگر لوگوں کی زبان بندی کے لئے اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ اپنے دورہ وعظ میں کادیانی کے خیالات کی اشاعت نہ کرے اور چونکہ یہ شرط ناممکن الایفاء تھی اور اپنے دلی خیالات کی اشاعت کسی سے ترک نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا واعظ مذکور جہاں گیا۔ بٹالہ، فتح گڑھ، پسرور وغیرہ وہاں اس نے خیالات کادیانی کی تبلیغ واشاعت کی۔ اس کے اس خلاف ورزی شرط پر خاکسار نے اپنی خاص تحریر کے ذریعہ سے منشی صاحب سیکرٹری کو اطلاع دی اور اس کے ساتھ بعض علماء فتح گڑھ کی تحریری شہادت بھی ارسال کی تو منشی صاحب سیکرٹری نے خاکسار کی اس تحریر اور اس شہادت کو نظر توجہ سے نہ دیکھا اور اس مرزائی کو اس عہدہ سے موقوف نہ کیا اور میری تحریر کا شاگرد ہو کر یہ گستاخانہ جواب دیا کہ آپ کی تحریر داخل دفتر ہوگئی ہے۔ یعنی ڈسمس۔

آخر جب اس واعظ پر ایک عورت کے اغواء کا الزام قائم ہوا اور اس الزام کو بعض راشد ممبران انجمن نے پرائیویٹلی تحقیق سے ثابت کر دیا تو منشی جی کو مجبور ہو کر اس واعظ کو موقوف کرنا پڑا۔ منشی جی کے ان خیالات وحرکات کے سبب خاکسار نے ان کو اپنے تلامذہ اور احباب کے زمرہ سے خارج کر دیا اور ایک معاملہ متعلقہ انجمن میں ان کو خط لکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں سلام مسنون نہ لکھا۔ اس پر منشی جی ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۳ء کو ملے تو شاکی و متفسر ہوئے کہ کیا اعتقاد وفات مسیح علیہ السلام کے سبب میں کافر خارج از اسلام ہوگیا ہوں کہ مجھے سلام مسنون سے یاد نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب ان کو اسی وقت یہ دیا گیا کہ اگرچہ صرف اعتقاد وفات مسیح مطلقاً موجب کفر وخروج از اسلام نہیں ہے۔ مگر جن اصول ولوازم سے کادیانی نے وفات مسیح کا اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ ان کا مان لینا بے شک کفر از اسلام سے خارج کرنے والا اعتقاد ہے۔

اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب مجھ کو چھوڑنے والے دوستوں میں سے منشی صاحب سیکرٹری کو پیش کریں گے تو اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ منشی صاحب سیکرٹری نے خاکسار کو نہیں چھوڑا بلکہ خاکسار نے ان کو مرزائی سمجھ کر چھوڑا ہے۔

۱۷؎ مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے خط دوم میں ظاہر کیا ہے کہ اس فتویٰ پر دستخط میں نے خود کئے ہیں۔

۱۸؎ عزیز مولوی صاحب کا خط دوم ہمارے اس بیان کی تصدیق عنقریب ہوگی۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کادیانی کے عربی خطبہ کتاب وساوس کی بعض اغلاط کی فہرست

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کادیانی نے جو خطبہ اور مقاصد کتاب وساوس میں عربی عبارت لکھی ہے اس سے اس کے بعض حمقاء اتباع اس کا ولی وصاحب الہام ومہبط کلام الٰہی ہونا نکالتے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اس شخص نے کسی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہیں پائی اور کسی استاذ کی عربی میں شاگردی نہیں کی۔ باایںہمہ ایسی ادّق اور مقفٰی عربی اس نے لکھ ڈالی ہے تو یہ بجز الہام وتعلیم الٰہی کیونکر ہوسکتی ہے اور بعض جہلاء اس سے اس کا عالم متبحر ہونا ثابت کر رہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ کادیانی عالم متبحر اور عربی میں بڑا ماہر ہے۔ نہ ہوتا تو اتنی لمبی اور مشکل عبارت کیونکر لکھ سکتا۔ مگر حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد اور دعویٰ الہام میں کاذب ہونا نکالتے اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔ اس میں بہت سے محاورات والفاظ کادیانی نے ازخود گھڑ لئے ہیں۔ عرب عربا سے وہ منقول نہیں اور جو اس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں۔ ان میں اکثر صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں اور ان کے راقم کو عربی سے جاہل اور الہام وکلام الٰہی سے مشرف ومخاطب ہونے سے عاطل کہنا زیبا ہے۔

ہم ان اغلاط کی تفصیل اس وقت کریں گے۔ جب کادیانی صاحب ہماری شرط کو جو (نمبر۲ جلد۱۵ ص۴۳) میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ منظور کر کے اس کا اشتہار دیں گے۔ اس مقام میں ہم ان اغلاط عبارت مذکور کو بطور مشتے نمونہ خروارو یکے از ہزار شائع کرتے ہیں جو ہمارے بعض احباب اہل علم نے بیان کی ہیں۔ مگر اس سے پہلے ایک تمہید کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس اغلاط گیری ونکتہ چینی سے کادیانی کا عربی سے جاہل اور شرف الہام وکلام الٰہی سے عاطل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔ باوجودیکہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ غلطی بڑے بڑے لائق اشخاص سے ہو جاتی ہے اور وہ ان کی لیاقت میں بٹہ نہیں لگاتی۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ شعر

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان رزم میں
وہ طفل کیا کرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

وہ تمہید یہ ہے: خدائے تعالیٰ وتقدس اور اس کے رسول معصوم ومقبول کے بعد کسی شخص کا اپنے کلام میں کوئی غلطی کرنا محل تعجب نہیں بلکہ کسی انسان سے اس کے انسانی کام میں

غلطی نہ ہوتو یہ امر موجب تعجب ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے سہو ونسیان جو غلطی کا منشاء ومولد ہے ایک لازمی امر ہے اور مقولہ ''اوّل ناس اوّل ناس'' اور مقولہ ''الانسان یساوق النسیان'' مسلمہ مقولے ہیں۔

بناءً علیہ کسی لائق انسان کے کلام میں مطلق غلطی اس کے علم وفضل وکمال میں نقصان وزوال کی موجب نہیں ہوسکتی۔ بڑے بڑے شاعر امرائقیس اور اس کے ہمسر ایسے گزرے ہیں کہ ان کے کلام میں دوسروں نے غلطیاں نکالی ہیں اور پھر ان کی شاعری غیر مسلم نہیں ہوئی اور بہت ادیب، خطیب ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے بعض محاورات میں لغزش کھائی ہے۔ پر وہ ان کی منقصت کی موجب نہیں سمجھی گئی۔ لہٰذا غلطی کلام سے متکلم کی بے علمی ونالائقی ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرط یا اصول مقرر ہونا چاہئے۔ جس میں معذرت بالا کی گنجائش نہ ہو۔

ہمارے نزدیک اور ہر ایک صاحب خبرت وانصاف کے نزدیک وہ شرط یا اصول یہ ہے کہ غلطی جو کمال میں نقصان یا زوال پیدا کرتی ہے۔ وہ ہے جس کا صدور اہل علم وکمال سے عادۃً محال ہو اور اگر وہ معمولی اور ممکن الوقوع غلطی ہو تو اس کا وقوع وصدور اس کثرت سے نہ ہو اس کا نمبر فیصدی پچاس سے بڑھ گیا ہو۔

محال ہونے صدور کی مثال عربی کا ایک یہ فرضی جملہ ہے۔ ''ضَرَبَ زیدٍ عمروٌ وفی الدار وقائمٍ بالخشبةَ'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ زید نے عمرو کو گھر میں کھڑا ہو کر لکڑی سے مارا۔ اس جملہ میں زید کو جو ضرب کا فاعل ہے۔ زیر سے پڑھنا اور عمر کو جو مفعول بہ ہے پیش سے اور دار کو جو فی کا مجرور اور معروف بلاّم ہے۔ تنوین اور پیش لگانا اور قائماً کو جو حال ہے زیر دینا خشبہ مجرور کو زبر ایسی اغلاط ہیں کہ ادنیٰ اہل علم سے جس کو کم سے کم نحو کی پہلی کتاب (نحو میر) بھی آتی ہو ان کا صدور محال ہے اور جس کے منہ سے ایسی غلطی نکلے۔ اس کو کسی اہل علم کا اہل علم سمجھنا ناممکن ہے اور جو ایسے شخص کو اہل علم سمجھے۔ وہ خود جاہل وبے علم کہلاتا ہے۔

کثرت غلطی کی تحدید پر دلیل لانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ آج کل بچہ بچہ جانتا اور مانتا ہے کہ جو پرائمری سکول کا طالب علم فیصدی پچاس سے کم نمبر پاتا ہے وہ پاس نہیں ہوتا اور جس شخص کی کلام میں غلطی زیادہ اور صحت ایسی کم ہو۔ جیسے آٹے میں نمک ہوتا ہے وہ اہل علم نہیں کہلاتا۔

یہ مدعی علمی کمال کی کلام میں غلطی نکالنے کی شرط واصول ہے اور اگر کسی کلام کے الہامی ہونے کا دعویٰ ہو۔ یعنی اس کو کلام خدا کہا جانے (رسول علیہ السلام پر اس کے نازل ہونے کا دعویٰ ہو خواہ کسی قائم مقام رسول پر جس کو رسول کی مانند معصوم اور غلطی وخطاء سے محفوظ سمجھا جائے) تو اس کلام میں مطلق غلطی نہ ہونا شرط ہے اور اس میں ایک غلطی بھی اس کے الہام ہونے کی مبطل ہے۔ الہامی کلام میں فیصدی یا فی ہزار یا فی لاکھ (مثلاً) ایک غلطی بھی ہوگی تو وہ کلام الہامی نہ سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو اس کلام کا متکلم فرض کیا گیا ہے۔ اس سہو ونسیان سے جو غلطی منشاء ومولد ہے پاک ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ''وما کان ربک نسیاً (مریم:۶۴)'' لہٰذا جس کلام میں غلطی ہو ایک غلطی ہی کیوں نہ ہو وہ خدائے پاک اور مقدس کا کلام نہیں۔ اس شرط واصول کو ناظرین باتمکین محفوظ ملحوظ رکھیں گے اور پھر کادیانی کی ان اغلاط کو جو ہم بیان کریں گے غور وتوجہ سے ملاحظہ کریں گے تو یقین اور ایمان لائیں گے کہ وہ اغلاط اس قسم (لائق معافی) سے نہیں ہیں کہ وہ کادیانی کے دعویٰ علم وکمال ظاہری وباطنی میں خلل انداز نہ ہوسکیں بلکہ وہ ایسی اغلاط ہیں جو کادیانی کے کمال علم والہام کو خاک میں ملاتی ہیں۔ ان میں بہت ہی غلطیاں ایسی ہیں کہ ان کا صدور نحو میر جاننے والے سے بھی ناممکن ہے۔ جیسے اس کے لفظ ''فوہ'' کو بحالت خیر واؤ سے لانا یا افعال متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول کو جمع اور دوسرے مفعول کو مفرد لانا یا مبتداء کو جمع اور اس کی خبر کو مفرد لانا۔ جس کی مثالیں فہرست آئندہ میں موجود ہیں یا اس کا صفحہ ۱۳ سطر ۸ میں جملہ سمئنا متجرعاً میں ذوالحال ضمیر سمئنا کو جمع اور اس کے حال متجرعاً کو مفرد کرنا یا صفحہ ۱۲ سطر ۵، ۶ میں صیغ مضارع یقوم، یخاف، یبالی کو ان کے شرط ہونے کی حالت میں مرفوع کرنا۔ جزم نہ دینا۔ جن کی تصحیح اس نے کسی اہل علم کی اصلاح سے غلط نامہ کتاب میں کی ہے اور اس سے یہ بات جتائی ہے کہ اس کی قلم سے یہ اغلاط اس وجہ سے نکل گئی تھیں کہ اس کو نحو میر کے مسائل نہیں آتے۔ کیونکہ یہ اغلاط کاتب کی اغلاط نہیں ہوسکتیں۔ کاتب اصل لفظ کی جگہ ایسے لفظ تو لکھ دیتا ہے جس کو جاہلانہ شہرت سے صحیح سمجھتا ہو جیسے کسی نے خرموسیٰ صعقا کی جگہ خرعیسیٰ لکھ دیا تھا۔ کاتب جاہل سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو لفظ اس کا ہم شکل نہ ہو اور اس کے جاہلانہ خیال میں بھی کبھی نہ گزرا ہو اس کی جگہ دوسرا لفظ جیسے متجرعین کی جگہ متجرعاً اور نحیف کی جگہ نحاف درج کر

دے۔ یہ ضرور حضرت ہی کے اغلاط ہیں۔ آپ کا اصل مسودہ ایک مجلس میں پیش کر کے اس پر آپ سے مباہلہ کرایا جائے تو ضرور چور پکڑا جائے اور جو غلطیاں آپ کی کلام میں معمولی اور اہل علم سے ممکن الصدور ہیں اور اس لئے وہ قابل عفو بھی ہیں جیسے صلابت میں من کی جگہ عن لانا وعلیٰ ہذا القیاس وہ اس حد کثرت کو پہنچ گئے ہیں کہ اس کثرت کے ساتھ کوئی ممتحن خواہ کیسا ہی متاہل ونرم ورحم دل ہو کادیانی کو پاس نہیں کر سکتا اور اہل علم ہونے کا ڈپلومایا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا اور ان غلطیوں سے (قسم اوّل سے خواہ دوم سے) اس کلام کی نسبت الہام کا خیال (کادیانی کو ہو خواہ اس کے اتباع جہال کو) تو ایسا ملیامیٹ ہوتا ہے کہ اس میں کسی اہل عقل وانصاف کو شک وتأمل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے ہم نے ان اغلاط کی تفصیل وبیان سے تعرض کیا ہے۔ ورنہ بجز خدا اور رسول کے کون شخص ہے جو غلطی نہیں کرتا۔

تمہید ختم ہوئی۔ اب وہ فہرست بضمن ایک نقشہ کے بیان ہوتی ہے۔

مگر وہ عموماً تب شائع ہوگا جب کہ کادیانی کی تفسیر عربی سورۂ فاتحہ شائع ہو چکے گی۔ کیونکہ اگر یہ نقشہ اس سے پہلے شائع ہوا تو کادیانی اس نقشہ کو دیکھ کر اس قسم کی غلطیاں تفسیر کی درست کر لے گا۔ پھر ہم کو اس تفسیر سے پوری نکتہ چینی کا موقعہ نہ رہے گا جو معاون اہل علم اس نقشہ کو قبل اشاعت عام دیکھنا چاہیں وہ حلفی عہدہ دے کر اس کو طلب کر سکتے ہیں۔

(نوٹ: مرزا کی دافع الوساوس کا دوسرا نام آئینہ کمالات اسلام ہے۔ خزائن کی جلد۵ مکمل اسی کتاب پر مشتمل دافع الوساوس یا آئینہ کمالات اسلام کے صفحات اور خزائن کے صفحات ایک ہیں۔ اس لئے آگے خزائن کے صفحات کے اندراج کی ضرورت نہیں۔ مرتب!)

نمبر	صفحہ	سطر	غلط لفظ خط والا	اصلاح	وجہ کیفیت
۱	۱	۱۰	جعلهم شموس الارض وحجج الدين وحرز الايمان	حصون	حرز واحد ہے اور یہ محل محل جمع ہے۔ کیونکہ یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے جس کا مفعول اوّل ضمیر جمع ہے۔

۲،۳	//	۱۲	جعلهم منهلاً لا يغور ومتاعاً لايبور	مناهل لا تغور وامتعة لا تبور	یہ ہے کیونکہ یہ دونوں جعل کے دوسرے مفعول ہیں اور پہلا مفعول ضمیر جمع ہے
۴	۲	۳	اخراج غيره عن الحنان	من	خروج وخراج کا صلہ من آتا ہے۔ فخرج منها خائفا يترقب فاخرجنا منه خضرا
۵	۳	۴	اطرد النفوس بين وخده وذميل	سير	یہ تمام فقرہ بے معنی تک بندی ہے اور خاص اطرد جس معنی ''چلانے'' کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وہ اس کے معنی نہیں بلکہ وہ لفظ سیر کے ہیں اور طرد کے معنی دفع کرنے اور دھتکارنے کے ہیں۔ اطراد اس دفع کا حکم دینا۔
۶،۷،۸	//	۷	ربا الاشجار حتى استاثر الثمر وتسمن	استاثرت بالاثمار واتسمت	یہ بھی خلاف محاورہ تک بندی ہے۔ ومعہذا اس میں ضمیر اشجار فاعل۔ لہٰذا اس کے افعال استاثرت وتسمنت چاہئیں اور بجائے ثمر اثمار حرف با سے جو اختصاص پیدا کرے۔
۹	۳	۹	التقوا حلقتا البطان	التقت	یہ ایک مثل انہی الفاظ سے سائر ودائر ہے اور مثل میں جائز ہی تغیر نا جائز ہے اور یہ تو جائز ہی نہیں۔ التقو میں ضمیر فاعل لگاوے تو حلقتا البطان کیا ہوگا؟
۱۰	//	۱۷	برزوا السيوف	سلوا يا ابرزوا	سیف کے لئے سل ہی مناسب ہے۔ اگر مادہ براز ہی کا شوق وذوق تھا تو ابرزوا باب افعال سے متعدی چاہئے تھا نہ برزوا لازم۔

۱۱تا۱۶	۴	۴،۵	فاعطاهم الله قلبا متقلبا مع الحق. ولسانا متخليا بالصدق وجنانا خالبا من الحقد	قلو بامتقلبه والسنة متحلية واجنانًا خالية	یہ الفاظ مع اپنی صفات کے اعطی کے دوسرے مفاعیل ہیں اور اس کا پہلا مفعول ہم ضمیر ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ بھی بصیغہ جمع چاہئیں۔
۱۷	۴	۷	انهم برهان رسالة	براهين	یہ اسم ان ضمیر جمع کی خبر ہے۔ لہٰذا جمع چاہئے۔
۱۸تا۲۲	//	۸	كلو احد منهم اوذى وعنى وخوف فماد هنو وما استكانو حتى قضوا نجهم واثروا	فما دهن وما استكان حتى قضى نحبه واثر	ان افعال کے فاعل اور ضمیر ہم ثانی کا مرجع کلوا مفرد ہے۔ لہٰذا افعال بھی مفرد چاہئیں۔ جیسے ان کی نظائر سابقہ ذی وعنی وخوف ہیں اور وہ ضمیر بھی مفرد چاہئے۔
۲۲	۴	۹	قوم موجع	موجعون	قوم اسم جمع ہے۔ اس کے صفات وافعال قرآن مجید میں صدہا مواضع میں جمع آئے ہیں۔ علی قوم کافرین. بل انتم قوم تجهلون. ان القوم استضعونی وغیرہ وغیرہ
۲۴	۵	۸	علی شرهم راصعون	بشرهم	رصع کا صلہ حرف با ہے۔ رصع به کفرح لزق (قاموس ومنتہی الارب)

۲۶،۲۵	۱۱،۵	۸،۱۵	تعالِ	تعالَ	بچے بھی جانتے ہیں کہ یہ لفظ مکسور نہیں (قاموس منتہی الارب دیکھو)
۲۷	۶	۵	بعقل الناقص	بالعقل	ناقص لغت معرف ہے۔لہٰذا اس کا موصوف عقل بھی معرف چاہئے۔اے کادیانی! ناقص العقل
۲۸	۶	۸	لایعطیه الالوحید	وحیدا	اعطیت کے دونوں مفعول بلاواسطہ آتے ہیں۔نحومیر میں ہے اعطیت زیداً درہما ایسا ہی قرآن شریف میں ہے۔اعطی کل شی خلقه. انا اعطیناک الکوثر کادیانی جاہل کو نحومیر یاد نہیں تو سورہ ''اعطیناک'' بھی یاد نہیں۔
۲۹	۷	۱۱	ماکنت ان ابی من امر ربی	ابی امر ربی	ابی یابی کا مفعول بلاواسطہ آتا ہے۔ ابی یکون مع الساجدین. یابی الله الا ان یتم نوره ابی الشی یا باه (قاموس)
۳۰	۸	۱۰	هم حجة الله هم خزنة	حجج	یہ لفظ ہم ضمیر جمع کی خبر ہے۔لہٰذا جمع چاہئے۔
۳۱	۸	۱۱	اسرار الشرع وماهر الاصول	مهره	یہ لفظ بھی ہم ضمیر جمع کی خبر ہے۔لہٰذا جمع چاہئے۔کادیانی نے غلط نامہ میں اس غلطی کو تسلیم کر کے کسی کے بتانے سے اس کی اصلاح کی ہے۔مگر چونکہ اس کی نظائر حجة وغیرہ کی اصلاح نہیں کی۔لہٰذا یہ عفو کے لائق نہیں۔وہ اپنے علم سے اس کی اصلاح کرتا تو دوسری نظیر کی بھی اصلاح کرتا۔

۳۲	۸	۱۸	سالتھما من رب الارض	سالتھما رب الارض	سال کے دونوں مفعول بلاواسطہ آتے ہیں۔ واذا سالتموھن متاعاً اعطاکم من کل ما سالتموہ بچوں کو نحومیر یاد کراتے ہیں تو حروف زوائد کا مجموعہ سالتمونیہا یاد کراتے ہیں۔
۳۳	۱۱	۷	ما اسرّنی	سرنی	خوش کرنے کے معنی میں سر مجرد آتا ہے۔ تسرّ الناظرین اور اسر مزید کے معنی بات چھپانے یا آہستہ بات کہنے کے ہیں۔ واسروہ بضاعۃ. واسرھا یوسف. سواء منکم من اسر القول. واذا اسر النبی
۳۵،۳۴	۱۲	۹	لا تکبحون افواھکم ولا تکمحون (اے افواھکم)	لا تکبحون ولا تکمحون	کبح و کمح لگام کھینچنے کو کہتے ہیں نہ لگام دینے یا چڑھانے کو۔ لہٰذا افواہ کا ذکر فضول اور بے محل ہے۔
۳۶	۱۳	۵	رَوْع	رُوْع	روع بمعنی دل مغموم ہے۔ روع مفتوح خوف کے معنی میں ہے۔ فلما ذھب عن ابراھیم الروع
۳۷	״	۸	تصرف من خطط	عن	صرف کا صلہ عن آتا ہے۔ ساصرف عن آیاتی
۳۸	۱۴	۱۵	یردسون علی وبیننا	یردسون وبیننا	ردس بلاواسطہ متعدی آتا ہے۔ ردس القوم رساھم بحجر (قاموس)
۳۹	۱۵	۵	بتلک الافتراء	بذلک	افتراء استعمال مین مذکر ہے نہ مونث

۴۰تا۴۲	//	۶،۷	لوقتلت اولادی باعیننی وقطعت ایدی وارجلی	بعینی ویدی ورجلی	وحدت متکلم کی حالت میں جمعیت ان الفاظ کی بے معنی ہے۔ وحدت مناسب ہے۔ ’’ولتصغ علی عینی‘‘ عین جمع ہی لانا تھا۔ اعیننی میں نون وقایہ لانا بے وجہ ہے۔
۴۳	//	۱۹	اسروا	سرو	وجہ نمبر۳۳ میں گزری
۴۵	۱۶	۴	فاذاھبت نسیم الالھام فَامرت	امرت (بغیر فاء)	جزاء شرط ماضی بغیر قد ہو تو حرف فا کو جزاء میں لانا منع ہے۔ (ہدایۃ النحو)
۴۶	//	۵	حصبا حصبا	خصبا خصبا	خصب بمعنی فراخی ضد قحط حرف خائے معجمہ سے ہے نہ مہملہ سے۔
۴۷	//	۶	حدل	حدرا	حدل بمعنی ظلم ہے۔ نہ اترنے کے معنی میں جو کادیانی کی مراد ہے۔ چنانچہ اس کا صلہ الی مشعر معنی حدر ہے۔
۴۸	۱۷	۱	لم یاووہ	لم یوووہ	اوی یاوی لازم فعل ہے۔ او اوی الی رکن شدید اور یہاں متعدی چاہئے۔ اوی یووی سے آویناھما الی ربوۃ
۴۹	//	۵	من فوہ	من فی	نحو میر والے بچے بھی جانتے ہیں کہ فو حالت جر میں فی بن جاتا ہے۔
۵۰	//	۱۴	اسرا ھل الصلاح	سر	وجہ نمبر۳۳ میں گزری
۵۱	//	۱۶	قبولیۃ	قبولہ	عربی میں قبول خود مصدر ہے۔ اس کو یاوتا لگا کر اردو فارسی خوان جاہل مصدر بناتے ہیں۔

۵۳،۵۲	۱۷	۱۷	القوم یمکر القوم یرید	یمکرون یریدون	وجہ نمبر۲۳ میں گزری
۵۵،۵۴	۲۰	۸	قوم یقال لہ حزب یقال لہ	لھم //	حزب بھی قوم کی مانند صفت واقع ہوتا ہے۔جمع چاہتا ہے۔’’الا انّ حزب اللّٰہ ھم المفحون‘‘کن حزب بما لدیھم فرحون
۵۶	۲۱	۵	لکمہ لیس لہ اصل	لھا	ہدایۃ النحو والے بھی جانتے ہیں کہ کلمہ مونث ہے۔
۵۷	//	۱۲	وان کان الامر خلاف ذالک فنبذناہ	نبذناہ (بغیر فا)	وجہ نمبر۴۴ میں گزری۔یہ تکرار بھی کادیانی کی بے علمی کی قطعی دلیل ہے۔سہو قلم کی یہ شان نہیں۔
۵۸	//	۱۹	تدبروا فی جوابی	تدبروا جوابی	تدبیر بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔’’افلا یتدبرون‘‘
۵۹	۲۲	۳	لاتدخلوا فی علم اللّٰہ	لاتخوضوا	کسی کے کلام مین دخل نہ دینا فارسی محاورہ ہے۔عربی میں دخل در معقولات کی جگہ خوض بولتے ہیں۔
۶۰	۲۲	۶	مجادلا مع الاعداء	مجادلا اعداء	جدال بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔’’اتجادلون فی اسماء. وجادلھم بالتی ھی احسن‘‘
۶۱	//	۸	ان اک کاذباً فکفی اللّٰہ	کفی اللّٰہ (بغیر فاء)	وجہ نمبر۴۴ میں گزری۔یہ تکرار بھی کادیانی کی جہل کی دلیل قطعی ہے نہ سہو کی۔
۶۲	۲۲	۱۵	فی قومی	لقومی	عربی میں مدعو لہ کو لام سے ذکر کرتے ہیں۔ہندی میں کہتے ہیں اس کے حق میں دعا کرو۔

۶۴،۶۳	״	۱۶	بنبیّک خاتم النّبیین وشفیع مشفع	والشفیع المشفع	بنبیّک معرف ہے۔اس کے لغت بھی معرف چاہئے۔
۶۵	״	۱۸	یلعنون علیّ	یلعنوننی	فعل لن یلعن بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ ’’لعناھم والعنھم لعنا کبیرا‘‘ کادیانی نے ہندی محاورہ کا ترجمہ کردیا کہ خدااس پرلعنت کرے۔
۶۶	۲۳	۴	ارحم علیھم	ارحمھم	یہاں بھی کادیانی نے ہندی محاورہ کا ترجمہ کردیا ہے۔عربی میں توفعل رحم یرحم بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ ’’لورحمناھم‘‘اب ’’ارحمھما‘‘

اس قسم کے اغلاط اس خطبہ میں اور بھی بکثرت ہیں۔مگر اس فہرست میں صرف نمونہ دکھایا گیا ہے۔اب ناظرین اہل علم داد انصاف دیں کہ یہ اغلاط اور اس کثرت کے ساتھ کسی اہل علم عربیت سے سرزد ہوسکتے ہیں یا الہامی کلام میں ان کا وقوع ممکن ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۵ نمبر۱۲ ص۳۱۶ تا ۳۲۸)

حاشیہ جات

۱؎ یہ لفظ کادیانی اپنی تصانیف میں جہاں کہیں لایا ہے اسی طرح باب افعال سے لایا ہے۔تین مقام اس کتاب میں ہیں جو اس فہرست میں بیان ہوئے ہیں۔چوتھا مقام رسالہ اظہار ہے جس کا یہ لفظ صفحہ۳۶۴ میں بیان ہوا ہے۔پانچواں مقام کادیانی کا رسالہ تحفہ بغداد ہے جس کے صفحہ۶ میں لکھتا ہے:’’ایھا الاخ الصالح استرک اللہ‘‘اس لفظ کو کادیانی کا بار بار اسی باب افعال سے لانا اس کی جہالت پر قطعی دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جاہل کو سر یسر کا محاورہ قرآن اور لغت عرب سے معلوم نہیں۔یہ استانی جی سے بھی آیت ’’تسر الناظرین‘‘نہیں پڑھا اور نہ اس کا معنی سیکھا ہے اور یہ لفظ جو بار بار اس کے قلم سے نکلتا ہے اس کی جہالت کا نتیجہ ہے۔یہ سہو کاتب نہیں۔کاتب کا سہو تو ایک جگہ ہو نہ التزام کے ساتھ ہر جگہ اور ہر ایک تصنیف میں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کادیانی پر فتح یابی

اشاعۃ السنۃ کا شکرانہ

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سال گزشتہ میں اشاعۃ السنۃ کی خدمت اسلامی کی کیفیت کیا عرض خدمت ناظرین ومعاونین ہو۔ وہ ناظرین پر ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں اور جو اس خدمت کے صلہ میں خدائے تعالیٰ کے اس پر انعام واکرام ہوئے ہیں ان کا شکریہ کس زبان سے ادا ہو۔ زبان دہان میں طاقت نطق وتبیان نہیں۔ ان انعامات کی کسی قدر تفصیل اشاعۃ السنۃ نمبر۱۱ جلد۱۵ میں ہوچکی ہے۔ اس مقام میں ایک بڑے بھاری انعام خداوندی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسلام کا ایک چھپا دشمن، آنحضرت ﷺ کا مخفی حریف، مسیلمہ ثانی، دجال زمانی مرزاغلام احمد قادیانی جو سالہا سال سے درپے تخریب اصول اسلام وجملہ سماوی ادیان تھا اور ان ادیان کے مقابلہ میں وہ ایک نیا دین دنیا میں پھیلانا چاہتا تھا اور اس غرض کے حاصل کرنے اور اس مہم کو فتح کرنے اور اصول اسلام وغیرہ ادیان کا قلع قمع کرنے کے لئے اس کے پاس ایک یہی آلہ یا حربہ تھا کہ: ''میں خدا کی طرف سے مبعوث ہوکر تجدید دین کے لئے آیا ہوں اور اپنے ساتھ آسمانی نشان ومعجزات لایا ہوں۔ میں خدا کا مرسل نبی، محدث، مجدد، عیسیٰ، مہدی، آدم، احمد، مبشر، بزمان عیسیٰ ہوں اور جو کچھ میں دین اسلام میں تجدید کروں (یعنی نئی باتیں نکالوں) وہ سب کے لئے واجب القبول ہیں۔ جو لوگ ان کو نہ مانیں گے وہ یہودی ہوں گے اور وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ **الیٰ غیر ذلک من المزخرفات!**''

اس کو اسلام کے خادم اشاعۃ السنۃ نے پسپا کیا اور اس کے حربہ یا آلہ کو بیکار دیا۔ اپنی جلد۱۵ اور اس سے پہلی جلدوں میں اس آلہ یا حربہ کادیانی کا گلٹ یا ملمع کھول دیا اور کس وناکس پر جو ادنے درجہ تک فہم وانصاف رکھتا تھا یہ ظاہر وثابت کردیا کہ یہ شخص مامور ومبعوث نہیں ہوسکتا۔ یہ نہ مرسل ہے، نہ نبی، نہ محدث، نہ مجدد، نہ عیسیٰ، نہ مہدی، نہ آدم، نہ احمد بلکہ یہ مسیلمہ ثانی اور دجال زمانی ہے اور خدا کی طرف سے یہ کسی قسم کا معجزہ یا نشان آسمانی نہیں دیا گیا اور نہ ایسے شخص کو معجزہ یا نشان دیا جانا ممکن ہے۔ یہ معجزات ونشانات کا دل سے قائل ہی نہیں۔ اس کا معجزہ دیئے جانے کا دعویٰ صرف زبانی دعویٰ اور دھوکہ ہے۔ جن تین ہزار پیش گوئیوں کو اپنے دعویٰ اور منجانب اللہ ہونے کی تائید وتصدیق میں یہ پیش کرتا ہے۔

ان میں سے ایک بھی صادق اور منجانب اللہ ثابت نہیں اور نہ ہوسکتی ہے۔ اس کی پیشین گوئی محض دروغگوئی چالاکی فقرہ بندی دھوکہ دہی ہوتی ہے۔ دیگر ہیچ اور از انجملہ اس کی ایک پیشین گوئی متعلق موت خسر فرضی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری جو اس نے اس جلد۱۵ میں پچاس سوالات جرح وارد کر کے یہ ثابت کیا کہ اسی قسم کی اس کی اور پیشین گوئیاں ہیں۔ ان میں اگر کوئی سچی نکل آوے تو وہ منجانب اللہ نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیشین گوئیاں عرب کے کاہن، نجومی، جفری، رملی، جوتشی، طبعی، فلاسفر، سٹیفک بین، مسمریزمسٹ، قیافہ شناس، اٹکل باز، بھنگڑ، پھکڑ، ارڑپوپو بھی کہا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچے نکلتے ہیں۔ ومعہذا وہ بنی مرسل ملہم ومحدث نہیں کہلاتے۔ اور یہ بھی ثابت ومبرہن کر دیا کہ پیشین گوئی نفسہ وبانفراوہ اسلام میں کچھ وقعت وحقیقت نہیں رکھتے۔ جب تک کہ پیش گوئی کرنے والے میں حسن اعتقادی، کریم الاخلاقی، مدت العمری، راست بازی، رحم دلی، بے غرضی، عفت، عدالت وغیرہ اوصاف حمیدہ پائے نہ جاتے ہوں۔ جو دجال کادیانی میں یک لخت مفقود ہیں۔

اور اس کی دوسری پیش گوئی متعلق موت مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی کی نسبت اسی جلد(۱۵) میں اس نے یہ ثابت ومدلل کر دیا کہ یہ پیش گوئی نہیں بلکہ محض لاف زنی ودروغ گوئی ہے اور اس پر پانچ دلیلیں (اندرونی شہادتیں) اس پیش گوئی کے الفاظ سے اخذ کر کے بیان کیں۔

۱...... اس کا مضمون اس کا کذب ظاہر کر رہا ہے۔ کیونکہ طالب نشان بوعدہ ایمان کے لئے اس کی موت کو نشان ٹھہرانا (جو اس پیش گوئی کا مضمون ہے) آسمانی نشان نہیں بلکہ حماقت وسفاہت شیطان ہے۔ وہ مرہی گیا تو پھر نشان دیکھ کر ایمان کیونکر لاوے گا۔

۲...... اس میں ہلاک ہونے والے کی تعین نہیں کی گئی۔ صرف فریق مخالف کے لئے ہاویہ کی خبر دی گئی ہے۔ جس سے کادیانی کی غرض یہ ہے کہ اگر عبداللہ آتھم مرا تو اس کو اس کا مصداق ٹھہرایا جاوے گا۔ ورنہ کسی اور کو جو کہیں اس فریق سے مرا۔

۳...... کسی کے مرنے کی بھی اس میں صاف تصریح نہیں۔ صرف ہاویہ کی خبر دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی نہ مرا تو کادیانی کہہ دے گا کہ اصل الہام میں ہاویہ کہا گیا تھا۔ مرنا میری طرف

سے بطور تفسیر بیان ہوا تھا۔

۴ ...... اس میں عمداً جھوٹ اختیار کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ لوگ عمداً جھوٹ نہیں بولتے۔

۵ ...... پندرہ دن مباحثہ کی میعاد کا لحاظ مشعر ہے کہ اگر زیادہ دن مباحثہ میں لگ جاتے تو اتنے دن اور سزائے موت ٹل جاتی اور یہ امر مضمون سزا کے برخلاف ہے۔

پیش گوئی کے دروغ ہونے پر بیرونی شہادت

اور ایک دلیل اس پیش گوئی کے دروغ ہونے پر (بیرونی شہادت) بیان کی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ کادیانی کے اخلاق عادات، اعتقادات ایسے خلاف اسلام ہیں کہ ان اعمال وعقائد کے ساتھ وہ ہرگز ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا۔ خواہ ہزار پیش گوئیاں کرے اور وہ پیش گوئیاں سچی بھی نکلیں۔ ایسی پیش گوئیاں پنڈت، جوتشی، نجومی، جفری وغیرہ بھی کیا کرتے ہیں۔ پھر اس کی تفصیل میں دہلی کے ایک پنڈت اور دکن کے ایک جوتشی کی چند پیش گوئیاں نقل کیں جو مطابق واقعہ نکلیں ہیں۔

اور اس کی اس پیش گوئی (یا دروغ گوئی) کے سرزد ہونے سے پہلے صرف اس کے اس دعویٰ پر کہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھاؤں گا۔ اشاعۃ السنۃ نے ایک دوورقہ مضمون بعنوان ''عیسائیوں کے باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے'' شائع کیا۔ جو اس کی جلد شانزدہم (۱۶) میں دوبارہ شائع ہوا ہے۔ اس میں خوب کھول کر کہہ دیا کہ کادیانی کا آسمانی نشان دکھانا ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے۔ لہٰذا کوئی مسلمان اس امید نشان پر شریک مباحثہ نہ ہو۔ ورنہ اس کو ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا اور اس امر کو خوب مفصل ومدلل کیا۔

اشاعۃ السنۃ کے اس بیان بابرہان نے کادیانی کے اس حربہ یا آلہ کو پاش پاش کر دیا جس کسی منصف صاحب فہم نے اس بیان کو پڑھا یا سنا۔ اس کو یقین ہوگیا کہ کادیانی کسی پیشین گوئیوں میں صادق بھی نکلے تو وہ ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا اور اس کا رتبہ ایک ارڑ پوپو اور اس کے اخوان مذکورین سے بڑھ نہیں سکتا۔

اس بیان سے بہت سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچ جانا نصیب ہوا ولیکن بعض کچے مسلمان ضعیف الایمان بے علم وعرفان یا کم علم مصداق مثل مشہور ’’نیم ملا خطرہ ایمان‘‘ جنہوں نے اس جلد اشاعۃ السنۃ کو نہ دیکھا تھا یا دیکھا تو اپنی کم مائیگی یا ضعیف الایمانی سے اس کو بخوبی نہ سمجھا۔ اس بات پر اڑے ہوئے اور جمے بیٹھے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگرچہ آج تک کوئی پیش گوئی کادیانی کی ارڑ پوپوؤں کی بعض پیش گوئیوں کی مانند بھی سچے نہیں نکلے۔ مگر حال میں جو اس نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے میں مرجانے کی پیش گوئی کی ہوئی اور اس کے عدم وقوع پر اپنے لئے سخت سزا مانی ہوئی ہے۔ اس کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ اس میں وہ جھوٹھا نکلا۔ تب اس کو ضرور دجال وکذاب سمجھا جائے گا۔ ایسے ضعیف الایمان قلیل العلم والعرفان لوگوں کی ہدایت ودستگیری کے لئے اور اشاعۃ السنۃ کے اس بیان با برہان کا ان کو یقین دلانے کے لئے خداتعالیٰ نے اس پیش گوئی میں بھی اس کو جھوٹا کیا۔ اس کی میعاد پندرہ ماہ ۴ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو گزر گئی اور عبداللہ آتھم کو زندہ رکھا۔ جس سے اشاعۃ السنۃ کا صدق کس وناکس پر ظاہر ہوا اور ہر کسی کو جو کادیانی کے دام تزویر میں پھنس کر اندھا بہرا ہو چکا تھا یہ معلوم ہوگیا کہ کادیانی دجال زمانی مسیلمہ ثانی غدار، مکار، جھوٹا، فریبی ہے اور دین اسلام اور جملہ سماوی ادیان کا دشمن اور مخالف ہے اور اسلام وغیرہ ادیان کے مقابلہ میں جو یہ نئے اصول بنا کر دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے وہ ہرگز لائق تسلیم نہیں ہیں اور اس سے بچنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔‘‘ فالحمد للہ علیٰ ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ لا احصیٰ ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ’’اب گھر گھر کادیانی کے دروغ ظاہر ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ دور ونزدیک سے مبارک بادکی آوازیں وپیغام آتے ہیں اور اس ملعون پر لعنتیں بھیجی جاتی ہیں۔ اکثر نامی شہروں کے گلی کوچوں میں اس مضمون کے اشتہار واخبار شائع ہورہے ہیں اور مسلمان خداتعالیٰ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ خداتعالیٰ نے اسلام ومسلمانوں پر کمال فضل کیا اور بڑا احسان وانعام فرمایا کہ اس پیش گوئی میں اس کو جھوٹا کیا۔ خداتعالیٰ یہ احسان مسلمانوں پر نہ کرتا تو ہزاروں بلکہ لاکھوں جاہل مسلمان اس پیش گوئی کے سچے ہونے

سے کادیانی کو خدا کا ولی اور ملہم سمجھ کر اس کے تابع ہو جاتے اور اسلام کے اصول ومسائل مسلمہ قدیمہ سے مستغنی ہو کر اسلام کو سلام کرتے اور خیر باد کہہ دیتے۔ خدا نے بڑا کرم کیا کہ اس فتنہ سے لاکھوں کو بچایا اور طرفہ یہ کہ اہل اسلام کی اس خوشی میں ہندو، آریہ، سکھ وغیرہ اشخاص مذاہب غیر بھی شریک ہیں۔ وہ بھی اپنی اپنی جگہ خوشیاں مناتے اور کادیانی کو لعنتیں سناتے ہیں۔ گو ان سب کے خوش ہونے کے وجوہات واسباب مختلف ہیں۔ مسلمانوں کی خوشی کی وجہ تو اوپر ابھی بیان ہو چکی ہے۔ عیسائی اس لئے خوش ہیں کہ اس پیش گوئی میں خاص کر وہی مخاطب تھے وہر چند اس پیش گوئی کے وقوع وصدق کی صورت میں وہ کسی الزام کادیانی کے مورد نہ ہو سکتے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر۱۰ جلد۱۵ میں بصفحہ ۲۳۸ بیان ہو چکا ہے۔ مگر اس کے جھوٹے نکلنے کی حالت میں وہ کادیانی کو شرمندہ کرنے کے حقدار ہو گئے ہیں۔ اب وہ اس کو شرمندہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ ’’آیئے جناب وعدہ وفائی کیجئے اور ہمیں قدرت واختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں۔ مگر داڑھی سرخ ہی رہے گی اور گلوئے اقدس میں رسی ڈال دیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ، امرتسر، خصوصاً جنڈیالہ ونیز دیگر مشہور ومعروف ہندوستان کے شہروں کی سیر کرائیں۔ جب آپ پیدل چلنے سے تھک جاویں گے تو آپ کو اسی خارشی گدھے پر جو آپ کی دمشقی مسجد کے زیر سایہ ہر وقت موجود رہتا ہے سوار کرائیں گے۔ نیز آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی اپنے ہمراہ رکھیں۔ لیکن ان کو اپنے اصلی رنگ وروپ میں رہنا ہوگا تاکہ آپ کا نوردین بوجہ احسن ظاہر وآشکارا ہو۔ اگر وہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان پر کسی کو پریزیڈنٹ مقرر کر دیں تاکہ انتظام میں فتور نہ پڑے۔‘‘

مگر عیسائیوں پر افسوس صد افسوس ہے کہ وہ اس خوشی میں خدا کو بھول گئے اور اس کی ناشکری کے مرتکب ہوئے اور آیت: ’’اتجعلون رزقکم انکم تکذبون (الواقعہ:۸۲)‘‘ کے مصداق بن گئے۔ انہوں نے کادیانی پر فتح یابی کو اہل اسلام پر فتح یابی بنایا اور اس کے جھوٹے ہونے سے مسلمانوں کو جھوٹا کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ اشتہار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مطبوعہ اختر پریس امرتسر وضمیمہ نور افشاں ۱۲؍مئی ۱۸۹۳ء میں کادیانی کو جماعت

مسلمانوں سے خارج اور ان کے اتفاق سے کافر تسلیم کر چکے ہیں اور اس وجہ سے اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکاری ہو چکے ہیں۔ انہوں نے آخر اس سے مباحثہ کیا تو یہ کہہ کر کیا کہ ہم تجھے مسلمان فرض کر کے تجھ سے مباحثہ کرتے ہیں۔ یعنی واقعہ میں تجھے سے مسلمان نہیں جانتے۔ چنانچہ ان کے اعترافات اشاعۃ السنۃ کے مضمون ''عیسائیوں کے جنگ مقدس پر اسلامی رائے'' میں منقول ہیں۔ ان ناشکر عیسائیوں نے اس ناشکری پر یہ زیادتی بھی کی ہے کہ اسلام کے ہادی ورہنما کی عالی جناب میں کسی قدر گستاخی کی ہے۔ مگر ان کو اس کی سزا ہمارے اخوان اہل اسلام ڈاکٹر حکیم مولوی غلام رسول صاحب امرتسری منشی ومولوی سعد اللہ سعدی لدھیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، میاں امام الدین صاحب لاہوری وغیرہ صاحبان نے کافی دے دی ہے۔ لہٰذا اشاعۃ السنۃ کے اجلاس سے اس سزا پر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اس قدر زیادتی ضروری ہے جن کی ان اخوان کی تجویزات میں کسر رہ گئی تھی کہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار مطبوعہ نیشنل پریس واقعہ ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء میں کادیانی کو بے غیرت کہا ہے اور ایک نوٹ میں لکھا ہے کہ: ''وہ (یعنی کادیانی) جانتے نہیں کہ غیرت کس جانور کا نام ہے۔ کام میں لانا تو بڑا کام ہے۔''

اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے۔ بے شک کادیانی کے برابر دنیا بھر میں کوئی بے غیرت وبے حیا نہیں۔ مگر اے حضرات پادر اس اشتہار کے محررین وپبلشر آپ بھی اس بے غیرتی میں کادیانی کے پیرو ہو چلے ہیں۔ کیوں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے اور اس کو جیل خانہ کی سیر نہیں کراتے۔ اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنی ذاتی تکالیف ونقصان کا عوض وانتقام لینا نہیں چاہتے اور اس پر صبر کرنے میں اجر کے امیدوار ہیں تو کیا حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی توہین (جو سالہا سال سے کادیانی کر رہا ہے) سننے پر صبر کرنے میں بھی امید اجر رکھتے ہیں اور اس پر غیرت کرنے کا حکم بھی اپنے مذہب میں نہیں پاتے ہیں۔ کادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو از قسم شعبدہ بازی اور مسمریزم اور ایک امر بیہودہ اور قابل نفرت کہہ چکا ہے اور ان کو توحید کی ہدایت میں نکما اور تنویر باطن میں فیل شدہ اور اخلاق میں غیر مہذب اور گالیاں دینے والا کہہ چکا ہے۔ (ازالہ ص۳۰۱،۳۰۲،۳۱۱، خزائن ج۳ ص۲۵۴ تا ۲۵۸)

کیاان باتوں میں سے بھی کسی بات پر غیرت کا آپ کو حکم نہیں ہے اور حمیت مذہبی وغیرت ایمانی آپ کے ہاں کوئی چیز نہیں اور اگر آپ لوگ یہ عذر کریں کہ جلالی انجیل ہم کو انتقام سے مانع ہے تو اس کے جواب میں اوّلاً یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حکم پرسنل (ذاتی) امور وتکالیف کی نسبت ہے یا مذہبی اور ایمانی تکالیف بھی اس میں شامل ہیں۔ کیا جو شخص تمہارے معبود کو گالیاں دے یا انجیل کی صریح بے ادبی کرے اس کو بھی آپ چھوڑ دیں گے اور یہ قدرت دیں گے کہ وہ اس میں اور زیادتی کرے۔ ثانیاً کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ عدالتوں کے ذریعہ سے اپنے مخالفوں کا تدارک کیوں کراتے ہیں اور اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں کیوں لے جاتے ہیں۔ آپ صاحبان انکار کریں گے تو ہم اپنے ہی ضلع گورداسپور میں چند ایسے کیس بتائیں گے جن میں عیسائیوں نے مخالفین مذہب کو سزائیں دلوائی ہیں۔ ان مقدمات کو دائر کرنے اور کادیانی کو سوکھا چھوڑ دینے سے (اگر آپ لوگ اس کو سوکھا چھوڑ دیں گے) آپ لوگوں کے حق میں وہی الفاظ کہنے جائز ہوں گے جو نوٹ منقولہ بالا میں کادیانی کے حق میں آپ نے کہے ہیں۔ علاوہ بر آں یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ آپ لوگوں کا مشنری بننا صرف معقول تنخواہیں پانے اور اس ذریعہ سے پیٹ بھرنے اور عیش کرنے کے لئے ہے۔ نہ مذہب کی محبت اور ایمانی غیرت کے لئے اور اس صورت ترک استغاثہ میں یہ کہنا بھی جائز ہو جائے گا۔ (جیسا کہ بعض لوگ اس وقت بھی کہہ رہے ہیں) کہ کادیانی درپردہ آپ لوگوں کا بھائی عیسائی ہے اور یہ جنگ مقدس یا یوں کہیں کہ مکدر (جو آپ لوگوں میں اور اس میں ہوئی ہے) محض جنگ زرگری ہے۔ وہ بظاہر مسلمان بن کر تم سے صف آراء ہوا اور عمداً ایک جھوٹی پیش گوئی کر کے خود بخود جھوٹا اور مغلوب ہوگیا ہے تاکہ ضعیف الایمان اور بے سمجھ مسلمان اس سے مذہب عیسائی کا غالب ہونا ثابت کر کے عیسائی ہوجاویں اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کا ایک قریبی رشتہ دار زوجہ کا بھائی (سالہ) محمد سعید اور ایک خلیفہ یوسف خان عیسائی ہوگئے ہیں۔ اس نے درپردہ ان کو کہہ دیا ہوگا کہ تم چلو تمہارے پیچھے میں اور لوگوں کو بھی بھجوادوں گا اور ایک دن خود بھی چلا آؤں گا۔ اسی وجہ سے آپ لوگ اس پر استغاثہ دائر نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا کام کررہا ہے۔

یہ باتیں محض نیک نیتی سے لکھی گئی ہیں تاکہ آپ لوگوں میں مذہبی حمیت وایمانی غیرت پیدا ہو اور آپ لوگ اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنے رسول یا (بزعم خود) اپنے خالق ومعبود کی ہتک حرمت پر غیرت کریں۔ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار معلوم ہو تو آپ ہم اہل اسلام کو ہماری نیک نیتی کی وجہ سے معذور سمجھیں اور معاف کریں۔ آریہ ہندو وغیرہ اس لئے خوش ہیں کہ کادیانی ان کو بھی اپنے الہاموں (شیطانی احتلاموں) سے ڈراتا رہتا تھا کہ فلاں شخص اتنی مدت میں مرے گا اور فلاں میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوگیا ہے اور ان کو بظاہر اسلام کی طرف اور درحقیقت اپنے مذہب جدید مخالف اسلام وجملہ سماوی ادیان کی طرف دعوت کرتا رہتا تھا۔ لہٰذا اس پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کے سبب ان کو بھی یہ حق پیدا ہوگیا ہے کہ وہ اس پر ہنسییں اڑائیں اور خوشیاں مناویں اور اس کو صلواتیں سنائیں۔

ان مخالفین اسلام کی زبانوں سے کادیانی کو برا کہلانے میں بھی خدا تعالیٰ کو اسلام ومسلمانوں کی حمایت وتائید منظور ہے۔ لہٰذا وہ ''من حیث لا یشعرون (النحل:۴۵)'' وبے قصد دین اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ مضمون آئندہ میں اس کا ثبوت آیات واحادیث سے دیا جاوے گا۔

الغرض اس انعام کو ہر ایک فرقہ اپنے حق میں انعام واحسان الٰہی سمجھ رہا ہے اور اس پر خدا تعالیٰ عزوجل کا شکریہ ادا کر رہا ہے اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ رات دن اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے لاکھوں جاہل مسلمانوں کو اس کافر ظالم کے دام تزویر سے بچالیا اور اشاعۃ السنۃ اور بھی خصوصیت کے ساتھ تہہ دل اور بال بال سے اس احسان خداوندی کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے مقالات وبیانات کا صدق عام اہل اسلام پر ظاہر کیا اور اس دشمن اسلام پر اس کو فتح یاب فرمایا۔ وہ اس شکریہ میں بزبان حال اس رباعی کا ورد کر رہا ہے۔

اگر ہر موئے من گردد زبانے　　زتو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر توسفتن　　سر موئے زاحسان تو گفتن

ذیل میں اہل اسلام کے ان اشتہارات واختیارات کا جو اس پیش گوئی کے دروغ

ظاہر ہونے پر انہوں نے شائع کئے ہیں خلاصہ مضمون نقل کرتے ہیں۔ جس سے دو غرضیں پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اس خوشی اہل اسلام کا جمہوری ہونا ثابت ہو۔ دوسری غرض یہ کہ اس سے کادیانی اس کذب وتہمت کا کہ ''مسلمانوں نے عیسائیوں کی فتح پر مسرت ظاہر کی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی شکست مان لی ہے۔'' ازالہ ہو اور یہ ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اس پیش گوئی میں ایک کافر (کادیانی) کے جھوٹے ہونے کو اسلام کی فتح سمجھ کر اس پر خوشی ظاہر کی ہے۔ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اہل اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر مسرت ظاہر کی ہے بلکہ ان اشتہارات واخبارات میں تو انہوں نے عیسائیوں پر بھی ویسی ہی لے دے کی ہے۔ جیسی کہ کادیانی پر کی ہے اور بعض عیسائیوں کی اس بے انصافی پر کہ انہوں نے اس فتح کو بمقابل اسلام قرار دیا ہے۔ خوب خبر لی ہے اور ان کی اس شوخی وگستاخی کی جو بحق اسلام ان سے سرزد ہوئی ہے کافی سزا دی ہے۔ کادیانی مسلمانوں پر یہ تہمت لگا کر اپنے دام افتادہ جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا ہمدرد بنانا چاہتا ہے اور فی الواقع مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس پیش گوئی میں کادیانی کے جھوٹا ہونے سے عیسائیوں کو اسلام پر فتح یاب سمجھتا یا کہتا ہو۔

خلاصہ مضامین اشتہارات اہل اسلام متضمن اظہار مسرت پر شکست کادیانی نافرجام سب سے پہلا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۱)

مرزا کادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے شائع کیا اور اس کے شروع میں کہا ہے۔ آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسی تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا کادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی

ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا جس کی مدت حسب شہادت شہادت القرآن ص۸۰، خزائن ج۶ ص۳۷۶ مصنفہ مرزا صاحب ۲۰/اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے۔ حکیم نورالدین کہاں ہیں۔ احسن صاحب کہاں ہیں۔ پنجاب گزٹ کے ایڈیٹر کہاں۔ نوجوان ریاض ہند کے منیجر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے کہاں۔ وہ سیالکوٹ کے لیکچرار معذور کہاں ہیں۔ جو مسلمانوں کو ابوسفیان کا نقشہ بتلاتے تھے کہاں ہیں۔ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔ ''ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین (الحاقه:۴۴)'' مگر افسوس صد افسوس عیسائیوں کے حال پر کہ انہوں نے مسلمانوں کا اس میں ناحق دل دکھایا اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق بدزبانی سے کام لیا۔

ناظرین! اس عبارت میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ اس اشتہار میں اسلام کی فتح پر خوشی منائی گئی ہے یا عیسائیوں کی فتح پر اور اس میں عیسائیوں کی حمایت پائی جاتی ہے یا ان پر لے دے وملامت...... دوسرا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۲)

ضیاء الاسلام

(مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر مثیل الدجال کی روسیاہی)

جس کو مولوی وحکیم وڈاکٹر غلام رسول صاحب نے شائع کیا ہے۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو کادیانی کی روسیاہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے۔ اس مقام میں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ ''ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہایت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے اشتہار کا نام محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس رکھا۔ حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے۔ پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ

نے مجبور کیا ہوگا۔ چنانچہ پہلا خط فلپیوں کا باب ا، آیت ۱۸'' پیش کیا ہے۔ ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے۔ خواہ مکاری سے خواہ سچائی ہے۔'' الخ اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کے کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دینداری میں ضرور دھبہ لکھے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرنتیوں کے پہلے خط باب ۹ آیت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہر گز ہر گز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلنا تو ان پر فرض ہوگا۔ کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

ناظرین! اس عبارت میں اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کی خبر لے گئی ہے؟ یا ان کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم کی گئی ہے؟ تیسرا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۳)

اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد کادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا اور اس کے شروع میں آیت: ''فبھت الذی کفر'' جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کافر (یعنی کادیانی) مبہوت ہوگیا۔ نقل کر کے یہ بیت لکھا ہے ؎

کذبت واللہ فی دعویٰ نبوتک　　　تبت یداک ستصلی فی غد سعرا

یعنی بخدا تو نے (اے کادیانی) دعویٰ نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیسرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں تو شتاب دوزخ میں داخل ہوگا۔ (یعنی اگر اس دعویٰ پر مرا) اس کے بعد لکھا ہے کہ کیوں مرزاجی مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے۔ منہ اچھا کالا ہوا یا کچھ فرق ہے۔ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے یا خاتمہ ہے بے شرمی کا، آپ تو مسیح موعود مجدد وقت مہدی منتظر تھے۔ آپ کا دعویٰ والہام پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانا ہے۔ آپ کا الہام کیوں فیل ہوگیا۔ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا۔ وہ ذلیل اور روسیاہ ہوگا۔ وہ سچ نکلا یا جھوٹ آپ نے جو مولوی عبدالجبار صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں۔ جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا۔ کیونکہ مرزاجی پنڈتوں اور جوتشیوں

اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں۔ آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں۔ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبروار ذکر کی جاتی ہیں۔

اس کے بعد کادیانی اوّل پیش گوئی میں موت عبداللہ آتھم، پرچہ جنگ مقدس سے بالفاظ کادیانی نقل کر کے کہا ہے۔ اب وہ تاریخ گزری آتھم آگے سے زیادہ قوی تندرست صحیح المزاج ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان بدکار لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسیٰ مجدد، مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا ؎

گرنماندے ازوجود تو نشان — نیک بودے زین حیات چون سگان
زاغ گرز ادے بجائے مادرت — نیک بود از فطرت بد گوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا کی (شہادت القرآن ص۸۰، خزائن ج۶ ص۳۷۵) میں یہ لکھی ہے۔ پھر ماسوائے اس کے بعضے اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵/جون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱/ستمبر ۱۸۹۳ء ہے۔ قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں۔ ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱/اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی اور وہ راولپنڈی میں اپنے مامون رسالدار کے پاس نوکر ہے۔ بالکل صحیح وسالم خوش وخرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے ؎

ولکن اعمی القلب لیس بمهتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیونکر ہو علاج — کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

پھر کادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے آخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائین کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ کادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اہل اسلام کادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

ناظرین! اس عبارت کو بھی انصاف سے دیکھنا اور ایمان سے کہنا کہ اس اشتہار میں کادیانی کو کافر ٹھہرا کر اس پر اپنی فتح کا دعویٰ کیا ہے یا عیسائیوں کی فتح کا بمقابلہ اسلام۔

چوتھا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۴)

مسیح کاذب خاکدانی مرزاغلام احمد قادیانی کی کوئی پیش گوئی (زٹل) جھوٹی ہونے کے سبب سے پادری صاحبان کا اہل اسلام پر طنز کرنا بالکل غلط ہے اور خود انہی کی تحریرات و مسلمات کے برخلاف

جس کو منشی و مولوی محمد سعد اللہ صاحب سعدی لدھیانوی یادگار سعدی شیرازی اور دیگر مسلمانان لدھیانہ نے شائع کیا ہے۔ اس کے شروع میں یہ لکھا گیا۔ ’’عوام وخواص پر واضح ہے کہ موضع کادیانی ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزاغلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی وعقائد پھیلائے تھے۔ جن کے سبب سے علماء اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتویٰ دے کر عام مسلمانوں کا آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجوہ مختلف اس کے دام تزویر میں آ چکے تھے۔ اسی طرح پھنسے رہے۔ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہو لئے۔ حالانکہ پادری کلارک صاحب اسی جلسہ مناظرہ کے پریزیڈنٹ نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ تم ایک ایسے بزرگ کو بحث کے لئے پیش کرتے ہو۔ جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ علماء اسلام پنجاب وہندوستان نے اس مرزائی قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔ لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں مان نہ مان میں تیرا مہمان جا کودا۔ اپنی خودکامی وخودغرضی جو اس کے خمیر میں ہے۔ یہاں بھی وہی اس کی مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو اور پیشتر اہل اسلام نے جو جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں۔ ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً

تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا ردّ کون سی عجیب بات تھی جواب مرزائی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب اور پادری فنڈر صاحب کے مباحثہ میں خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبداللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا۔ ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب کادیانی نے یہ زٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مرجائے گا اور اس کے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اس کے نہ مرنے کی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں جو مخالف چاہیں منظور کیں۔

۱...... میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے۔

۲...... میرا منہ کالا کیا جائے۔

۳...... مجھے سولی دیا جائے۔

۴...... پھانسی پر لٹکایا جائے۔

۵...... تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتوں سے زیادتی لعنتی قرار دیا جائے۔

میں ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ وہ مجھے عیسیٰ ومہدی ونبی ورسول مبشر عیسیٰ کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق (عافاہ اللہ) غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں کادیانی کے مقابل آکر اس عجز ونیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا اور اس کی قبولیت کے آثار آج ایک جہان دیکھ رہا ہے۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آگیا جو اس نے اپنی لغت میں جھوٹے کے لئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵/جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹/ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸/صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔ خیر ۵/ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔ آدھی رات گزر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود ہے۔ کوئی شخص بن آئی نہیں مر سکتا۔ خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم وعمل الترب وغیرہ سے کیا ہو سکتا ہے۔ لدھیانہ کے پرانے مسیحی پادریوں

نے یہاں کے مرزائی نئے مسیحوں کو خوب شرمندہ کیا اوران کی روزمرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔ یہ تو ان کو حق تھا جو کچھ چاہتے کرتے۔ کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے۔اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں۔ پرانے مسیحوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آ کر لکھ مارے جوان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں۔اس مباحثہ میں کوئی مسلمان جس کو محمدی بمعنی امت محمد رسول اللہ ﷺ کہا جائے۔عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔تماشائی ہونا اور بات ہے۔یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے۔نہایت افسوس ہے کہ کادیانی کا خانہ زاد سالا جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحوں میں ملا ہے۔اس جھگڑے کا نام مسیحوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے۔یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتویٰ اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا اور کچھ نہیں تو پادری کلارک صاحب کا اشتہار تو دیکھا ہوگا۔ جو اہل جنڈیالہ کے لئے مشتہر ہو چکا ہے اوراس کے اخیر میں سعدی لدھیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں۔جس کو اہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں۔ ازانجملہ چند ابیات اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔

ورجو سما چند تبابد شررے چند — درباغ بماند شجرے بے ثمرے چند
مرزا توئی الحق فرط اعور دجال — گشتند دوان درپس تو کورد کرے چند
تصدیق نصاری و یہود از تو عجب نیست — دجالی و دجال دہد شان سپرے چند
بگرفت یکے دریتیم آ ملے ازوئے — درسلک غزل سفت جوصائب گہرے چند
بنما بصاحب نظرے گوہر خودرا — عیسیٰ نتوان گشت بتصدیق خرے چند

ناظرین!اس اشتہار کی نثر ونظم بلکہ عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ اشتہار عیسائیوں کے دعوے فتح بمقابلہ اسلام کا رد ہے۔نہ اسلام پر ان کی فتح پانے کا اثبات۔

پانچواں اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۵)

فتح اسلام بہ شکست کادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لدھیانوی ودیگر مسلمانان لدھیانہ نے شائع کیا ہے۔اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتہرین نے کادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح

قرار دیا ہے۔ نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام، اس اشتہار میں کادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹/ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے کادیانی نے شائع کیا ہے۔ کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ اس مقام میں اس جواب کے اچنبے ہونے کے سبب اس کا اختصار نہیں کیا گیا۔ ہاں! اس کی نظم کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

ارے ادبے وفا غدار مرزا — ارے پر فتنہ و مکار مرزا
مسیح کاذب و مہدی کذاب — سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات — نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا
پڑے گی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت — بس اب ہر وقت رہ تیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا — گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفامت ہو کہ عبدالحق سے تو نے — طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا — ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گزرے پندرہ ماہ — ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
دلے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم — وہ ہے پہلے سے بھی تیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری — ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحد العین — تیرا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نور دین و احسن — فصیح و حامد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی — انہی سے کر تو استنصار مرزا

(ولہ ایضاً)

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی — نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے کادیانی ہی جھوٹا مرا نہیں آتھم — یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائے — یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل وخوار ندامت چھپا رہی تھی کہ تھا — تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لدھیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی — کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امید اور سب مایوس — مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی

مسیح ومہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب
یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثیل و مسیلم و اسود
ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ کادیانی کی تذلیل کس لئے تھی نہ تھا
مباہلے کا اثر گر چھٹی ستمبر کی

چھٹا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۶)

نئے اور پرانے عیسائیوں کے جنگ مکدر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو

جس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلّہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے۔اس میں اوّل سے آخر تک عیسائیوں ہی پر بے دلی ہوئی ہے۔کادیانی کی بھی کہیں واجبی خدمت کی گئی ہے۔مگر وہ ضمنی وطفیلی ہے۔اس کے ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے۔’’محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحوں اور محمدیوں کے جنگ مقدس کا نتیجہ ہماری نظر سے گزرا جو کچھ تم نے کادیانی صاحب کی نسبت لکھا اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ وجدال سے پہلے ہی کادیانی صاحب کو دجال مردود کاذب بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں اور وہ بالکل محمدی نہیں اور تمہارا کروڑہا اہل اسلام کو (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) اہل اسلام کی طرف سے مناظرہ قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے اور اس کی ہار جیت کل اہل اسلام کی ہار جیت تصور کرنی اس سے بڑھ کر حماقت کی کیا نشانی ہے۔‘‘

ناظرین! بتاؤ عیسائیوں کی تائید ہے یا ان کا سراسر رد ہے۔

ساتواں اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۷)

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب اخگر ساکن کٹرہ بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے۔اس کے نصف حصہ میں کادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا جو دورقہ ۹؍ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے۔جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی۔

آٹھواں اشتہار اس عنوان کا ہے۔

(۸)

غلام کادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار درۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پہلے کادیانی کی خبر لی ہے۔ پھر پرانے عیسائیوں پر لے دے کی ہے۔ اس قسم کے اور بہت اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔ ان سب کے اختصار وتلخیص سے بہت تطویل متصور ہے۔ ان اشتہارات میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی گئی اور نہ اس پر مشتہر نے مسرت ظاہر کی ہے۔ اس دعویٰ میں کادیانی نے مسلمانوں پر افتراء کیا اور اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو دھوکا دیا ہے۔ اب ہم بعض اسلامی اخبارات کا خلاصہ مطالب ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

خلاصہ مطالب بعض اسلامی اخبارات

واضح ہو کہ ہندوستان کے اکثر اخبارات نے (اسلامی ہیں خواہ غیر اسلامی) اس پیش گوئی کے دروغ ہونے پر کادیانی کو دروغگو قرار دیا اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فتح یابی کا اعتراف اور اس پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے اس مقابلہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں پر فتح یاب نہیں کیا۔ ہم اس مقام میں صرف چند اسلامی اخباروں کا خلاصہ مطلب نقل کرتے ہیں۔

خلاصہ اخبار جریدۂ ''روزگار'' مدارس

اس نامور اور مشہور اخبار دکن ومدراس نے پرچہ ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۴ء اس پیش گوئی کے متعلق لاہور کے ایک اخبار سے جو مضمون نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ''مرزا صاحب کی پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر سنا ہے کہ ان کے معتقدین کو بہت رنج اور پریشانی ہوئی ہے اور وہ بہت شکستہ دل ہوگئے ہیں اور واقعی انہیں ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ ان کے مریدوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی تھی کہ پیشین گوئی ضرور صحیح ہوگی اور

عبداللہ آتھم مریں گے اور ضرور مریں گے۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے اور یہ پیشین گوئی نہ ٹلے گی۔ مگر افسوس ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلی اور اس پر مخالفین مرزا صاحب کو بہت کچھ مضحکہ اڑانے کا موقع ملا۔ ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس پیشین گوئی کی میعاد پوری ہوئی اور ۶؍ستمبر کو صبح کے ساڑھے سات بجے عبداللہ آتھم صحیح و سلامت فیروز پور سے لاہور پہنچے اور ۸ بجے کی گاڑی میں امرتسر کو روانہ ہوگئے۔ جہاں عیسائیوں نے بڑا بھاری جلسہ کیا اور حد سے زیادہ خوشی منائی۔ اب عوام کی نظریں اس بات کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ مرزا صاحب اپنی اس صداقت پر کیا ارشاد فرمائیں گے؟ چنانچہ مرزا صاحب نے لوگوں کے انتظار کو رفع کر دیا ہے اور انہوں نے اس معاملہ پر ایک تقریر شائع کر دی ہے۔ اس کو طول ہونے کے باعث تو ہم بلفظ شائع نہیں کر سکتے۔ مگر خلاصہ اس کا یہ ہے۔ اس کے بعد ان کادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ (جو مضمون آئندہ میں منقول ہوگا) نقل کر کے اس کے بعد کہا ہے۔

مرزا صاحب اس معاملہ میں خواہ کچھ ہی کہیں اور عیسائی صاحبان اس کا خواہ کچھ ہی جواب دیں مگر اسلام قدیم کے ماننے والے مسلمان کبھی اس کو اسلام کے متعلق نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب کی نہ اس پیش گوئی پر اعتقاد تھا اور نہ اس تقریر پر یقین اور اعتقاد ہے۔ اس لئے عیسائیوں کو اس گھمنڈ میں نہ آ جانا چاہئے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی صحیح نہ نکلنے پر وہ اسلام پر فتح یاب ہوگئے۔ یہ پیشین گوئی کا معاملہ خاص مرزا صاحب کی ذات سے متعلق تھا۔ جن کو مثیل مسیح اور الہام ہونے کا دعویٰ تھا اور جس کو بجز تنے چندان کے مریدوں کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے اس وقت تک ہرگز نہ مانا اور نہ آئندہ مانیں گے۔

خلاصہ ''سراج الاخبار'' جہلم

اس اخبار کے پرچہ ۲۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں کادیانی کے جھوٹا ہونے پر اور پھر اس جھوٹا ہونے کے بعد عذر بدتر از گناہ کرنے پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت جس صراحت و وضاحت سے بالکل خلاف واقع اور سراسر غلط نکلی ہے۔ اگر مرزا صاحب کو کچھ بھی شرم و حیا ہوتا تو یقین تھا کہ وہ صاف صاف الفاظ میں اپنی غلطی اور سہو و خطاء کا اقرار کر لیتے اور بیچارے الہام کو بدنام اور مضحکہ طفلان نہ بناتے۔ مگر اب جو انہوں نے اپنی پیش گوئی کے غلط

ثابت ہونے پر ۹؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک تقریر ’’فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر‘‘ کے عنوان سے شائع کی ہے اور جس کی دو کاپیاں براہ راست کادیان سے ہمارے پاس بھی پہنچی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزاصاحب صرف چال بازی، دھوکہ دہی اور بے جا تاویلیں کرنے میں ہی یگانہ آفاق نہیں ہیں بلکہ پرلے درجے کے ڈھیٹھ اور بے شرم اور سچ مچ ؎

شرم چہ کنی مست کہ پیش مردان بیاید

کے مصداق بھی ہیں۔ آپ اپنی تحریر مذکور میں لکھتے ہیں۔ پھر اس عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ (جو مضمون آئندہ میں بیان ہوگا) نقل کر کے اس کا دندان شکن جواب دیا ہے اور آخیر مضمون پر کہا ہے: ’’ہماری دانست میں مرزاصاحب کو چاہئے کہ مرزااحمد بیگ صاحب کے داماد کی پیش گوئی کی نسبت ابھی سے کوئی تاویل گھڑ کر شائع کردیں۔ کیونکہ اس کی میعاد کے ختم ہونے میں بھی صرف چند روز باقی رہتے ہیں اور وہ نوجوان اس وقت مزے سے راولپنڈی میں دندنا رہا ہے۔‘‘

خلاصہ اخبار ’’وفادار‘‘ لاہور

اس اخبار کے پرچہ ۱۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں بڑا بسیط مضمون درج ہے۔ جس میں کادیانی اور پرانے عیسائیوں دونوں کی اچھی خبر لی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا کادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی مذہبی صداقت

سچ کہنے میں بدترین خطرات، جھوٹ کہنے میں ضمیر پر بدنما دھبہ، گوئم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا سا معاملہ۔ پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار توبہ۔ ہاں! راستی موجب رضائے خداست۔ مرزا کادیانی کی مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی نسبت پہلی پیش گوئی غلط۔ اغلط، جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام اور بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر بڑے نامعقول فقرات اور اعتراض جماتے ہیں اور خاص لوگ مگر غیر مذہب والے متانت سے اپنے دلی مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قلم دکھا رہے ہیں جو بے شک زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں۔ مگر

دوسرے واقف ہوکر اسلام کی تحقیر پر وضع داری سے کمربستہ ہیں۔ ہم ان دونوں خیالات والوں کی علت مرزا۔ کادیانی کی جھوٹی پیش گوئی سمجھتے ہیں نہ کچھ اور، جس کی وجہ سے ہم بلاتأمل اصول مذہب اور مذہبی اشتعال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے بانی مخبر صادق پیغمبر ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کرنے والا مرزا کادیانی ہے نہ کوئی اور۔ جس کے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں کہ او مرزا! او کادیانی! او جھوٹے مسیح موعود! او غلام احمد کے پاک اور صادق اصول کو اپنی دروغگوئی سے بدنام کرنے والے۔ او! عبدالدراہم والدنانیر مرزا! خداوند خدا تجھے تیری بدنیتی اور تیری جھوٹی پیش گوئی کے صلہ میں تو خیر، مگر کم سے کم تیری جھوٹی پیش گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جتلادے کہ تیری ایسی بدنیتی سے شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیش گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

خلاصہ اخبار ''وزیر ہند'' سیالکوٹ

اس اخبار کے پرچہ ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں ایک کھلی چٹھی بنام کادیانی چھپی ہے۔ جو بلفظہ درج کی جاتی ہے۔

مرزاصاحب! اگرچہ آپ پر لعنت کی بوچھاڑ تحریراً وتقریراً ہر وقت ہر لحظہ بلکہ ہر دم پڑ رہی ہے۔ اگرچہ علماء آپ کی تکفیر کر چکے۔ عوام تکذیب اور غیر اقوام تذلیل وتضحیک اگر اس نازک وقت میں آپ کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔ مگر میں محض ازراہ ہمدردی وغمخواری آپ کے دل کو بڑھانے کے لئے آپ کو اس مشہور انگریزی فقرہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ٹرائی ٹرائی ٹرائی اگین۔ یعنی اگر اس دفعہ کامیابی نہیں ہوئی تو نہ سہی۔ دوسری دفعہ سہی۔ اگر دوسری دفعہ بھی ناکامی ہی رہی تو چلو بلا سے۔ تیسری دفعہ ہی سہی۔ آپ نے سنا نہیں کہ گر گر کر ہی سوار ہوا کرتے ہیں۔ چلو اگر بجائے بیٹا کے بیٹی ہو پڑی تو کیا۔ اگر ۲۱؍اگست ۱۸۹۴ء کو احمد بیگ کی بیٹی والا الہام نہیں پورا ہوسکا تو نہ سہی۔ اب اگر آتھم صاحب کی موت کا الہام باطل ہوگیا ہے تو کیا۔ آپ تو ماشاء اللہ مرد ہیں۔ شرم وحیاء کو آپ بالائے

طاق رکھیں۔ یہ زنانہ وصف آپ جیسے مردوں کے شایان حال بھی نہیں ہے۔ نشنیدہٗ کہ گفتہ اند! ’’شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید‘‘ آپ اپنے الہامات یکے بعد دیگرے ضرور شائع کرتے جاویں اور کسی کی چنیں اور چناں کی طرف خیال تک نہ کریں۔ خواہ وہ سب کے سب اسی طرح یکے بعد دیگرے جھوٹے ہی نکلتے جاویں۔

غرض آپ ہمت نہ ہاریں اور جھٹ پٹ کوئی اور تازہ الہام شائع کر دیویں۔ دیکھتے نہیں آپ کیا تھے اور کیا بن گئے۔ یہ سب ہمت اور استقلال کا نتیجہ ہے۔ آپ ماشاء اللہ! پہلے محض امی تھے۔ آپ عالم بنے۔ پھر درجہ بدرجہ مؤلف، مصنف، مجدد، ملہم، حارث، مہدی دوران مسیح زمان، مثیل مسیح، مہدی منتظر، مسیح موعود، احمد، مثیل محمد۔

(آج کل مثیل مہاراج کرشن جی اور رام چندر جی) حتیٰ کہ آئینہ کمالات میں آپ خود خدا بن بیٹھے۔ زمین وآسمان ومافیہا کے خالق ومدبر وغیرہ وغیرہ!

مرزا صاحب بڑے بڑے کام تو آپ نے بھگتا لئے۔ اب مسٹر آتھم کے الہام کے جھوٹا نکلنے پر آپ نے ہمت ہار دی تو بس تر کی تمام شد۔ آپ کا پرانا اور سیالکوٹ میں سب سے پہلا یار غمخوار ابوالمسیح احمد انکم ٹیکس کلارک ضلع سیالکوٹ۔

اور اس کے پرچہ یکم/اکتوبر۱۸۹۴ء میں ایک بسیط مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے:

(۱)مرزائیوں اور عیسائیوں کی لڑائی (۲)فریقین کی گمراہی (۳)اسلام کی سچائی (۴)مرزائیوں کی روسیاہی (۵)بعدش کمال درجہ کی بے حیائی

پھر اس مضمون میں پرانے عیسائیوں اور کادیانی دونوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے اور جو بات عنوان میں کہی ہے۔ وہ خوب ثابت کر دکھائی ہے۔

خلاصہ اخبار ’’نور علیٰ نور‘‘ لدھیانہ

اس اخبار کے دو ایڈیٹر ہیں۔ ایک مسلمان سنی (مولوی نور محمد صاحب حقانی) دوسرا

عیسائی جھوٹے عیسیٰ کو ماننے والا مرزائی میاں الہ دین جلد ساز۔ سنی ایڈیٹر صاحب نے پرچہ ۱۶/ربیع الاوّل ۱۳۱۲ھ میں ''مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے کا باعث'' عنوان قائم کر کے پہلے یہ عذر کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم قبل از وقت اپنے اکثر احباب سے مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے کی نسبت رائے قائم کر چکے تھے۔ مگر بپاس خاطر میاں الہ دین صاحب درج اخبار کرنے کو ایک وقت معین پر ملتوی رکھا تھا۔ جس کو اب بارہ تیرہ روز ہوئے اور اس عرصہ میں مرزا اور اس کے چیلوں سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ اس کے بعد سنی ایڈیٹر نے اس پیش گوئی کا غلط و دروغ ہونا اور کادیانی کا عامل عمل مسمریزم (مگر ناقص و ناتجربہ کار) ہونا ثابت کیا اور اس کے عذر کا جو اشتہار ۹/ستمبر ۱۸۹۴ء میں اس نے شائع کیا ہے۔ عذر بدتر از گناہ، ہو ثابت کیا ہے۔ عیسائی مرزائی ایڈیٹر نے اس پیش گوئی کے جھوٹ ہونے پر اس کے برخلاف اشتہار دینا چاہا تو لدھیانہ کے حواریان کادیانی ان کے گرد ہو گئے اور بولے کہ ہم نے سنا ہے۔ تم حضرت اقدس (اکذب) کے برخلاف اشتہار دینے والے ہو۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب مرزائی نے کہا کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو آپ کو معلوم ہے۔ مگر کیا کروں شہر کے لوگ بہت دق کرتے ہیں۔ ان دق کرنے والے مسلمانوں خصوصاً نور علی نور کے خریداروں کے پاس خاطر اور خوف سے اپنے اسی پرچہ ربیع الاوّل میں یہ مضمون شائع کیا جو بعینہٖ آپ کے الفاظ سے (مگر بحذف واختصار) نقل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

جنگ مقدس کی پیش گوئی کا خاتمہ

مرزا صاحب نے امرتسر کے مباحثہ میں مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے کے اندر اندر مرنے کی جو پیش گوئی کی تھی۔ اس کے اخیر مرزا صاحب نے خود ہی بطور فیصلہ یہ اقرار کیا ہے۔ اس کے بعد ایڈیٹر مرزائی نے وہ عبارت کادیانی پرچہ جنگ مقدس سے نقل کی ہے۔ جو رسالہ نمبر۲ جلد ہذا کی ص ۳۵ میں منقول ہے۔ اس کے بعد کہا ہے: ''اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گزر کر بارہ تیرہ روز ہو لئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار (فتح الاسلام، مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۲۵) میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان نہیں ہے۔ پس اب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔

''المرء یؤخذ باقرارہ'' آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ سے یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل سنت والجماعت سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔ والسلام!''

العبد: کمترین الہ دین جلد ساز لدھیانوی وایڈیٹر نور علی نور لدھیانہ

خلاصہ ''کپورتھلہ'' اخبار

اس اخبار کے پرچہ ۲۲ر ستمبر ۱۸۹۴ء میں عنوان ''ہر نمرودی را پشہ'' قائم کر کے بیان کیا ہے کہ کادیانی نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر یہ اعتراض ہوا کہ دجال تو ابھی نکلا ہی نہیں۔ عیسیٰ مسیح کیوں نازل ہوا تو اس نے پادریوں کو دجال قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اسی دجال کے قلع قمع کرنے کو خدا نے مجھے نازل کیا ہے تاکہ سحر فرنگ کا موم کا بت آسمانی اعجاز کے پتھر سے توڑ دیا جائے اور چند سادہ لوحوں کو اپنا گرویدہ بنا کر تھوڑے عرصہ میں ایک جمعیت بہم پہنچا کر اپنے قرارداده دجال کے مقابلہ کے لئے دمشق (کادیان) سے نکلا اور امرتسر میں اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ آخر پندرہ ماہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ عین غروب آفتاب کے وقت مسیح کے لشکر پر ہزیمت پڑی اور اس کے جان نثار سر پاؤں پر رکھ کر میدان سے بھاگے اور بجائے اس بات کے کہ دجال مسیح کے ہاتھ سے باب لد پر قتل ہو۔ بیچارہ مسیح آپ ہی دجال کے ہاتھ سے سخت مجروح ہو کر بھاگ کر دمشق (کادیان) میں جا چھپا۔ اگرچہ کادیانی ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرنے سے تمغات لعنت کا مستحق تو ہو گیا۔ لاکن افسوس ہے کہ وہ اس زخم کاری سے جانبر نہ ہوگا اور بعدہ جلد روانہ ملک عدم ہو جائے گا اور اس کی نوحہ خوانی کے واسطے یہ مصرع ناموزوں نہ ہوگا ؎

کہیں مل کے خس کم جہاں پاک سارے

اب اے مقدس حوارئین فرمائیے کیا اسلام صدہا سال سے مسیح کے زیر سایہ اسی فتح وکامیابی کا انتظار کر رہا تھا۔ جو آج کل آپ کے مسیح کو نصیب ہوئی ہے۔ کیا سحر و فرنگ کا موم کا بت اسی طرح توڑا جاتا ہے۔ کیا بت پرستی کی بنیاد یونہی اکھاڑی جایا کرتی ہے۔'' اتقوا اللہ

اتقوا اللہ اتقوا اللہ‘‘ اور یہ بھی فرمایئے کہ یہ شکست وندامت جو آپ کے مسیح کو دجال کے مقابلے میں حاصل ہوئی ہے۔ اس کا کسی حدیث میں ذکر ہے کہ مسیح موعود جو صرف قتل دجال اور ترقی اسلام کے واسطے نازل ہوگا۔ دجال کے مقابلہ میں ذلیل ہوگا اور اس کے متبعین جو مقبولان بارگاہ ایزدی ہوں گے۔ اسے دمشق میں دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ جائیں گے اور اپنے امام کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کسی پیش گوئی میں نہیں بلکہ اس کے خلاف معاونین مسیح کی جان نثاری اسلام کی شرطیہ فتوحات اور دجال کی شکست وقتل کی بشارتیں جابجا پائی جاتی ہیں۔ جو بے شک اپنے وقت پر ظہور میں آئیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ تو کادیانی مسیح ہے نہ ملہم نہ مجدد بلکہ یہ سارے جھگڑے دنیا طلبی کے واسطے ظہور میں آئے۔ الحمدللہ! کہ اس شکست سے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ مرزا کو اسلام کی طرف سے وکالت یا نیابت کی کوئی سند نہیں ملی ہوئی تھی۔ جسے اس کی شکست اسلام سے منسوب ہو سکے بلکہ اسلام نے تو اس کو پہلے ہی مطرود اور مردود کر دیا تھا۔ اب اگر کوئی متعصب وناخوش شناس مرزا کی شکست وذلت کو اسلام سے منسوب کرے تو وہ خود ذلیل درذلیل سمجھا جائے گا۔

اس قسم کے مضامین اس پیش گوئی کے دروغ ہونے کے مظہر اور اسلامی اخبارات (پیسہ اخبار، ملّا دوپیازہ وغیرہ وغیرہ) میں درج ہیں۔ مگر ان سب کی تفصیل سے بہت تطویل متصور ہے۔

غیر اسلامی اخبارات

غیر اسلامی اخبارات کا انتخاب ہمارا مقصود ومطلوب نہ تھا مگر دو باتیں (ایک بے انصاف عیسائیوں کو دوسرے گورنمنٹ کو) جتانے کی غرض سے ہم دو تین غیر اسلامی اخبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

ایک بات: (جو عیسائیوں کو جتانے کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات خصوصاً عیسائی اخبار نور افشاں نے کادیانی کی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے سے اسلام کو جھوٹا تسلیم نہیں کیا۔ یہ ان بے انصاف عیسائیوں کو عبرت وہدایت کا موجب ہوسکتا ہے۔ جو کادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کا جھوٹا ہونا کہہ رہے ہیں۔

دوسری بات: (جو گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات نے اس حرکت بے جا پر کادیانی کو مواخذہ عدالت کے لائق قرار دیا ہے۔

کوہ نور

لاہور کا پرانا اخبار ’’کوہ نور‘‘ ۱۱؍ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچہ میں اس پیش گوئی کا جھوٹ ہونا ثابت کر کے لکھتا ہے۔ہم یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے خیال کریں تو ان کی سخت غلطی ہوگی۔ کیونکہ مرزا کادیانی اپنے اعمال وافعال کا خود جوابدہ ہے نہ کہ اسلام۔ معدودوں چند آدمیوں کے سوا ہندوستان کے تمام اہل اسلام مرزا کادیانی کو سخت نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی پیشین گوئیاں خود مسلمانوں کے نزدیک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

۶؍ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو عبداللہ آتھم فیروز پور سے امرتسر جاتے ہوئے تھوڑی دیر لاہور ریلوے اسٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ بہت سے لوگ کمال اشتیاق سے ان کو دیکھنے گئے تھے۔ جنہوں نے ان کو صحیح وسلامت دیکھ کر خوشی ظاہر کی۔ فوراً یہ خبر لاہور میں پھیل گئی۔ عام جوش مسرت اور خوشی کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۶؍ستمبر کا دن مسلمانان لاہور کے لئے عید سے کس طرح کم نہ تھا۔ بالفرض مرزا قادیانی کی پیشین گوئی صحیح بھی نکلتی تو پھر بھی ان کو ایک نجومی یا رمال سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی تھی۔ کیونکہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نجومیوں کی پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب نے اعلان دیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی غلط نکلی تو میرے گلے میں رسا ڈال کر تشہیر کیا جائے اور پھانسی پر چڑھایا جائے۔ وغیرہ وغیرہ! لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا یقین ہے کہ برٹش عہد سلطنت میں کوئی ان کے گلے میں رسہ ڈالنے نہیں آئے گا۔ پھانسی کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو وہ کم سے کم تخویف مجرمانہ کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں اور عبداللہ آتھم ملک پر احسان کریں گے۔ اگر وہ اس ملہم کاذب کو عدالت کے کٹہرے پر لاکر کھڑا کریں گے۔ واقعی یہ امر نہایت غیر مستحسن ہے کہ ایک شخص کو پوری آزادی دی جاوے کہ وہ خوفناک پیشین گوئیوں سے لوگوں کو ڈراتا پھرے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت کی برکت ہے کہ مسیح ومہدی تو کیا اگر کوئی (نعوذ باللہ) خدائی کا

بھی دعویٰ کرنے لگے تو کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ ایران اور روم تو اسلامی سلطنتیں ہیں۔ روسی عملداری میں بھی ایسے مدعیان خرد کے لئے سائبیریا میدان (یہ ایسا ہے جیسا کہ کالا پانی) موجود ہے۔

اس اخبار میں جو اس آزادی کو غیر مستحسن قرار دے کر پھر اس کو برٹش گورنمنٹ کی برکت کہا گیا ہے۔ اس سے صاحب اخبار کو ہ نور کی مراد بے برکتی ہے اور واقع میں بھی کسی کو اس حد تک آزادی دینا جو رعایا اور گورنمنٹ کے جان و مال کو نقصان پہنچاوے۔ برکت نہیں ہوسکتی ہے بلکہ یہ ناجائز آزادی ہے۔ جس سے گورنمنٹ نیوٹرلٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے اور عام لوگوں کا گورنمنٹ پر یہ گمان ہوتا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کی طرفدار ہے۔ اس لئے وہ ان کو اس آزادی سے نہیں روکتی اور وہ یہ چاہتی ہے کہ ایسے لوگ تفرقہ انداز پیدا ہوں اور لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہیں اور وہ اتفاق جو گورنمنٹ کے خیال میں (نہ واقع ہیں) سلطنت کے لئے مضر ہے۔ پیدا نہ ہونے دیں۔ یہ خیال صرف عوام کا ہی نہیں بلکہ خاص پرنسپل اشخاص اور لیڈروں کا ہے۔ جس کو وہ بذریعہ اخبارات مدت ہوئی ظاہر کر چکے ہیں اور عوام تو اس سے زیادہ کہتے ہیں۔ جس کا اظہار پر پبلکی مناسب نہیں۔ کیونکہ وہ مستان راسرود۔ یاد دہانیدن کا مصداق بنتا ہے۔ ہاں! گورنمنٹ پرائیوٹلی دریافت کرے گی تو ظاہر کر دیں گے۔ لہٰذا گورنمنٹ کا خسروانہ اور منصفانہ فرض ہے۔ اگر عبداللہ آتھم یا کوئی اور صاحب کادیانی کی اس حرکت بے جا پر چارہ جوئی نہ کریں تو گورنمنٹ خود مداخلت کرے اور اس کو نقصان وایذا رسانی اور تخویف مجرمانہ کی سزادی اور اس سے جو عامہ خلائق میں نقصان پیدا ہونا نہ صرف احتمالی بلکہ یقینی اور واقعی امر ہے۔ اس کو روک دے۔ جیسا کہ وہ اور دھوکہ دینے والوں اور ضرر رسانوں کو بلا استغاثہ روک دیتی ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی نہ کوئی چیز کسی کے پاس فروخت کرے یا جھوٹی دوا دے کر لوگوں کو ضرر پہنچاوے یا فن طبابت یا جراحی کی آڑ میں کسی کو اس کی موت کی جھوٹی خبر دے کر اس کا مال مارے تو گورنمنٹ اس کو مواخذہ کرے اور اگر کوئی جھوٹا الہام بنا کر اس سے لوگوں کو موت سے ڈراوے اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارے تو اس کو گورنمنٹ چھوڑ دے اور ایسی آزادی دے رکھے کہ جس کو وہ چاہے اس الہام

سے ڈراوے اور دھمکا دے اور اس کا مال خوردبرد کرے اور اگر گورنمنٹ یہ عذر کرے کہ لوگ اپنے مالوں کے تصرف میں آزاد و خودمختار ہیں۔ وہ اپنے اختیار سے (خوشی سے خواہ ڈر سے) مال دیتے ہیں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو پھر گورنمنٹ ان لوگوں کو کیوں روکتی ہے۔ جن کو لوگ اپنی خوشی سے دھوکہ میں آکر مال دے دیتے ہیں یا ان کے ہاتھ سے جانی نقصان پاتے ہیں اور آخر وہ لوگ دھوکہ باز ثابت ہوتے ہیں اور اگر گورنمنٹ یہ عذر کرے کہ الہام کا دعویٰ کرنا اور اس الہام کے ذریعہ سے اس قسم کی پیشین گوئیاں کرنا ایک مذہبی امر ہے۔ جس میں گورنمنٹ مداخلت نہیں کرتی۔ نیوٹرل (غیر طرف دار) رہنا چاہتی ہے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر گورنمنٹ نے ان لوگوں پر کیوں مواخذہ کیا اور کیوں ان کو پھانسی دیا یا توپ کے آگے اڑآ دیا یا کالے پانی بھجوایا۔ جنہوں نے اپنے مذہب کے حکم یا بہانہ سے گورنمنٹ کا مقابلہ کیا یا مقابلہ کرنے والوں کا ساتھ دیا۔

یہ کادیانی بھی اس خیال کا آدمی ہے۔ یہ اپنی کتاب (دافع الوساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص۶۰۱) میں صاف کہہ چکا ہے کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہوکر خدا کے ملک میں ہوجاتے ہیں۔ پھر خدا جس کو چاہتا ہے ان کے مال وجان کا مالک بنادیتا ہے اور اس کے ساتھ سے تلف کراتا ہے اور گورنمنٹ کی نسبت اپنے خاص مریدوں کو ہشت سالہ میعاد کی پیش گوئی میں سنا چکا ہے۔ جس کا ہم نے بار بار رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ اب یہ گورنمنٹ کے مقابلہ کے لئے صرف کافی جمیت کا منتظر ہے۔ کیا اس وقت بھی گورنمنٹ اس مقابلہ کو ایک مذہبی امر سمجھ کر مداخلت سے متوقف رہے گی اور اس مداخلت کو خلاف نیوٹرلٹی سمجھیں گی۔ نہیں ہرگز نہیں اور یہ امر انصاف اور خسروانہ منصب کے مخالف ہے کہ جب وہ اپنے الہام اور مذہب کی اجازت سے گورنمنٹ پر دست درازی کرے تو اس کو روکا جائے اور جب وہ اسی الہام اور مذہب کے بہانہ سے رعایا کے جان ومال پر دست درازی کرے تو اس کو مذہبی امر سمجھ کر اس میں دست اندازی نہ کی جاوے۔ آئندہ اس امر کو گورنمنٹ خود سوچ لے وہ ہم سے بڑھ کر ایسے امور کو سوچ سکتی ہے۔

امور مملکت وملک خسروان دانند گدائے گوشہ نشین تو حافظا مخروش

اخبار ’’نورافشاں‘‘ لدھیانہ

اخبار نورافشاں نے (جو عیسائی مشہور اخبار ہے) اپنے پرچہ ۲۱؍ستمبر۱۸۹۴ءکو وہ نور کا مضمون مذکور بطور استشہاد نقل کیا ہے تو گویا امر کو مان لیا کہ جو عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھتے ہیں اور کادیانی کے جھوٹا ہونے کو تمام مسلمانوں کا جھوٹا ہونا بنا رہے ہیں۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ علاوہ برآں اسی پرچہ میں اس پر خود یہ ریمارک کہا کہ یہ ہم لکھ چکے ہیں۔ (یعنی پرچہ ۱۴؍ستمبر۱۸۹۴ء میں ہے) کہ مرزائی پیش گوئی کا پورا ہو جانا مسیحیت کی بطالت کی دلیل کسی صورت سے نہیں ہوسکتی تھی اور نہ اس کا پورا نہ ہونا محمدیت کی ابطال کے لئے کوئی دلیل ہوسکتا ہے۔

اور اپنے پرچہ ۵؍اکتوبر۱۸۹۴ء میں اپنے عیسائی نامہ نگار سے نقل کیا ہے۔ ’’مرزا صاحب ہمارے نزدیک آپ کا الہام بہرصورت جھوٹا اور اس کی تاویل باطل ٹھہرتی ہے اور بجز اس کے کوئی چارہ چارہ نہیں کہ آپ توبہ کریں۔ آپ شوق سے ایسے اشتہار دیویں اور جھوٹوں جتاویں کہ آپ جھوٹے نہیں ٹھہرے اور فتح اسلام، فتح اسلام پکارا کریں۔ لیکن ان سے نہ تو آپ کی روسیاہی دھوئی جاتی ہے اور نہ فتح اسلام ثابت ہوئی ہے۔ آپ جیسے اولیاؤں کی باتیں فتح اسلام کی دلیل نہیں ٹھہر سکتی ہیں۔ آپ اسلام کو بھی خواہ مخواہ بدنام کر رہے ہو۔ حالانکہ ہم عیسائی نہیں چاہتے کہ آپ کے سبب اسلام کو بدنام کریں اور اپنے پرچہ ۱۲؍اکتوبر میں لکھتا ہے۔ نامہ نگاروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ آئندہ کوئی مضمون مرزاغلام احمد کادیانی کے بارہ میں بمراد اندراج نورافشاں نہ بھیجیں۔ غیرت مند وباحیا شخص کے لئے جس قدر اب تک لکھا جاچکا ہے۔ کافی سے زیادہ ہے۔ مگر غالباً نامبردہ کو ان تحریروں سے کچھ بھی غیرت نہ آئی ہوگی۔ پس ایسے شخص کی نسبت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ درحالیکہ اہل اسلام کادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج اور مسیحی اس کو ایک کاذب مفتری سمجھتے ہیں تو اب اس کو اس مہلک طریق میں جو اس نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔ چھوڑ دیا چاہئے اور آئندہ اس کا کچھ ذکر نہ کرنا بہتر ہوگا۔ ایڈیٹر

ان کوٹیشنز (حوالہ جات) نورافشاں کو وہ بے انصاف عیسائی جو کادیانی پر فتح یابی کو اسلام پر فتح یابی سمجھ کر اس پر بغلیں بجاتے تھے۔ عبرت وانصاف وحیاء کی نگاہوں سے پڑھیں اور اس فتح کے دعوے پر اب شرم کریں اور آئندہ اس فتح کو بمقابلہ اہل اسلام فتح نہ کہیں بلکہ ایک کافر ومرتد خارج از ملت اسلام پر فتح کہیں۔ جیسا کہ ان کے لیڈروں ایڈیٹر نورافشاں اور اس کی عیسائی کارسپانڈنٹوں نے کہا ہے۔

اس نقل وتلخیص مضامین اخبارات واشتہارات سے ہماری دونوں عرضیں ثابت ہوئیں۔ (۱) کادیانی کی شکست دروغگوئی ثابت ہونے کی خوشی جمہوری خوشی ہے۔ (۲) خوشی کرنے والوں مسلمانوں نے بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی اس شکست کو اسلام کی شکست نہیں قرار دیا اور نہ اس پر اظہار مسرت کہا ہے۔ کادیانی نے جو مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں عیسائیوں کی فتح پر خوش کرنے کا الزام دیا ہے۔ اس میں کذب اور دجالیت سے کام لیا ہے۔ اب ناظرین کو یہ شوق وانتظار ہوگا کہ کادیانی اس روسیاہی کو کس طرح اٹھاتا ہے اور حسب عادت خود اپنے جھوٹ کو کیونکر سچ بناتا اور اس گناہ پر وہ کون سا عذر کرتا ہے جس کو اس مضمون میں کئی جگہ عذر بدتر از گناہ کہا گیا ہے۔ سوائے حضرات ناظرین! اس کا بیان مستقل مضمون ذیل میں ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۶ نمبر۱ ص۱ تا ۳۲)

حاشیہ جات

۱؎ ارڑ پوپو پنجاب میں بھیک مانگنے والوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو ہاتھ میں دو چار ورق لے کر کوچہ بکوچہ کہتے پھرتے ہیں۔ ارڑ پوپو، جبر جنگ، من دی دلیل، سکھدے بچن وغیرہ اور ایک چٹکی آٹے پر غیب کی باتیں بتانے کے مدعی ہوتے ہیں۔

۲؎ یہ الفاظ سنی ایڈیٹر صاحب کے مشعر ہیں کہ میاں الہ دین صاحب مرزائی ہونے کی وجہ سے سنی ایڈیٹر کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر سے مانع رہے۔ ورنہ وہ پہلے ہی سے یہ رائے شائع کر دیتے۔

۳؎ میاں الہ دین کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے کے بعد عیسائی مرزائی کہنا شاید اس سوال ناظرین کا محل ہوگا کہ وہ تو کادیانی کے عقائد جدیدہ سے تبری ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر ان کو عیسائی

مرزائی کیوں کہا گیا۔ الجواب اے حضرات ناظرین! باتمکین! اس کی دو وجہ ہیں۔ اوّل ان کا وہی قول ہے جو حواریان کادیانی کے جواب میں انہوں نے کہا اور وہ متن میں منقول ہے اور وہ ہم کو ایک معزز اور معتبر سنی مسلمان کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ دوسری وجہ یہ قول خداوندی ہے: ’’ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادو اکفر لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا (نساء:۱۳۷) الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولئک مع المؤمنین (نساء:۱۴۶)‘‘ جس میں ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر ایمان لائے۔ پھر کافر ہوئے۔ پھر اس کفر میں بڑھ گئے۔ خدا ان کو نہ بخشے گا اور نہ ہدایت کرے گا۔ مگر ہاں! ان کو جو تائب ہوئے اور انہوں نے اس فساد کی اصلاح کی اور اپنے دین کو خالص کر لیا۔ وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور میاں الہ دین صاحب کا یہ حال لدھیانہ کے رہنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ وہ پہلے مسلمان تھے۔ پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ پھر جب میر عباس علی صاحب مرحوم ومغفور کادیانی کے پنجہ سے نکل کر تائب ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ میاں الہ دین بھی تائب ہوئے اور اسلام میں آئے۔ جب وہ امرتسر کے مباحثہ عیسائیوں میں شامل ہوئے تو کادیانی کے ملحدانہ اصول اور تقاریر سن کر بے علمی وناواقفی کے سبب ان کے رال ٹپک پڑے اور پھر عیسائی مرزائی ہوئے اور اس میں ایسے بڑھے کہ اخبار نور علی نور کو کادیانی کے کمالات کا فوٹو بنا دیا۔ جس کے سبب سے مسلمانان قصبہ روپڑ وغیرہ نے خریداری اخبار سے انکار کر دیا۔ اب اس پیش گوئی سے کادیانی کی روسیاہی دیکھ کر اور چاروں طرف کی لعنت وملامت سے ڈر کر پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا بحکم آیت منقولہ بالا ان کے اس اسلام کا اعتبار نہیں۔ جب تک کہ وہ ایک مدت تک کادیانی کے کفریات کا علانیہ مجلسوں میں اور اخبار میں اسی طور پر رد نہ کریں۔ جس طور پر اس کے محامد وفضائل بیان کر چکے ہیں اور آیت: ’’الا الذین تابوا واصلحوا (نساء:۱۴۶)‘‘ کا پورا مصداق نہ بن جائیں۔

O ...... O ...... O

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

لعنت کادیانی بر کادیانی

یا

لعنۃ اللہ علی الظالمین الکاذبین المفترین علی اللہ رب العالمین

(بجواب اشتہارات یک ہزار دو ہزار
و تین ہزار و چار ہزار و رسالہ بے انوار کادیانی)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا اوقال اوحی الّی ولم یوح الیہ شی. ان لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین الذین یصدون عن سبیل اللّٰہ ویبغونہا عوجاً وھم باالاٰخرۃ کافرون فنجعل اللّٰہ علی الکاذبین‘‘

لعنت،لعنت،لعنت تاہزارر سالہ بےنور کادیانی بےانوار

این۔ ہین کسپر؟

صاحبو! کذاب،ظلام،افاک،مفتری علی اللہ کادیانی پر۔

اوہو،کس کی طرف سے۔

صاحبو! خداتعالیٰ کی طرف سے اور عام لعنت کرنے والوں فرشتوں،مسلمانوں اورعام لوگوں کی طرف سےاورخودکادیانی کی اپنی طرف سے۔

خداتعالیٰ کی طرف سے اورتمام لعنت کرنے والوں فرشتوں،مسلمانوں اور عام لوگوں کی طرف سےلعنت ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

صاحبو! خدا کی طرف سےاس پرلعنت ہونے کا ثبوت وہ آیات قرآن ہیں جن کو زیب عنوان مضمون کیا گیا ہے۔ان میں صاف تصریح ہے کہ:’’خداتعالیٰ پر افتراء کرنے والےاورنزول وحی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے سے بڑھ کرکوئی ظالم نہیں ہے۔‘‘اور’’ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ قیامت کے منکر ہیں۔‘‘ آؤ ’’جھوٹے پرلعنت کریں۔‘‘اور یہ امر باتفاق فریقین مسلّم ہے کہ کادیانی اپنے اوپر نزول وحی کا دعویٰ کرتا ہے۔ (توضیح مرام ص۱۸،خزائن ج۳ص۶۰)

اور یہ امر باتفاق جمہوراہل اسلام ثابت ومسلّم ہے کہ کادیانی اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور وہ لوگوں کوخدا کے دین سے روکتا ہے اوراپنے نئے دین پر چلانا چاہتا ہے اور وہ قیامت کامنکر ہے۔

فرشتوں اور مسلمانوں اورعام لوگوں کی طرف سےاس پرلعنت ہونے کا ثبوت۔ وہ آیات ہیں جن سے ثابت ہے کہ جس پر خداتعالیٰ لعنت کرتا ہے۔اس پر فرشتے اور عام لوگ بھی لعنت کرتے ہیں اوروہ احادیث:’’**اولئک یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللاعنون**

(البقرہ:۱۵۹) اولئک علیهم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین (البقرہ:۱۶۱) (احادیث) ویوضع له البغضا فی الارض (مشکوٰۃ ص ۴۲۵) انتم شهداء الله فی الارض (مشکوٰۃ ص ۱۴۵) ''جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ''زبان خلق نقارۂ خدا''

مسلمانوں کی طرف سے اس پر لعنت ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے کہ کادیانی نے رسالہ ''بے نور'' کے چار صفحوں میں عیسائیوں کے حق میں ایک ہزار لفظ لعنت نمبروار تحریر کر کے آخر مسلمانوں کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے اور اہل اسلام میں یہ امر مسلم اور ثابت ہے کہ مسلمان لعنت کا محل واہل نہیں ہوتا اور یہ امر حدیث (مشکوٰۃ میں ملاحظہ ہو) میں آچکا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز کو لعنت کرتا ہے جو اس کی اہل محل نہ ہو تو وہ لعنت پھر پھرا کر اسی شخص کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جس کے منہ سے نکلتی ہے۔ لہٰذا وہ ہزار لعنت جو مسلمانوں کے حق میں بلاقصور وبلاوجہ اس نے کہی تھی وہ مسلمانوں کی طرف سے واپس ہو کر اسی پر آپڑی۔

عام لوگوں کی طرف سے اس پر لعنت ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ عام لوگوں کو لعنت کرتا ہے۔ آریہ کو اس نے (شحنہ حق ص ۳۸،۳۹، خزائن ج۲ ص ۳۷۶) میں دس لعنتیں کہیں۔ نصاریٰ کو اسی رسالہ بے نور میں ہزار لعنت سنائیں۔ وہ اس کے صلہ ومقابلہ میں اس کو دن رات لعنتیں کر رہے ہیں۔ ایک وجہ ان کی لعنت کی یہ بھی ہے کہ خدا مسلمانوں کا حامی ہے۔ مسلمانوں کی حمایت میں خدا ان لوگوں سے بھی اس کو لعنتیں کہلاتا ہے۔

بھلا صاحب اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا کہ خدا کی طرف سے اور فرشتوں کی اور عام بندوں کی طرف سے اس پر لعنت برس رہی ہے۔ مگر اس کا ثبوت کیا ہے کہ خود اس کی طرف سے بھی اس پر لعنت پڑ رہی ہے۔ اپنے آپ کون لعنت کرتا ہے؟

صاحبو! یہ بھی خدا کی طرف سے مسلمانوں کی حمایت میں کادیانی پر رجعت وعقوبت ہے کہ وہ اپنے منہ سے اپنے آپ پر حسب تفصیل ذیل لعنت کر چکا اور کر رہا ہے۔ مباحثہ امرتسر میں (جو اس کا اپنے بڑے بھائیوں، عیسائیوں سے ہوا تھا) وہ مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ ماہ میں فوت ہو جانے کی پیش گوئی کر کے صفحہ اخیر میں صاف یہ لکھ چکا ہے۔ ''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خداتعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت (ایہا الناظرون ان

الفاظ کو نہ بھولنا) ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تم شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔''

(جنگ مقدس ص۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۳)

یہ عبارت والفاظ کادیانی کے صاف پکار رہے ہیں کہ اگر کادیانی کا مخالف عبداللہ آتھم یا فریق مخالف کے تمام ممبر بسزائے موت جہنم میں نہ جائیں تو کادیانی پر خدا کی اس قدر لعنت ہے جو تمام دنیا کے کسی شیطان بدکار لعنتی پر نہیں ہوئی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ عبداللہ آتھم یا اس کا تمام فریق مر گیا یا وہ زندہ ہے؟ اور اس کے فریق کے لوگوں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ ہے۔

صاحبو! میعاد موت ۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو گزر گئی اور عبداللہ آتھم معہ اکثر ممبران فریق خود زندہ ہے۔ بھلا، چنگا، ہٹا، کٹا پہلے سے زیادہ تازہ موٹا۔

اس امر کا اعتراف کادیانی نے خود اپنے (اشتہار ۹؍ستمبر ۱۸۹۴ء مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۰) اور اپنے رسالہ بے انوار (نور الحق ص۳۷، خزائن ج۸ ص۵۰) میں کیا ہے۔ وہ عبداللہ آتھم کو زندہ بتایا ہے اور ڈاکٹر کلارک اور پادری عمادالدین وغیرہ کو مخاطب کر کے ان دونوں کی حیات کا اظہار واقرار کر رہا ہے۔ پھر بحسب شہادت عبارت والفاظ منقولہ بالا اس کی طرف سے اس پر لعنت کی بوچھاڑ ہونے میں کیا کسر ہے؟ آپ صاحبان صاف ہی کہیں گے کوئی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہر آن ہر لحظہ اس پر لعنت کی موسلا دھار بارش ہو رہی اور ہوتی رہے گی۔ جب تک کادیانی دھوکہ بازی افتراء پردازی سے تائب نہ ہوگا اور مسلمان نہ ہو جائے گا۔

بھلا صاحب! اگر کادیانی عبارت والفاظ مذکورہ بالا شائع ومشتہر کر چکا ہے تو پھر

وہ اپنا منہ کالا کر کے اور اپنے گلہ میں رسہ ڈال کر اور ایک لعنت کا سائن بورڈ زیب گلو فرما کر اپنے آپ کو مسلمانوں یا عیسائیوں کے حوالہ کیوں نہیں کر دیتا۔ اس میں اس کو کوئی عذر ہے تو وہ کیا ہے؟

صاحبو! وہ عذر ایک نہیں کئی اعذار دل آزار ہیں۔ مگر سب کے سب عذر بدتر از گناہ کا مصداق، وہ عذرات وہی یا اس کے جنس سے ہیں۔ جن کے کادیانی کی طرف سے پیش ہونے سے پہلے اشاعۃ السنۃ اپنے نمبر۹ جلد۱۵ میں پیش گوئی کر چکا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱...... وہ کہتا ہے کہ اصل الہام میں ''ہاویہ'' کا لفظ تھا۔ میں نے اس کی تشریح موت سے اپنی طرف سے کی تھی۔ اس میں میں نے غلطی کھائی تو یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے ملہم بھی ایسی غلطی کھا گئے تھے جو ایک الہامی وعدہ مجمل کی اپنے خیال سے تفصیل کرتے وہ درست نہ نکلتی تو ان کو خداتعالیٰ پر عدم ایفائے وعدہ کا گمان ہو جاتا۔ اس کی تصدیق وتائید میں شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ۴۷ کا حوالہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے وہ اصل الہام کے مضمون ''ہاویہ'' سے عبداللہ آتھم بچ نہیں سکا۔ وہ سخت بیمار ہاڈر کا مارا۔ شہر بشہر پھرتا رہا۔ گھر کے اندر سے اس کو ڈر لگتا تھا۔ کتے اور سانپوں کے سامنے آجانے سے بھی ڈر جاتا تھا۔ یہ ہاویہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور کہتا ہے اس معنی ہاویہ سے اس فریق کا کوئی شخص نہیں بچا۔ ڈاکٹر کلارک کو رائٹ صاحب کے بے وقت موت کا ایسا الم پہنچا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ ایسا ہی پادری ٹامس ہاول بیماری کے ہاویہ میں رہ کر ایک مدت کے بعد نکلا۔ ایسا ہی پادری عبداللہ سخت بیمار ہونے کے ہاویہ میں گرا اور معلوم نہیں کہ مرا یا بچا۔ پادری عمادالدین رسالہ نورالحق کے جواب سے عاجز ہونے سے اور ایک ہزار لعنت کا جو اس رسالہ میں اس پر بھیجی گئی تھی۔ مورد ہونے سے ہاویہ میں گرا۔

۲...... عذر اوّل کے مخالف ومتناقض ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ موت کامل طور کا ہاویہ ہے اور یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اس سے گو عبداللہ آتھم بچ گیا ہے۔ مگر اصل الہام میں عبداللہ آتھم کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ بلکہ فریق مخالف کے لئے ہاویہ میں پڑنے کی خبر دی گئی ہے۔ سو مباحثہ کرنے والے فریق سے ایک ممبر بلکہ اس کا سرگروہ پادری رائٹ صاحب امرتسر میں مرا اور

یوحنا جنڈیالہ میں پادری فورمن لاہور میں مرا۔ اس معنی میں بھی اس پیش گوئی کا تحقق ہوگیا۔ نہ تخلف۔ (آفرین صد آفرین! اے کادیانی ارڑ پوپو تیرے جرأت وحیاء پر کہ جس منہ سے تو نے موت کو اصل الہام سے غیر اور اس کی تفسیر قرار دے کر اس کے تحقق کو غیر ضرور ٹھہرایا تھا اور اس تفسیر کو اصل الہام سے متحد سمجھنے کو وسوسہ شیطان بتایا تھا۔ اسی منہ سے تو نے پھر اس کو ہاویہ کا فرد ٹھہرایا اور متحقق بنایا ہے اور اس گروہ کے دو تین شخص کی موت سے اس پیش گوئی کو سچا بنایا ہے)

۳...... عذر اوّل کے مخالف ومتناقض وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصے تھے۔ اوّل یہ کہ فریق مخالف ہاویہ (یعنی موت) میں ڈالا جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ حق کی طرف کسی قدر بھی رجوع کرلے گا یعنی موت سے ڈر جائے گا تو وہ اس ہاویہ موت سے بچالیا جائے گا۔ عبداللہ آتھم کے حق میں خدا نے پہلے پہلو کی طرف رخ نہ کیا۔ بلکہ دوسرے پہلو کو اختیار کیا۔ کیونکہ عبداللہ آتھم نے کسی قدر حق کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ اس عذر وتاویل پرفریب کو کادیانی نے اپنے ہی تک نہیں رہنے دیا۔ بلکہ اس مضمون کا عربی عبارت میں ایک الہام بھی گھڑ کر خداتعالیٰ پر اس کا افتراء کیا۔ چنانچہ کہا ہے کہ خداتعالیٰ نے ایسا کیا اور مجھے فرمایا ہے:

’’**اطلع اللہ علی ھمہ وغمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین. وبعزتی وجلالی انک انت الا علی ونمزق الاعداء کل ممزق ومکر اولئک وھو یبور انا نکشف السرعن ساقہ یومئذ یفرح الیؤمنون ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین. وھذہ تذکرہ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً**‘‘ (انجام آتھم ص۲۲، خزائن ج۱۱ ص۲۲ حاشیہ)

اس عبارت کے نو فقرے ہیں۔ جن میں اکثر فقرے قرآن مجید سے پورے پورے چرائے گئے ہیں اور فقرہ اوّل ودوم وچہارم وپنجم کے بعض الفاظ قرآن سے مسروق ہیں اور ان الفاظ وفقرات کی ترتیب صرف ایجاد بندہ (کادیانی) ہے۔ سو سراسر گندہ جس سے مطلب مقصود کادیانی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا اور وہ ’’مطلب دربطن شاعر‘‘ کا مصداق تھا۔ لہٰذا کادیانی کو اس کی تفسیر بھی الہام (یا شیطانی احتلام) سے کرنی پڑی۔

فقرہ اوّل کا اصل ترجمہ لفظی یہ تھا کہ خدا نے اس کے غم وہم پر اطلاع پائی۔ جس

سے کادیانی کا مطلب ادا نہ ہوتا تھا۔ اس لئے کادیانی اس پر الہامی تفسیر سے زیادتی کی اور کہا۔ ’’اور اس کو مہلت دی۔ جب تک کہ وہ بے باکی اور سخت گیری اور تکذیب کی طرف میل کرے اور خدا کے احسان کو بھلا دے۔‘‘

فقرہ دوم کا ترجمہ لفظی صرف یہ تھا کہ تو خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پائے گا۔ جو کادیانی کے مطلب کے لئے کافی نہ تھا۔ اس پر کادیانی نے الہامی تفسیر سے یہ زیادتی کی کہ ’’عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں۔ جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کو کسی گوشہ میں بھی کچھ خوف الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکہ شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا۔ دوسرے وقت پر پڑ جاتا ہے۔‘‘ ایسے ہی الہامی تفسیر فقرہ ۳،۴،۵،۶ کے کر کے فقرہ سات کی (جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے۔ ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے) یہ تفسیر کی ہے کہ: ’’ہم اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر دکھائیں گے۔ یعنی حقیقت کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بینہ ظاہر کریں گے۔ ایسی ہی اس نے تفسیر الہامی باقی فقرات کی کی ہے۔ اس حرمت وشکست وریخت الہام مذکور پر بھی کادیانی کا یہ مطلب لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا کہ یہ غم وہم کرنا رجوع بسوئے حق کیونکر ہو گیا۔ جس کو الہام (یا احتلام) ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں عذاب موت کے ٹل جانے کی شرط قرار دیا گیا تھا تو اس نے اس الہام اور اس کی تفسیر کو بلکہ تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد بضمن حاشیہ نمبر۱ میں اس الہام کی تفسیر در تفسیر کی اور یہ بات کہی ہے کہ: ’’حق کی طرف رجوع کرنے سے بھی ڈر جانا مراد ہے جو عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حالت سے ظاہر کیا ہے کہ وہ موت سے ڈر کر شہر بشہر پھرا اور گھر کے اندر سے اور کتوں اور سانپوں سے ڈرا۔ کیونکہ رجوع کرنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت سے قبول کرنا درحقیقت ایک ہی بات ہے۔‘‘

(انوار الاسلام ص۵، خزائن ج۹ ص۵)

اور اس عذر کی تائید میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کسی قدر ڈر جانا گو نجات اخروی کے لئے کافی نہیں ہے۔ (یعنی اسلام وایمان اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ جس سے نجات اخروی متصور ہے) مگر اس قدر ڈر جانے سے دنیوی عذاب الٰہی کا ٹل جانا لازم وضروری ہے اور اس پر آیت: ’’**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ**‘‘ دلیل ہے اور یہ بات بھی قرآن اور بائبل

سے ثابت ہے کہ خداتعالیٰ کی عادت مستمرہ وسنت قدیمہ ہے کہ جب کوئی شریر قوم جس پر عذاب نازل ہونا مقرر ہوچکا تھا۔ عذاب سے ڈر گئے تو وہ عذاب اس سے ٹلایا گیا۔ (انوارالاسلام ص الف، خزائن ج۹ ص۵۶) اس کے ثبوت میں چند ایسی آیات قرآن نقل کی ہیں۔ جن میں اس مضمون کا نام ونشان نہیں۔ صرف یہ بیان ہے کہ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب کسی قوم سے فسق وظلم واستہزاء وقوع میں آتا ہے۔

اور کہتا ہے کہ: ’’عبداللہ آتھم کا کسی قدر ڈر جانا اس سے ثابت ہے کہ وہ شہر بشہر پھرا اور اگر عبداللہ اس سے انکاری ہو تو وہ ایک مجلس میں مجھ سے مباہلہ کرے اور کہہ دے کہ ۱۵ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ایک لحظہ وہ اس پیش گوئی سے نہیں ڈرا اور کبھی سچائی اسلام کا خیال اس کے دل میں نہیں گزرا اور کبھی ایک ذرہ اسلامی توحید کا خیال اور تثلیث سے انکار اس کے دل میں نہیں آیا۔ اس کے بعد اگر ایک سال تک اس کو موت نہ آئی تو اس کو سچا سمجھا جائے گا اور ایک ہزار روپیہ اس کے ملک کیا جائے گا۔ جو بطور امانت وباخذ ضمانت ابھی سے اس کے پاس رکھوایا جائے گا اور اگر عبداللہ آتھم نے اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو گویا میری اس بات کو کہ وہ میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر گیا تسلیم کرلیا۔‘‘ (انوارالاسلام ص۶، خزائن ج۹ ص۶)

اور کہتا ہے کہ اس پیش گوئی میں دوسرے پہلو کو خدا نے اس لئے اختیار اور پہلے پہلو کو ترک کیا کہ پہلا پہلو (یعنی موت عبداللہ آتھم) مجروح اور تختۂ مشق اعتراضات ہوگیا تھا۔ کوئی کہتا تھا مرنا کیا نئی بات ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب پہلے ہی موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ ماہ تک فوت ہوجائے گا۔ کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ کمزور ہے۔ موت کیا تعجب ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جادو سے ماردیں گے۔ یہ شخص بڑا جادوگر ہے خدا حکیم وعلیم نے جب دیکھا کہ معترضون نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کردیا ہے اور خیالات سے اس کا اثر اٹھادیا ہے تو عبداللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا اور موت کے پہلو کو ٹال دیا۔‘‘ (انوارالاسلام ص د، خزائن ج۹ ص۶۲)

(اس قول سے کادیانی نے یہ جتایا ہے کہ وہ دہریہ ہے خدا کو صفت علم وقدرت کے ساتھ نہیں مانتا۔ اس کی تشریح اس قول کے جواب میں ہوگی۔ ان شاءاللہ!)

اور کہتا ہے کہ: ’’ایک فائدہ اس پہلو دوم کے اختیار کرنے میں یہ بھی ہے کہ اگر

پہلو اوّل کو اختیار کیا جاتا اور عبداللہ آتھم مرجاتا تو ہماری جماعت میں عام لوگ جن میں رذیل کمینہ سفہ اور موٹے سمجھ والے لوگ بھی شامل ہیں داخل ہو جاتے اور ہماری شریف اور پاک جماعت کے ہم پہلو جگہ لے کر اس جماعت کو ناپاک کر دیتے۔ اس فائدہ کی تائید وثبوت میں وہ کہتا ہے کہ خدا کی عادت قدیمہ اور سنت مستمرہ معجزہ ونشان نمائی میں یہی چلی آتی ہے کہ وہ ایسے باریک وعالی شان معجزہ ونشان ظاہر کیا کرتا ہے۔ جن کو صرف عالی شاہ شریف ونجیب وزیرک لوگ وباریک بین سمجھ سکیں نہ ایسے عام فہم نشان جن کو کمینہ لوگ اور موٹی عقل والے سمجھ سکیں اور وہ ایسے نشان دیکھ کر داخل جماعت ہوں اور وہ ان شریفوں اور نجیبوں اور زیرک لوگوں کے ہم پہلو جگہ لے کر ان کے عار وننگ کا موجب ہوں اور اس جماعت کو ناپاک کریں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جماعت شرفاء وعقلاء سے علیحدہ اور خارج کرنے کی غرض سے اپنے نشانوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تو ہے کہ وہ ایسا نشان دکھا دے۔ جس کو تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت کمینہ بھی سمجھ سکیں اور اس نشان کی طرف جھک جائیں۔ مگر ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ ایسا نشان دیکھ کر ایمان لانا ایمان بالغیب نہیں کہلاتا جو نجات کا مدار ہے اور نہ وہ موجب ثواب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بدہیات کا ماننا موجب ثواب میں نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا نشان حامی ایمان نہیں ہوتا بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلی برباد کر دیتا ہے۔'' (انوار الاسلام ص۱۹، خزائن ج۹ ص۲۰،۲۱ ملخصاً)

ان وجوہات پر ناز اور فخر کر کے کادیانی ان علماء اسلام کو جو اس پیش گوئی میں اس کو جھوٹا قرار دے کر اس کے تکذیب میں اشتہار جاری کر چکے ہیں۔ نیم عیسائی بنا کر ان پر لے دے کرتا اور یہ کہتا ہے کہ ان کا مجھے جھوٹا کہنا اسلام پر حملہ کرنا ہے۔ کیونکہ میں اگرچہ ان کے نزدیک کافر بلکہ اکفر تھا۔ مگر پھر بھی اسلام کا وکیل تھا اور اس پیش گوئی سے اسلام کی سچائی عیسائیوں پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ پس اگر میں اس پیش گوئی میں جھوٹا ہوا تو گویا اسلام جھوٹا ہو اور اس کی تائید میں ایک فرض تمثیل پیش کرتا ہے کہ اگر بھنگی یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا تو یہ ممکن نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس بھنگی کو ذلیل کرے اور عیسائیوں کو اس پر فتح یاب کرے۔ خدا تعالیٰ کا اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا۔ بلکہ اپنے دین کی عزت رکھے گا۔ پھر تم مجھے عیسائیوں کے مقابلہ میں کیوں مغلوب اور ذلیل قرار دیتے ہو۔

(انوار الاسلام ص۲۳، خزائن ج۹ ص۲۵)

اس فخر یہ الزام کے ساتھ وہ ان علماء اور ان تمام اشخاص مذہب غیرعیسائی ہندو آریہ، سکھ وغیرہ کو جو اس پیش گوئی کو دروغ گوئی کہنے میں مسلمانوں کے شریک ہیں اور وہ کادیانی کے جھوٹا ہونے پر اظہار مسرت کر چکے ہیں۔ وہ گندی گالیاں ہی دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ: ’’اب بھی عبداللہ آتھم سے میرے عذر سوم کی تکذیب بصورت مذکورہ بالا کرانے کے بغیر مجھے جھوٹا کہو گے تو تم شریف اور حلالزادے نہیں ہو کمینے اور حرام زادے ہو۔‘‘

(انوارالاسلام ص۲۴، خزائن ج۹ص۲۶)

ان ملمع سازیوں اور تبرّ ابازیوں کے ساتھ وہ اپنے دام افتادہ احمقوں اور گمراہ شدہ مریدوں کو اپنی صداقت اور فتح جتلا کر اپنے دام سے باہر نکلنے پر یہ ڈرسناتا ہے کہ اگر تم مجھ سے الگ ہوگئے تو تمہارا پچھلا حال پہلے حال سے بدتر ہو جائے گا۔

(انوارالاسلام ص۲۵، خزائن ج۹ص۲۶)

یہ اس کے عذرات اور ان کے وجوہات ہیں۔ جن کو اس نے (صفحہ۴ اشتہار ۹ر ستمبر ۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۵۰) اور اکیس صفحہ رسالہ ’’بے انوار‘‘ (انوارالاسلام ص۲۱، خزائن ج۹ص۲۱) میں بیہودہ پیرایہ اور لغو ومکرر سہ کرر عبارات میں بیان کیا ہے۔ ہم نے ان صفحوں میں اس کا پورا مطلب بہ تہذیب و تلخیص ادا کر دیا ولیکن اے صاحبو! اس کے یہ عذرات اور ان کے وجوہات من اوّلیھا الی آخرہا اس کی اس روسیاہی کو اٹھا نہیں سکتے اور اس پیش گوئی میں اس کو سچا نہیں کرتے بلکہ پکا کاذب وملعون وکافر اور فریبی اور حیلہ ساز بناتے ہیں اور اس کی روسیاہی پر سیاہی کے گھٹا چڑھاتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ بے حیائی، بے شرمی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی میں بات بنانے اور ایک بات کہہ کر اس سے مکر جانے اور پھر منکر نہ کہلانے میں دنیا بھر میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس دعویٰ کی دلیل دل لگا کر سنو۔

اس کا پہلا عذر اس لئے اس کی روسیاہی کو نہیں مٹاتا بلکہ اس پر سیاہی کی گھٹا (تہہ) چڑھاتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو یہ نہیں کہا کہ تیرے اصل الہام میں موت کا وعدہ تھا۔ وہ پورا نہیں ہوا۔ اس لئے تیرا منہ کالا کرنا چاہئے وہ اس کو ایسا کہتے تو اس کے جواب میں اس کا عذر بجا ہوتا۔ مسلمان تو اس کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے اس الہام کی تفسیر میں ہاویہ کو موت قرار

دیا تھا اوراس موت کے عدم وقوع پر منہ کالا کرانا قبول کیا تھا۔ اب اس کا وقوع نہیں ہوا تو تیری اس تفسیر واقرار کے روسے (نہ اصل الہام کے حکم سے) ہمارا حق ہوگیا ہے کہ ہم تیرا منہ کالا کریں اور تیرے گلے میں رسہ ڈال کر تجھے شہر بشہر پھرادیں اور جب تو تھک جائے تو تجھے ایک گدھے پر ایک بھنگی ساتھ ساتھ لئے پھرے گا۔ تجھے سوار کرادیں۔ اس صورت میں اے صاحبان والا شان! کادیانی کا یہ عذر کب لائق پذیرائی ہے اور وہ اس سزا کو کب ٹال سکتا ہے۔ اے حضرات ناظرین! مسلمان تو اس کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ اس پیش گوئی سے موت مراد قرار دینا اوراس کے عدم وقوع پر ایسی سخت سزا مان لینا۔ اے کادیانی تیری نادانی یا دھوکہ دہی وبے ایمانی ہے تو جس حالت میں اپنے (ازالہ ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱) میں یہ لکھ چکا ہے کہ انبیاء اپنی پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں غلطی کیا کرتے۔ (عیاذاًباللہ) تو پھر تو اپنی پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں کیونکر غلطی سے بری ہوسکتا ہے کیا تیرا الہام انبیاء کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے یا تو اپنے الہام کے معنی سمجھنے میں غلطی وخطاء سے معصوم ہے۔ اگر تیرا یہ دعویٰ ہے تو تیرے کافر وبے ایمان ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر تجھے یہ دعویٰ نہیں تو پھر اپنی پیش گوئی کے ان معنی کا جو تونے سمجھے ہیں۔ تجھے یقین کرنا کیونکر جائز ہے۔ اس صورت میں تیرا اس یقین کو ظاہر کرنا صرف لوگوں کو دھوکہ دینا اوراس غرض سے ہے کہ اگر اس عرصہ میں عبداللہ بحسب اتفاق وتقاضا سنہ وعمر فوت ہوگیا تو تو لوگوں کو دام میں لاؤں گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو یہ کہہ دوں گا کہ اصل الہام میں فوت ہونے کا وعدہ نہ تھا بلکہ صرف ہاویہ کا وعدہ تھا۔ جو ہر ایک کافر کو مرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اس سے موت مراد ہونا میری طرف سے بطور تفسیر تھا۔ جو غلط نکلا۔

یہ باتیں کادیانی کو اشاعۃ السنۃ نے اپنے نمبر۹ جلد۱۵ ص۲۲۹، ص۲۳۳ وغیرہ صاف طور پر کہہ دی تھیں اور مسلمانوں نے زبانی اور اخباروں میں اور کادیانی کے گھر پہنچ کر کہی تھیں۔ مگر کادیانی اوراس کے گمراہ اور اندھے بہرے حواریوں نے کسی کی ایک نہ سنی اور ان سب کے مقابلہ میں دعویٰ موت عبداللہ آتھم پر ضد قائم رکھی۔

اخبار عام ماہ جولائی ۱۸۹۴ء کے کسی پرچے میں ایک کشمیری حواری کادیانی نے مکفرین ومنکرین کادیانی سے یہ درخواست کی تھی کہ لوگو! اس تکفر وانکار میں کیوں جلدی

کرتے ہو۔ پیش گوئی موت عبداللہ آتھم کا انتظار تو کرلو۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان نے کہا کہ اگر عبداللہ آتھم فوت ہوا تو بھی کادیانی کا الہام واجب التسلیم نہ ہوگا جب کہ نبیوں اور سابق ملہموں کے الہام کا بقول کادیانی ظاہری معنی سے وقوع ضروری نہیں ہے تو کادیانی کا الہام اگر ظاہری معنی سے (جس کا کادیانی کو دعویٰ ہے) واقع ہوگیا۔ کیوں تسلیم کیا جاوے گا۔ اس کے جواب میں اس کشمیری حواری نے اخبار عام اگست ۱۸۹۴ء کے کسی پرچہ پر یہ مشتہر کیا تھا کہ جو پیش گوئیاں انبیاء و ملہمین سابق کے اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئیں۔ وہ کسی کے مقابلہ میں اور کسی دعویٰ کی تصدیق کے لئے نہ ہوئی تھیں۔ بخلاف اس پیش گوئی موت عبداللہ آتھم کے کہ یہ بمقابلہ عیسائیوں کے اور ایک دعویٰ کی تصدیق کے لئے ہوئی ہے۔ لہٰذا اس پیش گوئی کا اسی معنی ظاہری سے واقع ہونا ضروری ہے جو اس سے یقیناً سمجھے گئے ہیں۔ اسی اگست ۱۸۹۴ء کے اخیر میں دو شخص بظاہر مسلمان در پردہ عیسائی مرزائی اور نیچری (ایک مولوی نور محمد مالک نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور، دوسرا منشی فتح دین ملازم سردار محمد عمر رئیس موکل) قادیان پہنچے تو ان میں سے دوسرے صاحب ارڑ پوپو کادیانی سے مستفسر ہوئے کہ یا حضرت! اگر یہ پیش گوئی اپنے ظاہری معنی سے جو آپ نے بیان کئے ہیں واقع نہ ہوئی۔ یعنی عبداللہ آتھم فوت نہ ہوا تو پھر کیا ہوگا۔ کیا اس میں کوئی تاویل نہیں۔ اس پر ارڑ پوپو صاحب بولے کہ اگر مگر کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ پیش گوئی اسی معنی کو ضرور ہی پوری ہوگی۔ یہ بات ہم سے سردار محمد عمر مذکور نے جو ہمارے مخلص دوست ہیں اور وہ ان لوگوں کی نگرانی کے لئے ان کے ساتھ گئے تھے کہی ہے۔ ایسی ہی اگست کے آخیر دن کی روایت وحکایت ایک سیکرٹری انجمن حمایت اسلام کو ایک خاص حواری کادیانی کے ذریعہ سے پہنچتی تھی کہ عبداللہ آتھم ضرور فوت ہوگا۔ اس میں تاویل کوئی نہیں ہے۔ اس حواری کا ایک رشتہ دار اوائل ستمبر میں لاہور سے نئی پوشاک لے کر قادیان پہنچا تھا۔ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۹) ۶؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو جو موت عبداللہ آتھم پر قادیان میں عید ہوگی۔ اس میں یہ پوشاک پہنوں گا۔ گو آخر اس کو عید کی جگہ محرم کرنا پڑا۔ اس وقت کادیانی اور اس کے اتباع کا یقین کے ساتھ یہ دعویٰ تھا کہ اس پیش گوئی میں کوئی تاویل نہیں ہے۔ ضرور عبداللہ آتھم فوت ہوگا ورنہ کادیانی اس سزا کا مستحق ہوگا جس کو وہ مان چکا ہے۔

کیا اس صورت میں اے صاحبان منصفین! مسلمانوں کا حق نہیں ہے کہ وہ کادیانی کے اس تفسیر پر یقین کرنے کی وجہ سے اور اس یقین پر سزاء مذکور کو مان لینے کی نظر سے (نہ اصل الہام کی نظر سے) درخواست کریں کہ جناب اکذب! تشریف لائیے۔ اپنا منہ کالا کرائیے۔ اپنے گلے میں رسہ اور لعنت کا سائن بورڈ ڈلوا کر شہر بشہر پھر کر لوگوں کو اپنے جمال باکمال کا نظارہ کرائیے اور تھک جانے کی حالت میں گدھے پر بشوق وذوق سے سوار ہو جائیے۔ کیا اس درخواست کے جواب میں کادیانی یہ عذر کر سکتا ہے کہ اصل الہام میں صرف ''ہاویہ'' کا وعدہ تھا۔ موت کی تجویز تو صرف میری تفسیر تھی جو خطاء نکلی۔ کیا یہ عذر باوجود اس تفسیر کے اور اس پر یقین کر کے وعدہ مذکور کر لینے کی اس سزا سے بری کر سکتا ہے۔ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ کیا اس عذر کے جواب میں وہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اصل لفظ الہام (یا شیطانی احتلام) کی نظر سے تیرا منہ کالا کرنا نہیں چاہتے بلکہ تیری اس تفسیر کی نظر سے جس پر تجھے اور تیری تمام جماعت کو یقین تھا اور تیری اس وعدہ کی دست آویز سے جو اس یقین پر تو مشتہر کر چکا تھا۔ بے شک کہہ سکتے ہیں اور ہزار بار کہہ سکتے ہیں اور یہ کہہ کر اس عذر کو رد کر سکتے ہیں۔

عذر دوم، تین وجہ سے کادیانی کی روسیاہی کو نہیں مٹا سکتا بلکہ اس پر اور سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے۔

وجہ اوّل! یہ کہ وہ عذر اوّل کے صریح مخالف ومتناقض ہے۔ عذر اوّل میں وہ موت کو ہاویہ سے مغائیر اور اپنی غلطی خیال کا نتیجہ قرار دے چکا تھا۔ اب وہ اس کو ہاویہ کا فرد کامل ٹھہراتا ہے۔ جو عینیت وکمال اتحاد کا مثبت ہے اور یہ دونوں امر مغائریت واتحاد آپس میں متناقض ومتعارض ہیں۔ لہٰذا بحکم ''اذا تعارضا تساقطا'' دونوں ساقط الاعتبار ہوئے۔

افسوس صد افسوس! کادیانی کے اتباع سے ایک شخص بھی اہل علم اور صاحب دانش نہیں جو ایسی ڈبل غلطیوں پر اسکو متنبہ کرے اور اگر وہ متنبہ نہ ہو تو اس کے اتباع سے ہاتھ اٹھا کر اس ذلت سے بچیے۔

وجہ دوم! یہ کہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء تک (جو موت عبداللہ آتھم کی میعاد کا آخری دن تھا) تو کادیانی یا اس کے کسی پیرو نے فریق مخالف سے بجز عبداللہ آتھم اور کسی کو مراد قرار نہ دیا اور ہر ایک کا دعویٰ عبداللہ آتھم ہی کی موت کا تھا۔ باوجودیکہ ص ۲۳۲ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹

جلد۱۵ میں جو جون ۱۸۹۴ء کو شائع ہو چکا تھا۔ اس لفظ فریق کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ دلیل دوم (منجملہ اندرونی دلائل دروغ گوئی ہونے پیش گوئی مذکور کے) اس پیش گوئی میں مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعین وتشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتا گیا ہے۔ (انوارالاسلام ص۵۲، خزائن ج۹ ص۵۵) جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان ومعاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جے ایل ٹھاکرداس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول صاحب اور ڈاکٹر ایچ ایم کلارک صاحب وغیرہ وغیرہ بھی داخل تھے) مراد ہیں یا ان میں کوئی شخص اس ابہام وعدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق وانقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا مصرع: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند کا مصداق ہورہے ہیں۔ اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اس کا مصداق بنایا جائے گا۔ ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے۔ جس کا تمام عیسائیان پنجاب وہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ وامرتسر سے جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس ریمارک کے مشتہر ہونے پر بھی کادیانی اور اس کے کسی پیرو نے اف نہ کیا اور سانس نہ لیا اور برخلاف شہرۂ عام موت عبداللہ آتھم کے یہ نہ کہا کہ ہم نے عبداللہ آتھم کو خاص نہیں کیا۔ لفظ ''فریق مخالف'' عبداللہ آتھم سے مخصوص نہیں ہے۔ پھر جب ۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو گزر گئی اور عبداللہ آتھم کو موت نہ آئی تو یہ بات بنائی گئی ہے۔ لہٰذا اب اس بات کو کون سنتا ہے اور اس سے بجز دھوکہ دہی وفریب بازی کیا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے وہ روسیاہی اتر نہیں سکتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے۔

وجہ سوم! قطع نظر ان دونوں وجہوں (اوّل ودوم) سے یہ بات بن بھی نہیں سکتی۔ یہ تب بنتی جب کہ فریق مخالف سے ایک کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ تمام ہندوستان پنجاب کے نہ سہی۔ خاص کر گروہ کے وہ لوگ جو مباحثہ میں شامل وشریک تھے۔ سب کے سب مرجاتے اور ان میں سے کوئی نہ بچتا۔ صرف پادری رائٹ یا یوحنا، یا پادری فورمن (جو مباحثہ میں شامل

ہی نہ تھا) کے فوت ہو جانے سے فریق مخالف کا فوت ہو جانا صادق نہیں آتا۔ اس پر روشن اور قوی دلیل جس سے کادیانی کو گریز وانکار کی کوئی سبیل نہ نکلی۔ یہ ہے کہ فریق مخالف مجموعہ اشخاص مخالفین کا نام ہے نہ ایک یا دو یا تین شخص کا اس امر کو کادیانی نے اپنی حماقت وجہالت سے خود اپنے رسالہ (بے انوار ص۲ سطر۴،۵، خزائن ج۹ ص۲ خلاصہ وتلخیص) میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ آتھم کی خصوصیت جاتی رہی اور اس کے نہ مرنے سے جو مجھ پر اعتراضوں اور لعنتوں کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے وہ موقوف ہو جائے۔ مگر بحکم آنکہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' آپ نے یہ نہ سوچا کہ مرے تو صرف دو یا تین اشخاص ہیں اور میں فریق مخالف تمام گروہ کو قرار دے رہا ہوں۔ پھر وہ لفظ دو یا تین شخص کے فوت ہونے سے کیونکر صادق ہوگا۔

اب اس کی اصل عبارت سنو جو رسالہ (بے انوار ص۲، خزائن ج۹ ص۲) میں حوالہ قلم ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے۔ جو ایک کام بالمقابل کرنے والا ہے یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو اور پیش گوئی کی کسی عبارت میں نہیں لکھا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں! جہاں تک میں نے الہام کے معنی سمجھے وہ یہی تھے کہ جو شخص اس فریق سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے۔ اس کے لئے ہاویہ سے مراد سزاء موت ہے۔''

اس تصریح وبیان کادیانی کے ساتھ کہ عرفاً فریق تمام گروہ کا نام ہے۔ نہ منجملہ گروہ ایک یا دو یا تین کا کادیانی کا دو یا تین شخص کو فریق قرار دینا اور صرف ان کی موت سے فریق مخالف کی موت کے وقوع کا دعویٰ کرنا اور اس سے اپنے الہام کو صادق اور واقع قرار دینا۔ اس روسیاہی کو بڑھاتا نہیں تو اور کیا ہے؟ کچھ شرم کرو۔ کچھ حیا کرو۔ کسی سے مستعار لے کر ہی عمل میں لاؤ۔

تیسرا عذر تو اے ناظرین باتمکین! کادیانی کی روسیاہی پر سیاہی کی تہ جماتا ہے اور اس کو آیت: ''**ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج يده لم يكد يراها ومن لم يجعل الله له نور افماله من نور**'' (اندھیرے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے۔ جب ان میں کوئی ہاتھ نکالتا ہے تو قریب ہے کہ اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کو خدا تعالیٰ نور نہ دے اس کو کوئی نور نہیں مل سکتا) کا مصداق بناتا ہے اس عذر کی تفصیل وتائید میں جو نو باتیں اس نے کہی ہیں۔ وہ اس کی

بے ایمانی، بے حیائی، دھوکہ بازی، حیلہ بازی کا ایسا کامل ثبوت دیتے ہیں کہ اس میں کسی صاحب فہم وانصاف کو ایک ذرہ اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ بلکہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ کادیانی خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے میں بڑا دلیر۔ آیات کی تحریف میں بے نظیر خدا تعالیٰ کے صفات علم وقدرت کا منکر، معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکاری دھوکہ دینے میں اپنی نظیر صرف آپ ہی ہے۔ دشنام دہی وفحش گوئی میں بھنگیوں اور بازاری شہدوں کا گروہ ہے اور ان اوصاف کے ساتھ اس کا دعویٰ الہام ورسالت وولایت صاف مظہر ہے کہ وہ دہریہ ہے۔ خدا اور رسول اور جزاء وسزاء کا بالکل قائل نہیں۔

ناظرین توجہ کریں! اور ہمارے ہر ایک دعویٰ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے سنیں۔

اوّلاً کادیانی کا یہ دعویٰ کہ کسی قدر رجوع کی حالت میں موت سے بچالینا۔ اصل الہام کا ایک پہلو تھا۔ محض دروغ بے فروغ ہے۔

ناظرین حصہ دوم مباحثہ امرتسر (انوار الاسلام ص۱۷، خزائن ج۹ ص۱۸) دیکھیں۔ اس میں کسی قدر کا لفظ کہاں ہے؟ پس اگر یہ لفظ اس میں نہ پاویں تو بحکم ''**لعنة الله علی الکاذبین**'' کادیانی پر ہزار لعنت بھجوائیں اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کریں کہ کادیانی جھوٹ بولنے میں بڑا دلیر ہے۔ اے حضرات! اصل الہام (یا احتلام) کادیانی کی عبارت یہ ہے۔ ''بشرطیکہ حق کی طرف رجوع کرے۔'' جس سے (بحکم قاعدہ ''**المطلق اذا اطلق ارید منه الفرد الکامل**'') یعنی جب کوئی لفظ بے قید بولا جاتا (جیسے پانی کا لفظ) تو اس سے اس کا فرو کامل مراد لیا جاتا ہے۔ یعنی وہی پانی معروف جو پینے دھونے غسل کرنے کے کام میں آتا ہے۔ نہ عرق انگور بہ شراب یا پیشاب (جو ناقص طور پر اور مجازاً پانی کہلاتے ہیں) اس وقت رجوع با ایمان واسلام مراد سمجھا گیا تھا اور کادیانی اور اس کے پیروان کے فہم میں بھی یہی آیا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم مسلمان ہوگیا تو وہ سزائے موت سے بچ جائے گا۔ ورنہ ضرور مارا جائے گا۔ پھر جب آخری تاریخ وفات عبداللہ آتھم جو حسب کے رو سے ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی گزر گئی اور عبداللہ آتھم کو موت نہ آئی تو کادیانی نے بجائے رجوع بسوئے حق کسی قدر رجوع کرنے کا ڈھکوسلہ بنالیا اور اپنے رسالہ (انوار الاسلام ص۱۰، خزائن ج۹ ص۱۱) میں یہ لکھ دیا کہ الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف رجوع کسی قدر جھکنے کی حالت میں

موت وارد نہیں ہوسکتی اور خدا سے اور دنیا سے ڈر کر یہ نہ سوچا کہ اصل الہام میں کسی قدر رجوع کرنے یا جھکنے کا لفظ تو نہیں بولا گیا۔ بلکہ رجوع بحق کا لفظ بولا گیا ہے۔ جس سے مراد بجز رجوع کامل کے کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا اور نہ آسکتا ہے۔ پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا اور اس سے مراد کسی قدر رجوع تھا تو پھر کیا اس وقت خدا تعالیٰ کو یہ لفظ کسی قدر بولنا یاد نہ رہا تھا۔ ''تعالی اللہ عما یقولہ الظالم المفتری الکادیانی علوا کبیراً '' اور یہ نہ سوچا کہ اگر کسی قدر رجوع بحق عبداللہ آتھم کو سزائے موت سے بچانے اور اس عذاب کو ٹلانے کے لئے کافی تھا تو پھر اس موت وعذاب کا اس کو وعدہ ہی کیوں دیا اور یہ ڈر کیوں سنایا۔ اس کسی قدر رجوع بحق سے تو عبداللہ آتھم اس وعدہ عذاب اور ڈر سنانے کے وقت بھی خالی نہ تھا اور نہ اس سے پہلے کبھی خالی رہا ہے اور نہ کوئی بشر اس سے خالی ہوسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو ماننا اور اس کو اپنا خالق ومالک ولائق عبادت سمجھنا یا مخلوق خدا سے کسی قسم کا نیک سلوک کرنا۔ یا اپنے ہم جنس یا اولاد پر رحم کرنا اور ترس کھانا۔ ایسے حق کے اقسام وافراد ہیں۔ جن سے کسی ملت مذہب کا کوئی آدمی خالی نہیں ہوتا۔ آخری دو صفات ایسے حق کے افراد میں کہ ان سے وہ لوگ بھی خالی نہیں جو دہریہ کہلاتے ہیں۔ تیسری صفت ایسی فرد حق ہے کہ اس سے بہائم اور وحشی جانور بھی خالی نہیں ہے جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں۔ پھر کیا عبداللہ آتھم تمام جہاں کے اہل مذاہب بلکہ دہریوں بلکہ حیوانوں اور وحشیوں سے بھی گیا گزرا تھا کہ اس کے دل میں اس سزا موت کا وعدہ دینے اور اس سے ڈرانے کے وقت اس قدر حق بھی نہ تھا کہ وہ خدا کو خالق ومالک جانتا ہو یا مخلوق خدا سے نیک سلوک کا قائل ہو یا اپنے ہم جنس واولاد پر رحم کرتا ہو۔ اس لئے اس کو اس عذاب موت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ مباحثہ کے وقت وہ خدا تعالیٰ کے وجود اور خالقیت کا قائل تھا اور مخلوق خدا سے حسن سلوک اور اپنے ہم جنسوں اور اولاد پر رحم کرتا تھا اور خاص کر اپنے بھائی کادیانی سے اس نے یہ حسن سلوک کیا ہے کہ کادیانی اس کو اثناء مباحثہ میں سخت الفاظ سے یاد کرتا رہا اور وہ اس کے جواب سے اس کو معافی دیتا رہا اور اس کے حق میں بدزبانی سے پیش نہیں آیا۔ چنانچہ اصل مباحثہ اور اس مباحثہ کی نسبت اسلامی رائے مندرجہ جلد ہذا کے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا۔

کادیانی خود تو جہاں کے احمقوں سے زیادہ احمق تھا ہی، اس نے اپنے خدا وملہم کو

(جو یقیناً معلم الملکوت ہے) بھی احمق بنایا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کا ملہم کسی قدر رجوع بحق کو مزیل عذاب موعود قرار دیتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کسی قدر حق سے کوئی بشر بلکہ کوئی حیوان بھی خالی نہیں۔ لہٰذا اس قدر حق کے موجود ہونے کے ساتھ عذاب سے ڈرانا اور ہلاکت کی خبر سنانا۔ پھر اسی قدر حق کی نظر سے اس عذاب کو ٹلا دینا حماقت وسفاہت ہے۔ ’’**تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً**‘‘

بالجملہ اصل الہام (یا احتلام) میں کادیانی کا لفظ رجوع بحق (جس سے مراد کامل رجوع باسلام سمجھا گیا تھا) کہنا اور جب عبداللہ آتھم کا باوجود مسلمان نہ ہونے کے موت سے بچ جانا نظر آ گیا۔ تب اس سے مراد ومدعا کسی قدر رجوع (جو بوقت الہام مذکور بھی عبداللہ آتھم میں پایا جاتا تھا) بتانا اس الہام کے سراسر افتراء وشیطانی احتلام ہونے اور کادیانی کے مفتری وکذاب ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل ہے۔

دوسری دلیل اس الہام کے احتلام ہونے پر یہ ہے کہ کادیانی پنجابی ہے اور اس کی قوم اور اوّل مخاطب بھی پنجابی ہیں اور یہ الہام عربی، حالانکہ خداتعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ خداتعالیٰ نے ہر ملہم بنی ومرسل کو (جن میں کادیانی شمولیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (دیکھو صفحہ اوّل لوح ازالہ اوہام کادیانی اور اس کا ص۵۳۲،۶۷۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶،۴۶۳ اور اس کا رسالہ شہادت القرآن ص۲۴، خزائن ج۶ ص۳۲۰ وغیرہ وغیرہ) اس کی قوم کی زبان میں کلام والہام سے مشرف فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ’’**وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم** (ابراھیم:۴)‘‘ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کو بیان کر دے۔

اور ازانجا کہ بیان وہی مفید وموجب فہمائش وہدایت ہوتا ہے۔ جس کو مخاطب سن کر اپنے ذاتی اور مادری زبان میں سمجھ لیں۔ لہٰذا اس سنت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جو کچھ نبی مرسل کہے اس کو اس کے اوّل مخاطب اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ پس اگر یہ الہام خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو سنت قدیمہ الٰہیہ کے مطابق ٹھیٹھ پنجابی میں یہ ہوتا: ’’اوی غلام احمد اسان عبداللہ آتھم نوں ایس گلے ئیں ماریا جو ہن سانوں ملوم ہوئی اے کہ اوہ ڈر گیا سی‘‘ یا اس کی مانند اور پنجابی الفاظ میں۔

اس الہام کا ایسے عربی الفاظ میں ہونا جن کا مطلب کا دیانی خود بھی بلا تفہیم الٰہی سمجھ نہیں سکا اور اس الہام کے ساتھ الہامی تفسیر کا جو اصل الفاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ نازل ہونا روشن دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ احتلام شیطانی ہے۔ یہ دلیل ایسی روشن اور وسیع ہے کہ اس سے جملہ الہامات کا دیانی جو اکثر عربی میں ہوئے ہیں اور وہ براہین کا دیانی اور اس کی دیگر تصانیف میں درج ہو کر مشتہر ہو چکے ہیں اور ان میں پنجابی زبان جو کا دیانی اور اس کے مخاطب قوم کی مادری زبان ہے۔ ایک بھی نہیں سب کے سب احتلام شیطانی ہو گئے ہیں۔

ریویو براہین احمدیہ کی تحریر کے وقت ہم کو یہ دلیل نہیں سوجھی۔ ورنہ اس وقت ان الہاموں شیطانی احتلاموں کا کام تمام کر دیا جاتا۔ مگر بحمد للہ اب بھی ایک موقع مناسب میں اس دلیل کا خدا کی طرف سے القاء ہوا۔ جو کا دیانی کے جملہ عربی الہامات پر کاری زخم لگا۔

تیسری دلیل اس کے احتلام ہونے پر یہ ہے کہ اس الہام کی عربی عبارت جس قدر کا دیانی کی ایجاد ہے وہ ایسی گندی اور مکروہ ہے کہ وہ الہام الٰہی ہرگز نہیں ہوسکتی اور معہذا وہ مطلب مقصود کا دیانی کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان سے یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ ایسی عبارت واہی اور بے مطلب کو الہام الٰہی تسلیم کر کے الہام کو بٹہ لگا دے اور مخالفین اسلام سے جو تھوڑی بہت عربی جانتے ہیں۔ الہام کی ہنسی کرا دی۔ اگر ہم کا دیانی کے جملہ ایجادی فقرات اور آیات قرآنی میں اس کے تصرفات کی تفصیل کریں تو اس سے بہت تطویل متصور ہے۔ لہٰذا بطور تمثیل صرف ایک فقرہ کی قلعی کھولتے ہیں۔ اس کا فقرہ نمبر ۷ یہ ہے: ''انا نکشف السر عن ساقه'' کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ''ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے'' اور اس کی تفسیر جو کا دیانی نے الہام سے کی ہے یہ ہے: ''ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں سے ننگا کر کے دکھاویں گے یعنی حقیقت کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بیّنہ ظاہر کر دیں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۶)

سوائے حضرات ناظرین! جن کو عربیت کا مذاق ہے۔ آپ اپنے خداداد علم سے جانتے ہیں اور وائے حضرات فارسی اردو خوانان آپ عربی دانوں سے پوچھ کر یقین کر سکتے ہیں کہ عربی زبان میں اور ادبی محاورات میں کسی کو پنڈلیوں سے ننگا کر کے بھید دکھانا کوئی محاورہ نہیں اور نہ اس کے کوئی معنی بنتے ہیں۔ بھید کو پنڈلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو

دل سے ہے۔ لہٰذا پنڈلی کھول کر بھید دکھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پنڈلی یا ران کھولنے سے جو مستور چیز ظاہر ہوتی ہے اس کو تو اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں ہے۔ ہاں! عرب کی زبان اور محاورات میں کشف عن الساق (پنڈلی کھولنے) کا محاورہ پایا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ لفظ سر یا بھید نہیں ملایا جاتا اور اس عربی محاورہ میں پنڈلی کے دو معنی کئے جاتے ہیں۔ ''ایک حقیقی، دوسرے مجازی مستعار یا کنائی۔''

۱...... ساق بمعنی اصل وقوام جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس معنی کو''ساق الشجر'' درخت کا تنہ اور ساق الانسان آدمی کی پنڈلی بولتے ہیں اور اس سے حقیقت ان اشیاء کی مراد رکھتے ہیں۔

۲...... کشف ساق سے شدت کے معنی بطور مجاز مستعار با کنایۃ مراد رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی محنت اور سختی سے کام کرتا ہے تو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیتا ہے۔ پھر ایک شدت کی حالت کو اس انسانی حالت سے تشبیہ دے کر اس کو کشف ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہت سے اشعار عرب میں لڑائی کی طرف کشف ساق (پنڈلی کھولنے) کو منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی وکشاف تفسیر کبیر وغیرہ میں وہ اشعار معہ تفصیل ان معانی کے جو ہم نے بیان کی ہے منقول ہیں۔ ان ہی محاورات کے مطابق قرآن مجید میں یوم ''یکشف عن ساق'' ارشاد ہوا ہے۔ جس سے مفسرین سلف وخلف دونوں معنی حقیقی اور مجازی کنائی مراد بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ حقیقی معنی ساق مراد بیان کرتے ہیں وہ ساق سے جہنم کی ساق یا عرش کی ساق مراد بیان کرتے ہیں اور اہل ظواہر اللہ جل شانہ کی ساق مراد بتاتے ہیں۔ جس کی وہ کوئی حقیقت وکیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ اس کے کشف کی کوئی حقیقت ظاہر کرتے ہیں اور جو لوگ مجازی تشبیہی یا کنائی معنی مراد بتاتے ہیں وہ اس سے شدت کے معنی مراد بیان کرتے ہیں۔ یہ اقوال معالم وفتح البیان وکشاف وبیضاوی وتفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں مرقوم ہیں۔

بالجملہ کشف ساق کا محاورہ کلام عرب اور قرآن میں پایا جاتا ہے۔ مگر جو اجہل الناس اور احمق کادیانی اور اس کے اجہل الخلق واحمق ملہم (معلم الملکوت) نے کشف السرعن الساق کا محاورہ گھڑ لیا ہے۔ اس کا کہیں عرب کے محاورات میں اثر ونشان پایا نہیں جاتا اور نہ اس کا کوئی مطلب بنتا ہے اور یہ امر اس بات پر قوی اور روشن دلیل ہے کہ یہ

خدا تعالیٰ کا الہام نہیں بلکہ شیطان کا احتلام ہے۔ کادیانی اگر عرب کے محاورات سے اپنی خانہ ساز کلام کو ثابت کرے تو ہم سے ایک سو روپیہ انعام لے اور اگر ثابت نہ کر سکے (اور ہرگز نہ کر سکے گا۔ گو اپنے تمام نام کے مولوی حواریوں نوردین بھیروی جمونی، احسن امروہی، محمد سعید شامی وغیرہ کو ملا کر ان سے مدد لے) تو ندامت کے ساتھ اس امر کو مان لے کہ یہ کلام الہام نہیں شیطانی احتلام ہے۔

جو کادیانی کے دام افتادہ جاہل اور بعض مسلمان متردد کادیانی کے عربی رسائل کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ان رسائل کے مقابلہ میں علماء اسلام کوئی رسالہ عربی کیوں نہیں لکھتے اور کادیانی سے انعام کیوں نہیں لیتے یا اس کو الزام کیوں نہیں دیتے۔ وہ لوگ اسی ایک مثال کو غور سے دیکھیں اور جو اس سے پہلے ہم کادیانی کی عربی عبارات کتاب وساوس کے اغلاط کی فہرست شائع کر چکے ہیں۔ اس کو ملاحظہ کریں تو یقیناً جان لیں کہ کادیانی کے رسائل کی عربی عرب کی عربی نہیں ہے بلکہ وہ محض تک ہندی بے سود مصداق غت ربود ہے۔

کادیانی ہندی اور فارسی محاورات کا اپنی خانہ ساز اور ناموزوں عبارات میں ترجمہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا وہ اس لائق ہرگز نہیں ہے کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں اور اس کے مقابلہ کا قصد فرمادیں۔

علماء تو کجا اوّل درجہ کے طالب العلم جنہوں نے سرکاری سکولوں میں مفتاح الادب وغیرہ رسائل پڑھے ہیں۔ اس کی عربی عبارات کو حقارت اور کراہت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس پر ایسی بادلیل نکتہ چینی کرتے ہیں جس کا جواب کادیانی سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہمارے ایک عزیز تلمیذ منشی احمد دین کلرک انکم ٹیکس ضلع سیالکوٹ نے (جس نے ایف.اے یا بی.اے جماعت کی عربی کی تعلیم سکولوں میں پائی ہے) کادیانی کی تفسیر کرامات الصادقین کے (جو درحقیقت بہتیانات الکاذبین ہے) ابتدائی چند صفحوں پر سرسری نکتہ چینی کر کے کادیانی کے پاس بھجوا دی اور اس پر نہایت ملائیت سے داد انصاف چاہی تو کادیانی سے اس کے جواب میں کوئی بات بن نہ سکی۔ آخر اس عزیز نے وہ نکتہ چینی اخبار وزیر ہند سیالکوٹ مطبوعہ ۸؍اگست ۱۸۹۴ء میں چھپوا دی۔ جس کی بعض علماء کپورتھلہ نے پرچہ وزیر ہند ۲۴؍اگست ۱۸۹۴ء تصویب وتائید بھی کی۔ وہ اخبار آسانی سے مل سکتا ہے اور اگر موقع ملا تو کادیانی اور مدعیان علم

حواریان کادیانی کو شرمندہ کرنے کے لئے ہم بھی اس کو اپنے رسالہ میں جگہ دیں گے۔ اس نکتہ چینی کو پڑھ کر ناظرین یقین کریں گے کہ کادیانی کی عربی عرب کی عربی نہیں ہے۔ پھر وہ کیونکر مستحق ہے کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں۔ مجھے ان مسلمان طالب العلموں پر (کادیانیوں کا ذکر نہیں) سخت افسوس آتا ہے جو بذریعہ خطوط مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب فلاں رسالہ عربی کادیانی کے مقابلہ میں کوئی رسالہ عربی میں لکھا جائے گا یا نہیں۔ میں نے ان کے اس سوال کا ان کو اسی وجہ سے۔ جواب نہیں دیا اور بجائے اس کے ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے ان رسائل کی عربی عبارات کو پڑھ کر اور اس کے محاورات کو عربی محاورات سے منطبق کر کے اپنی رائے تو قائم کریں کہ وہ عربی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد مجھ سے وہ سوال کریں کہ اس کے مقابلہ میں کوئی عربی رسالہ لکھا جائے گا یا نہیں۔

یہ اس الہام کی عربیت میں کلام ہے۔ اب اس کے موزوں ومفید مطلب ومقصود کادیانی نہ ہونے کا حال سنو۔ حضرات ناظرین! یہ عبارت جیسی کیسی ہے مطلب بتا نہیں سکتی۔ اس عبارت کا لفظی ترجمہ سے تو کچھ بھی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ چنانچہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ لہٰذا کادیانی کو اس عبارت کا مطلب بتانے کے لئے ایک الہامی تفسیر کی ضرورت ہوئی جو اس نے ترجمہ کے ساتھ بیان کی وہ پہلے نقل ہو چکی ہے۔ اس تفسیر سے بھی کسی قدر حق کی طرف رجوع کرنے سے مدعا ومراد کہ وہ عبداللہ آتھم کا اس پیش گوئی سے ڈر جانا ہی ظاہر نہ ہوا تھا۔ اس لئے کادیانی کو اس الہام کی شرح وتفسیر کے بعد بلکہ اس تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد حاشیہ میں اس کا مطلب بیان کرنا پڑا کہ اس رجوع بحق سے ڈر جانا مراد ہے۔ چنانچہ اس نے (انوارالاسلام ص۱۵، خزائن ج۹ ص۱۶) میں کہا ہے۔ ''حق کی طرف جھکنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کے ساتھ قبول کرنا۔ درحقیقت ایک ہی بات ہے۔'' اس مدعا ومراد کا عبارت الہام اور اس کی الہامی تفسیر سے سمجھ میں نہ آنا اور ایک مدت کے بعد مانند ''مشتے بعد از جنگ'' کادیانی کا اس مدعا کو ظاہر کرنا بھی ایک روشن دلیل ہے کہ وہ عبارت الہامی نہیں شیطانی احتلام ہے۔ خدا تعالیٰ جو سچوں کا ملہم ہے۔ ایسا قاصر البیان نہیں ہے کہ جو مدعا کسی الہام سے ادا کرنا چاہے اس کو نہ الہام میں ادا کرے نہ اس کی الہامی تفسیر میں کہہ سکے اور ایک مدت کے بعد اس کو وہ مدعا ظاہر کرنا یاد آوے۔

ثانیاً جو دعویٰ کی تائید میں کا دیانی نے کہا ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے موعود عذاب موت و ہلاکت بشہادت قرآن ٹل جایا کرتا ہے۔ اس میں اس نے دجالیت سے پورا کام لیا اور تحریف نصوص سے اپنی یہودیت کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ بیان صراحتاً یا اشارتاً پایا نہیں جاتا ہے کہ جو قطعی وعدہ عذاب موت وہلاکت کا کسی قوم کو موقت بوقت خاص دیا گیا ہے۔ وہ ان کے کسی قدر ڈر جانے سے ٹل گیا ہے۔

کا دیانی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک آیت: ''**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** (زلزال:۶)'' پیش ہے۔ سو دنیاوی موعود عذاب موت کے ٹلنے میں نص نہیں ہے بلکہ وہ آخرت میں ذرہ بھر نیکی کا بدلہ پانے میں نص ہے۔ اس کے پہلے قیامت کے احوال واحوال (زمین کا ہلایا جانا اور اس کا اپنے بوجھ خزانے ومردے) نکال دینا اور اپنی پیٹھ پر گزرے واقعات کی خبر دینا بیان کر کے کہا ہے: ''**یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** (زلزال:۶)'' اس دن لوگ متفرق ہوکر حساب کی جگہ سے پھریں گے تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ دکھائے جائیں۔ پھر جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ پھر اس آیت سے کا دیانی کا یہ نکالنا کہ جو ایک ذرہ خدا سے ڈر گیا۔ اس سے دنیا میں سنگین عذاب موت ٹل گیا۔ تحریف ویہودیت نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری آیت: ''**واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا**'' رسالہ بے انوار میں کا دیانی وہ پیش کی ہے۔ جس میں بیان ہے کہ جب لوگ فسق کرتے ہیں تو ہلاک کئے جاتے ہیں۔

تیسری وہ آیت: ''**وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظالمون** (القصص:۵۹)'' جس میں بیان ہے کہ ہم اس وقت بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ جب ان کے لوگ ظالم ہو جاتے ہیں۔

چوتھی وہ آیت: ''**ولقد استھزئ برسل من قبلک فاملیت للذین کفروا ثم اخذتم فکیف کان عقاب** (الرعد:۳۲)'' جس میں بیان ہے کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا تو ہم نے منکر لوگوں کو پکڑا۔

پانچویں وہ آیت: ''**ومکروا مکراً ومکرنا مکراً وھم لا یشعرون** (النحل:۴۹)'' جس میں بیان ہے کہ لوگوں نے مکر کیا تو ہم نے ان کو مکر کی سزا دی مگر یہ آیات

سب کی سب کادیانی پر حجت ہیں۔ یعنی اس کو جھوٹا کرتی ہیں۔ اس کی دست آویز نہیں ہوسکتیں۔

ان آیات میں عذاب کا موجب وسبب فسق، ظلم، استہزاء ومکر کو بتایا گیا ہے۔ سو عبداللہ آتھم سے بمقابلہ اسلام سرزد ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ عذاب کا مستحق ہو چکا تھا۔ کادیانی کا الہام سچا اور خدا کی طرف سے ہوتا تو ان آیات کی شہادت سے اس پر ضرور عذاب آ جاتا۔ ان آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ اگر فسق وظلم واستہزاء ومکر کے بدلے عذاب موت کا وعدہ ہو جائے تو پھر تو وہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹل جاتا ہے۔ لہٰذا کادیانی کا ان آیات سے عذاب ٹل جانے کا ثبوت نکالنا، تحریف میں یہودیوں کے کان کاٹنا ہے۔

چھٹی آیت کادیانی نے اشتہار عدم وفات شوہر زوجہ فرضی خود میں وہ پیش کی جس میں حضرت یونس کی قوم سے ایمان لانے کی وجہ سے عذاب کا اٹھایا جانا مذکور ہے اور کادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ: ''حضرت یونس کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی ہے۔'' یعنی پھر وہ عذاب اٹھالیا گیا اور وعدہ عذاب پورا نہ ہوا۔

اس آیت کے استدلال میں بھی کادیانی نے اپنی دجالیت سے پورا کام لیا اور تحریف میں یہودیوں کو مات کیا اور شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

اے حضرات ناظرین باوقار! اس آیت میں یہ نص وتصریح نہیں ہے کہ حضرت یونس کو خداتعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ دیا تھا اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دواوین سنت میں دیکھی گئی ہے بلکہ نص قرآن میں (صرف یہ) بیان ہے: ''فلولا کانت قریۃ اٰمنت فنفعھا ایمانھا الاّ قوم یونس لما اٰمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ومتّعناھم الیٰ حین (یونس:۹۸)'' کہ کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ وہ عذاب دیکھ کر ایمان لاتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔ بجز قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی رسوائی کے عذاب کو اٹھا دیا اور ان کو ایک وقت تک دنیا سے متمتع کیا۔

جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی ہلاکت کا نہ تھا قطعی ہوتا تو وہ ایمان لانے سے نہ ٹلتا اور اس میں تخلف نہ ہوتا بلکہ وہ شرطی انداز تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر قوم یونس آثار عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو وہ عذاب (جو بشرط عدم ایمان تھا) وقوع میں نہ آیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت یونس نے

قوم کو چالیس شب کی میعاد مقرر کر دی تھی۔ مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا۔ عدم ایمان کی شرط سے مشروط نہ تھا بلکہ چالیس رات کی میعاد مقرر کرنے اور اس سے پہلے عذاب نہ آنے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ چالیس شب ان کے ایمان کی انتظار کے لئے مقرر ہوئی تھی اور اس غرض کے اظہار کے لئے تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں ایمان لے آویں گے تو وہ عذاب نازل نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر جز ۱۷ص ۱۶۵ میں لکھتے ہیں: ''روی ان یونس علیہ السلام بعث الی نینوی من ارض الموصل فکذبوہ فذھب عنھم مغاضباً فلما فقدوہ خافوا نزول العقاب فلبسوا المسوح وعجوا اربعین لیلۃ وکان یونس قال لھم ان اجلکم اربعون لیلۃ فقالوا ان راینا اسباب الھلاک اٰمنابک فلما مضت خمس وثلثون لیلۃ ظھر فی السماء غیم اسود شدید السواد فظھر منہ دخانا شدید وھبط ذلک الدخان حتی وقع فی المدینۃ واسود سطوحھم فخرجوا لی الصحرا وفرقوا بین النساء والصبیان وبین الدواب واولادھا فحن بعضھا الی بعض فعلت الاصوات وکثرت التضرعات واظھر والایمان والتوبۃ وتضرعوا الی اللہ تعالی فرحمھم وکشف عنھم''

حضرت یونس علیہ السلام اہل نینویٰ کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جھٹلایا تو وہ ان سے خفا ہوکر نکل گئے۔ پھر جب انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو نہ پایا تو ڈر گئے اور ٹاٹ پہن لئے اور چلاّئے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو چالیس دن کی میعاد مقرر کر دی تو وہ آپ کے جواب میں بولے کہ ہم اسباب وآثار ہلاکت دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے اور جب پینتیس راتیں گزر گئیں تو آثار عذاب نمایاں ہوئے۔ اس حال میں سیاہ بادل نمودار ہوا۔ جس سے سخت دھوآں ظاہر ہوا جو شہر میں آپڑا اور اس سے اس کی چھتیں سخت سیاہ ہوگئیں۔ تب وہ لوگ جنگل کو نکل گئے۔ اپنی بیویوں کو بچوں سے جدا کر کے چلاّنے لگے اور ایمان لے آئے اور تائب ہوئے تو خدا نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ملتوی کیا گیا۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کا (بقول مفسرین) چالیس دن کی میعاد مقرر کرنا اور ان کے جواب میں قوم کا یہ کہنا کہ ہم آثار واسباب دیکھ کر ایمان لے آویں گے اور اس پر حضرت یونس علیہ السلام کا سکوت فرمانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی نہ تھا بلکہ بشرط عدم ایمان تھا۔ تب ہی انہوں نے

بصورت آثار دیکھنے کے وعدۂ ایمان کیا تھا۔ پھر ان کو میعاد سے پہلے آثار دکھا کر ایمان عطاء ہوا اور عذاب ملتوی کیا گیا۔

اب اس سے بڑھ کر سنو۔ تفسیر کبیر کی جلد۶ ص۱۸۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ خداتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف جو وحی متضمن خبر عذاب کی تھی خود اس میں یہ شرط لگادی تھی کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ تب ان پر عذاب نازل ہو گا۔ حضرت یونس نے ان کو یہ وحی الٰہی پہنچائی: ''**فاوحی اللہ الیہ (ای یونس) قل لهم ان لم تؤمنوا جاء کم العذاب فابلغهم فأبوا فخرج من عندهم فلما فقدوه ندموا علی فعلهم فانطلقوا یطلونه فلم یقدرو اعلیه ثم ذکروا امرهم وامر یونس للعلماء الذین کانوا فی دینهم فقالوا انظروا واطلبوه فی المدینة...... فطلبوه فقیل لهم انه خرج العشی فلما ایسوا اغلقوا باب مدینتهم فلم یدخلها بقرهم ولاغنهم وعزلوا الوالدة عن ولدها وکذ الصبیان والامهات ثم قاموا ینتظرون صبح فلما انشق الصبح را، والعذاب ینزل من السماء (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۲۱۳، تحت الانبیاء۸۷)**'' تو وہ لوگ ایمان لانے سے انکاری ہوئے۔ جس پر حضرت یونس علیہ السلام (خفا ہوکر) ان کے بیچ میں سے نکل گئے تو وہ پچتائے اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں لگ گئے۔ حضرت یونس کو انہوں نے نہ پایا تو رونے چلانے لگ گئے اور ایسے ڈرے کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے اور انسانوں کے علاوہ گائے بکریوں کی بھی آوازیں نکلیں تب عذاب رفع ہوا۔

لیجئے کادیانی صاحب! اس روایت سے کیسی صفائی اور تصریح کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جو حضرت یونس علیہ السلام کو خداتعالیٰ نے شرطی عذاب کا ڈر سنایا تھا۔ وہ وعدہ قطعی نہ تھا۔ اب اس سے بڑھ کر آپ کیا چاہتے ہیں اور شرطی ہونے عذاب قوم یونس علیہ السلام کا اور کیا ثبوت مانگتے ہیں؟

اس روایت کے معنی سمجھنے میں جو کادیانی نے دھوکہ کھایا یا دیدہ دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اس کا ازالہ اشتہار چار ہزار کے دلائل کے جواب میں عنقریب کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ اور اگر کادیانی اس ظاہر مفہوم آیت کو نہیں مانتا اور بیان مذکور مفسرین کو بھی جس سے عذاب کا مشروط بعدم ایمان ہونا ثابت ہے۔ سچا نہیں جانتا تو وہ کسی آیت قرآن یا

حدیث صحیح سے یہ ثابت کر دے کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا اور پھر وہ ٹلا یا گیا اور صرف یہی امر اس کا مدعا ثابت کرنے کو کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ قوم یونس علیہ السلام ایمان نہ لائی تھی اور کفر سے تائب نہ ہوئے تھے۔ صرف کسی قدر ڈر گئے تھے جیسا کہ بقول کادیانی عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اور وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے نہ لایا تھا۔ کیونکہ اگر یہ امر کادیانی ثابت کر سکا اور قوم یونس کا ایمان لانا اس کے نزدیک بھی ثابت مسلم رہا۔ جیسا کہ نص قرآن: ''لما اٰمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا (یونس:۹۸)'' سے جو معہ ترجمہ منقول ہوئے سے ثابت ہے تو پھر یہی یہ آیت کادیانی کی دلیل نہ ہوسکے گی۔ کیونکہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے اور دل کے کسی گوشہ میں ایک ذرہ دھڑکہ یا خوف پیدا ہو جانے سے عذاب قطعی ٹل جاتا ہے۔ گو وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے حاصل نہ ہو۔ پس جب تک آیت متعلق قصہ حضرت یونس علیہ السلام یا کسی اور آیت سے کادیانی یہ ثابت نہ کرے کہ صرف کسی قدر ڈر جانے سے باوجود کافر و بے ایمان رہنے کے عذاب موعود ٹل جاتا ہے اور ٹل گیا ہے۔ اس آیت سے اس کا تمسک کرنا کمال درجہ کی بے حیائی اور بے ایمانی ہوگی۔

کادیانی کے دام افتادہ احمق اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عبداللہ آتھم تو بقول کادیانی بھی ایمان نہیں لایا۔ صرف کسی قدر ڈر گیا تھا بخلاف قوم یونس علیہ السلام کہ وہ پورے طور پر اور کمال تضرع سے ایمان لے آئے تھے۔ پھر یہ آیت متعلق قوم یونس اگر بالفرض اس سے قطعی عذاب کا ٹل جانا ثابت ہو کادیانی کی دلیل کیونکر ہوسکتی ہے؟

اشتہار چار ہزار

اس بحث بلکہ تمام مضمون لکھے جانے کے بعد کادیانی کا اشتہار چار ہزار روپیہ کا ہماری نظر سے گزرا۔ اس میں (ص۱۱،۱۶، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۰۶،۱۰۸) تک کادیانی نے خاص کر خاکسار کو مخاطب کر کے پہلے عام موعود اور قطعی عذابوں کی توبہ واستغفار سے ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ پھر خاص کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے کے ساتھ ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عام موعود اور قطعی عذابوں کے استغفار و توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں اوّل یہ

دعویٰ کیا ہے کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت میں بائبل کا ایک قصہ نقل کر دیا ہے۔ جس کا نہ پتہ بتایا نہ حوالہ کتاب دیا اور اس دعویٰ کے ساتھ (دوسرا) یہ دعویٰ بھی جڑ دیا کہ یہ قصہ مفسرین نے لکھا ہے بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے۔ پھر اس کے ساتھ (تیسرا) یہ دعویٰ بھی جڑ دیا ہے کہ علاوہ وعید ٹلنے کے (جو کرم مولی میں داخل ہے) اکابر صوفیہ کا مذہب ہے کہ کبھی وعدہ بھی ٹل جایا کرتا ہے اور اس پر صوفیوں کی دو کتابوں کا حوالہ دے کر اس دعویٰ سوم کی دلیل قرآن سے یہ پیش کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نزول توریت کے لئے تیس رات کا وعدہ دیا گیا تھا اور کوئی شرط ساتھ نہ تھی۔ مگر وہ وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن بڑھائے گئے۔ جس سے بنی اسرائیل فتنہ گوسالہ پرستی میں پڑے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کہ اس نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے وعدہ کی تاریخ ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عندالرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔

پھر حاشیہ (اشتہار انعامی چار ہزار مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۰۹) میں بضمن نوٹ اوّل کادیانی نے اس دلیل پر آپ ہی یہ سوال وارد کر کے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: ''**ان اللہ لا یخلف المیعاد**'' یعنی خدا تعالیٰ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ اس کا جواب دیا ہے کہ اس آیت میں وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو خدا کے ارادہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو نہ وہ امر جس کو انسان اپنے خیال کے مطابق قطعی وعدہ سمجھ لے اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک وعدہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی شرط مخفی ہو جس کا اظہار نہ کرے اور اس شرط کے عدم ظہور سے اس وعدہ کا ظہور نہ ہو۔ پھر اپنے پہلے دعویٰ کی نظیر یا دلیل وہ آیت قرآن پیش کی ہے۔ ''**لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق** (یونس:۲۲،۲۳)'' جس میں یہ ذکر ہے کہ کشتی والے طوفان کے وقت کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہم کو اس سے نجات دے گا تو ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب خدا ان کو نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق کے طالب ہوتے ہیں اور بڑے فخر سے ایسی آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے قہری ارادہ سے دریا میں طوفان پیدا کرتا پھر ان کے تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ پھر مفسدانہ حرکات

کریں گے۔ پھر کہا ہے کہ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو خفیف چوٹیں لگیں۔ مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ ذرا شرم کرنا چاہئے۔ اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

مگر اے ناظرین باتمکین! کادیانی کے اس بیان سے اس کا کوئی دعویٰ منجملہ دعاوی ثلثہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ پرلے سرے کا بے شرم ہے اور دھوکہ دینے میں دجال موعود کا باوا۔ معہذا بے عقل ونافہم ہے۔ اتنا نہیں سمجھتا کہ میرے ان مغالطات سے گو مشتے چند میرے دام افتادہ احمق خوش ہو جائیں گے اور واہ واہ سبحان اللہ کہیں گے۔ مگر جہاں کے عقلاء میرے مخالف ہو جائیں گے اور میرے استدلال پر ہنسی اڑائیں گے اور میرے دجال ہونے کا یقین کرلیں گے۔

اب ناظرین توجہ کریں اور ہماری ہر ایک بات کا ثبوت لیں۔ کادیانی جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام قرآن اسی تعلیم کا بھرا پڑا ہے کہ توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں جو کچھ کہا ہے۔ اس میں اوّلاً یہ نہ سوچا کہ جو عذاب توبہ واستغفار سے ٹل جاتا ہے۔ وہ عذاب قطعی موعود ہوتا ہے جس کے وقوع کی پیشتر خبر دی جاتی ہے یا غیر موعود ہے اور محل بحث ونزاع کون سا عذاب ہے۔ قطعی موعود یا غیر موعود اور میرا دعویٰ کس عذاب کے ٹل جانے کا ہے۔ قطعی موعود کا یا غیر موعود کا۔ پس اگر عذاب قطعی موعود محل مبحث ونزاع ہے اور اسی کے ٹل جانے کا مجھے دعویٰ ہے تو پھر میرا کشتی والی آیت کو معرض استدلال میں لانا کیا وجہ رکھتا ہے۔ کیا کسی آیت میں یا حدیث میں یہ آیا ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آیا کرتا تھا اور وہ ان کے رجوع واستغفار وتضرع سے ٹل جایا کرتا تھا۔ وہ پیشتر سے موعود ہوتا تھا اور اس کی نسبت خاص کوئی وعدہ ہلاکت آجاتا تھا۔ ایسا ہے تو میں اس مقام میں اس آیت کو پیش کروں۔ جس میں وعدہ قطعی ہلاکت بہ طوفان ہوا ہو، اور پھر وہ ٹلا ہو اور اگر اس مضمون کی آیت کوئی نہیں ہے تو عقلاء جہاں جو میرے دام تزویر میں نہیں پھنسے میری اس پیش کردہ آیت کو دیکھ کر کیا کہیں گے اور اس آیت میں یا قرآن کی کسی آیت میں اس طوفان کا جو تضرع سے ٹل گیا تھا۔ وعدہ نہ دیکھیں گے تو مجھے بجز احمق نافہم یا پرلے سرے کا چالاک دھوکہ دینے والا دجال نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

اور ثانیاً! نہ سوچا کہ دعویٰ تو میرا یہ تھا کہ رجوع وتضرع سے عذاب موعود ٹل جانے کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور اس کی دلیل وتفصیل میں میرا ایک بے نشان قصہ بائبل سے نقل کرنا، کیا! وجہ رکھتا ہے کیا بائبل قرآن ہے؟ پھر اس دعویٰ پر ایک دعویٰ دوم کرنا اور بے پتہ اقوال مفسرین اور احادیث کا حوالہ دینا کیا وجہ رکھتا ہے۔ کیا مفسرین کے بے پتہ اقوال اور ایسی ہی بے نشان احادیث بھی قرآن کہلاتے ہیں۔ پھر اس کوتاہی کے ساتھ کہ قرآن کی ایک آیت یا حدیث بھی نقل کی میرا یہ کہنا کہ تفصیل موجب تطویل ہے۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ ''کے آمدی وکے پیر شدی'' آیت یا حدیث یا کسی تفسیر کی عبارت تو ایک بھی ہم نے ایسی نہیں لکھی جس میں موعود عذاب کے ٹل جانے کا ذکر ہو۔ پھر تطویل کہاں سے ہوگئی۔ جس سے تھک کر اور احادیث یا آیات کے ذکر سے قلم کو روکا گیا ہے۔

اور ثالثاً! یہ نہ سوچاہ جو دعویٰ سوم کی میں نے آیت قرآن دلیل بنا کر پیش کی ہے وہ وعدہ خلافی کی جواز پر نص قطعی کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس آیت میں یہ کہاں تصریح ہے کہ تیس رات کے گزرنے پر فوراً توریت ملنے کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ دس رات بڑھا کر ٹلایا گیا۔

اور رابعاً! یہ نہ سوچا کہ جو اقوال صوفیوں کی ہم اس وعدہ خلافی کی تائید میں پیش کر کے اپنے ساتھ ان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ اقوال بھی آیات قرآن ہیں اور وہ کس شخص کے لئے حجت دست آویز بنائی گئی ہیں۔ اپنے لئے یا اپنے مخاطب کے لئے ہمارا سارے جہان کا اتباع وتوافق کو چھوڑ کر مجتہد ومجدد بن کر قرآن وحدیث سے استدلال کا مدعی بننا۔ پھر بجائے قرآن وحدیث ان اقوال صوفیہ کو پیش کرنا۔ عاقلوں اور منصفوں کی نظروں میں کیا وقعت واثر پیدا کرے گا اور ہمارا مخاطب جو دلیل شرعی کا طالب ہے وہ ان اقوال کو ان معنی سے جو ہم سمجھتے ہیں کب قبول کرے گا۔

ہمارے ان الزامات وسوالات کے ضمن میں کادیانی کے جملہ دعوی دلائل کا جواب اجمالی ادا ہوا۔ بایں ہمہ اب ان ہم دعاوی ودلائل کا جواب تصریح وتفصیل سے دیتے ہیں۔

اس کا پہلا دعویٰ محض کذب ہے۔ قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ موعود وقطعی عذاب توبہ استغفار سے وقت موعود سے ٹل جاتا ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل جو بے پتہ نقل کادیانی نے بائبل سے پیش کی ہے۔ وہ کادیانی اور اس کے عیسائی بھائیوں کے لئے حجت ہوگی۔ اہل اسلام تو اس کو حجت نہیں سمجھتے اور ان کتابوں کو محرف جانتے ہیں اور

طرفہ یہ کہ کادیانی بھی براہین احمدیہ میں کہہ چکا ہے کہ یہ کتابیں کایاپلٹ ہوتے رہتے ہیں۔
(براہین احمدیہ جلد۴ص۳۳۰،خزائن ج۱ص۳۹۴)

کادیانی کا دوسرا دعویٰ بھی محض ڈھکوسلہ ہے۔ کادیانی کو شرم یا عزت ہے تو اس مضمون کا کسی مفسر معتبر کا قول جو اہل کتاب سے ماخوذ نہ ہو بلکہ حدیث سے ہو یا کوئی صحیح حدیث نقل کرے۔

کادیانی کے تیسرے دعویٰ میں دو دعوے ہیں۔ ایک یہ کہ وعید کو ٹلا دینا کرم ہے۔ دوسرا یہ کہ وعدہ الٰہی بھی کبھی ٹل جایا کرتا ہے۔

پہلے دعویٰ کا رد وابطال یہ ہے کہ اس دعویٰ کو اپنی نقلی وشرعی دلیل سے مدلل نہیں کیا۔ اس کی صرف عقلی دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ کرم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ نوٹ دوم (اشتہار چار ہزار، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۰۶) میں مان چکے ہیں کہ: ''تخلف وعدہ ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں۔'' اور اس کے نقص ماننے کی وجہ یہی ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے اور یہی نقص بعینہٖ تخلف وعید میں موعود ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس سے بھی پاک ہونا بحکم عقل واجب وضروری ہے۔ جیسا کہ تخلف وعدہ سے آپ کے نزدیک بھی اس کا پاک ہونا واجب اور ضروری ہے اور نقل بھی عقل کی مؤید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعید کے باب میں صاف فرمادیا ہے: ''**مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید** (ق:۲۹)'' کہ جو میں نے ڈر (یا عذاب) کی بات کہی ہے وہ نہ بدلے گی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ یعنی اگر میں اپنی اس بات (وعید) کو بدلا دوں اور کافروں اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی طرح بخش دوں تو یہ مسلمانوں اور خداپرستوں پر میری قانون جزا وسزا کے مطابق صریح ظلم ہے: ''**افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون** (القلم:۳۵) **ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار** (ص:۲۸)'' اور فرمایا کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو یکساں کردیں گے؟ تمہیں کیا ہوا کیسی باتیں کرتے ہو؟ اور فرمایا کیا ہم نیک عمل مومنوں کو مفسدوں کی مانند یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کا سا کردیں گے؟

آپ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنے کرم کی نظر سے خدا تعالیٰ کو ایک نقص اور عیب (کذب) کا ارتکاب جائز ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ شرک وکفر وزنا وغیرہ سبھی

گناہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی جائز ہوں اور بندوں کے نزدیک بھی بہ تقلید خدا جائز ''تعالی اللہ عما یقول الظلمون علواً کبیراً '' خدا کے نزدیک اس جواز گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کرم خداوندی کی نظر سے خدا کا کذب جائز ہوا اور اس امر کا گنہگاروں کو یقین دلایا گیا تو گنہگار دلیری سے اس کرم کے بھروسہ کفر وشرک وزنا کا ارتکاب کریں گے اور یہ کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کریم ہے۔ وہ اپنا کرم چھوڑ کر ہم کو کبھی عذاب نہ کرے گا۔ اس سے بعثت رسولوں کا عبث ہونا اور احکام حلال وحرام کا بیکار ہونا لازم آیا۔

کادیانی چونکہ باتفاق جمہور اہل اسلام اس قسم کے عقائد ومقالات کے سبب زندیق ٹھہرادیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی باتیں عوام کو سنا کر یہی چاہتا ہے کہ شریعت بیکار ہو اور احکام اسلام دہم برہم ہوں اور سب لوگ میری طرح زندیق بن جائیں۔

اس قسم کی باتیں پہلے زندیقوں نے بھی کہی تھیں۔ مگر بحمد للہ اسلام نے ان کی اچھی طرح خبر لی اور ان کی بیخ کنی کر دی۔

لوگوں کے نزدیک اس تجویز سے جواز ہر ایک گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کریم سے اگر کوئی کسی امر کی جس کو وہ گناہ جانتا ہو۔ (مثلاً اس کی عورت سے کسی کا زنا کرنا) درخواست کرے تو اس کو اپنے کریم ہونے کے لحاظ سے اس سوال کو رد نہ کرنا اور ایک شب کے لئے اپنی عورت کو سائل زانی کے پاس بھیج دینا جائز ہو جائے گا اور کادیانی کی اس دلیل پر عمل کرنا پڑے گا کہ اگرچہ زنا بری صفت ہے۔ (جیسا کہ کذب) مگر کریم کو بلحاظ کرم، سائل کا دل رکھنے کو اس برائی کا ارتکاب جائز ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبرست از ہزار ان کعبہ یک دل بہترست

اے نادان کادیانی! خدا تعالیٰ کے حق میں اس کے کرم کی نظر سے تیرا کذب کو تجویز کرنا اور وعید معیّن میں اس کا تخلف جائز رکھنا بعینہ ایسا ہی ہے۔ خدا تعالیٰ سے صدور کذب ایسا ہے جیسا کہ انسان سے زنا (کا صدور)۔ کچھ تو سوچ۔ ذرا ہوش کر! اور شرم سے کام لے! خدا تعالیٰ کی نسبت ایسی بات نہ کہہ جو خدا تعالیٰ نے نہیں فرمائی۔ ''فلا تضربوا للہ الامثال ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون (النحل:۷۴)''

دوسرے دعویٰ (تخلف وعدہ الٰہی کے جواز) پر جو کادیانی نے آیت قرآن ''وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ'' سے استدلال کیا ہے: ''وواعدنا موسی ثلثین

لیلة واتممناها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة (اعراف:۱۴۲) ’’اس میں خداتعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔ اس آیت میں صرف تیس رات کے وعدہ کا ذکر وارشاد نہیں کہ ہم نے صرف تیس ہی کی رات کا موسیٰ سے وعدہ کیا تھا بلکہ برخلاف اس کے صاف طور پر یہ ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کر کے اس کو دس رات سے پورا کیا۔ سو اس کے رب کا وعدہ چالیس رات سے پورا ہی آیت نص قطعی ہے کہ پورا وعدہ چالیس ہی رات کا تھا۔ مگر اس آیت میں منجملہ چالیس رات کے تیس کو پہلے ذکر کیا۔ دس کو پیچھے پھر اس تفصیل کے بعد اس کا ٹوٹل کیا اور فرمایا کہ وہ پورا وعدہ چالیس رات کا ہوا۔ جس کو دوسری آیت: ’’**واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلة ثم اتخذتم العجل من بعده وانتم ظالمون** (بقرۃ:۵۱)‘‘ میں بلاتفصیل چالیس ہی رات کا وعدہ کہا اور صاف فرمادیا کہ ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنایا۔

اس تفصیل کی مثال قرآن کی ایک وہ آیت ہے: ’’**فمن لم یجد فصیام ثلثه ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة** (بقرہ:۱۹۶)‘‘ جس میں خداتعالیٰ نے حج میں تمتع کرنے والے پر (جو قربانی نہ پاوے) دس روزہ فرض کئے۔ مگر پہلے تین حج کے دنوں میں پھر سات اس کے بعد اور آخر فرمادیا کہ یہ دس پورے ہوئے۔ یہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں تو دس دن کو تفصیل مذکور سے بیان کرنے میں فائدہ ظاہر ہے کہ تین روزہ اور سات روزہ کا محل جدا جدا بیان ہوا۔ اس آیت میں چالیس رات کی تفصیل مذکور سے کیا فائدہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فائدہ تفسیر کبیر کی عبارت میں عنقریب بیان ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اب کادیانی کے تصرف وبے ایمانی کو دیکھو کہ اس نے پوری آیت کا مضمون بیان نہ کیا اور اس وعدہ الٰہی کو پہلے صرف تیس رات کا وعدہ بتایا۔ پھر دس رات سے اس وعدہ کا بدل جانا اور اپنے وقت موعود سے ٹل جانا تجویز کیا اور اس چوری پر یہ دلیری اور سینہ زوری کہ اس تبدیلی کو وہ نص قطعی کہتا ہے اور مصرع:

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق بن کر دکھاتا ہے۔ اب ہم اپنے اس بیان کی تائید کے لئے علماء مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ جو بدست آویز آیات مذکورہ اس وعدہ کو چالیس ہی رات کا وعدہ

قرار دیتے ہیں نہ تیس کا۔

امام رازی نے تفسیر کبیر جلد اوّل کے ص ۵۲۱ میں کہا ہے: ’’وایضاً فلیس المرادا نقضاء ای اربعین کان بل اربعین معینا وھو الثلثون من ذی القعدہ والعشر الاوّل من ذی الحجة لان موسیٰ علیہ السلام کان عالماً بان المراد ھو ھذہ الاربعون وایضاً فقوله تعالیٰ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلة یحتمل ان یکون المراد انه وعد قبل ھذہ الاربعین ان یجیٔی الی الجبل ھذہ الاربعین حتی تنزل علیه التورات ویحتمل ان یکون المراد انه امر بان یجیٔی الی الجبل ھذہ الاربعین ووعد بانه ستنزل علیه بعد ذلک التوراة وھذا الاحتمال الثانی ھو المتاید باالاخبار (البحث الرابع) قوله ھھنا واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلة یفید ان المواعدة کانت من اوّل الامر علی الا ربعین وقوله فی الاعراف وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة واتممناھا بعشر یفید ان المواعدة کانت فی اوّل الامر علے الثلاثین فکیف التوفیق بینھما اجاب الحسن البصری فقال لیس المراد ان وعدہ کان ثلاثین لیلة ثم بعد ذلک وعدہ بعشر لکنه وعدہ اربعین لیلة جمیعا وھو کقوله ثلاثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة (تفسیر کبیر، سورۃ بقرہ زیر آیت ۵۱) ‘‘اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔کوئی (عام) چالیس راتیں مراد نہیں بلکہ (خاص) تیس راتیں ماہ ذیقعدہ کی اور دس رات ذالحج کی کیونکہ موسیٰ کو اس تعین کا علم تھا اور اس وعدہ دینے کے دو احتمال ہیں۔ایک یہ کہ ان چالیس سے پہلے یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ حضرت موسیٰ چالیس رات پہاڑ پر آئیں گے تو توریت ملیں گے۔

دوسرا احتمال یہ کہ پہلے چالیس رات پہاڑ پر آنے کا حکم ہوا ہو اور اس کے بعد یہ وعدہ توریت ملنے کا ہوا۔اس احتمال دوم کی تائید حدیث سے ہوتی ہے اور اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ کو چالیس رات کا وعدہ دیا۔ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے چالیس رات کا وعدہ ہوا تھا اور دوسرے قول سے جو سورۂ اعراف میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کو تیس رات کا وعدہ دیا اور اس کو دس رات سے پورا کیا۔مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے تیس کا وعدہ ہوا تھا۔ان دونوں قول

میں موافقت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب (امام مشہور تابعی) حسن بصری نے یہ دیا ہے کہ اس قول دوم سے یہ مراد نہیں کہ پہلے وعدہ تیس رات کا دیا تھا۔ پھر دس رات کا دوسرا وعدہ ہوا بلکہ وہ وعدہ پہلے ہی سے اکٹھے چالیس رات کا تھا۔ اس کو تیس اور دس رات کے وعدہ سے تعبیر کرنا۔ ایسا ہے جیسا خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ متمتع تین روز ایام حج میں روزہ رکھے اور سات جب حج کر کے پھرے یہ دس پورے ہوئے۔ پہلے تین کو پھر سات کو بیان کیا گیا ہے:

پھر امام رازی نے کہا ہے: ’’**واعلم انه تعالى قال فى سرة البقرة واذ واعدنا موسٰى اربعين ليلة وذكر تفصيل تلك الاربعين فى هذه الأية فان قيل وما الحكمة ههنا فى ذكر الثلاثين ثم اتمامها بعشر وايضاً فقوله فتم ميقات ربه اربعين ليلة كلام عار عن الفائده لان كل احد يعلم ان الثلاثين مع العشريكون اربعين قلنا اما الجواب عن السوال الاول فهو من وجوه (الوجه الاول) انه تعالى امر موسٰى عليه السلام بصوم ثلاثين يومًا وهو شهر ذى القعدة فلما اتم الثلاثين أنكر خلوف فيه نشوك فقالت الملائكة كنا نشم من فيك رايحة المسك فأفسدته بالسواك فاوحى الله اليه اما علمت ان خلوف فم الصائم أطيب عندى من ريح المسك فامره الله تعالٰى ان يزيد عليها عشرة ايام من ذى الحجة لهذا السبب (والوجه الثانى) فى فائدة هذا التفصيل ان الله امره ان يصوم ثلاثين يوماً وان يعمل فيها ما يقربه الى الله تعالى ثم انزل التورات فى العشر البواقى وكلمه ايضاً فيه فهذا هو الفائدة فى تفصيل الاربعين الى الثلاثين والى العشرة** (تفسير كبير الاعراف زير آيت ۱۴۲)‘‘ کہ سورہ بقرہ میں چالیس رات کا وعدہ بیان ہوا ہے اور اس مقام (سورۃ اعراف) میں ان چالیس رات کی تیس اور دس رات سے تفصیل ہوئی ہے۔ اس کی حکمت فائدہ کیا ہے؟ اس کا جواب کئی (چار) وجوہ سے ہے۔ وجہ اوّل یہ کہ حضرت موسیٰ کو مہینے ذیقعدہ کے تیس روزوں کا حکم ہوا تھا۔ جب انہوں نے تیس روزہ پورے کئے تو اپنے منہ میں بری بو پا کر مسواک کی اس پر فرشتوں نے کہا کہ ہم کو آپ کی منہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ نے مسواک کر کے اس کو کیوں دور کیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ دس روزہ اور رکھیں۔

وجہ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تیس دن روزہ رکھنے اور ان میں قربت الٰہی کے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان تیس دن کے بعد باقی دس دن میں توریت ملنے کا وعدہ تھا۔ اسی فائدہ کے لئے تیس اور دس کی تفصیل ہوئی۔ ان دو وجہوں کے بعد امام رازی نے دو وجہیں اس تفصیل کی اور بیان کی ہیں اور پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس تفصیل کے بعد چالیس رات کا ذکر پھر کیوں کہا۔ ہم نے اس بیان کو خوف تطویل سے چھوڑ دیا ہے۔

ان دو وجہوں کا (جو بیان ہوئی ہیں) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تیس دن کے روزہ کے حکم سے مقصود قربت وعبادت تھا اور دس دن کے روزہ سے مقصود بوئے دہن پیدا کرنا۔ جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر کے کھو دیا تھا اور اگر حضرت مسواک نہ کرتے اور اس بوئے دہن کو نہ کھوتے تو صرف تیس ہی روزہ پر۔ مگر انقضاء مدت وعدہ چالیس روز کے بعد کتاب پاتے اور ہم کلام ہوتے۔ اس مقصود کی نظر سے تیس دن کا روزہ اور قسم کا ہوا۔ دس دن کا اور قسم کا، اس لئے ان دونوں کو جدا جدا بیان کیا۔ جیسے متمتع کا صیام عشرہ کو اختلاف محل کے سبب جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

اپنی اس دلیل پر جو کادیانی نے حاشیہ میں بضمن نوٹ اوّل سوال کر کے اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ وعدہ الٰہی سے جس کا تخلف جائز نہیں۔ وہ امر مراد ہے جو خدا کے ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو چکا ہو، نہ وہ جس کو انسان نے وعدہ سمجھ لیا ہو۔ یعنی اس کا خلاف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے کادیانی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ کہتا کچھ ہے اور ارادہ کچھ اور کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا ظاہری قول اور وعدہ اپنے ظاہری معنی سے لائق وثوق واعتماد نہیں۔ جب تک کہ اس کے باطنی معنی اور دلی ارادہ پر اطلاع نہ ہو۔ اس بیان واظہار میں کادیانی نے خدا تعالیٰ وتقدس کو ان منافق ودورخے انسانوں کی مانند قرار دیا ہے جو کہتے تو ہیں کچھ اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں اور اس وجہ سے یکرنگ اور ظاہر باطن کے یکساں لوگ ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ ان کے دلی ارادہ پر مطلع نہیں ہو سکتے اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو بات وہ منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دلی ارادہ کے موافق ہے یا اس سے مخالف اور اس وجہ سے وہ ان کو منافق سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور جب کہ انسان کا ارادہ دلی دوسرے انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے دلی ارادہ کے برخلاف بات کہنے والوں کی باتوں پر یقین نہیں کیا جاتا اور اس

کو اظہار خلاف باطن کے سبب منافق و بے اعتبار سمجھا جاتا ہے تو پھر اگر کادیانی کے نزدیک خدا کی باتیں بھی اسی قسم سے ہیں کہ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن موافق ارادہ قدیمہ کچھ اور، تو اس سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ کادیانی کے نزدیک خدا کی کسی بات اور وعدہ پر جس کے ساتھ اس نے اپنے دلی ارادہ کا اظہار نہیں کیا۔ وثوق واعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ کے ارادہ پر جب تک وہ ظاہر نہ کرے کسی کو اطلاع ممکن نہیں اور اس وجہ سے اس کے ہر ایک وعدہ میں جس کے ساتھ دلی ارادہ کا اظہار نہ ہو یہ شبہ رہتا ہے کہ خدا جانے یہ وعدہ ارادہ قدیمہ الٰہیہ کے موافق ہے یا ارادہ الٰہی اس کے مخالف ہے اور یہ وعدہ صرف لفظی اور زبانی جمع خرچ ہے اور یہ شبہ دین وایمان وعمل حسنات وترک سیئات کی بیخ وبنیاد اکھاڑ کر پھینک دینے والا ہے۔ جب انسان کو خدا کے وعدہ پر اعتماد وثوق نہ ہوگا اور اس وعدہ کے بھروسہ خدا سے نیک عمل کے جزاء کی امید اور عمل بد کی سزاء کے خوف کا اس کو یقین نہ ہوگا تو وہ خداتعالیٰ پر ایمان کب لائے گا اور تکلیف اٹھا کر عمل نیک کیوں کرے گا اور دنیاوی ودم نقد لذت ونفع کو چھوڑ کر عمل بد سے کیوں بچے گا۔

واہ کادیانی صاحب! اپنے خداتعالیٰ کے وعدہ اور اس کے ایفاء کی حقیقت خوب بیان کی جس سے دین ایمان کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ کیا یہی دقائق وحقائق ہیں جن کی نظر سے آپ مجدد کہلاتے ہیں اور دین اسلام کی تجدید واصلاح کرنے آئے ہیں۔ اگر آپ کے ایسے دقائق وحقائق مسلمان مان لیں گے تو آپ اسلام ومسلمانوں کا کام کردیں گے ؎

گر ہمیں مکتب ست و این ملا ۔۔۔ کار طفلان تمام خواہد کرد

مگر آپ خاطر جمع رکھیں اور مطمئن رہیں۔ مسلمان آپ کے ایسے حقائق ودقائق کو کفر جانتے ہیں اور اچھی طرح جان چکے ہیں کہ آپ ایسے حقائق کے بیان سے مسلمانوں کو اپنے جیسا زندیق بنانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ آپ کے دام میں نہیں آتے اور آپ کو یہ کہہ کر ؎

بہر رنگے کہ می آئی شناسم

خوب پہچانتے ہیں۔ ہاں! جو احمق لوگ آپ کے دام میں پھنس گئے ہیں۔ وہ ان دقائق کو مانیں گے مگر وہ پہلے ہی اسلام سے خارج ہوچکے ہیں۔ ان کا ان دقائق کو مان لینا کوئی افسوس اور تعجب کا محل نہیں ہے۔

اس دلیری پر کادیانی کی اس بہادری کو دیکھو کہ وہ اپنی ان کفریات میں اکابر

صوفیوں کو بھی شریک کرتا ہے اور یہ جتاتا ہے کہ جو باتیں میں نے کہی ہیں یہی باتیں بعینہا شیخ عبدالحق دہلوی وشاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے کہی ہیں۔

اے حضرات ناظرین! کادیانی اس دعویٰ میں جھوٹا ہے جو کچھ ان حصرات نے کہا ہے اس کا مطلب اور ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کادیانی نے ان حضرات کی اصل عبارات کو نقل نہیں کیا۔ وہ اس دعویٰ میں سچا ہوتا تو بڑی طمطراق سے ان کی عبارات نقل کرتا اور اس سے اپنی تائید نکالتا۔

اخیر میں جو کادیانی اپنے پہلے دعویٰ کی دلیل کشتی والی آیت کو بتایا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب ہمارے پہلے اعتراض وسوال کے ضمن میں ادا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کی تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آتا تھا اور وہ تضرع اور توبہ سے ٹلایا جاتا تھا۔ وہ موعود نہ ہوتا تھا کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ اس طوفان سے پہلے اس کا وعدہ آجاتا تھا۔ کادیانی نے اس آیت کے استدلال میں لوگوں کو دھوکا دیا ہے اور خدا تعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔ یہ عام قطعی موعود عذابوں کے ٹل جانے کا کادیانی کی طرف سے ثبوت اور اس کا جواب ہے۔

سیدنا یونس کی قوم کا عذاب

اب خاص حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے قطعی موعود وعذاب ٹل جانے پر کادیانی کا ثبوت دیکھو اور اس کا جواب سنو۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے اور پھر توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں کادیانی نے کوئی آیت، کوئی حدیث، کوئی قول صحابی، کوئی قول تابعی، کوئی عبارت کسی تفسیر کی ایسی پیش نہیں کی جس میں یہ تصریح ہو کہ وہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی تھا شرطی نہ تھا اور پھر اس کی دلاوری اور شیر بہادری کو دیکھو کہ بہت سی تفسیروں کا حوالہ دے دیا اور کئی صحابی وتابعین کا نام لے کر ان کے ذمہ لگا دیا کہ وہ عذاب بلاشرط تھا اور دو عبارتیں تفسیر کبیر نقل کر کے ان کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا اور دو حدیثیں بھی جو صرف حضرت ابن عباسؓ کے قول میں نقل کر کے اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اخیر میں بائبل میں سے یونہ (یعنی یونس علیہ السلام) نبی کی کتاب کچھ عبارت نقل کی اور اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ عذاب کا وعدہ قطعی تھا۔

اس تمام بیان میں جھوٹ بولا ہے اور جس قول کا حوالہ دیا یا جو عبارت نقل کی اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کے متمسکات سے ایک عبارت یا ایک قول یا ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عذاب قطعی تھا اور بشرط ایمان اس کا ٹل جانا حضرت یونس علیہ السلام کو نہ کہا گیا یا انہوں نے نہ سمجھا تھا۔

اب ناظرین اس کے ہر ایک متمسک بہ قول وعبارت کو سنیں اور پھر ہمارے جوابات اور تشریحات کو دیکھیں۔ امید ہے وہ ان جوابات وتشریحات کو پڑھ کر کادیانی کی جرأت پر تعجب کریں گے اور بے ساختہ کادیانی کے حق میں کہیں گے ؎

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اوّلاً اپنی تین تفسیروں فتح البیان، ابن کثیر، معالم کا صرف حوالہ (بلانقل عبارت) دے کر لکھا ہے کہ ان تفاسیر کو پڑھو۔ پھر کہا اور تفسیر کبیر ص ۱۸۸ سے (جلد کا حوالہ آپ بھول گئے۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ ہم کہتے ہیں یہ جلد ششم ہے) غور سے پڑھو تا معلوم ہوا کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونس علیہ السلام قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے۔ اگر کوئی شرط منجانب ہوتی تو یہ ابتلاء کیوں آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے۔ ’’**انهم لما لم يؤمنوا اوعدهم بالعذاب فلما كشف العذاب عنهم بعد ما توعدهم خرج مغاضياً**‘‘ پھر اس کا ترجمہ کر کے ثانیاً آپ فرماتے ہیں اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے۔ اس کے سمجھنے میں نادان شیخ نے (خاکسار کو فرماتے ہیں) دھوکہ کھایا اور یہ نہیں سوچا کہ اس کے آگے ص ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب موت کی پیش گوئی بلاشرط کی تھی۔ پھر ثالثاً فرمایا اور یہی آخری قول مفسرین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے۔

اس پر بھی آپ کو کھٹکا رہا کہ اس عبارت سے اور ان ناموں سے تو کوئی نہ سمجھے گا کہ وعدہ عذاب قطعی تھا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ قطعی ہونا ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کے ابتلاء سے نکالا ہے اور ممکن ہے کہ ابتلاء کی وجہ کوئی ایسی اور پیدا ہو جائے جس سے وعدۂ عذاب شرطی بھی رہے اور حضرت یونس علیہ السلام کا ابتلاء بھی صحیح ہو جائے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ میں اس وجہ کا بیان ہوگا تو پھر آپ نے اس آیت ثلثین لیلۃ سے جا ہاتھ مارا اور رابعاً! یہ فرمایا۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹل جانا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے۔ جیسا

کہ آیت:’’واعدنا موسٰی ثلثین لیلة‘‘اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں۔ جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ واستغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہے۔ پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولیٰ ثابت ہوا۔

پھر آپ کو تفسیر کبیر کی ایک عبارت کا خیال آیا۔ مثل مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا آسرا یا سہارا، تو آپ نے خامساً! فرمایا اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر ص۱۶۴ میں (یہاں بھی اب بحکم ’’دروغ گورا حافظہ نباشد‘‘ یا دہشت اور حیرت کے مارے جلد کا حوالہ دینا بھول گئے۔ یہ بھی ہم بتاتے ہیں۔ عبارت تفسیر کبیر کی جلد ہفتم میں ہے) لکھتے ہیں۔’’ان ذنبه یعنی ذنب یونس کان لان الله تعالٰی وعده انزال الاهلاک لقوله الذین کذبوه فظن انه نازل لا کالة فلاجل هذ الظن لم یصبر علی دعائیهم فکان الواجب علیه ان یستمر علی الدعاء لجواز ان لا یهلکهم بالعذاب‘‘ پھر اس عبارت کا ترجمہ کر کے آپ فرط جاہلیت کی حمیت وخوشی میں آ کر سادساً فرماتے ہیں۔ اب بولو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ یونس علیہ السلام نبی وعدہ ہلاک کو قطعی سمجھا تھا اور یہی اس کے ابتلاء کا موجب ہوا کہ تاریخ ٹل گئی اور اگر اس پر اکتفاء نہ ہو تو دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیاء’’قال اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومه اوحی الله الیه ان العذاب یصبحهم فلما راؤه جاروا الی الله وبکی النساء الصبیان والوالدان ورغت الابل وفصلانها وخارت البقر وعجاجیلها وتغثت الغنم وسخالها فرحمهم الله وصرف ذلک العذاب عنهم وغضب یونس وقال کذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضباً‘‘ پھر اس حدیث کا ترجمہ کر کے اس مضمون کی ایک اور حدیث اسی کتاب سے اسی صحابی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے ایمان لے آنے اور اس سبب سے عذاب ٹل جانے کی خبر ہوئی تو وہ بولے کہ اب میں جھوٹا کہلا کر ان کی طرف نہ جاؤں گا۔

اس کے بعد آپ اسی جاہلیت کی حمیّت میں اکر سابعاً فرماتے ہیں۔ اب فرمائیے شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کے نہ ہوتی اور حضرت یونس علیہ السلام کو خدا کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے

کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ میں ان کی نظر میں کذاب ٹھہر چکا ہوں۔ جب کہ وہ سن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئے۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کے وحی میں داخل ہوتی تو ان کو خوش ہونا چاہئے تھا کہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ نہ یہ کہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔

پھر اس حدیث کے آخری فقرہ کے حاشیہ میں آپ نے یونہ کی کتاب کی کسی قدر عبارت نقل کی اور ثامناً فرمایا ہے۔ یونہ کی کتاب میں باب آیت ۴ میں لکھا ہے اور یونہ شہر میں (یعنی نینوہ میں) داخل ہونے لگا اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا۔ چالیس اور دن ہوں گے تب نینوہ برباد کیا جاوے گا۔ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے برے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں ان سے کروں گا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ باب ۴ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوگیا اور اس نے خدا کے آگے دعا مانگی کہ اب اے خدا! میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے۔ کیونکہ میرا جینا مرنے سے بہتر ہے اور اس کے بعد اسی جاہلیت کی حمیّت وخوشی میں آ کر تاسعاً فرمایا ہے۔ اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس علیہ السلام نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس پیش گوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونس علیہ السلام نے رنجیدہ ہوکر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔ پھر عاشراً فرمایا ہے شیخ جی اب تو ہر ایک پہلو سے قابو میں آ گئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اب قسم کھاویں تا خدا جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا عہد کر کے پھر توڑ دیا جاوے اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دوسو روپیہ کے طمع نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب ہے کہ پھر بھی قسم کھالو۔ کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو سوچ نہیں سکتا۔

یہ اس زمانہ کے مسیح کا رفق اور اخلاق کا بھرا ہوا آخری کلام ہے۔ جو اس خاکسار

کے مقابلہ میں فرمایا گیا ہے۔ اب ناظرین اس کے فقرہ فقرہ کی تشریح وجواب سنیں اور داد انصاف دیں۔ پس پہلے ایک اجمالی جواب اس کے جملہ متمسکات کا سنیں۔ پھر فقرہ فقرہ کی تفصیل وتشریح ہے۔

اجمالی کا جواب:

کادیانی نے اپنے جملہ متمسکات مذکورہ کا یہ مطلب سمجھا اور جتایا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اہل نینوی کی طرف رسول ہوکر گئے اور اس قوم نے نہ مانا تو خدا نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اس قوم سے نکل گئے اور عذاب کے منتظر رہے۔ پھر جب قوم کے ایمان لانے سے وہ عذاب اٹھایا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام خدا تعالیٰ پر خفاء ہوگئے اور بولے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے قطعی عذاب دے کر ان کے ایمان لانے سے عذاب کو اٹھالیا۔ اس میں اس نے اپنے وعدہ کا خلاف کیا اور مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے شرمندہ کرایا اور جھوٹا کہلایا۔ اب میں کس منہ سے قوم کے پاس جاؤں۔ اس سے تو میرا مر جانا بہتر ہے اور اسی خیال سے وہ بھاگے۔ یہاں تک کہ دریا میں کود کر مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ پھر وہاں ''لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' کہہ کر اپنے اس قصور کا اقرار کر کے اس سے توبہ کی تو اس سے نجات پائی اور اگر خدا تعالیٰ ان کو پہلے سے خبر دیتا کہ یہ عذاب شرطی ہے۔ قوم ایمان نہ لائے گی تب نازل ہوگا۔ ورنہ اٹھایا جائے گا تو وہ کیوں اس ابتلاء میں پڑتے۔ کیوں خدا سے خفاء ہوتے؟ کیوں بھاگتے؟ کیوں مچھلی کے پیٹ میں جاتے؟ بلکہ وہ قوم کے ایمان لانے اور اس وجہ سے عذاب اٹھائے جانے سے خوش ہوتے اور کہتے کہ میرا مشن اور سخن پورا ہوا۔ مشن (یعنی جس کام کے لئے میں سفیر اور پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا وہ کام) یوں پورا ہوا کہ لوگ ایمان لائے اور سخن یوں پورا ہوا کہ عذاب جو بشرط عدم ایمان تھا۔ ایمان لانے سے اٹھایا گیا۔ لوگ بھی بچ گئے۔ میں بھی اس شرط کے موافق سچا نکلا۔ خدا مجھ سے اور قوم سے راضی ہوا۔ ہم خدا سے راضی ہوئے۔

سوائے حضرات ناظرین باتمکین! اگر کادیانی کے متمسکات جن سے کادیانی نے یہ مطلب نکالا ہے۔ بلا مزاحمت وبلا معارضہ صحیح اور ثابت ہوں اور ان کا مطلب بھی یہی ہو جو کادیانی نے سمجھا ہے اور واقعی حضرت یونس علیہ السلام پر جو ابتلاء آیا ہے۔ وہ اسی سبب سے آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کر کے اس کا خلاف کیا تو وہ خدا تعالیٰ سے خفاء ہو

گئے اور مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اس صورت میں بے شک وبلا ریب کادیانی سچا، سچا، سچا اور اس کے مخالف جھوٹے جھوٹے جھوٹے اور اگر ہم نے خدا کی توفیق اور توقیف اس کے برخلاف اوّلاً یہ بات ثابت کردی کہ کادیانی کے متمسکات بلا معارضہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کے معارضہ ومقابلہ میں انہی کتابوں میں جن سے کادیانی نے اپنے متمسکات نکال کر پیش کئے ہیں۔ یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا غصہ سے نکل جانا اور مچھلی کے پیٹ میں تضرع ودعا کرنا پہلے واقعہ ہوچکا تھا اور اہل نینویٰ کی طرف سے رسول بن کر جانا اور اس قوم کا ایمان لانے کے سبب عذاب سے بچ جانا اس کے بعد ہوا ہے اور ثانیاً یہ بات ثابت کردی کہ جن روایات سے کادیانی نے تمسک کیا ہے۔ ان روایات سے بھی باوجود ان کے ناقابل اعتبار ہونے کے یہ مطلب ثابت نہیں ہوتا جو کادیانی نے سمجھا ہے بلکہ انہی کتابوں کی دوسری عبارات ونقول کی شہادت سے ان روایات سے بھی اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ حضرت یونس علیہ السلام سے خداتعالیٰ نے وعدہ عذاب قطعی کیا اور نہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس وعدہ کو قطعی سمجھا اور نہ اس عذاب کے اٹھائے جانے سے ان کو خداتعالیٰ پر غصہ آیا اور نہ اس غصہ کے سبب سے ان پر عتاب ہوا اور نہ اس جرم کا انہوں نے آیت مذکورہ بالا میں اعتراف کر کے اس سے توبہ کی بلکہ جو کچھ ہوا وہ اور ہی امر تھا تو پھر آپ صاحبان! اے ناظرین یقین کریں اور داد انصاف دے کر صاف کہیں کہ کادیانی کے برابر دنیا میں کوئی جھوٹا اور کوئی دھوکہ دینے والا اور اپنے دام افتادہ احمقوں کی آنکھ میں خاک دھول ڈال کر دن کو رات بنانے والا کوئی دوسرا نہیں اور اس سے جو سختی مسلمانوں کی طرف سے ہو رہی ہے وہ اسی کے لائق ہے۔ ناظرین توجہ کریں گے تو اس امر کا ایسا یقین کریں گے جیسا ایک اور ایک، دو ہونے کا یقین کرتے ہیں اور وہ داد ضرور دیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

پہلے بات کا ثبوت

قرآن مجید میں اس مضمون نص کی صریح موجود ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا غصہ کر کے نکل جانا اور مچھلی کے پیٹ میں مبتلا ہونا اور پھر مناجات کرنا پہلے ہوا ہے اور رسول ہوکر جانا اس کے بعد ایسا ہی بائبل کی کتاب یونہ میں جس کو کادیانی پاک نوشتہ لکھتا ہے اور اس سے انکار کرنے کو دہریہ پن کی رگ بتاتا ہے بیان ہوا ہے۔

قرآن کی سورۂ انبیاء میں ہے: ’’وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن تقدر عليه فنادى فى الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انى كنت من الظالمين. فاستجبناک ونجينٰه من الغم وكذلک ننجى المؤمنين (انبیاء:۸۷) ‘‘اور جب یونس (قوم سے) غصہ ہوکر چلے گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ (اس چلے جانے کے سبب) ہم ان پر تنگی اور خفگی کا حکم نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں (دریا اور مچھلی کے پیٹ کے) پکارا کہ اے خداوند تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں (اس بھاگنے اور قوم پر غصہ کرنے کے سبب) ظالم ہوں تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور اس غم سے ان کو نجات دی۔ ہم ایسی ہی مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں۔ اور سورۂ صافات میں ہے: ’’وان يونس لمن المرسلين اذ ابق الى الفلک المشحون فساهم فكان من مدحضين فالتقمه الحوت وهو مليم فلولا انه كان من المسبحين للبث فى بطنه الى يوم يبعثون فنبذنٰه بالعرآء وهو سقيم وانبتنا عليه شجرة من يقطين وارسلنٰه الٰى مائة الف او يزيدون (والصٰفت: ۱۳۹-۱۴۷) ‘‘اور جب یونس علیہ السلام بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ ڈالا تو مغلوب ہوئے۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ جب کہ وہ اپنے تئیں ملامت کرنے والے تھے۔ وہ اس میں تسبیح نہ کہتے تو قیامت کے دن تک اس میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو میدان میں ڈالا۔ ایسی حالت میں کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہ کر ضعیف (یا بیمار) ہوگئے تھے اور ان پر کدو کا درخت اگایا اور ایک لاکھ بلکہ (دیکھنے والے کی نظر وشمار میں) ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمی کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک وقت تک دنیا سے نفع پہنچایا۔ یہ آیات نص قطعی ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کا غصہ کرنا اور مچھلی کے پیٹ میں جانا پہلے ہوا اور رسول ہوکر قوم کی طرف جانا پیچھے۔

تفسیر کبیر میں جس سے کادیانی کی پہلی عبارت متمسکہ منقول ہے کہا ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے: ’’اختلفوا فى ان وقوعه علیہ السلام فى بطن السمكة كان قبل اشتغاله باداء رسالة الله تعالٰى اوبعده (اما لقول الاوّل) فقاله ابن عباس رضی اللہ عنہ كان يونس علیہ السلام وقومه يسكنون فلسطين فغزاهم ملک وسبى منهم تسعة

اسباط ونصفاً وبقی سبطان ونصف فاوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی شعیب النبی علیہ السلام اذھب الی حزقیل الملک وقل له حتی یوجه نبیا قویا امینا فانی القی فی قلوب اولئک ان یرسلوا معه بنی اسرائیل فقال له الملک فمن تری وکان فی مملکته خمسة من الانبیاء فقال یونس بن متی فانه قویٌ اٰمین فدعا الملک بیونس وأمره ان یخرج فقال یونس هل امرک اللّٰہ باخراجی قال لا قال فهل سمانی لک قال لا قال فههنا انبیاء غیری فألحوا علیه فخرج مغاضباً للملک ولقومه فأتی بحر الروم فوجد قوماً هیّؤا سفینة فرکب معهم فلما تلججت السفینة تکفات بهم وکادوا ان یغرقوا فقال الملاحون ههنا رجل عاص (تفسیر کبیر زیر آیت الانبیاء:۸۷)‘‘

کہ یہ قصہ حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کا اہل نینوی کے پاس رسول ہوکر جانے سے پہلے ہوا یا اس کے بعد اس میں پہلا قول یہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یونس علیہ السلام اور اس کی قوم فلسطین میں رہتے۔ جن پر ایک بادشاہ نے چڑھائی کی تو ان میں سے نو قبیلے سالم اور ایک کے نصف کو قیدی بنالیا۔ صرف دو قبیلے اور ایک کا نصف باقی رہ گئے تو خداتعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام نبی کو حکم دیا کہ تو خرقیا بادشاہ کے پاس جاکر کہہ کہ وہ کسی امانت دار اور قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے پاس بھیجے اور ان لوگوں کو اس سے چھڑا لاوے۔ خرقیا نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ آپ کس کو مناسب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یونس علیہ السلام نبی کو مناسب سمجھتا ہوں اور اس وقت اس سلطنت میں پانچ نبی موجود تھے۔ خرقیا نے حضرت یونس علیہ السلام کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ اس ظالم کی طرف جائیں۔ حضرت یونس علیہ السلام بولے کہ کیا خداتعالیٰ نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے اور میرا نام لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہاں میرے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ مگر بادشاہ نے انہی کے جانے پر اصرار کیا تو اس سے حضرت یونس علیہ السلام بادشاہ خرقیا اور قوم پر خفا ہوکر چلے گئے اور کشتی پر سوار ہوئے اور اس ابتلاء میں پڑے۔ (پھر اس کو بہ تفصیل ذکر کیا۔ جیسا کہ مشہور اور جملہ تفاسیر میں مذکور ہے)

اسی واسطے ہم نے اس تفصیل کو چھوڑ دیا اور پھر جب خداتعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور

آپ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو اس ظالم بادشاہ کی طرف گئے اور اس سے قیدی چھوڑ دینے کے خواستگار ہوئے۔ اس نے نہ مانا تو خداتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف اس امر کی وحی کی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ پھر اس عذاب کے نزول کی وہ کیفیت جو تفسیر کبیر سے نقل ہو چکی ہے۔ بیان کر کے کہا ہے کہ بنابر اس قول ابن عباس کے حضرت یونس علیہ السلام کی رسالت مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد ہوئی اور اس قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو سورۂ صافات میں فرمایا ہے: ''**فعلی هذا القول كانت رسالة يونس** علیہ السلام **بعد مانبذه الحوت ودليل هذا القول قوله تعالىٰ فى سورة الصفت فنبذنٰه بالعراء وهو سقيم وانبتنا عليه شجرة من يقطين وارسلناه الى مائة الف او يزيدون وفى هذا القول رواية اخرى وهى ان جبرائيل** علیہ السلام **قال ليونس** علیہ السلام **انطلق الى اهل نينوى وانذرهم ان العذاب قد حضرهم فقال يونس** علیہ السلام **التمس دابة فقال الامر اعجل من ذلك فغضب وانطلق الىٰ السفينة وباقى الحكاية كمامرت الى ان التقمه الحوت فانطلق الى ان وصل الى نينوى فالقاه هناك** (تفسیر کبیر زیر آیت الانبیاء:۸۷) '' کہ پھر ہم نے یونس علیہ السلام کو (دریا سے) میدان پر ڈالا اور ان پر کدو کا درخت اگا دیا اور ان کو ایک لاکھ بلکہ (شمار کرنے والے کے نزدیک) ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ اس قول میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو نینوی کی طرف جانے کو کہا گیا تھا۔ اس میں ان سے جلدی چاہی گئی تو وہ غصہ ہو کر کشتی کی طرف بھاگے تو ان پر یہ ابتلاء آیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کے اہل نینوی کو دعوت کرنے اور ان کی طرف رسول ہو کر آنے کے بعد ہوا ہے۔ یہ وہ قول ہے جس کو کادیانی نے تفسیر کبیر سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے قول کو دونوں روایتوں کے ساتھ معالم وغیرہ میں بھی نقل کیا ہے اور اس کو آیت سورۂ صافات سے مؤید بتایا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ قرآن کی صریح نصوص سے جن کے اقوال مفسرین بھی مصدق ومؤید ہیں۔ صاف ثابت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا غصہ کرنا اور ابتلاء میں پڑنا پہلے ہوا اور اہل نینوی سے عذاب ٹل جانا پیچھے ہوا۔

اب بائبل کی شہادت سنو۔ بائبل میں یونہ (یعنی یونس) نبی کی کتاب میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت یونس پر مچھلی کے پیٹ میں جانے کا ابتلاء پہلے ہوا اور اہل نینوی کی طرف ان کا جانا پیچھے ہوا۔ اس کتاب کے پہلے باب میں کہا ہے اور خداوند کا کلام یونہ بن متی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ (۲) اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور اس کے برخلاف منادی کر۔ کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے اوپر آئی۔ (۳) لیکن یونہ خدا کے حضور سے ترسیس کو بھاگنے کے لئے اٹھا اور وہ یافا بین اتر گیا اور وہاں ایک جہاز کو جو ترسیس کو جانے پر تھا پایا۔ تب اس کا کرایہ دے کر اس پر چڑھا تا کہ خدا کے حضور سے ترسیس کو ان کے ساتھ جائے۔ (۴) لیکن خداوند نے سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی ایسی کہ گمان تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔ پھر آیت ۵ سے ۹ تک حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانے اور آخر توبہ کرنے کا حال بیان کر کے کہا ہے۔ (۱۰) اور خداوند نے مچھلی کو کہا اور اس نے یونہ کو خشکی پر اگل دیا۔ پھر باب ۳ میں حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینوے کے پاس رسول ہو کر جانا بیان کیا اور کہا اور خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور وہاں اس کی منادی کر۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینوے کے پاس جانا اور منادی کرنا اور نینوی کے برباد ہونے کی خبر دینا اور پھر ان کے ایمان لانے سے ان کا بچ جانا بیان کر کے باب ۴ میں کہا ہے۔ پھر یونہ اس سے نہایت ناخوش ہوا۔ (۲) اور نپٹ رنجیدہ ہوا اور انے خدا سے دعا مانگی اور کہا کہ اے خداوند! میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا۔ جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا اس لئے میں آگے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما ہے اور نہایت مہربان ہے اور پچھتا کے آپ کو بدی سے باز رکھتا ہے۔ (۳) اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے۔ کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ (۴) تب خدا نے فرمایا تو شدت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ (۵) اور یونہ شہر سے باہر جا کے شہر کی پورب طرف بیٹھا اور وہاں اپنے لئے ایک چھپر بنایا اور اس کے نیچے چھاؤں میں بیٹھ رہا کہ دیکھئے اس شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔ (۶) تب خداوند نے رینڈی کا درخت اگایا اور اسے یونہ کے اوپر دوڑایا تا کہ وہ اس کے سر پر سایہ کرے اور اسے تکلیف سے چھڑا دے اور یونہ اس رینڈی کے پیڑ کے سبب نہایت خوش ہوا۔

(۷) دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑے کو تیار کیا اور اس نے اس ریںڈی کے درخت کو کاٹا۔ ایسا کہ وہ سوکھ گیا اور جب آفتاب چڑھا تب ایسا ہوا کہ خدا نے پورب کی طرف سے لو چلائی اور آفتاب کی گرمی سے یونہ کے سر میں اثر کیا۔ وہ غش میں آ گیا اور اپنی جان کے لئے موت چاہی اور کہا اس میرے جینے سے میرا مرنا بہتر ہے۔ (۹) اور خداوند نے یونہ کو کہا کہ تو اس ریںڈی کے درخت کے سبب شدت سے رنجیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں میں یہاں تک رنجیدہ ہوں کہ مرنا چاہتا ہوں۔ (۱۰) تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس ریںڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے نہ محنت کی اور نہ تو نے اس اگایا جو ایک ہی رات میں اگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا۔ (۱۱) اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں جو اپنے دائیں بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور مویشی بھی بہت میں شفقت نہ کروں۔

اس کتاب سے بھی صاف ثابت ہوا کہ ابتلاء حضرت یونس علیہ السلام کا پہلے ہوا اور ان کی قوم سے عذاب کا رفع ہونا اس کے بعد ہوا۔ ہاں! اس پر حضرت یونس علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا اس میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس رنجیدگی پر حضرت یونس علیہ السلام کا وہ ابتلاء وعتاب جس کا کادیانی کو دعویٰ ہے بیان نہیں ہوا اور اس رنجیدگی سے جو کادیانی نے وعدۂ عذاب کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ اس کا ابطال دوسری بات کے ثبوت میں عنقریب آئے گا۔ یہ مقام اس کا محل نہیں ہے۔ بالجملہ آیات قرآن اور اس کے موافق اقوال مفسرین اور بائبل سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ واقعہ ابتلاء یونس علیہ السلام پہلے ہوا اور حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینوی کی طرف رسول ہو کر جانا اور ان کو عذاب کی خبر دینا اور پھر اس عذاب کا رفع ہو جانا پیچھے ہوا۔

اس بیان سے ہماری پہلی بات ثابت ہوئی اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ روایات جن سے کادیانی نے تمسک کیا ہے۔ بلا معارضہ صحیح نہیں بلکہ ان کے مقابلہ ومعارضہ میں آیات قرآن وبائبل واقوال مفسرین ایسے موجود ہیں جن سے وہ روایات غلط اور ناقابل اعتبار ثابت ہوتی ہیں اور کم سے کم یہ کہ وہ مشکوک ومرجوح ہیں اور ان کے مخالف روایات راجح، کادیانی نے ان معارضات کی نقل وبیان ترک کر کے تفسیر کبیر سے صرف اپنے مطلب کی ایک روایت نقل کر کے اور باقی کتابوں کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان کتابوں میں بلااختلاف یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو خدا کی طرف سے ہلاکت اہل نینوی کا

قطعی وعدہ ملنے اور پھر اس وعدہ کے ٹل جانے کے بعد اور اسی سبب کے حضرت یونس علیہ السلام کے خدا پر خفاء ہو جانے پر حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کئے گئے اور ان کتابوں میں اس کا خلاف مذکور نہیں ہوا اور کتاب یونہ کے پہلے اور دوسرے باب کا بیان (جس سے حضرت یونس علیہ السلام کا وعدہ عذاب سے پہلے مبتلا ہونا ثابت ہوتا ہے) ترک کر کے صرف تیسری اور چوتھے باب کی چند آیات کو (جن میں حضرت یونس علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا بیان ہوا ہے) نقل کر کے یہ جتایا ہے کہ یہ رنجیدگی ہوئی تو حضرت یونس علیہ السلام پر وہ بلا آئی اور ان دونوں قسم کی کتابوں (تفاسیر و بائبل) کی نقل وحوالہ میں جھوٹ سے کام لیا ہے اور لوگوں کو دھوکا دیا۔ اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔

دوسری بات کا ثبوت

روایات متمسکہ کادیانی جیسی کیسی ہیں ان کا مطلب وہ نہیں جو کادیانی نے سمجھا ہے بلکہ ان کا مطلب بشہادت دوسری عبارات وروایات انہی کتابوں کی (جن سے وہ روایات کادیانی نے نقل کی ہیں) یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اہل نینوی یا قوم اس ظالم بادشاہ کو دعوت ایمان کی تو انہوں نے نہ مانا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے جواب میں یہ کہا کہ ہم عذاب کے آثار واسباب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے۔ ابھی سے ایمان نہیں لائے تو حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس سنت قدیمہ کی نظر سے کہ عذاب آ جانے کے بعد کسی قوم کا ایمان قبول نہیں ہوا اور وہ عذاب اٹھایا نہیں گیا۔ ان کے اس عذر وجواب کو قبول و پسند نہ کیا اور ان کے اس عذر وقول سے اور خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے حکم سے (نہ خدا تعالیٰ کی خاص اس قوم کی نسبت قطعی عذاب کی خبر دینے سے) یہ گمان کیا اور سمجھ لیا کہ ان پر عذاب ضرور نازل ہوگا اور اسی خیال وگمان سے وہ اس قوم پر ان کے اس عذر وجواب کے سبب خفاء ہو کر اور ان کی دعوت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا کہ عذاب آیا اور پھر وہ ان کی توبہ واستغفار وایمان لانے کے سبب اٹھایا گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی اس سنت قدیمہ میں استثناء کو ملحق فرمایا ہے اور قوم یونس علیہ السلام کو اور قوموں میں مستثنیٰ کر کے ان کا ایمان بعد معائنہ عذاب قبول کر لیا ہے تو اس سے ان کو قوم پر (نہ خدا تعالیٰ پر) ملال پیدا ہوا کہ کیوں پہلے سے وہ ایمان نہ لائے اور

میرے خیال ومقال کے غلط ہونے کے موجب ہوئے اور یہ خیال کیا کہ جو بات میں ان کو کہہ چکا تھا کہ: ’’آثار عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان پر ضرور عذاب آئے گا۔ اس کا (نہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کا) خلاف ظہور میں آ گیا ہے۔ اب میں اس قوم کی نظر میں جھوٹا قرار پا گیا ہوں۔ وہ مجھے کہیں گے کہ تم تو کہتے تھے کہ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان قبول نہیں ہوا کرتا اور تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ لو اب اس کا خلاف ہوا اور ہمارا ایمان بعد مشاہدہ عذاب قبول کیا گیا اور تمہارا کہنا جھوٹ نکلا۔ لہٰذا اب میں اس قوم کی طرف جھوٹا کہلا کر نہ جاؤں گا۔‘‘

کادیانی نے جو ان روایات سے اس مطلب کے (جو ہم نے بیان کیا ہے) برخلاف مطلب بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کادیانی ان روایات اور بائبل کے پانچ الفاظ یا فقرات کا مطلب غلط سمجھا ہے یا صحیح مطلب سمجھ کر دیدہ دانستہ اس سے اغماض کیا اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط مطلب بتایا ہے۔ وہ پانچ الفاظ وفقرات یہ ہیں: اوّل لفظ مغاضب یا غضب (جو تفسیر کبیر اور تفسیر منثور کی پہلی روایتوں میں ہیں) جن کے پہلے کشف یا صرف العذاب کے فقرات ہیں اور ان کے معنی کادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب کہلایا پھیرا گیا ہو تو اس امر کو دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام خدا تعالیٰ پر خفاء ہو کر نکل گئے۔

دوسرا لفظ لامحالہ فقرہ فظن انہ نازل لامحالہ میں جو تفسیر کبیر کی دوسری عبارت میں ہے اور اس کے معنی کادیانی یہ سمجھا ہے کہ خدا کے قطعی وعدہ سے اور اس کے کلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا اور ظن کیا تھا کہ عذاب ضرور واقعہ ہوگا اور یہ وعدہ عذاب موت کا قطعی ہے۔

تیسرا اور چوتھا لفظ کذبت وکذابا جو درمنثور کی دونوں عبارتوں کے ان فقرات میں ہے۔ صرف ’’ذلک العذاب وغضب یونس وقال کذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضباً وقال یونس عند ذٰلک لا ارجع الیهم کذاباً‘‘ جن کے معنی کادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب پھیرا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام نے خدا پر غصہ ہو کر کہا کہ خدا نے قطعی وعدہ دے کر اپنے اس وعدہ کا خلاف کیا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے خود جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے جھوٹا اور شرمندہ کرایا۔ لہٰذا اب میں اس قوم میں نہ جاؤں گا۔

پانچواں لفظ رنجیدہ ہونے یا پچھتانے کا جو بائبل کے اس فقرہ میں ہے کہ: ’’خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں کروں گا۔ پچھتا کے باز آیا۔ پھر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔ مگر اے حضرات ناظرین! آپ کو ہمارے اجمالی جواب کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ ان پانچوں الفاظ وفقرات کے معنی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے نہ تو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب کرنا ثابت ومعلوم ہوا اور نہ خدا کی طرف سے اور اس کے قول کے حوالہ سے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کو قطعی وعدہ عذاب دینا مفہوم ہوا اور نہ حضرت یونس علیہ السلام کا خدا تعالیٰ پر غصہ کر کے بھاگنا موہوم ہو۔ رہی تشریح وتفصیل ان کلمات وفقرات کی سو عنقریب تفصیلی جواب میں ہوگی۔ جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ان الفاظ وفقرات کے جو معنی کادیانی سمجھا ہے وہ غلط ہیں اور ان کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے اس جواب اجمالی سے ناظرین کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ روایات وعبارات متمسک بہا، کادیانی کے ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو کادیانی کے مطلب کے برخلاف ہیں۔ یہ ہماری دوسری بات کا فی ثبوت ہے اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔

تفصیلی جواب:

کادیانی کے متمسکات سے پہلے عبارت تفسیر کبیر اور پہلی عبارت تفسیر درمنثور کا جواب اور لفظ مغاضب اور غضب کی تشریح یہ ہے کہ لفظ مغاضب حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں قرآن میں وارد ہے اور اسی کی تفسیر میں درمنثور کی پہلی عبارت میں غضب کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ پس جو معنی اس لفظ کے قرآن کی آیت میں تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہی معنی تفسیر کبیر کے اس عبارت میں مراد ہونے چاہئے اور وہی معانی لفظ غضب کے درمنثور کی عبارت میں صاحب درمنثور نے اس کو تفسیر آیت بنا کر قرار دیئے ہیں۔

تفسیر کبیر میں (بجواب اعتراض ان لوگوں کے جو اس لفظ مغاضب سے پیغمبروں کا گنہگار ہونا نکالتے ہیں) کہا ہے: ’’(والجواب) عن الاوّل انه ليس فى الأية من غاضبه لكنا نقطع على انه لايجوز على نبى الله ان يغاضب ربه لان ذلك صفة من يجهل كون الله ما لكاللامر والنهى والجاهل بالله لايكون مومناً فضلا عن ان يكون نبيا واذ ثبت انه لايجوز صرف هذه المغاضبة الى الله

تعالٰی وجب ان یکون المراد انه خرج مغاضباً لغیر اللّٰہ والغالب انه انما یغاضب من یعصیه فیما یامره به فیحتمل قومه او الملک اوهما جمیعا ومعنی مغاضبۃ لقومه انه اغضبهم بمفارقته لخوفهم حلول العذاب علیهم عندها وقرأ ابوشرف مغضباً اما قوله (ای المعترض) مغاضبة القوم ایضاً کانت محظورة لقوله تعالی ولا تکن کصاحب الحوت قلنا لا نسلم انها کانت محظورة فان اللّٰہ تعالٰی امره به تبلیغ تلک الرسالة الیهم وما امره بان یبقی مصهم ابد افظاهر الامر لا یقتضی التکرار فلم یکن خروجه من بینهم معصیة واما الغضب فلا نسلم انه معصیة وذلک لا نه لما لم یکن منهیا عنه قبل ذلک فظن ان ذلک جائز من حیث انه لم یفعله الاغضبا للّٰہ تعالٰی وانفة لدینه وبغضا للکفرو اهله بل کان الاولی له ان یصابرو ینتظر الاذن من اللّٰہ تعالٰی فی المهاجرة عنهم ولهذا قال تعالی ولا تکن کصاحب الحوت کان اللّٰہ تعالٰی اراد لمحمد ﷺ افضل المنازل واعلاها (تفسیر کبیر زیر آیت انبیاء:۸۷) ’’آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کس شخص پر خفا ہوئے لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ نبی کا خدا تعالیٰ پر خفاء ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جاہلوں کا کام ہے اور ایسا جاہل مؤمن نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ نبی ہو سکے اور جب غضب خدا کے حق میں جائز نہ ہوا تو واجب ہوا کہ اس سے بجز خدا تعالیٰ کسی اور شخص پر حضرت یونس علیہ السلام کا غصہ کرنا مراد ہو تو احتمال ہے کہ وہ شخص آپ کی قوم ہو یا بادشاہ (حزقیا) ہو یا دونوں فریق اور قوم سے مغاضب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے قوم کو غصہ میں ڈالا۔ یعنی ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کر دیا اور جو معترض نے کہا ہے کہ قوم سے ناراض ہو کر چلے جانا یا ان کو ناراض کرنا بھی گناہ تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کا ارتکاب کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کا گناہ ہونا مسلم نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا تھا نہ یہ کہ وہ ان میں بیٹھے رہیں اور غصہ کرنا اس لئے گناہ نہیں تھا کہ اس سے ان کو ممانعت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت یونس علیہ السلام نے اس کو جائز خیال کیا۔ کیونکہ وہ غصہ خدا ہی کے لئے تھا اور اس کی دین کی بڑائی کے لئے اور کفر اور کافروں سے بغض ہے۔ ہاں! بہتر یہی تھا کہ وہ ان لوگوں میں ٹھہرے

رہتے اور صبر کرتے اور قوم سے جدا ہونے کے لئے خدا کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس ترک اولیٰ کی نظر سے خداتعالیٰ نے آنحضرت کو فرمایا کہ تو یونس علیہ السلام کی مانندہ ہو جائیو۔ جس سے خداتعالیٰ کی گویا یہ مراد ہے کہ آنحضرت کا رتبہ حضرت یونس علیہ السلام سے اعلیٰ ہے۔

تفسیر فتح البیان اور معالم وغیرہ میں (جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے) لکھا ہے۔ ذہب مغاضباً سے یہ مراد ہے: ''مغاضباً ای مراغما لقومه لا لربه وقال الحسن والشعبی وسعید بن جبیر مغاضباً لربه واختاره ابن جریر والقتیبی وحکی عن ابن مسعود قال النحاس ربما انکر هذا من لایعرف اللغة وهو قول صحیح والمعنی مغاضباً لاجل ربه کما تقول غضبت لک ای من اجلک وقال الضحاک مغاضباً لقومه وحکی عن ابن عباس وقالت فرقة منهم الاخفش انما خرج مغآضباً للملک الذی کان فی وقته اسمه حزقیا وقیل لم یغاضب ربه ولا قومه ولا الملک ولکنه ماخوذ من غضب اذا انف (فتح البیان ج۳ ص۱۳۳ والمعالم)'' کہ وہ قوم سے خفا ہو کر چلے گئے۔ نہ اپنے رب سے۔ حسن، شعبی، سعید بن جبیر نے لکھا ہے خدا کے لئے خفا ہوئے۔ اسی کو ابن جریر اور قتیبی نے پسند کیا ہے اور یہی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔ نحاس نے کہا ہے جو شخص لغت ومحاورہ عرب سے جاہل ہے وہ اس لفظ یا تفسیر کو پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ کہنا صحیح ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خداتعالیٰ کے لئے قوم سے خفا ہوئے۔ جیسے بولتے ہیں میں تمہارے لئے فلاں شخص سے خفا ہوا۔ ضحاک نے کہا ہے اور یہی ابن عباس سے منقول ہے کہ قوم پر خفاء ہوئے ایک جماعت نے جن میں اخفش (نحوی) ہے کہا ہے کہ وہ اس بادشاہ سے خفاء ہوئے تھے جو اس وقت میں تھا۔ جس کا نام حزقیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ کسی سے بھی خفاء نہیں ہوئے۔ نہ خدا سے نہ قوم سے نہ بادشاہ سے اور اس لفظ مغاضباً کے معنی غصہ کرنے کے نہیں بلکہ نفرت وبیزاری کے ہیں۔ یعنی وہ قوم سے متنفر ومستنکف ہو کر نکل گئے۔

ان عبارات خصوصاً تفسیر کبیر کی عبارت پڑھ کر ناظرین کو یقین ہوگا کہ خداتعالیٰ پر غصہ کرنا کفر ہے اور اس سے انبیاء کی شان پاک اور ارفع ہے۔ لہٰذا امام رازی کی اس پہلی عبارت میں اور ایسا ہی درمنثور کی پہلی عبارت میں حضرت یونس علیہ السلام کا خداتعالیٰ پر غصہ کرنا مراد نہیں۔ بلکہ قوم پر غصہ مراد ہے۔

شاید یہاں سوال ہو کہ اس عبارت کبیر میں اور ایسا ہی عبارت اوّل تفسیر درمنثور میں یہ بیان ہے کہ عذاب واقع ہو جانے کے بعد ان کو غضب ہوا۔ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عذاب اٹھ جانے پر تھا جو خدا کی طرف سے تھا نہ قوم پر کیونکہ عذاب اٹھا دینا ان کا کام نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غصہ بھی قوم پر ہے نہ خدا تعالیٰ پر۔ کیونکہ اس عذاب کے اٹھ جانے کا موجب قوم ہی کا فعل (بے موقع و بعد از وقت تضرع و استغفار) ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے اس فعل پر (باوجودیکہ وہ فی نفسہ فعل نیک تھا) اس لئے غصہ آیا کہ وہ فعل بعد از وقت ہوا۔ انہوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ میرے کہنے پر تو وہ قوم توبہ استغفار کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور جب میں نے بدست آویز قدیم اور عام سنت اللہ کے (نہ بحکم جدید وخاص اعلام الٰہی) ان کے عذاب کو قطعی کہہ دیا اور پھر میں مایوس وغصہ ہو کر ان کے بیچ میں سے نکل گیا۔ تب انہوں نے ایمان وتوبہ واستغفار کی طرف رجوع کیا۔ جس سے میرا وہ خیال ومقال غلط نکلا اور میں ان کی نظروں میں جھوٹا بنا۔

کہو کادیانی صاحب! ہم نے کیسی تشریح سے ثابت کر دیا کہ یہ غصہ قوم پر تھا نہ خدا تعالیٰ پر۔ اس جواب کی مزید، توضیح وتشریح کادیانی کی پانچویں بات کے جواب میں ہو گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

کادیانی کی دوسری بات کا جواب اور اس میں جو پہلے قول کو ذکر کر کے اس میں اس عاجز کے دھوکہ کھانے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس معمّا کی شرح وحل یہ ہے کہ ابتلاء حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت پر علماء کے دو قول ہیں۔ ازانجملہ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا ابتلاء پہلے ہوا ہے اور وعدہ عذاب اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام نے جب ابتلاء مذکور سے نجات پائی تو وہ اس ظالم بادشاہ کے پاس گئے۔ پھر جب اس نے انکار کیا تو خدا تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان لوگوں پر بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب نازل ہو گا۔ اس قول کی دستاویز سے خاکسار نے اپنی مجالس وعظ میں بیان کیا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جس عذاب کی خبر دی تھی وہ شرطی تھا، قطعی نہ تھا۔

میرے اس قول کے جواب میں آپ نے وہ کلمہ فرمایا ہے کہ: ’’نادان شیخ نے اس قول کے سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے۔‘‘ مگر اس کلمہ کا مطلب مصداق مطلب دربطن شاعر ہے۔ شاید اس سے آپ کی مراد یہ ہو کہ یہ شرطی وعدہ عذاب اور موقع پر ہے۔ یعنی ظالم بادشاہ کو

ڈرانے کے وقت ہوا تھا اور ہم (خود بدولت) جس عذاب کو قطعی کہتے ہیں اس کا اور موقع ہے۔ یعنی وہ اہل نینوی کا عذاب تھا۔ پس اگر اس کلمہ سے کادیانی کا یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تو آپ کو نادان نہیں کہتا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اس قول اوّل کا مطلب سمجھنے میں آپ نے دھوکہ کھایا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ آپ بڑے ہوشیار وچالاک ہیں۔ آپ نے بھی اس کا مطلب تو وہی سمجھا ہے جو اس خاکسار نے سمجھا ہے۔ مگر دیدہ ودانستہ آپ اس مطلب سے انکار کرتے ہیں اور لوگوں کو عمداً دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ نزول عذاب کی نسبت خدا کا وعدہ یا قول ایک ہی تھا اور وہ ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا۔ (گو اس کا مورد نزول ومحل وموقع مختلف ہو) یعنی اس عذاب کا ڈر اہل نینوی کو سنایا گیا ہو۔ خواہ اس ظالم بادشاہ کو وہ وعدہ یا قول ایک ہی تھا اور ایک ہی اس کا مورد تھا۔ یہ نہیں ہوا کہ وہ عذاب دو دفعہ آیا ہے۔ اہل نینوی کو جدا اور اس بادشاہ کی قوم پر جداگانہ اور دو ہی دفعہ وہ وعدہ ہوا اور جب کہ وہ وعدہ یا قول ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا اور اس کا مضمون قول اوّل مذکور میں شرطی بیان ہوا ہے کہ: ’’اگر وہ ایمان نہ لائیں گے۔ تب عذاب نازل ہوگا۔‘‘ تو پھر اس حکم وقول کو جس موقعہ پر کوئی تسلیم کرے گا اس کو اس کا شرطی ہونا ماننا پڑے گا۔ خواہ کوئی اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرے۔ (جیسا کہ آپ مانتے ہیں) یا اس ظالم بادشاہ اور اس کی قوم کے حق میں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرنے کی حالت میں اہل نینوی کا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہم آثار عذاب دیکھیں گے۔ تب ایمان لے آویں گے۔ اسی تفسیر کبیر کے اسی صفحہ میں منقول ہے اور اس کے جواب میں حضرت یونس علیہ السلام سے یہ کہنا کہیں ثابت ومنقول نہیں کہ اے نادانو! یہ عذاب تو قطعی ہے۔ خداتعالیٰ نے اس کے قطعی وقوع کی خبر دی ہے تم یہ بات کیوں کہتے ہو کہ ہم آثار دیکھ کر ایمان لے آویں گے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے یہ بات نہ کہنے اور اس معاملہ میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر نہ دینے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ عذاب اہل نینوی کو سنایا گیا تھا تو بھی وہ انہی الفاظ سے تھا جو اس قول اوّل میں بیان کئے گئے ہیں نہ اور الفاظ جن میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر ہو۔ کادیانی نے یہ نہ سوچا کہ اس عبارت سے پہلے اسی صفحہ میں وعدہ عذاب کی وہ عبارت لکھی ہے جس میں شرط صریح موجود ہے۔ اس شرط کے ہوتے میرے دھوکے میں کون مسلمان آئے گا

اور کب کوئی مسلمان یقین کرے گا کہ جو وعدہ عذاب خدا کی طرف سے دیا گیا تھا وہ قطعی تھا۔

کادیانی کی تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے سفید جھوٹ بولا ہے اور اپنے دام افتادہ احمقوں کو یہ جتایا ہے کہ مفسرین نے بلا اختلاف اسی دوسرے قول کو پسند و اختیار کیا ہے۔ جس کو آپ نے اختیار کیا ہے اور یہی قول اجلہ صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ حالانکہ یہ بات محض جھوٹ اور خلاف واقع ہے۔ ناظرین کو ہمارے بیان سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی اسی پہلے قول پر ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس قول کو سبھی اہل تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ معتبر مفسر نہیں یا وہ قول تفسیر معالم و تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کر کے اس کو آیت قرآن سے مدلل نہیں کیا۔

کادیانی کی چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اس آیت وعدہ تیس رات کی طرف رجوع کرنا عین اس بات کا اقبال کرنا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی خبر عذاب کے قطعی ہونے پر آپ کے پاس کوئی طمانیت بخش دلیل نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کی تائید اس آیت وعدہ تیس رات سے نکالنی چاہئے۔ مگر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت سے صرف تیس رات کا وعدہ ہونا پھر اس کا خلاف ہونا ثابت نہیں ہوتا لہٰذا یہ وار بھی آپ کا خالی گیا۔

کادیانی کی پانچویں بات کا جواب اور لفظ لامحالہ اور تفسیر کبیر کی دوسری عبارت کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ و عبارت اے کادیانی صاحب! ہمارے اس دعویٰ پر دلیل ہے کہ وعدہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی نہ ہوا تھا نہ آپ کے اس دعویٰ کی کہ وہ وعدہ قطعی تھا۔ کیونکہ اگر خدا کی طرف سے وعدہ عذاب قطعی الفاظ کے ساتھ ہوتا تو اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو یقین کامل پیدا ہوتا۔ نہ صرف ظن جس کو اس عبارت میں ''فظن انه لامحالة'' نازل سے بیان کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے ظن اور گمان کیا کہ وہ عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے۔ اس لفظ ظن سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ وعدہ عذاب جو خدا کی طرف سے ہوا تھا وہ قطعی الفاظ سے نہ تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے ظن سے اس کو قطعی سمجھ لیا تھا اور اس ظن کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے پہلے اجمالی جواب میں پھر تفصیلی جواب میں پہلی عبارت تفسیر کبیر کی تشریح میں کہی ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کو قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم عذاب کے آثار دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو انہوں نے اس قدیم سنت اللہ کے دست آویز سے کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں کیا جاتا۔ یہ سمجھ لیا اور گمان کیا کہ یہ

عذاب قطعی ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے اور اس خیال وگمان کی وجہ سے وہ اس قوم پر خفاء ہوکر ان میں سے نکل گئے۔ اس قدیم سنت اللہ کا ثبوت قرآن کی اس آیت میں ہے: ’’افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم کانوا اکثر منهم واشد قوة واٰثارًا فی الارض فما اغنٰی عنهم ما کانوا یکسبون فلما جاء تهم رسلهم بالبینٰت فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما کانوا به یستهزؤن فلما راؤا باسنا قالوا اٰمنا باللّٰه وحده وکفرنا بما کنا به مشرکین فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راو بأسنا سنت اللّٰه التی قد خلت فی عباده وخسرهنا لک الکفرون (سورة المؤمن: ۸۲-۸۵) ‘‘ میں ارشاد ہے کہ کیا یہ لوگ زمین میں پھر کر پہلے لوگوں کا حال (ان کے کھنڈروں سے) نہیں دیکھتے جو ان سے (شمار میں) زیادہ تر اور قوت میں سخت تر اور زمین میں نشان (تصرفات عمارات وغیرہ) میں بڑھ کر تھے۔ پھر ان کا کمایا ان کے کام نہ آیا۔ جب رسول ان کے پاس نشان لے کر آئے تو وہ اپنے معلومات پر خوش ہوئے اور ان کو عذاب نے گھیر لیا۔ جس سے وہ ٹھٹھہ کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو بولے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے۔ ان سے منکر ہوئے پر وہ ایمان ان کے کام نہ آیا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کی یہی سنت (عادت) ہے جو تمام (گزشتہ) بندوں میں گزر چکی ہے۔ تب منکر نقصان میں پڑ گئے۔ اپنی اسی سنت کے موافق خداتعالیٰ نے فرعون سے معاملہ کیا ہے۔ جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے: ’’حتی اذا ادرکه الغرق قال اٰمنت انه لا اله الا الذین امنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین الاٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیة وان کثیرا من الناس عن اٰیتنا لغافلون (سورة یونس: ۹۰،۹۲) ‘‘ جس میں یہ بیان ہے کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا کہ میں ایمان لایا کہ بجز اس معبود کے جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں۔ کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے تو مفسدوں سے رہا۔ پس آج ہم تیری لاش کو زمین پر ڈال دیں گے تاکہ تو پچھلے لوگوں کے ایک نشان (عبرت) ہو۔

اور چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ لہٰذا وہ اس سنت اللہ سے بے

خبر نہ تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی سنن واحکام کی تبلیغ واطلاع کرنے سے مامور تھے۔ لہٰذا ان کی نسبت یہی اعتقاد کرنا واجبات سے ہے کہ انہوں نے اسی سنت اللہ کی نظر سے اور قوم کے سردست ودم نقد ایمان لانے سے انکار اور عذاب دیکھ کر ایمان لانے کے اقرار سے وہ گمان کیا اور سمجھ لیا کہ عذاب دیکھنے کے بعد اس قوم کا ایمان قبول نہ ہوگا اور وہ عذاب ضرور نازل ہوگا اور اسی خیال سے غصہ کھا کر قوم کو چھوڑ دیا اور چلے گئے اور پھر عذاب رفع ہو جانے سے ان کو یہ خوف پیدا ہوگیا کہ میں اس قوم میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ میرا قول تو ان کے سامنے یہ تھا کہ وہ عذاب بحکم قدیم سنت اللہ ایمان لانے سے نہ ٹلے گا اور واقع میں ٹل گیا اور خدا کی اس سنت قدیم میں ایک مستثنیٰ پیدا و لاحق ہوگیا۔ لہٰذا ان کو اس قوم پر دوبارہ رنج ہوا اور غصہ آیا کہ کیوں انہوں نے مجھے جھوٹا کرایا اور خود مجھے جھوٹا کہنا چاہا تھا۔ اسی خیال اور رنج سے انہوں نے اس قوم کی طرف آنے سے انکار کیا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب قوم نہ دیا گیا تھا بلکہ انہوں نے قوم کے انکار اور خدا کی قدیم سنت سے قطعیت عذاب کا ظن کیا تھا اور اگر حضرت یونس علیہ السلام کو خدا کی طرف سے عذاب کا قطعی وعدہ دیا جاتا تو پھر حضرت یونس علیہ السلام کو اس عذاب کا صرف ظن نہ ہوتا بلکہ یقین ہوتا اور نہ وہ عذاب ایمان لانے سے ٹلتا۔ بلکہ اس قوم کو ویسا ہی ہلاک کیا جاتا۔ جیسا کہ اگلی قومیں باوجود ایمان لانے کے ہلاک کی گئی اور جیسا کہ فرعون ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا ہلاک کیا گیا تھا اور نہ اس قدیم سنت اللہ سے اس قوم کو مستثنیٰ کیا جاتا اور یہ امر نصوص قرآنیہ سے ثابت و معلوم اور اکثر کے نزدیک مسلم ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب شروع ہوگیا تھا اور پھر وہ ایمان لانے سے اٹھایا گیا اور اس امر میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پہلی تمام امتوں کے حکم سے مخصوص و مستثنیٰ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصل عذاب نہ آیا تھا صرف اس کی علامات ونشان آئے تھے۔ مگر اس کو ظاہر قول خداوندی کہ قوم یونس علیہ السلام کی ایمان لائے تو ہم نے عذاب کو کھول دیا یعنی اٹھا دیا۔ رد کرتا اور صاف بتاتا ہے کہ عذاب آچکا تھا۔ پھر اٹھا لیا اور کھولا گیا عذاب نہ آیا تھا تو کھولا کس کو؟

تفسیر معالم التنزیل میں کہا ہے: ''اختلفوا فی انہم ھل راؤ العذاب عیاناً ام لا فقال بعضہم رأوا دلیل العذاب والاکثرون علی انہم راؤ

العذاب عیاناً بدلیل قوله کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا والکشف یکون بعد الوقوع اواذا قرب (تفسیر معالم التنزیل ص ۴۴۰)‘‘ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ قوم نے اصل عذاب کو دیکھا تھا یا نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صرف عذاب کی علامت دیکھی تھی۔ مگر اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ بعینہٖ عذاب دیکھا تھا۔ اس کی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ ہم نے ان سے عذاب کھول دیا اور کھولنا یا اٹھانا تب متصور ہے۔ جب کہ عذاب واقع ہو چکے یا قریب الوقوع ہو۔

اور تفسیر فتح البیان میں ہے: ’’قال ابن جریر خص قوم یونس علیہ السلام من بین الامم بان یتب علیهم من بعد معائینه العذاب وحکی ذلک عن جماعة من المفسرین وقال الزجاج انه لم یقع العذاب انما رأو اعلامة العذاب...... عن ابن عباس ان العذاب کان هبط علی قوم یونس لم یکن بینهم وبینه الاثلثی میل فلما دعوا کشف الله عنهم وقال قتادة قدر میل وقال غامت السماء غیما اسود هائلا یدخن دخانا شدیدًا فبهط حتی غشی مدینتهم واسودت اسطحتهم فتابوا واخلصوا نیتهم فرحمهم الله وکشف مانزل بهم من العذاب بعد ما اظلهم (تفسیر فتح البیان ج۲ ص۳۹۷) اخرج احمدفی الزهد عن ابن عباس ان العذاب هبط علی قوم یونس حتی لم تکن بینهم وبینه الا قدر ثلثی میل فلما دعوا کشف الله عنهم واخرج احمد وفلان عن سعید بن جیر قال غشی قوم یونس العذاب کما غشی القبر فی الثوب اذا ادخل فیه صاحبه ومطرت السماء دما واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن قتادة فلولا کانت قریة اٰمنت یقول لم یکن هذا فی الامم قبل قوم یونس علیہ السلام لم ینفع قریة کفرت ثم اٰمنت حین عاینت العذاب الاقوم یونس فاستثنی قوم یونس کشف عنهم العذاب بعد ماتدلے علیهم لم یکن بینهم وبینه الامیل (تفسیر درمنثور)‘‘ کہ ابن جریر نے کہا ہے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم اور امتوں سے اس امر سے مخصوص ہوئی ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد ان کا عذاب اٹھایا گیا۔ یہ قول جماعت مفسرین کا ہے۔ زجاج کہتا ہے کہ عذاب نہیں دیکھا تھا۔ صرف اس کی علامت دیکھی تھی۔

اس قول کو صاحب فتح البیان نے پسند کیا ہے۔ مگر یہ اس بیان کے برخلاف ہے جو اس کے بعد ابن عباس وغیرہ سے اس نے نقل کیا ہے کہ عذاب میل یا دو ثلث میل کے قریب آ گیا تھا اور آسمان سے سخت سیاہ ہولناک دھواں اتر پڑا۔ جس سے اس کی چھتیں کالی ہوگئیں۔ پھر انہوں نے توبہ کی اور نیک نیت کی تو اللہ نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو کھول دیا۔ بعد اس کے کہ وہ ان کے سر پر آ چکا تھا۔

ابن عباس ؓ کی روایت مذکور تفسیر درمنثور میں منقول ہے اور تفسیر درمنثور میں مجاہد سے منقول ہے کہ حضرت یونس کی قوم کو عذاب نے ڈھانک لیا۔ جیسا کہ قبر کو کپڑے سے ڈھانک لیا جاتا ہے۔ جب اس میں مردہ کو داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا اور تفسیر درمنثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جو معاملہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے ہوا۔ یہ پہلی کسی امت سے نہیں ہوا۔ کسی بستی کو عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان نے نفع نہیں دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تمام قوموں سے اس امر میں مستثنیٰ ہوئی ہے۔ ان کا عذاب قریب آ جانے کے بعد اٹھایا گیا۔ اس بیان سے ثابت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر جو رحم ہوا۔ اس میں قدیم سنت الٰہی میں ایک استثناء و تخصیص واقع ہوئی۔ جس کا حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے علم نہ دے گیا تھا اور اسی واسطے انہوں نے باوجودیکہ ان کو شرطی طور پر عذاب آنے کی خبر دی گئی تھی۔ قوم کا یہ جواب سن کر کہ ''ہم عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے۔'' یہ خیال اور ظن کر لیا تھا کہ بس اب عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ عذاب قطعی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا فرماتا تو حضرت یونس علیہ السلام کو اس کا یقین ہو جاتا صرف ظن نہ ہوتا۔ جیسا کہ اس عبارت متمسکہ کادیانی میں کہا گیا ہے لہٰذا یہ عبارت ہمارے خیال کی مؤید اور ہماری دلیل ہوئی۔ نہ کادیانی کے خیال کی مؤید اور اس کی دلیل۔

کادیانی کی چھٹی بات اور فخریہ الزام کا جواب اور تفسیر درمنثور کی پہلی عبارت متمسکہ کادیانی کے لفظ کذبت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح۔ اس فخریہ کے الزام کا جواب تو کادیانی ہی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔ بولو کادیانی جی اب کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نبی نے وعدۂ ہلاکت کو خدا تعالیٰ کے فرمانے سے قطعی نہ سمجھا تھا۔ بلکہ قوم کے سردست ایمان لانے سے انکار اور اس شرطی ایمان کے اقرار سے کہ ہم عذاب دیکھیں

گے۔ تب ایمان لائیں گے اور خداتعالیٰ کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے کہ بعد معائینہ عذاب ایمان قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کا ظن کیا تھا۔

لفظ کذبت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح آپ کی پہلی اور پانچویں بات کے جواب میں ہوچکی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے اسی قول سے جو قوم کے انکار سے اور خدا کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے سمجھ کر انہوں نے فرمایا۔ اپنے آپ کو قوم کی نظروں میں جھوٹا قرار دیا تھا۔ نہ یہ خدا کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے کے سبب خداتعالیٰ کو جھوٹا کہا ہو۔ یہاں صرف یہ تشریح ضروری ہے کہ کادیانی لفظ کذبت کو بصیغہ مجہول لکھا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہے جس سے خداتعالیٰ کی طرف کذب اور وعدۂ خلافی کی نسبت ہو۔ چنانچہ کادیانی نے کہا ہے کہ قطعی وعدہ کیوں خلاف واقع نکلا۔ مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی۔ جس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور یہ محض کادیانی کا حضرت یونس علیہ السلام اور خداتعالیٰ پر افتراء ہے۔ اس کتاب میں اس لفظ کو بصیغہ مجہول ضبط نہیں کیا گیا تاکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ مجھ سے اس وحی پیشین گوئی میں جھوٹ بولا گیا اور واقع میں بھی یہ لفظ بصیغہ مجہول معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ لفظ بصیغہ معروف کذبت معلوم ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے خیال اور ظن سے (جس کی تشریح اوپر گزر چکی ہے) ان لوگوں کو جھوٹ کہا کہ تمہارا ایمان قبول نہ ہوگا اور یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

ہمارے اس دعویٰ پر کہ یہ لفظ بصیغہ معروف معلوم ہوتا ہے نہ بصیغہ مجہول۔ دو دلیلیں اسی کتاب میں موجود ہیں۔ ایک تو وہی دوسری روایت وعبارت جس کو کادیانی نے درمنثور سے نقل کیا ہے۔ اس میں لفظ ''**لا ارجع الیھم کذابا**'' جو فاعل کا صیغہ اور وہ لفظ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے حق میں بولا ہے۔ لہٰذا وہ لفظ صاف بتاتا ہے کہ کذب کا فاعل انہوں نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے اور یہ لفظ معروف ہے۔ نہ خداتعالیٰ کو جو بصورت مجہول ہونے اس لفظ کا فاعل لم یسم بنتا ہے۔ دوسری دلیل اس کتاب کی ایک اور روایت ہے۔ جس کو اس میں بروایت ابن مردویہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس کے اخیر میں حضرت یونس علیہ السلام سے یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ ''**فقال لا ارجع الیٰ قوم قد کذبتھم وانطلق مغاضباً یعنی مراغما**'' یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ اب میں ایسی قوم کی طرف پھر کر نہ جاؤں گا جس کو میں اپنے خیال وظن سے (جس کی تشریح ہوچکی ہے) جھوٹ کہہ چکا ہوں کہ

عذاب ضرور آئے گا۔ یہ کہہ کر وہ غصہ ہو کر یعنی بیزار ہو کر چلے گئے۔ اب کادیانی کو چاہے کہ شرم اور حیاء کو اختیار کر کے اس لفظ کذبت کو اور اس عبارت کو اپنے مدعا کے برخلاف سمجھ کر واپس لے یا کچھ کھا کر مر جائے۔ کیونکہ ایسے جھوٹ بولنے اور اس قسم کے دھوکے دینے کے بعد جس کا پردہ پھٹ جائے جینے سے مرجانا بہتر ہے۔

کادیانی کی ساتویں بات اور فخریہ الزام کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے کہ اب فرمایئے کادیانی جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ہم نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ قوم نے (باوجودیکہ ان کو بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب کا ڈر سنایا گیا تھا اور انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہہ بھی دیا تھا کہ ہم عذاب دیکھیں گے۔ تب ایمان لائیں گے) اس لئے اضطراب کیا اور ایسی دردناک صورت بنائی کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے ظن سے (جس کی تشریح ہو چکی ہے) نہ وحی الٰہی سے ان کو ڈرا دیا تھا کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں ہوتا اور حضرت یونس علیہ السلام بھی (باوجودیکہ ان کو وحی الٰہی نے یہ خبر دی تھی کہ عذاب شرطی ہے اور بحالت عدم ایمان قوم ہے نہ قطعی اور بہر حال) اس لئے قوم کی تکذیب سے ڈر کر ان کی طرف جانے سے انکاری ہوئے کہ وہ اپنے اسی ظن سے (جس کی تشریح ہو چکی ہے) نہ وحی الٰہی سے اس عذاب کو قطعی ٹھہرا چکے تھے اور قوم کو کہہ چکے تھے کہ تمہارے ایمان لانے سے یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

کادیانی کی آٹھویں بات کا جواب اور عبارت کتاب یونہ کی تشریح۔ اس کتاب کے کسی فقرہ اور کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وعدہ حضرت یونس علیہ السلام کو عذاب قوم کا دیا گیا تھا وہ قطعی تھا بلکہ اس کے باب ۴ کی دوسری آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کا یہ کہنا کہ: ''کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا جس وقت میں ہنوز وطن میں تھا۔ اس لئے میں آگے سے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما اور نہایت مہربان ہے۔'' صاف بتارہا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے ہی سے اس امر کا علم تھا کہ خدا رحیم وکریم ہے وہ اس قوم کو عذاب نہ کرے گا اور جو وعدہ عذاب وہ دے گا وہ قطعی وعدہ نہ ہوگا اور اسی خیال سے اور اسی خوف سے وہ رسالت کی وجہ سے بھاگ گئے اور اس کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں قید ومبتلا ہوئے اگر وہ خدا کے وعدہ کو قطعی سمجھتے تو وہ پہلے سے یہ اندیشہ اس کے عدم وقوع کا کر کے ترسیس کو نہ بھاگتے۔ اس خیال عدم وقوع عذاب موعود سے ان کا بھاگنا صاف

بتاتا ہے کہ وہ اس وعدہ عذاب کو قطعی اوراس کے وقوع کو یقینی نہ سمجھتے تھے۔ آپ کے ان الفاظ سے یہ بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے کادیانی نے باب۴ کی آیات کا انتخاب کیا تو آیت۲ کا یہ فقرہ نقل نہ کیا اوراس نقل میں سرقہ کا ارتکاب کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔

اس آیت کے اخیر میں جو حضرت یونس علیہ السلام سے یہ فقرہ منقول ہے کہ: ''خدا پچھتا کے اپنے کو بدی سے باز رکھتا ہے۔'' ایسا ہی باب۳ کی آیات نمبر۱۰ میں جس کو کادیانی نے نقل کیا ہے۔ خدا کے پچھتانے کا لفظ ہے۔ شاید کادیانی نے اس سے اس وعدہ کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ مگراس کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے۔

اوّل تو بائبل کے اس قسم کے مضمون یا الفاظ عیسائیوں کے لئے حجت وسند ہوسکتے ہیں جو بائبل کو جمیع الفاظ ومطالب سے الہامی مانتے ہیں یا کادیانی کے لئے حجت ہوں گے جو عیسائیوں کا چھوٹا بھائی بنا ہوا ہے۔ مسلمان تو (بحکم منطوق واجب الوثوق آنحضرت کے کہ ''لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم ''یعنی نہ تو اہل کتاب کی ہرایک بات میں تصدیق کرو۔ نہ تکذیب جس کی شرح اشاعۃ السنۃ نمبر۳ جلد۱۱ میں ہوچکی ہے) ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کی تصدیق قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ یقین نہیں کرتے اوراگر بطور فرض محال اس لفظ کو صحیح اور تحریف سے محفوظ مان لیا جاوے تو پھر اس لفظ پچھتانے کے وہ معنی مراد نہ سمجھے جاویں گے جو انسان میں پائے جاتے ہیں کہ پہلے ایک بات کہیں پھر اس میں غلطی دیکھ کر اس پر نادم ہوکر برخلاف اس کے کہیں۔ ان معنی میں خداتعالیٰ کو پچھتانے والا سمجھنا خداتعالیٰ کو غلط فہم اور خطاکار انسان کی مانند جاننا ہے۔ جس سے اﷲتعالیٰ کی شان پاک اور ارفع ہے بلکہ اس کے معنی صرف بنظر لوازم نہ بحسب حقیقت (جس کا علم بجز خدا کسی کو نہیں) یہ سمجھنے چاہئے کہ پہلے ایک حالت مثلاً (بدی) کی نظر سے ایک حکم دینا، پھر دوسری حالت (نیکی) کی نظر سے دوسرا حکم دینا جو صورت وپیرایہ میں اسی انسانی پچھتانے کے ہم شکل ہے اور حقیقت اور معنی میں اس سے جداگانہ ایسا ہے۔ خداتعالیٰ کا غصہ ہونا رحم کرنا۔ وغیرہ صفات میں جو لوازم وآثار میں انسانی صفات کے مشابہ ہیں اور درحقیقت وہ انسانی صفات کی مانند اور مثل نہیں ہیں۔ کادیانی نے اگر پچھتانے کے وہی انسانی پچھتاوہ کے معنی سمجھ کر اس سے نکالا ہے کہ پہلے خدا نے قوم کے مابعد ایمان لانے سے بےخبر ہونے کی وجہ سے وعدہ قطعی عذاب کا کیا۔ پھر جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو خداتعالیٰ کو اس کا پتہ لگا اور علم ہوا تو اس کے پہلے

وعدہ پر افسوس ہوا اور اس کو نادم ہو کر اپنے وعدہ کو بدلنا پڑا تو اس کے برابر دنیا میں کوئی احمق اور خدا کا کافر و منکر نہیں کیا۔ وہ خدا کے غضب کو بھی اس معنی میں سمجھتا ہے جو انسانوں میں پیدا ہوتا ہے کہ خون میں جوش آ جاتا ہے اور چہرۂ سرخ ہو جاتا ہے اور حواس میں تغیر ہو جاتا ہے اور خدا کے رحم کے بھی یہی سمجھتا ہے کہ اس کے دل میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر رقّت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی اس کا اعتقاد ہے تو پہلے وہ خدا تعالیٰ اور اس کی صفات پر ایمان صحیح کرے۔ پھر بائبل کی اس آیت سے ہاتھ مارے اور اگر کا دیانی اس کتاب کے ان الفاظ سے کہ یونہ اس سے ناخوش اور نپٹ رنجیدہ ہوا اور خدا سے دعا مانگی کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرے جینے سے مرنا بہتر ہے۔

قطعیت وعدہ عذاب نکالتا ہے تو یہ بھی اس کی سخت حماقت یا پرلے سرے کی دھوکہ دہی و بے ایمانی ہے کیا وہ اس کلام کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نبی عذاب ٹل جانے سے خدا تعالیٰ پر غصہ اور رنجیدہ ہو گئے اور اسی معنی کے ساتھ وہ اس کلام کو پاک نوشتہ کہتا ہے اور پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

ہم بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر غصہ کرنا کافروں کا کام ہے نہ مسلمانوں کا۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کا ہو جو خلقت کو ہدایت کرنے اور کفر سے بچانے کے لئے آئے ہیں۔ لہٰذا اس کلام کے معنی اگر اس کو الہامی اور تحریف سے محفوظ تسلیم کیا جائے۔ وہی ہیں جو قرآن کے لفظ مغاضب اور دونوں پہلی روایات تفسیر کبیر و درمنثور کی شرح میں بیان ہو چکی ہیں کہ آپ قوم سے رنجیدہ ہوئے ہیں کہ وہ کیوں بچ گئے جو میرا کہنا نہیں مانتے تھے اور اسی رنج میں وہ کلمہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا۔ اس رنجیدہ ہونے اور اس پر وہ کلمہ کہنے کی نظیر حضرت یونس علیہ السلام کا درخت رینڈی کے خشک ہو جانے پر رنجیدہ ہونا اور بعینہا وہی کلمہ کہنا ہے جو اس کتاب کے باب ۴ آیت ۸، ۹ میں موجود ہے اور وہ ص ۸۱ رسالہ میں منقول ہے۔ جس سے کوئی احمق سے احمق بھی نہیں نکالتا کہ وہ رنجیدہ ہونا خدا پر تھا اور اس پر موت کی آرزو کرنا خدا کی کسی وعدہ خلافی کے سبب سے تھا بلکہ یہ رنجیدگی ایسی ہے جیسے ہر ایک بشر کو نعمت کے فوت ہونے یا کسی مصیبت کے پیش آ جانے سے ہوتی ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں غم و افسوس و ملال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے کلمات کے سبب نیک لوگوں پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر خفاء ہو گئے ہیں۔ ان پر ایسا گمان انہی لوگوں کا کام

ہے۔جن کا خود خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان واعتقاد نہیں ہوتا۔

کادیانی کو نویں بات اور فخریہ الزام کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔اب اے کادیانی جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس علیہ السلام نبی کی کتاب کے الفاظ وفقرات کی تشریح سے کیسا ثابت ہوگیا کہ حضرت یونس نے اس وعدہ اور خبر عذاب کو جو خدا کی طرف سے ان کو ملی تھی۔قطعی نہ سمجھا تھا بلکہ شرطی اور ایمان سے ٹل جانے والی سمجھا تھا اور ان کا خدا تعالیٰ کی نسبت پچھتانے کا لفظ استعمال کرنا۔(اگر صحیح تسلیم کیا جائے) ان معنی سے نہیں ہوا جن سے اس وعدہ کا قطعی ہونا ثابت ہو اور آپ کا رنجیدہ ہونا خدا تعالیٰ پر نہ تھا اور نہ موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے گمان سے تھا۔مگر آپ میں کچھ حیاء وشرم ہو تو آپ اب بھی مان جائیں کہ ہم نے کتاب یونہ کا حوالہ محض غلطی سے دیا ہے اور اس سے ہمارا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔

کادیانی کی دسویں بات کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔کادیانی جی! اب تو ہر ایک پہلو سے آپ قابو میں آگئے۔آپ کی ہر ایک بات کے متعدد جوابات دندان شکن دیئے گئے۔جن میں آپ کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہیں اور اگر آپ گنجائش سمجھتے ہیں تو جواب دیں اور دو ہزار روپیہ انعام لیں۔جس کا وعدہ ہم جداگانہ اشتہار میں دینے کو تیار ہیں۔

اس دسویں بات کے اخیر میں جو آپ نے خاکسار سے قسم کھانے کی درخواست کی ہے۔اس کی اجابت قبولیت تفصیل کے ساتھ اس مضمون میں ہوگی جو اشتہار متضمن عذر عدم وفات شوہر ثانی زوجہ فرضی کادیانی کے جواب میں شائع کیا جائے گا۔

اس مقام میں اس درخواست کی ایک بات نوٹس لینے کے اور ناظرین کو توجہ دلانے کے قابل ہے کہ اس درخواست میں پہلے آپ نے ہمارے قسم کھانے پر مستعدی ظاہر کرنے کو طمع مال اور لالچ کی وجہ سے قرار دیا اور آخیر میں اس کو بے ایمانی ٹھہرایا ہے۔جس سے آپ نے یقین دلایا ہے کہ جو شخص آپ کے مقابلہ میں قسم کھانے کو مستعد ہوگا۔اس کو آپ پہلے قسم کھانے سے لالچی بنا کر اس قسم سے ہٹا دیں گے اور جب وہ اپنی صداقت پر جرأت کر کے قسم کھالے گا۔تب آپ اس کو بے ایمان کہہ کر یہ طعن کریں گے کہ بے ایمان جھوٹی قسم کھا گیا ہے۔اس سے اہل انصاف یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص کسی

قسم کی دین یا دنیا میں عزت وحیثیت رکھنے والا قسم کھانے سے انکار کرے تو حق بجانب اس کے ہے اور مسٹر عبداللہ آتھم جو آپ کے چار ہزار روپیہ دینے پر بھی قسم نہیں کھاتا تو اس کی ایک وجہ (علاوہ ممانعت مذہبی کے جس کا وہ مدعی ہے) یہ بھی ہے کہ وہ دنیا میں آپ سے زیادہ عزت وحیثیت رکھتا ہے۔ آپ کا گزارہ تو اسی گدائی اور کہانت کی کمائی پر ہے جو آپ جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی بن کر کمار ہے ہیں اور وہ اس وقت پنشن یاب ہونے کی حالت میں بھی ایک ہزار روپیہ ماہوار کے قریب آمدنی رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ اس دنیاوی عزت کے لحاظ سے بھی قسم کھانا قبول نہیں کرتا اور آپ سے لالچی و بے ایمان کہلانا نہیں چاہتا۔ وہ قسم کھانے کو مستعد ہوگا تو آپ اس کو ضرور لالچی کہیں گے اور جب وہ قسم کھا جائے گا۔ تب آپ اس کو بے ایمان بتائیں گے اور ایسے لوگ مالدار اور ذی عزت دنیا میں بہت ملیں گے جو ہزاروں روپیہ کا نقصان قبول کرتے ہیں۔ مگر سچے ہو کر بھی قسم نہیں کھاتے اور بے ایمان معترضین کی اس تہمت سے ڈرتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹی قسم کھائے گا۔

عبداللہ آتھم کے نہ قسم کھانے کی یہی وجہ ہم نے اپنی کسی مجلس وعظ میں بیان کی تھی۔ جس کو آپ نے اپنے (اشتہار چار ہزار ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۰۷) میں نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا روپیہ لینا جو بغیر میل نفس کے ہو لالچ نہیں۔ مگر آپ کی اس بدزبانی اور اتہام لالچ و بے ایمانی سے جو خاکسار کے ارادہ قسم کھانے پر آپ سے ظاہر ہوئی ہے وہ جواب رد ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ گو واقعہ میں سچی قسم کھانا اور اس ذریعہ سے مال حاصل کرنا لالچ نہیں۔ مگر آپ ازراہ ایمانداری اس کو ضرور لالچ بنادیں گے۔ مگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ خاکسار آپ کی دھمکی اور تہمت لالچ و بے ایمانی سے نہ ڈرے گا اور آپ کے مقابلہ میں ضرور قسم کھائے گا اور اس تہمت سے آپ کی دہان بندی یوں کرے گا کہ اس قسم کے عوض میں آپ سے مال دنیا کا طالب نہ ہوگا بلکہ اس چیز کا طالب ہوگا جس کو کوئی بے ایمان بھی طمع دنیاوی نہ کہہ سکے گا۔ آپ تو بے نظیر چالاک و چال بازہی ہیں۔ مگر یہ خاکسار بھی آپ کی چال کو تاڑ جاتا ہے اور جس رنگ میں آپ آویں پہچان جاتا ہے۔

بہر رنگے کہ مے آئی شناسم

لہٰذا وہ آپ کے داؤ میں نہیں آتا اور بحکم ''دروغگو را تا نجانہ باید رسانید'' آپ کو گھر اور بیت الکفر (الخلاء) تک پہنچا دیتا ہے۔

سب سے آخیر جو آپ نے دہریہ ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ اس کا جواب خاکسار آپ کو کچھ نہیں دیتا۔ اوّل خداتعالیٰ پھر اسلامی دنیا جو آپ کے اور خاکسار کی تالیفات میں نظر رکھتی ہے خوب جانتے ہیں کہ دہریہ کون ہے۔ کون خداتعالیٰ کو اس کی صفات سے نہیں مانتا اور خداتعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا علم وقدرت سے معطل نیچر میں تصرف کرنے سے عاجز جانتا ہے اور کیوں اس کے نبیوں کو جھوٹ بولنے والے اور ان کے معجزات کو مسمریزم اور شعبدہ بازی قرار دیتا ہے۔ **وعلیٰ هذا القیاس!**

سے یہاں تک کادیانی کے اشتہار چار ہزار کے ان دلائل کا جو وعید (وعدہ عذاب) کے ٹل جانے پر اس نے پیش کئے ہیں جواب ہیں۔ ذیل میں اس کے ایک حواری کے رسالہ کے اس قسم کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ ان کے جملہ دلائل کا جواب یکجا ادا ہو اور طالب تحقیق کو پراگندگی نہ ہو۔

رسالہ تفہیم حق کے جوابات

ایک جاہل دجال کادیانی نائب سیالکوٹی نے ایک رسالہ تفہیم حق (جو درحققیت تفہیمِ حق بجائے حطی ہے) اپنے نام کو چھپا کر خامد وخامل بن کر مشتہر کیا ہے۔ اس میں آپ نے گیارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ جن سے بزعم خود کادیانی کا دعویٰ ثابت کرنا چاہا ہے۔ ازانجملہ چھ آیات تو وہی یا ان کے مضمون کی آیات ہیں۔ جن کو کادیانی نے پیش کیا اور ہم نے اس کا جواب دے دیا۔ پانچ اور ہیں جن کا جواب اس مقام میں مناسب ہے۔

اوّل جو اس رسالہ میں بھی نمبر اوّل ہے وہ آیت ہے جس میں یہ بیان ہے کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا: ''**وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالباساء والضراء لعلهم یضرعون** (اعراف:۹۴)'' مگر اس کے لوگوں کو فقیری اور بیماری میں پکڑا، تاکہ وہ لوگ عاجزی کریں۔

دوسری وہ آیت: ''**ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون** (الدخان:۱۲) **انا کاشف العذاب قلیلاً انکم عائدون** (الدخان:۱۵)'' جو اس رسالہ میں نمبر ۸ ہے اور اس میں بیان ہے کہ مکہ والوں نے کہا اے رب ہمارا عذاب (قحط) اٹھادے۔ ہم ایمان لائیں گے تو خدا نے فرمایا کہ ہم یہ عذاب اٹھاویں گے مگر تم پھر کفر میں عود کروگے۔

تیسری وہ آیت:''ولما وقع علیھم الرجز قالوا یا موسیٰ ادع لنا ربک بما عھد عندک لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک (اسرائیل:۱۳۴)''جواس رسالہ میں نمبر۱۰ ہےاوراس میں یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ خدا سے دعا مانگ وہ ہمارا عذاب اٹھاوے تو ہم ایمان لاویں گےاور جب عذاب اٹھایا گیا تو پھرانہوں نے وہی کفر کیا۔مگراس جاہل خامد وخامل نے اتنا نہ سوچا کہ کادیانی کا دعویٰ تو موعود عذاب موت کے ٹل جانے کا ہے اوران آیات میں جن عذابوں کی تضرع ودعا وایمان سے ٹل جانے کا ذکر ہے۔وہ عذاب نہ تو موت وہلاکت کے عذاب ہیں اور نہ موعود وموقت الزمان۔ پھران آیات سے اس کا استدلال کرنا اپنی دجالیت اور حماقت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔''ایھا الخامد الخامل''ایسے عذاب مادون الہلاک قطعی موعود وموقت الزمان نہیں ہوتے۔اس لئے یہ توبہ واستغفار سے (گو عارضی و جھوٹی ہو) ٹل جاتے ہیں۔ بلکہ پہلی آیت تیری متمسک بہاء میں صاف بیان ہے کہ یہ عذاب اسی واسطے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان عذابوں سے ڈر کر عاجزی کریں اور وہ عذاب ٹلیں۔ لفظ''لعلھم یضرعون''کو پڑھ اوراس کے معنی کسی اہل علم سے پوچھ کر شرمندہ ہو۔

چوتھی آیت:''وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (الانفال:۳۳)''وہ ہے جواس کے رسالہ تفہیم میں نمبر۷ ہے۔جس میں یہ بیان ہے کہ خداتعالیٰ اس حالت میں عذاب نہیں بھیجتا۔جب کہ لوگ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔اس آیت کے تمسک سے بھی اس جاہل خامد وخامل نے اپنا جہل ظاہر کیا ہے اور اتنا نہ سوچا کہ جس خیالی وفرضی استغفار نے عبداللہ آتھم کی موت کوٹلا دیا۔وہ اس پیش گوئی (دروغگوئی) کے وقت اوراس سے پہلے بھی عبداللہ آتھم میں موجود تھا۔ پھراس استغفار کے ساتھ عذاب موت کا ڈر کیوں سنایا گیا۔ تیرے مرشد کے احمق ملہم (معلم الملکوت) کو اتنی خبر نہیں کہ ایسا استغفار تو تمام پادری اور خاص کر عبداللہ آتھم اکثر اوقات اور خاص کر نمازوں میں کرتے رہے ہیں یہ تو نہیں ہوا کہ جب پیش گوئی کا وقت ٹلنے لگا تھا۔اسی وقت وہ استغفاراس سے وقوع میں آیا۔

پانچویں آیت:''اذ جاؤ کم من فوقکم ومن اسفل منکم (الاحزاب:۱۰)''وہ ہے جواس رسالہ میں نمبر۹ ہےاوراس میں یہ بیان ہے کہ جنگ

احزاب میں دشمن تلے اوپر سے آپڑے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ پر برے گمان کرنے لگ گئے اور منافق بول اٹھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے دھوکہ کا وعدہ کیا تھا۔

اس سے اس جاہل خامد وخامل نے یہ بات نکالی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے قطعی وعدوں کو ان کے وقت سے ٹلا کر دوسرے وقت پر ظاہر کیا کرتا ہے۔ جس سے لوگوں کو برے گمان پیدا ہوتے ہیں۔ اس استدلال میں بھی اس خامد وخامل نے اپنا جہل ظاہر کیا اور اتنا نہیں سمجھا کہ جس نصرت اور وعدہ کے ظہور میں توقف ہوا اور اس سے کچھ لوگوں کو برا گمان پیدا ہوا۔ اس کا وقت ظہور خدا تعالیٰ نے مقرر وموقت نہ کیا تھا۔ جن لوگوں کو برا گمان ہوا انہوں نے اس کی مدت قریب سمجھنے میں فود دھوکہ کھایا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو دھوکہ نہیں دیا اور نہ خود جھوٹ بولا ہے۔ اے خامد خامل اس آیت اور اس کے نظائر ''متی نصر اللہ وظنوا انہم قد کذبوا '' کی تفسیر دوادین سنت میں نکلوا کر کسی عالم حدیث سے سن اور اپنے ایسے اعتقاد سے کہ خدا تعالیٰ اپنے موقت وعدوں کو دوسرے وقت پر ٹلا دیا کرتا ہے اور کسی قدر جھوٹ بھی بول لیا کرتا ہے توبہ کر ورنہ تیرے لئے جہنم تیار ہے۔

اس تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جن آیات سے کادیانی اور اس کے گمراہ اتباع موقت وموعود وعذاب موت کے ٹل جانے پر استدلال کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس سے ان کا دعویٰ اور باطل اعتقاد ثابت ہو ان آیات کی تفسیر میں کادیانی اور اس کے اتباع سے دجالیت سے کام لیا ہے اور آیات قرآن میں یہودیوں سے بڑھ کر تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

یہ کادیانی کے اس دعویٰ کا کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جایا کرتا ہے اور اس کے دلائل کا رد وابطال ہے۔ اب ہم اس کا معارضہ کرتے اور اس کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ عذاب موعود قطعی جس میں موت وہلاکت کی وعید ہو، نہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹلتا ہے نہ پورے ایمان لانے سے اور خدا تعالیٰ اپنے وعید (عذاب کی خبر) میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ کادیانی اور اس کے اتباع مفتری وملعون ہیں جو خدا تعالیٰ کا اپنے وعید میں جھوٹا ہونا تجویز کرتے ہیں۔

کسی قدر ڈر جانے سے عذاب موعود کے نہ ٹلنے پر یہ دلیل ہے کہ خوفناک خبر سن کر

کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی اور قدرتی امر ہے۔ گو مخبر کے صدق کا سننے والے کو یقین نہ ہو۔ یہ خوف صرف احتمال صدق سے پیدا ہو جاتا ہے گو آخر کو قائم نہ رہے۔ تمثیلات (۱) کوئی طبیب کسی کو کہہ دے کہ تو فلاں مرض کے سبب اتنے دنوں کے بعد مر جائے گا تو سننے والا۔ گو کیسا ہی صاحب حوصلہ وہوشیار ہو اور اس طبیب کا پورا معتقد نہ ہو۔ مگر اوّل وہلہ ضرور ڈر جائے گا اور یہ کہے گا کہ شاید بحکم ؎

گاہ باشد کہ کودکے نادان　　بغلط برہدف زند تیرے

اس کی تشخیص درست ہو۔ گو وہ آخر سنبھل جائے اور اس طبیب کا کاذب یا غیر ماہر ہونا ثابت ہونے پر اس خوف کو دور کرے۔ (۲) کوئی رمال یا جوتشی یا نجومی کسی کو اگر یہ کہہ دے کہ اتنے دنوں میں تیری جان یا مال کو نقصان پہنچے گا تو سننے والا گو مطلق علم نجوم یا رمل یا جوتش کا منکر ہو یا خاص کر اس شخص کے نجومی جوتشی ہونے کا انکاری ہو ایک دفعہ تو ضرور خائف ومتردد ہو جائے گا اور یہ کہے گا کہ شاید علم نجوم وجوتش ورمل واقعی علوم ہوں یا اس شخص میں ان علوم کا حصہ ہو۔

در بیشہ گمان مبرکہ خالی ست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

گو آخر وہ ان علوم کی نفی یا اس شخص میں ان علوم کے پائے نہ جانے پر دلائل قائم کر کے سنبھل جائے اور بےفکر ہو جائے۔ (۳) جس شخص کو کوئی جھوٹا جانتا ہو وہ اگر اس کو یکا یک آ کر یہ خبر دے کہ فلاں شخص تیرے مار ڈالنے کی فکر میں ہے۔ اس کی یہ خبر سن کر سننے والے کو ضرور خوف پیدا ہوگا اور وہ یہ کہے گا کہ شاید یہ شخص بحکم ''ان الکذوب قد یصدق'' اس خبر میں سچا ہو۔ گو آخر بعد تحقیقات اس کے جھوٹ کا یقین کر کے بےفکر ہو جائے۔ (۴) جو لوگ نئی روش نئے علوم کی مار میں آ کر وجود خارجی جنوں اور شیاطین سے منکر ہیں۔ ان میں سے اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ فلاں مکان میں جن رہتا ہے اور اس کے ایسے ایسے افعال وحرکات مشاہدہ میں آچکے ہیں تو وہ تنہا، خصوصاً رات کے وقت اس مکان میں جائے گا تو اس کے دل میں کسی قدر خوف ودھڑکہ ضرور پیدا ہوگا گو آخر وہ سنبھل جائے۔ (۵) مسلمان ہندوؤں کو اور ہندو مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ایک فریق کے دوسرے فریق کے فقیروں اور عاملوں سے ضرور ڈرتے ہیں اور ان کی بددعا سے بچتے ہیں اور ان کی دعاء اور

جھاڑ پھونک کے طالب ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کو بالیقین حق ونجات پر نہیں سمجھتے۔ (۶) قوم فرعون حضرت موسیٰ کو نبی برحق نہ جانتے بلکہ جادوگر کہتے تھے: ''**وقالوا یاایها الساحر ادع لنا ربک بما عهد عندک** (الزخرف:۴۹)'' مگر ساتھ ہی اس کے وہ ان عذابوں کو جوان پر وارد ہوتے۔ موسیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ سمجھ کر ڈرتے بھی تھے اور کہتے تھے کہ او! ساحر تو خدا سے دعاء مانگ! کہ وہ عذاب اٹھادے۔ تب ہم ایمان لے آویں گے۔ (۸) مکہ کے کافر آنحضرت کو نبی برحق نہ مانتے۔ مگر ان پر قحط آیا تو وہ اس سے ڈر کر آنحضرت سے دعاء کے ملتجی ہوئے۔ (ان دومثالوں کو کادیانی نے بھی تسلیم کیا اور ان سے غلط نتیجہ نکالا ہے) (۹) ایک مثال میں اپنے آپ پر گزری بیان کرتا ہوں۔ میں کادیانی کو دہریہ، کافر، مرتد، زندیق جانتا ہوں اور اس کے عامل سحر ومسمریزم ہونے کا بھی یقین نہیں رکھتا اور اس کو صرف فقرہ ساز دھوکہ باز اور لاف زن جانتا ہوں۔ باایںہمہ میں ۱۸۹۱ء میں جب اس کے سامنے بمقام لدھیانہ گیا تو اس خیال سے کہ مبادا اس کو سحر یا مسمریزم میں دخل ہو اس سے ڈر کر اس کے ساتھ چار چشم نہ ہوا اور معوذتین اور آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے بدن پر پھونک کر اس کی مجلس میں ٹھہرا اور جب تک اس کی مجلس میں رہا۔ ''**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**'' پڑھتا رہا اور ڈرتا رہا کہ شاید یہ عامل سحر یا مسمریزم ہو اور اس کا منتر یا نظر بد مجھ پر چل جائے۔

ان تمثیلات سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ کسی قدر ڈر جانا ہر ایک خوفناک خبرسن کر ایک طبعی اور فطرتی امر ہے۔ جس سے کوئی صاحب فطرت سلیمہ انکار نہیں کرسکتا۔ اس قاعدہ سے ہم یقین کرسکتے ہیں کہ جن اقوام عاد اور ثمود وغیرہ پر خدا کا عذاب آیا۔ وہ اس عذاب کی خبرسن کر ضرور کسی قدر ڈر گئے ہوں گے۔ ومعہذا وہ عذاب ان سے نہیں ٹلا اور وہ لوگ ہلاک کئے گئے۔

اس تجویز کے مؤید قرآن کی وہ آیت ہے: ''**حتی اذا اخذنا مترفیهم بالعذاب اذاهم یجرؤن لا تجرؤ الیوم انکم منا لا تنصرون** (المؤمنون:۶۴،۶۵)'' جس میں عام اقوام کا حال بیان ہوا ہے کہ ان پر خدا کا عذاب آیا تو وہ ڈر گئے اور چلّا اٹھے اس سے وہ عذاب نہ ٹلا اور خاص کر وہ حالات شاہد ومؤید ہیں۔ جو مفسرین نے قصہ عاد وثمود میں بیان کئے ہیں۔

قوم عاد کے حالات میں مفسرین نے لکھا ہے: ’’وقال قیل بن عتز حین دعایا الٰھنا ان کان ھو صادقاً فاسقنا فانا قد ھلکنا فانشاء اللہ سحائب ثلاثا بیضاء وحمراء وسوداً ثم ناداہ مناد من السحاب یا قیل اختر لنفسک وقومک من ھذہ السحائب ماشئت فقال قیل اخترت السحابۃ السوداء فانھا اکثر السحاب ماء وساق اللہ السحابۃ السوداء التی اختارھا قیل بما فیھا من النقمۃ الی عاد حتی خرجت علیھم من وادلھم یقال لہ المغیث فلما راؤھا استبشروا وقالوا ھذا عارض ممطرنا یقول اللہ تعالٰی بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئ بامر ربھا ای یھلک کل شئ مرت بہ وکان اوّل من ابصر ما فیھا واعرف انھا ریح مھلکۃ امراۃ من عاد یقال لما مھدد فلما تبینت مافیھا صاحت ثم صعقت فلما افاقت قالوا لھا ماذا رایت قالت رایت ریحاً فیھا کشھب النار واما معھا رجال یقودونھا فسخرھا اللہ علیھم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فلم تدع من عاد واحدا الاھلک (معالم ص ۳۴۴) ‘‘ کہ جب اس قوم نے حضرت ہود نبی علیہ السلام کو نہ مانا تو ان پر خدا تعالیٰ نے تین برس قحط کو متسلط کیا۔ پس ان کے وکیل قیل بن عنز وغیرہ دعاء بارش کے لئے مکہ شریف پہنچے۔ جب خاص حرم میں دعا کرنے لگے تو قیل بولا کہ اے ہمارے خدا ہود سچا ہے تو ہمارے لئے بارش نازل فرما۔ اس وقت تین بدلیاں نمودار ہوئیں۔ سفید، سرخ اور سیاہ اور آسمان سے آواز آئی کہ اے قیل جس بدلی کو تو پسند کرتا ہے پسند کرلے۔ اس نے سیاہ بدلی کو پسند کیا تو خدا تعالیٰ نے اسی بدلی کو قوم عاد کی بستیوں کی طرف متوجہ کیا۔ ان لوگوں نے اس بدلی کو دیکھا تو خوش ہوئے اور بولے یہ مینہ آیا۔ مگر درحقیقت وہ آندھی تھی جو آٹھ دن ان پر متسلط رہی اور اس نے اس قوم کے گھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ سب سے پہلے اس آندھی کو ایک عورت نے دیکھا تو اس کو دیکھ کر چلّا اٹھی اور بیہوش ہوگئی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے اس آندھی میں آگ دیکھی ہے جس کو کئی آدمی کھینچے لاتے ہیں۔ سو دیکھو قیل کی دعاء میں نہ کسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر خوف وانابت موجود تھی۔ ایسا ہی عورت میں پرلے سرے کا خوف پیدا ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ اس عذاب کا وعدہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ اس خوف وانابت سے نہ ٹلا۔

’’وقال لهم صالح انتهكتم حرمة الله فابشروا بعذاب الله ونقمته قالوا وهم يهزؤن به ومتى ذلك يا صالح وما اٰية ذلك فقال لهم صالح حين قالوا ذلك تصبحون غداق يوم مونس ووجوهكم مصفرة ثم تصبحون يوم العروبة ووجوهكم محمرة ثم تصبحون يوم شيار ووجوهكم مسودة ثم يصيبحكم العذاب فاصبحوا يوم الخميس ووجوههم مصفرة كانما طليت بالخلوق صغيرهم وكبير ذكرهم وانثٰيهم فايقنوا بالعذاب وعرفوا ان صالحاً قد صدقهم فلما ايسوا صاحوابا جمعهم الا وقد مضى يوم من الاجل فلما اصبحو اليوم الثانى اذا وجوههم محمرة كانما خضبت بالدماء فصاحوا وصبحوا وبكوا وعرفوانه العذاب فلما ايسوا صاحوا باجمعهم الا وقد مضى يومان من الاجل وحضركم العذاب فلما اصبحوا اليوم الثالث اذا وجوههم مسودة كانما طليت بالقار فصاحو جميعا الاقد حضركم العذاب فلما كان ليلة الاحد خرج صالح من بين اظهرهم ومن اسلم معه الى الشام فنزل رملة فلسطين فلما اصبح القوم تكفنوا وتحنطوا والقوا انفسهم باالارض (معالم ص ۳۴۶)‘‘

اور قوم ثمود کے حالات میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے اونٹنی کو کاٹ دیا تو حضرت صالح نے ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا اور اس کی علامت یہ فرمائی کہ جمعرات کے دن تمہارے منہ زرد ہو جاویں گے۔ جمعہ کو سرخ، ہفتہ کے دن سیاہ۔ پھر عذاب نازل ہوگا جب جمعرات کا دن آیا تو ان کے منہ زرد ہو گئے اور ان کو عذاب کا یقین ہو گیا اور انہوں نے جان لیا کہ صالح نے سچ کہا تھا۔ دوسرے دن ان کے منہ سرخ ہو گئے پھر وہ چلاّئے اور رونے لگے اور پہچان گئے کہ عذاب آئے گا اور سب کے سب بول اٹھے کہ دو دن گزر گئے۔ اب عذاب آئے گا۔ تیسرا دن ہوا تو ان کے منہ کالے ہو گئے اور سب کے سب چلاّ اٹھے کہ بس اب عذاب آ گیا اور ہفتہ کے دن سب نے کفن پہن لئے اور زمین پر گر گئے اور ہلاک ہوئے۔

دیکھو اس قوم نے بھی عذاب کے آنے سے پیشتر پہلے اور دوسرے تیسرے دن

اس کی علامات دیکھ کر کیسا خوف کیا تھا گر چونکہ وعدہ عذاب ہو چکا تھا لہٰذا یہ خوف ان کے کام نہ آیا اور وہ عذاب نہ ٹلا۔

ایمان لانے سے قطعی موعود وعذاب کے نہ ٹلنے پر دلیل وہ نص قرآن ہے۔ جس میں بیان ہے کہ فرعون ڈوبنے لگا تو بولا۔ میں اس خدا پر ایمان لایا۔ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ (مگر خدا تعالیٰ نے اس کو منظور نہ کیا)

اور فرمایا: ''**فلما ادرکه الغرق قال اٰمنت انه لا اله الا الذی اٰمنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین الاٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیة** (یونس:۹۰) '' کہ اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں سے آج تیرے بدن کو ہم زمین پر نکال کر پھینکے گئے تاکہ تو پچھلوں کے لئے ایک نشان عبرت ہو۔

اور دوسری جگہ فرمایا: ''**النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم لساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب** (المؤمن:۴۶) '' فرعون اور اس کے پیرو صبح وشام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن کہا جائے گا۔ آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ قطعی موعود عذاب پورا ایمان لانے سے بھی نہیں ٹلتا۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا عذاب جو ایمان لانے سے ٹل گیا۔ وہ قطعی موعود نہ تھا بلکہ شرطی مشروط بہ عدم ایمان تھا۔ اس واسطے وہ ایمان لانے سے ٹل گیا۔

بعض علماء نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ فرعون کا ایمان عذاب آنے کے بعد تھا۔ اس لئے نہیں ٹلا اور قوم یونس علیہ السلام کا ایمان عذاب آنے سے پہلے تھا۔ اس لئے ٹل گیا مگر یہ فارق لائق لحاظ نہیں ہے۔ اوّلاً نص قرآن ''**کشفنا عنهم عذاب الخزی** '' کہہ رہے کہ قوم یونس علیہ السلام پر بھی عذاب آ گیا تھا اور آثار ظاہر ہو گئے۔ تب ہی خدا تعالیٰ ''**کشفنا** '' یعنی عذاب کو ہم نے کھول دیا۔ فرمایا ثانیاً قطعی موعود کے نہ ٹلنے کی وجہ وعدہ الٰہی میں لزوم کذب ہے۔ سو جیسا عذاب آنے کے بعد ہے۔ ایسا ہی آ جانے سے پیشتر ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ عذاب آنے سے پیشتر ایمان ہو تو خدا کے وعدہ میں لزوم کذب جائز ہو۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ کادیانی کا یہ دعویٰ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے۔ دروغ بے فروغ ہے اور اس دروغ پر یہ دروغ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود کا ٹل جانا قرآن سے ثابت ہے۔ کادیانی کی بے ایمانی اور پرلے سرے کی دلیری اور بے حیائی ہے۔ پھر اس بے حیائی و بے ایمانی کے بھروسہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا۔ اس لئے اس کی موت کا موعود عذاب ٹلایا گیا روز روشن کو رات بتانا اور اپنے معتقدین کی آنکھوں میں خاک ڈال کر دن کے رات ہونے کا ان سے اعتراف کرانا ہے۔

اس کے اس دلیرانہ دعویٰ کے جواب میں مسلمان اہل بصیرت یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی قدر ڈر جانا تو درکنار رہا۔ اگر عبداللہ آتھم صاف لفظوں میں کلمہ شہادت پڑھتا اور ’’**اشهد ان لا اله الا الله ان محمد رسول الله**‘‘ کہہ دیتا۔ جس پر وہ اب قائم نہیں رہا اور صاف کہہ رہا ہے کہ ’’میں اسلام کو سچا نہیں جانتا اور نہ اس مدت پیش گوئی میں کبھی میں نے اس کو سچا جانا ہے۔‘‘ تو بھی اس کا وہ عذاب جو شرط رجوع بحق (بمعنی ایمان کامل) سے مشروط تھا۔ ہرگز نہ ٹلایا جاتا۔ اگر وہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا۔ وہ کادیانی کا اپنا یا اس کے ملہم شیطان کا ڈھکوسلہ تھا۔ اس واسطے باوجود عدم تحقیق رجوع بحق یعنی ایمان کامل وہ عذاب ٹل گیا اور اس پیش گوئی کا کذب ظاہر ہوا۔

اس مقام تک کادیانی کی دوسری بات کا جواب ہے۔ اس کے ضمن میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب ٹل جانے پر بحث ہوئی۔ اب اس عذر سوم کے بقیہ مؤیدات ووجوہات کا جو اس سے منقول ہیں جواب دیا جاتا ہے۔ عذر سوم کی تائید میں ثالثاً جو کادیانی نے کہا ہے کہ عبداللہ آتھم کا میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر جانا اس کے شہر بشہر بھاگے پھرنے سے ثابت ہے۔ وہ اگر نہیں ڈرا تو اب قسم کھاوے اور ہزار روپیہ انعام لے۔ اگر پھر ایک سال کے عرصہ میں نہ مر جائے۔ اس سے عبداللہ آتھم کا واقعی ڈر جانا اور اس ڈر کی وجہ سے موت سے بچ جانا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے کادیانی کا دجال، بے حیاء، دھوکہ باز، حیلہ ساز ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کلام سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ یک سال تو اور میرا دام تزویر بچھا رہے اور اس میں احمق مالدار عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے پھنسے رہیں۔ مگر یہ

اس کا خام خیال اور سودائے محال ہے۔ اس کے اس حیلہ سے اس کے بہت سے مخلص اتباع جن میں کسی قدر ایمان وعقل باقی تھی نکل گئے اور وہ سمجھ گئے کہ یہ محض حیلہ سازی ہے اور یہ پیش گوئی جھوٹی ہو چکی۔ اس کے اچھے اچھے معتقدین لاہور، امرتسر، گجرات، پنجاب وغیرہ سے ہم کو معتبر ذرائع سے خبریں پہنچی ہیں کہ اب وہ یہ باتیں کہہ کر منحرف ہوگئے ہیں اور کادیانی کو بے حیاء وجھوٹا کہتے ہیں۔ کادیانی اس سے انکار کرے گا تو ہم ان کی فہرست شائع کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

اب اس کے دام میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں کہ جو عقل وایمان کو بالکل کادیانی کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں۔ یا وہ لوگ درحقیقت اس کے معتقد پہلے ہی نہ تھے۔ صرف بحسب ظاہر اس کے معتقد بنے ہوئے تھے۔ اس کے لنگر سے پیٹ بھرنے اور گوشت پلاؤ پراٹھے کھانے کو یا اپنے باطل مذہب لامذہبی نیچریت ودہریت کادیانی کے ذریعہ سے پھیلانے کو ان لوگوں کے سوا اور سب لوگ جان اور مان چکے ہیں کہ یہ کادیانی نے محض حیلہ بنایا ہے اور درحقیقت نہ عبداللہ کی نقل مکانی سے اس کا ڈر جانا ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ڈر جانے سے پیش گوئی کا سچا ہونا۔ ممکن ہے کہ عبداللہ آتھم کا شہر بشہر پھرنا اس کی پیش گوئی کی قدرتی اور غیراختیاری اثر سے ڈر کر نہ ہو بلکہ وہ کادیانی اختیاری تدابیر واسباب ہلاکت کے خوف سے ہو۔ کیونکہ عبداللہ آتھم امرتسر میں پنشن پانے کے بعد احد من الناس کے طور پر قیام پذیر تھا۔ وہاں اس کا حاکمانہ رعب نہ تھا۔ لدھیانہ میں وہ اس لئے پناہ گزین ہوا کہ وہاں اس کا ایک داماد مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ ججی کی حکومت اور رعب داب رکھتا تھا۔ وہاں جب کادیانی کے مخفی اسباب وتدابیر ہلاکت کا اس نے مشاہدہ کیا تو وہاں سے فیروز پور میں اپنے دوسرے داماد مسٹر سیاداس اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں وہ پناہ گزین ہوا۔ یہاں تک کہ میعاد پیش گوئی ختم ہوگئی۔

چنانچہ اس امر کا عبداللہ آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے خود اظہار کیا ہے اور اخباروں واشتہاروں میں مشتہر کر دیا ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے قدرتی اثر سے نہیں ڈرا اور نہ اس نے اسلامی عظمت کو اپنے دل میں دخل دیا ہے بلکہ وہ کادیانی کی اختیاری تدابیر واسباب ہلاکت سے ڈر کر بھاگتا پھرا۔

خلاصہ خط عبداللہ آتھم

اخبار وفادار لاہور ۱۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں عبداللہ آتھم کے ایک خط کا خلاصہ بالفاظ ذیل نقل کیا ہے: ''میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ مرزاصاحب کی بنائی ہوئی کتاب (نزول مسیح ص۶۹-۱۷، خزائن ج۱۸ ص۵۴۷) کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیشین گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گزرا ہے آپ کو معلوم ہے۔'' اب مرزاصاحب کہتے ہیں کہ: ''آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے۔'' اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔ جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا۔ اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں۔ کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا۔ اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے نہیں آوے گا اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے۔ انگریز بڑے حکمت والے ہیں۔ ربڑ کے آدمی میں کل لگادی ہے۔ ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی خوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے۔ زندگی موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیش گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں سب مر جائیں گے۔

اخبار نور افشاں لدھیانہ ۱۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں درج ہے: ''اس مقام پر اس بات کا ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہوگا کہ امرتسر میں ڈپٹی صاحب کے ہلاک کرنے کے لئے تین دفعہ حملے کئے گئے۔ چونکہ ان کا امرتسر میں رہنا باعث اندیشہ تھا۔ اس لئے ڈپٹی صاحب ۳؍اپریل ۱۸۹۴ء کو امرتسر سے جنڈیالہ تشریف لے گئے اور وہاں سے لدھیانہ کو چلے گئے۔ جہاں ایک شخص برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ لدھیانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروزپور میں رونق افروز ہوئے۔ اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے۔ بندوق سے دو دفعہ گولی چلی۔ ایک دفعہ ایک شخص گنڈاسا لئے ہوئے نظر آیا۔ دو دفعہ تین، تین آدمی رات کے

وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے سے مفرور ہو گئے اور انہیں میں سے ایک دفعہ رات کے وقت ۳؍آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے۔ چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیش گوئی کا آخری روز تھا) اس لئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے۔ رات کے وقت حسب معمول پولیس کا پہرہ رہا۔ اس کے بعد اسی پرچہ اخبار نور افشاں میں ڈپٹی آتھم کے امرتسر پہنچنے کا حال بیان کیا اور کہا۔ بعد ازاں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب نے محفل میں کھڑے ہوکر اپنا حال سنایا کہ میرے لئے البتہ یہ امتحان آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ شاید میں مارا بھی جاؤں گا۔ لیکن تسپر بھی کلیسا خداوند کی کلام کو یاد رکھے۔ جو موسیٰ کی معرفت ہوا کہ اگر کوئی تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا۔ کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزماتا ہے اور یہ جو مہینے گزرے ہیں ان کی بابت انہوں نے فرمایا کہ میں نے فقط دو باتیں دیکھیں۔ جن سے میری تسلی رہی۔ یعنی خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون۔ یہ کہہ کے بے اختیار ان کے آنسو نکل پڑے۔ نیز جماعت کے بھی آنسو بہے۔''

کادیانی چونکہ ایسا شیر و بہادر دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے عبداللہ آتھم کی اس بات کہنے کو کہ میں مارا جاتا اور اس پر رو دینے کو اپنے دعویٰ کی دلیل بنالیا اور یہ مشتہر کر دیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے ردو جواب میں اور نیز کادیانی کی درخواست قسم وطمع دہی، انعام کے جواب میں مسٹر عبداللہ آتھم کو یہ مشتہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا بلکہ تیرے ناجائز وسائل وتدابیر سے ڈرتا پھرا اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے۔ چنانچہ نور افشاں ۲۱؍ستمبر۱۸۹۴ء میں عبداللہ آتھم کا یہ خط مشتہر ہوا ہے۔

خط آتھم نورفشان

''بخدمت مکرم ایڈیٹر صاحب نور افشاں! بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب کادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں نے کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اوّلین میں نجات کے لئے مدد نہیں لی۔ ہاں! البتہ میں جناب کے

خونی فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔ خصوصاً چار مہینے آخری آپ کے ۱۵ ماہ کی مدت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور نہ تثلیث میں کچھ متزلزل ہوکر ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ میں نے پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھوں گا اور نہ آپ کے روپیوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بیہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کے شامل میں نہیں۔

یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستر برس کی تو عمر ابھی میری ہے۔ پھر آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا۔ جو ایک سال کی مہلت اور طلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو۔ میں تو موت کے لئے تیار ہی بیٹھا ہوں۔ مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر وعافیت کی دعا مانگتا ہوں۔ والسلام!

عبداللہ آتھم مقام فیروز پور، محررہ ۱۷ر ستمبر ۱۸۹۴ء‘‘

اس مضمون کا ایک خط عبداللہ آتھم کا بنام۔ ملاّ محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے اور اصل خط دستخطی خاص مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا ہم نے بمقام لاہور دیکھا ہے۔ اس کی نقل بھی اس مقام میں مناسب ہے۔

خط آتھم بنام اخبار جعفر زٹلی

ڈپٹی عبداللہ صاحب کا خط، آمدہ مؤرخہ ۲۷ر ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب محسن وبندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور۔ تسلیم!

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشاں وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا۔ نہ ظاہراً نہ باطن میں تو اب فرمایئے کہ اس سے زیادہ کیا کرسکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے۔ اس سے صاف جان سکتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دی۔ سو صاحب من میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔ متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت

کھاؤ۔ ہاں کے ہاں اور نہ کی نہ ہونی چاہئے اور ہزار اور دو ہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوّا بازی ہے۔ میرے خیال اور میرے مذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔ مرزاصاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔ میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالیٰ! تو مرزاصاحب قادیانی پر رحم کر اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخشیں۔ آمین! اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی قریب ستر سال کی عمر کا ہوں۔ آخر کہاں تک جیوں گا۔ کون جانتا کہ کب خدا تعالیٰ بلالے۔ زیادہ نیاز۔

آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور۔

اس خط پر جو ملا صاحب نے پنجابی زبان میں ریمارک کہا ہے۔ اس کا نقل کرنا بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاّ صاحب فرماتے ہیں:

ک کفر دے فتوے سب عالماں دے لگے مرزے تے سنے حواریاں دے
لکھیا دسے قرآن حدیث اندر شرطان لاوندا وانگ جواریاں دے
تیرے کاذبا! ہوئے الہام جھوٹے جیہڑے منگے تون ساک کواریاں دے
ککڑوں کہوں مرزے ملاں ذبح کرسی فتح فتح کہیں بازیاں ہاریاں دے

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ کادیانی کے اختیاری اسباب وتدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے ہم ایک دیسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو اگر وہ ادنیٰ فہم وانصاف بھی رکھتا ہوگا شک نہ ہوگا اور وہ دلیل یہ ہے کہ عبداللہ آتھم ایک ریلـجنس مین (مذہبی آدمی) ہے اور وہ اپنے مذہب کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔ پس اگر اس پیش گوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا تعالیٰ کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا۔ کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔ اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لدھیانہ کا رعب روک سکتا ہے۔ نہ مسٹر سیاداس اکسٹرا اسسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔ لہٰذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیش گوئی کو خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا بلکہ وہ کادیانی کے اختیاری وسائل ومخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

لیجئے جناب خسارت مآب کادیانی صاحب! یہ نقل مکانی عبداللہ آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈر جانے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٹی آپ پر پڑی۔ اختیاری وسائل وتدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں کادیانی نے رسالہ (بے انوار ص۱۰، خزائن ج۹ ص۱۰ حاشیہ) میں ایک نوٹ کے ضمن لکھا ہے کہ: ''میں کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا۔ چال چلن کے رو سے خونریز اور ڈاکو نہ تھا۔ پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑگئی۔ اگر یہ حق کا خوف نہ تھا۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً وعملاً تمہارے ڈاکو وخونریز ہونے میں کیا شک۔ جب تم اپنی کتاب (وساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص۶۰۱) میں صاف لکھ چکے ہو کہ: ''کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی۔ خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کردے۔'' اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے تو جمعیت کی کسر ہے اور یہ بات مسلم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت ومعلوم ہوگیا تو اب عمل میں بجز جمعیت کیا کسر رہی۔ اس عام لوگوں کے خیال اور اس کے دلائل کو اب بھی کادیانی نہ مانے تو ہم اس کے قول سوم کے جواب میں کہیں گے کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے بطور فرض محال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم آپ کی پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیش گوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمریزسٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو ملہم مان کر اس پیش گوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشہر پھرا۔ بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض محال پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیش گوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا لازم تھا اور اس کا مرجانا ضروری تھا۔ اوّلاً اس لئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ موت کا عذاب موعود ڈر جانے سے نہیں ٹلا کرتا۔ (جیسا کہ قوم عاد وثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلّائے، نہیں ٹلا) اور نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے۔ (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا) ثانیاً اس لئے کہ اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا۔ کیونکہ اس شرط کا تحقق ہوگیا اور عبداللہ آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا۔ یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا۔ صرف پیش گوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً صحیح نہ تھا بلکہ وہ اسلام عارضی اور جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے جو منقول ہوئیں ثابت ہوگیا ہے۔ پس اگر وہ

الہام اور وعدۂ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا جو عالم الغیب تھا اور عبداللہ آتھم کی حالت مابعد سے واقف تھا۔ تو وہ ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔ ازانجملہ کہ عبداللہ آتھم باوجود تحقق شرط عذاب زندہ رہا۔ لہٰذا باوجود تسلیم وفرض اس امر کے کہ عبداللہ آتھم اس پیش گوئی سے ڈر گیا یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا۔ اس عذاب موت کا واقع نہ ہونا اور عبداللہ کا مارا نہ جانا اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ کادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اس کے (معلم الملکوت ابلیس) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے کادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہٰذا اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا اور عبداللہ آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور درصورت انکار عبداللہ آتھم کادیانی کا اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا۔ محض بے شرمی اور بے ایمانی اور دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

اب اس بے شرمی میں کادیانی کی دلیری کو دیکھو کہ اس نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپیہ کا انعام تجویز کیا۔ اس سے عبداللہ آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپوا دیا ہے اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ یہ امر بھی کادیانی کا دھوکہ بازی میں بڑا دلیر ہونا اور اس کے اس دھوکہ میں پھنسنے والوں کا کمال درجہ کا احمق ہونا ثابت کر رہا ہے۔

عقلمند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپیہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے۔ وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپیہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا اور اس امر کا کادیانی کو یہ یقین ہوگیا ہے۔ تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور سنو کادیانی نے اس دھوکے پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے احمق دام افتادگان کو (اشتہار تین ہزار، مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص۷۰) میں ایک اور دھوکہ دیا اور یہ کہا ہے: ''کیا میں پاگل ہوگیا ہوں، دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور پر مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہوگیا ہوں۔''

اس دھوکے کا ازالہ اور ان احمقوں کے دام کادیانی سے نکلنے کی تدبیر وحیلہ یہ

ہے کہ کادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار وعیار مکار طرار اور اس انعام میں بڑھتے جانا، آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی طور پر علم ویقین ہے کہ عبداللہ آتھم اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا۔ جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلاخوف کیوں تعداد انعام میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام نہ لادیں۔

اس سے بھی بڑھ کر اور سنو۔ کادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیش گوئی کا ڈھکوسلہ بنالیا۔ جس سے اپنے احمق دام افتادگان کے پاؤں میں ایک اور رسہ یا آہنی کڑا ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے عبداللہ آتھم کی قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار وچار ہزار میں یہ الہامی پیش گوئی کی ہے کہ عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے گا اور کادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئے گا۔ اس کا یہ منتر ان احمق دام افتادگان پر چل بھی گیا اور ان کے پاؤں میں وہ رسہ یا کڑا پڑ گیا۔ اب وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیش گوئی الہامی نہیں اور عبداللہ کے قسم نہ کھانے کی خدا نے کادیانی کو خبر نہیں دی تو عبداللہ آتھم قسم کھا کر اس پیش گوئی میں کادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا۔

مگر اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی کادیان کے عیسائی بھائیوں نے ایسا دے دیا ہے جس نے اس پیش گوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی ووافی ہے۔ ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر اشتہار ذیل چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اشتہار (مرزا کادیانی خنزیر کھائے)

مرزا غلام احمد کادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ کفر کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتویٰ غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آتھم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سور کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ اسی طرح آتھم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں۔ عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

اگر آتھم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں۔ ورنہ بار بار قسم کے اشتہار آتھم صاحب کے نام پر دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے سو معلوم ہو کہ اگرچہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبرائیل علیہ السلام ہمارے پاس نہیں آتا تو بھی ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز خود (خنزیر) کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان ثابت نہ کر سکیں گے۔ الراقم: ڈاکٹر ایچ. ایم کلارک ایم. ڈی میڈیکل مشنری امرتسر

عیسائیوں کے قسم سے انکار وعذر کے جواب میں کادیانی نے (اشتہار چار ہزار مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۰۱) میں طولانی بحث کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ عہد عتیق میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اس پر کتاب یرمیاہ اور زبور کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ عہد جدید میں بھی قسم کھانا ثابت ہے اور اس پر پولوس اور پطرس کا قسم کھانا انجیل متی واعمال سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ پادری لوگ عدالتوں میں بلائے جاتے ہیں تو قسمیں کھاتے ہیں اور انگریزی سلطنت کے کل متعہد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہاں تک کہ گورنر جنرل سب حلف اٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور کئے جاتے ہیں۔ پھر کہا کیا یہ سب کے سب انجیل پر ایمان رکھنے سے بے نصیب تھے اور صرف ایک عبداللہ آتھم ہی سچے عیسائی ہیں جو قسم کھانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اس کا جواب معلوم نہیں عیسائیوں نے کیا دیا ہے یا آئندہ کیا جواب دیں گے۔ مگر ہم اسلامی طرز واصول پر اس کا جواب دیتے ہیں اور مسلمانوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو ثبوت جواز قسم کا کادیانی نے پیش کیا ہے وہ اسلامی اصول پر کافی ثبوت نہیں ہے۔

عہد عتیق میں جو قسم کھانے کا حکم ہے اس کو تو بحسب اعتقاد مسیحوں کے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے اس قول سے منسوخ کر دیا ہے۔ جو انجیل متی باب۵ میں ہے کہ: ’’۳۳- پھر سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو جھوٹی قسم نہ کھا بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کر۔ ۳۴- پر میں تمہیں کہتا ہوں ہرگز قسم نہ کھانا، نہ تو آسمان کی کیونکہ وہ خدا کا تخت ہے۔ ۳۵- نہ زمین کی کیونکہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے اور نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے۔ ۳۶- اور نہ اپنے سر کی قسم کھا کیونکہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کر سکتا۔

۳۷- پر تمہاری گفتگو میں ہاں کی ہاں اور نہیں کی نہیں ہو۔ کیونکہ جو اس سے زیادہ ہے سو برائی سے ہوتا ہے۔''

رہا عہد جدید میں پولوس یا پطرس کا قسم کھانا۔ سو اسلامی اصول کی رو سے اس حکم مسیح کو اٹھا نہیں سکتا۔ کیونکہ غیر نبی کا قول یا فعل نبی کے حکم کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا فعل قسم ثابت ہو تو وہ بھی ان کے قول کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ اب رہا انگریزی عدالتوں اور پارلیمنٹ میں قسم کا مروج ہونا اور ان میں پادریوں اور متعہد عہدہ داروں کا قسم کھانا سو عیسائی مذہب کا حکم نہیں بن سکتا اور ان کا فعل وعمل عیسائی مذہب کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ انگریزی سلطنت وعدالت اور دیگر عیسائی قوموں کی سلطنت کے آئین وقانون میں اور کون سا امر ہے جو احکام توریت یا انجیل کے مطابق ہے اور اس کو کوئی محمدی یا اور منصف عیسائی مذہب کہہ سکتا ہے جملہ عیسائی سلطنتوں اور تمام عیسائیوں اور پادریوں نے احکام توریت وانجیل کو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے اور ان کے نزدیک عیسائی ہونے کے لئے مسیح علیہ السلام کے خون وکفارہ پر ایمان رکھنا کافی ووافی ہے۔ یہ بات ان کے ہادی پولوس نے تعلیم کی ہے اور احکام شریعت سے آزادی عطاء فرمائی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں کے خط باب ۷ میں پولوس مقدس فرماتے ہیں۔

''۱۸- پس اگلا قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا۔ ۱۹- کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نہ کیا مگر ایک بہتر امید درمیان داخل ہوئی جس کے وسیلے ہم خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔''

بناءً علیہ عیسائی سلطنتوں کے قانون وآئین اور عیسائیوں کے افعال واعمال جو توریت انجیل کے مخالف ہیں۔ عیسائی مذہب قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ جو شخص اس قانون وعمل کو عیسائی مذہب قرار دے اور اس سے قسم یا اور کسی حکم کا مذہب عیسائی ہونا ثابت کرے وہ پرلے سرے کا احمق یا دھوکا باز ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر اور سنو کہ عبداللہ آتھم کے ڈر جانے اور ایمان لانے اور اس پر قسم کھانے سے انکار کرنے پر کادیانی نے ایک اور مکر کیا اور اپنے احمق اتباع کو دھوکہ دیا اور کہا کہ یہ باتیں عبداللہ آتھم کے منہ سے بطور مدعا علیہ ہونے کے نقل رہی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بطور گواہ یہ باتیں کہیں اور اس پر قسم کھائیں اور خدا کے عذاب موت کے مستحق ہوں۔ کیونکہ مدعا علیہ خواہ کتنا جھوٹ بولے اس پر عدالت میں مواخذہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی

گواہ بن کر جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی میں پکڑا جاتا ہے۔ اس کا جواب عبداللہ آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے تو یہ دیا کہ آپ حاکم مجاز ہیں تو مجھے عدالت میں طلب کریں اور مجھ سے جبراً قسم لیں۔ ہم تو آپ کو حاکم مجاز نہیں سمجھتے اور اپنے مذہب کے رو سے قسم کھانا جائز نہیں سمجھتے۔

ہم اس کا جواب اسلامی اصول پر ایسا دیتے ہیں جس سے کادیانی کے دام افتادہ اگر کچھ عقل رکھتے ہیں اس کے دھوکے و مکر پر متنبہ ہو کر اس سے نجات پاویں۔ وہ یہ ہے کہ اس قول میں کادیانی نے خدا تعالیٰ کو عیسائی بنایا ہے اور عیسائی گورنمنٹ کے قانون کو پابند ٹھہرایا ہے اور یہ جتایا ہے کہ خدا تعالیٰ بہ پابندی مذہب عیسائی مدعی علیہ کو جھوٹ کی سزا نہیں دے سکتا۔ اس لئے اس کو گواہ بنا کر قسم دلوا کر حلف دروغی کی سزا میں معذب بعذاب موت کرنا چاہتا ہے اور یہ سراسر اس کا دھوکہ و مغالطہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے حکم و شریعت میں (جو اسلام میں مقرر ہے) جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ گواہ اور مدعی علیہ بلکہ مدعی سب برابر ہیں۔ بناء علیہ عبداللہ آتھم اگر مدعا علیہ ہونے کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھالے تو ویسا ہی لائق سزا ہوگا۔ جیسا کہ ایک گواہ کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھالے۔ قسم تو وہ گواہ کی حیثیت سے بھی نہیں کھائے گا۔ جیسا کہ مدعا علیہ بن کر نہیں کھاتا اور مدعا علیہ ہونے کی حیثیت سے تو وہ بقول کادیانی جھوٹ بول ہی رہا ہے۔ پس اگر وہ واقع میں جھوٹا ہے اور خدا تعالیٰ بقول کادیانی اس کو سزا موت دینا چاہتا ہے تو پھر اس میں کیوں توقف کر رہا ہے اور کیوں اس امر کا منتظر ہے کہ وہ بطور گواہ جھوٹ بولے اور جھوٹی قسم کھائے اور اس پر حلف دروغی کی دفعہ قائم ہولے۔ تب اس کو سزا موت دے۔ کیا وہ اپنے اس حکم و شریعت کو جو اسلام میں مقرر ہو چکا ہے۔ منسوخ کرنا چاہتا ہے اور اب وہ آئین قانون گورنمنٹ کا تابع ہو گیا ہے۔ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔

کادیانی اس امر کو تسلیم کرلے تو اس کو مناسب ہے کہ عبداللہ آتھم کے مدعا علیہ ہو کر جھوٹ بولنے پر ہی اس کو جھوٹ کی سزا موت دلوادے۔ مگر اس سزا کی میعاد ایک سال مقرر نہ کرادے بلکہ گھنٹوں یا اس سے بڑھ کر دنوں یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کی ہفتوں کی میعاد مقرر کرادے۔ کادیانی نے ایسا نہ کیا اور ہمارے اس جواب کو سن کر بھی قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کا منتظر رہا تو اس کی دام افتادہ جماعت کو اگر وہ کچھ عقل رکھتے ہیں۔ یہ سمجھنا

چاہئے کہ کادیانی اس بات بنانے میں کہ خدا تعالیٰ اس عذاب پہنچنے میں قانون انگریزی کی دفعہ کے قائم ہونے کی انتظار میں ہے۔ خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے اور واقعہ میں یہ حکم خدا تعالیٰ کا نہیں ہے اور وہ عیسائی گورنمنٹ کے قانون کا پابند نہیں بلکہ وہ خود احکم الحاکمین ہے اور جو قانون اس نے اسلام اور قرآن میں مقرر کیا ہے۔ اس کا خلاف وہ ہرگز نہیں کرنا چاہتا اور اگر کادیانی نے میعاد سزا ایک مہینے کے ہفتوں سے زیادہ مقرر کی تو پھر وہ انہی اعتراضات کی تختہ مشق ہوگی۔ جو پہلی مدت موت عبداللہ آتھم پر کی گئی تھی اور ان اعتراضات کی نظر سے کادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کو وہ موت منسوخ کرنی پڑی تھی۔

اس بیان یا برہان سے ناظرین کو بخوبی روشن وثابت ہوگا کہ کادیانی نے جو قول سوم میں کہا ہے اس سے اوّلاً یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ عبداللہ آتھم اس کی پیش گوئی سے ڈر گیا اور اگر ڈر جانا تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے اس عذاب موعود موت کا ٹل جانا جائز نہیں ہوسکتا اور ڈر جانے سے انکار کرنے پر عبداللہ آتھم کا قسم کھانا کوئی وجہ اور ضرورت نہیں رکھتا۔ اس بیان میں عبداللہ آتھم کو جھوٹا فرض کرنے اور اس کے خوف بلکہ عارضی ایمان کو مان لینے پر بھی کادیانی جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صورت کذب عبداللہ آتھم میں اس پیش گوئی کا پورا ہونا اور عبداللہ آتھم کا مارا جانا ضروری تھا اور اگر اس میں کادیانی کے فرضی ملہم (معلم الملکوت) یا جعلی خدا (عبداللہ کی حالت مابعد سے ناواقف وبے علم) سے غلطی ہوئی ہے تو وہ اب عبداللہ کو گھنٹوں یا دنوں یا چند ہفتوں میں مار دے اور اس کی قسم کا منتظر نہ رہے۔ ورنہ اس کے علم قدرت کو بٹہ لگے گا اور اس پر پیروی قانون عیسائی گورنمنٹ کا الزام عائد ہوگا۔ جس سے خداوند عالم قادر وعالم الغیب پاک ومنزہ ہے۔

عذر سوم کی تائید میں جو رابعاً کادیانی نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ موت کا پہلو مجروح وتختہ مشق اعتراضات ہوگیا ہے۔ تب اس نے اس کو بدل دیا ہے۔ اس سے ثابت ومتیقن ہوتا ہے کہ کادیانی دہریہ ہے۔ وہ اس خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا۔ جس کو اسلام اور جملہ مذاہب سماوی نے عالم الغیب وقادر مطلق تسلیم کیا ہوا ہے بلکہ کسی ایسی ذات بے برکات عجز سمات کو خدا جانتا ہے جو نہ علم رکھتا ہے۔ نہ قدرت اور نہ عقل نہ فہم جس سے وہ نفع ونقصان کا موازنہ کر سکے جو حقیقی خدا کو نہ ماننے اور دہریہ ہو جانے کے مساوی ہے۔ پس اگر واقعی کادیانی کا یہی اعتقاد ہے جو اس کے اس قول سے مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے کسی مسئلہ

شرعی میں مسلمانوں کو بحث کرنا مناسب نہیں۔ وہ سب مسائل کو چھوڑ کر پہلے اس مسئلہ میں بحث کرے کہ خدا تعالیٰ کو کن صفات سے ماننا چاہئے اور اگر اس کا دلی اعتقاد یہ نہیں جو اس قول سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ قادر وعالم الغیب کو مانتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس قول کو واپس لے اور یہ خیال کرے کہ خدا تعالیٰ کی شان اس بے ضبطی وبے عقلی سے اعلیٰ وارفع ہے کہ وہ ایک واقعہ (موت عبداللہ آتھم) کی نسبت اپنے خطیرۃ القدس اور دفتر قضا وقدر میں ایک تجویز مقرر کر کے ایک وقت اور تاریخ معین پر اس کے وقوع کی خبر دے دی۔ پھر جب اس واقعہ کے وقوع کی نسبت لوگوں کے اعتراضات سنے اور اس واقعہ کے وقوع کو تختہ مشق اعتراضات ہوا۔ دیکھ لے تب اس واقعات کے وقوع کی خبر کو منسوخ کر دے۔ مگر اس نسخ کو اپنے خطرۃ الغیب میں چھپائے رکھے یا کادیانی کے دماغ میں اس کو چھپا رکھے اور اس واقعہ کی مدت وقوع تک اس کو اور کوئی بشر نہ سنے اور جب وہ واقع وقوع میں نہ آوے اور اس کی تاریخ وقوع گزر جائے تب اس نسخ کا اظہار کرے یا اظہار کا حکم دے۔ پھر جب اس نسخ پر اعتراض کا اندیشہ پیدا ہو کہ یہ محض حیلہ بنایا گیا ہے تو اس کے جواب میں اور اپنی تصدیق کے لئے پھر اسی واقعہ کے وقوع کی خبر کو دلیل ٹھہرا کر پیش کرے اور یہ کہہ کہ اگر تم نہیں مانتے اور ہمارے اس نسخ پر اعتراض کرتے ہو تو پھر ہم وہ واقعہ وقوع میں لائیں گے اور اس شخص (عبداللہ آتھم) کو اتنی مدت ایک سال میں مار دیں گے اور یہ نہ سوچا کہ اس خبر کے وقوع پر وہی اعتراضات ہوں گے۔ بھاگ کر ہم نے اس خبر کو منسوخ کیا تھا اور ہم اس مثل کے مصداق بن جائیں گے: ''**فر من المطر وقام تحت المیزاب**'' یعنی مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آ کھڑا ہوا اور اس غلطی اور نافہمی سے بھی اس شان اجل وارفع ہے کہ وہ اس واقعہ کے وقوع کے نفع ونقصان کا موازنہ نہ کر سکے اور اتنا نہ سمجھ سکے کہ اس کے وقوع سے اس تعداد کے لوگوں کا تابع ہو جانا اور مخبر واقعہ کی صداقت کو مان لینا ممکن ہے کہ درصورت عدم وقوع اعتراض کرنے والوں کی تعداد اس کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچے۔

ان باتوں کو سوچ کر کادیانی نے اس قول اور الہام کے دعویٰ کو ووڈرا نہ کرے (واپس نہ لے) تو یقین ہوگا کہ وہ دہریہ ہے۔ خدا تعالیٰ کو صفات کمال سے نہیں مانتا اور اللہ تعالیٰ کو بے ضبطی، بے عقلی، کم فہمی وغلطی کے نقائص سے پاک نہیں سمجھتا۔ خود تو وہ علوم اسلامی سے جاہل ہی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کو بھی اس مسئلہ سے ناواقف سمجھتا ہے جو اسلام میں

متقرر ہے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے۔ اخبار میں اس کا وقوع ہرگز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے مخبر صادق کا کذب لازم آتا ہے۔ لہٰذا مخبر صادق اپنی کسی خبر کے وقوع کو کبھی نہیں بدلتا اور جس امر کے وقوع کی وہ خبر دے چکا ہو۔ اس کو اعتراضات کے خوف سے خواہ کس قدر ہوں وہ ملتوی نہیں کرتا۔

کادیانی اگر اپنے فرضی خدا کو ایسا ہی سمجھتا ہے اور ان نقائص سے اس کو پاک نہیں سمجھتا تو کم سے کم اس کو عقلاء اور اہل مذاہب تمام جہان کے عام خیال کا پاس ولحاظ تو ضروری تھا۔ اگر یہ ڈھکوسلہ بنا کر اس کو خدا کے ذمہ لگانا ہی تھا تو وہ پاس ولحاظ اس عام خیال کے اتنا تو ضرور کرتا کہ اس کو ۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء (جو آخری تاریخ میعاد وفات عبداللہ آتھم تھی۔ نہ ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء جس کو کادیانی نے اپنی حماقت سے آخری تاریخ بنایا ہوا تھا) سے پیشتر مشتہر کر دیتا۔

(اس کی وجہ یہ ہے جس تاریخ سے کوئی مہینہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس تاریخ سے ایک دن پہلے اس مہینے کا اختتام ہوتا ہے اور جس مہینے سے کوئی سال شروع ہوتا ہے اس مہینے سے ایک مہینہ پہلے اس سال کا اختتام ہوتا ہے۔ بناء علیہ عبداللہ آتھم کی میعاد وفات پندرہ ماہ کی ۵؍جون ۱۸۹۴ء سے (جو پہلا دن الہام یا احتلام کادیانی کا تھا) شروع ہوئی تھی تو چاہئے کہ اس کا اختتام ۴؍جون ۱۸۹۴ء کو ہو۔ کادیانی کو اب بھی سمجھ میں نہ آوے تو کسی سکول کے لڑکے سے پوچھ دیکھے)

اس صورت میں بھی گو ہمارے اعتراضات مذکورہ (کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتا اور نسخ اخبار میں جاری نہیں ہوتا اور پہلے ایسا وعدہ ہی کیوں کیا تھا۔ جو مورد اعتراض ہونا تھا۔ کیا اس کو ان اعتراضات کا علم پہلے سے نہ ہوا تھا۔ پھر دوبارہ اسی امر محل اعتراضات وفات عبداللہ کو کیوں اس نے پیش کیا) تو واقع ہوتے۔ مگر لوگ یہ اعتراض تو نہ کرتے۔ جواب کرر ہے ہیں کہ میعاد پیش گوئی گزر گئی اور عبداللہ آتھم کو موت نہ آئی۔ تب یہ بات بنائی گئی ہے۔ یہ بات اگر خدا کی طرف سے تھی تو انقضاء میعاد کے پہلے کیوں مشتہر نہ کی گئی۔

یہ اعتراض ایک طرف سے نہیں بلکہ جمہور خلائق کی طرف جس میں مسلمان ہندو عیسائی سب داخل ہیں۔ ہو رہا ہے اور یہ امر کادیانی کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس نے اشتہار تین ہزار ص۶۸، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۸۶) فٹ نوٹ میں اس کو نقل کیا اور کہا ہے: ''بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینے کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔ مگر فرط دلیری یا یوں کہہ کہ

بے حیائی سے اس کا جواب کوئی نہیں دیا۔ صرف اس قدر کہہ دیا ہے۔ سو واضح ہو کہ پندرہ مہینے کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جب کہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دے دیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔'' جس کو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دیا اور عدم اشاعت الہام قبل از انقضاء مدت کے وجہ کوئی بیان نہیں۔ صرف اس کے ثبوت کا دعویٰ بلا دلیل کرایا اور نہ ماننے والوں کو بے ایمان کہہ دیا ہے۔

ہم اس مقام میں اس اعتراض کو چند اشخاص مختلف مذاہب سے نقل کر کے کادیانی کو شرمندہ کرتے اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ اعتراض بعض کی طرف سے نہیں جیسا کہ کادیانی نے کہا ہے بلکہ یہ جمہور کی جانب سے ہے اور کادیانی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس کا جواب کیا دیا اور کہاں دیا اور کس تاریخ آپ کو یہ الہام ہوا تھا اور کس شخص کو آپ نے سنایا تھا۔

اسلامی اخبار نور علی نور کے پرچہ ۱۶ر ربیع الاوّل میں اس کا سنی مسلمان ایڈیٹر لکھتا ہے۔ جس کو آپ کے چھپے حواری دوسرے ایڈیٹر نے اپنے سکوت کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء تک تو یہ دعویٰ کہ جب تک عبداللہ آتھم نہ مرے سورج غروب نہ ہوگا۔ جب عبداللہ آتھم ۵ر ستمبر تک نہ مرا اور سارے جہان نے تمہیں لعنت اور ملامت کی تو یہ الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ اگر ۵ر ستمبر سے پہلے مشتہر کر دیتے کہ وہ دل میں مسلمان ہو گیا اب نہ مرے گا تو ایک بات بھی تھی۔ آخر میں سوال وجواب کے طور پر موت کے پہلو بدلنے کا عذر ایسا ہے کہ بس آپ کے خدا کی خدائی ظاہر ہو گئی۔ جب آپ کے خدا نے دیکھا کہ موت کا پہلو تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تو ناچار دوسرا پہلو اختیار کیا مگر تمہارے خدا کو اتنی عقل بھی نہ تھی کہ موت کے پہلو میں تو صرف بعض مخالفوں کے اعتراض ہوتے اور ہزار ہا نادان مخالف آپ کے مطیع اور تابعدار ہو جاتے اور مرید علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ کو پہنچتے۔ برخلاف دوسرے پہلو کے جو تمہارے خدا نے اختیار کیا تم کو سارا جہان موافق اور مخالف سب لعنت اور ملامت کرتا ہے۔ مینہ سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے پناہ لینا تمہارے فرضی خدا کا کام ہے۔ نہ علاّم الغیوب کا۔

ایک اور اسلامی اخبار (پیسہ اخبار) لکھتا ہے: پچھلے ہفتہ میں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے غلط نکلنے کی خبر چھاپ چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً مرزا صاحب کی پیش گوئی صحیح بھی ہو جاتی تو بہت سے خوش اعتقادوں اور عام لوگوں کے بھکنے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب بجائے

اس کے کہ پیشین گوئی کے غلط نکلنے پر اقرار ندامت کرتے کہ یہ کام خدا ہی کے سپرد رہے۔ انہوں نے ایک اشتہار چھاپ کر دعویٰ کیا ہے کہ حقیقت میں انہیں ہی فتح ہوئی ہے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عبداللہ صاحب نے کسی وقت دل میں اسلام کی صداقت تسلیم کی ہوگی۔ اس لئے ان کے الہام کی شرط کے مطابق خدا نے انہیں نہیں مارا۔ کیا مرزا صاحب کا خدا اتنا بھی عالم الغیب نہیں تھا کہ وہ انہیں پہلے ہی نتیجہ سے مطلع کر دیتا۔ اس کے علاوہ دوسرا الہام مرزا صاحب کو ایسے آخری وقت میں ہوا جب کہ ساری دنیا پر ان کی قلعی کھل گئی۔ اگر ۵ر ستمبر سے دس روز پہلے ہی وہ ایسا مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی عذر گناہ بدتر از گناہ کے مثال مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے بہتر کہیں نہیں ملی اور ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسے لائق آدمی ایسی بیہودہ دلیلوں کی آڑ میں پناہ لیں۔

عیسائی اخبار نور افشاں نے پرچہ ۲۸ر ستمبر ۱۸۹۴ء میں پادری جی. ایل ٹھاکر داس سے نقل کیا ہے۔ ’’کمترین نے نور افشاں مطبوعہ ۱۷ر اگست میں مضمون الہام الٰہی اور الہام ارواحی کے آخر میں اپنی دور اندیشی سے یہ لکھا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو آپ کی پیش گوئی کی تاریخ بڑھ جائے اور اگر ایسا ہوا کرے تو مسٹر آتھم کیا جس کو چاہیں تاریخوں ہی سے مار سکتے ہیں۔ اب مرزا قادیانی نے اپنے اس اشتہار کے رو سے جس کی کیفیت سنا رہا ہوں۔ کمترین کی دور اندیشی کی تکمیل کر دی ہے اور ایک سال کی زیادہ تاریخ بڑھانے کے لئے مسٹر آتھم صاحب سے درخواست کی ہے۔ اگر مرزا صاحب کو سچ مچ الہام ہوا تھا تو اس الہام کی خدا کو زیادہ فکر ہوئی چاہئے تھی اور لازم تھا کہ جب ہم نے اندیشہ ازدیاد تاریخ کا ظاہر کیا تھا تو مرزا صاحب بھی ترمیم الہام ۵ر ستمبر سے پہلے مشتہر کر دیتے۔ لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ بہتر ہے کہ مرزا صاحب اب الہام کی عادت چھوڑ دیں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خداوند ایسوں کو قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے اور ان کے مریدوں کو چاہئے کہ مرزا صاحب کی اس نئی ترمیم الہام کی کچھ پروانہ کریں اور اب مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑ دیں جو کچھ ہو چکا سو کافی ہے۔

ایک ہندو اخبار کوہ نور لکھتا ہے: ’’جیسا کہ ہم گزشتہ ہفتہ کے اخبار میں لکھ چکے ہیں۔ ہمیں پوری امید تھی کہ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر ضرور کوئی نہ کوئی تاویل فرمائیں گے۔ ہمارا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے (انوار الاسلام ص۵، خزائن ج۹ ص۵) کے نام سے ایک اشتہار مشتہر کیا ہے۔ جس میں وہ ایک تازہ الہام کے

بموجب یوں تاویل فرماتے ہیں۔ اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلایا کہ آتھم صاحب نے عظمت اسلام کا خوف اور وہم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی۔ یہ ایک بیہودہ اور لچر تاویل ہے۔ اگر مرزا صاحب ملہم صادق ہوتے تو ان کو میعاد مذکور کے اندر ہی یعنی ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے ظاہر کر دینا چاہئے تھا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اب کہ پیش گوئی غلط ثابت ہو چکی اور چاروں طرف سے لعن طعن کی بوچھاڑ ہوئی تو پھر ان کو یہ الہام ہوا۔ مشتے بعد از جنگ کے مصداق ہے۔ اس ''کسی قدر'' کے لفظ نے اور بھی جان ڈال دی ہے۔''

ایسا ہی بہت سے اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ انہیں معترضین کے سلسلہ میں مسلمانان لدھیانہ نے جن میں ایک جوانمرد، منشی ومولوی، سعد اللہ سعدی بھی شامل ہیں کادیانی پر اشتہار ۱۶ر ستمبر میں یہ اعتراض کہ نئے سے مسیحیو! جائے غور ہے۔ خدا نے تمہارے مسیح کو آتھم کے رجوع بحق کی اطلاع دے دی اور وہ علانیہ اسے اقرار کفر اور تثلیث پر اپنے حال وقال اور چال سے کادیانی کی تکذیب کر رہا ہے اور کادیانی کہتا ہے کہ نہیں یہ دل میں راجع بحق ہے۔ عیسائی کادیانی کو خاص اسی بات پر کاذب مفتری کہہ رہے ہیں اور آتھم اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسی بناء پر اسلام کو عیب لگا رہے ہیں۔ یقین جانو کہ یہ اطلاع خدا نے ہرگز نہیں دی کادیانی کے مرشد حضرت ابلیس علیہ اللعنۃ نے سبق پڑھایا ہے کہ چل بچہ۔ اب یہ پہلو پلٹ جا۔ جہاں میں احمق بہت ہیں۔ پھر بھی تیرا جال خالی نہ رہے گا اور پھر کادیانی کے اس قول کو کہ اگر آتھم مر جاتا تو لوگ کہتے مرزا جادو کرنا بھی جانتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آتھم کا دل حق کی طرف پھیر کر موت سے بچا لیا۔ نقل کر کے اس کے جواب میں کہا ہے۔ چور کی داڑھی میں تنکا معلوم ہوتا ہے کہ ان پندرہ مہینوں میں ایسی ہی کارروائیاں کی ہیں جب کوئی عمل نہ چلا تو رجوع بحق بطور خفیہ کا ڈھکوسلہ بنالیا تو اس جواب کو دیکھ کر کادیانی نے اشتہار تین ہزار میں تہذیب وشرافت بلکہ انسانیت کے جامہ سے باہر ہو کر بازاری شہدوں اور چوہڑوں بلکہ بہائم اور وحشیوں کی سیرت اختیار کر کے اس جوانمرد کے جواب میں ان شریفانہ ومہذبانہ الفاظ سے خطاب کیا: ''ہاں! اے ہندو زادہ اب ثابت ہو گیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے خوب ہی تو نے عمل کیا۔ آفرین! آفرین! سچ کہہ یہ ڈھکوسلہ اب بنالیا یا الہام میں پہلے ہی سے شرط تھی۔

اس کے جواب میں اگر وہ جوانمرد دیہہ کہے کہ ’’اوّل ہلاکو خان اور چنگیز خان کافر ترکوں کے جنے تیرے اس جواب سے معلوم ہوگیا کہ تو بے شک حلال زادہ ہے اور دھوکہ دینا اور روز روشن اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈال کر دن کو رات بتانا تجھ پر ہی ختم ہے۔ بے شک یہ شرط تو تو نے پہلے ہی سے الہام (یا احتلام) میں رکھ لی تھیں تاکہ عبداللہ آتھم کے فوت نہ ہونے پر تو خواہ مخواہ اس شرط کو متحقق بنا کر اپنی دروغگوئی کو سچا کرلے۔ مگر اگر تو حلال زادہ ہے تو یہ بتا اور سچ کہہ کر اس شرط کا تحقق میعاد گزر جانے سے پہلے ہوا یا پیچھے۔ اگر پہلے ہوا تھا تو تو نے اس کا اظہار پہلے کیوں نہ کیا تھا اور ۵؍ستمبر سے پہلے کسی ایک آدمی کو کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ یہ شرط عدم وفات وقوع میں آگئی ہے۔ اس لئے اب موت عبداللہ آتھم بھی وقوع میں نہ آئے گی بلکہ برخلاف اس کے ۵؍ستمبر کی شام تک تو موت کا منتظر رہا اور تو اور تمام تیرے پیرو حاضرین قادیان اس امر کے منتظر رہے کہ اب موت کی تار خبر آتی ہے اور آج آفتاب غروب نہ ہوگا۔ جب تک عبداللہ آتھم مر نہ جائے گا اور دوسرے دن عید ہوگی اور لاہور تک کے مرزائی نئی پوشاکیں ساتھ لے کر آئے تھے کہ عبداللہ آتھم کی آج موت کی خبر آئے گی تو دوسرے دن عید ہوگی اور اس میں وہ پوشاکیں پہنی جاویں گی اور تو نے بہت سے لوگ دور سے اسی سبب سے قادیان میں جمع کرر کھے تھے اور ان کے لئے آٹے کے چھکڑے اور بکرے جمع اور تیار تھے مگر شام کے قریب اس مضمون کا تار پہنچ گیا کہ عبداللہ آتھم زندہ ہے تو اس عید کا محرم بن گیا اور اس وقت تو نے یہ ڈھکوسلہ لوگوں کو سنایا جس کو تو اپنے بیت الفکر (بیت الخلاء) میں بیٹھ کر بنالایا تھا۔ اب اگر حلال زادہ ہے تو کچھ شرم کر کے کہہ کہ ڈھکوسلہ اب بنایا گیا ہے یا پہلے سے الہام میں درج تھا۔ ارے احمق الہام میں صرف شرط درج تھی۔ نہ اس کا وقوع اور یہ ڈھکوسلہ عدم وقوع شرط موت انقضاء مدت موت کے بعد بنایا گیا تھا۔ نہ قبل ازان۔‘‘ تو معلوم نہیں کادیانی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔ اس جواب کے طالب ومنتظر وہی صاحب سعدی لدھیانوی نہیں ہیں بلکہ سب لوگ مسلمان ہندو عیسائی وغیرہ ہیں جو کادیان کے اس عذر کو بعد از وقت سمجھتے ہیں اور اس کو ڈھکوسلہ قرار دے چکے ہیں۔ امید ہے آپ ان سب کے جواب میں یہی کہیں گے کہ تم سب حرام زادے ہو۔ چنانچہ آپ اپنے متعدد اشتہارات میں کہہ چکے ہیں۔ مگر از روئے انصاف یہ سوال کا جواب نہیں ہے۔ گالیاں آپ ایک نہیں ہزار دے لیں۔ مگر اس کے ساتھ اس سوال کا جواب ضرور دیں کہ اگر آپ کو

یہ الہام میعاد گزر جانے سے پہلے ہو چکا کہ عبداللہ آتھم دل سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس لئے نہیں مریگا تو آپ نے اس کو میعاد گزرنے سے پہلے کیوں شائع نہ کیا۔ اس کا عام شیوع نہ ہو سکا تھا۔ نہ سہی۔ اپنے خاص لوگوں کو جو تاریخ اخیر کے قریب آپ سے ملے اور قادیان میں حاضر تھے اور وہ آپ سے مستفسر ہوئے تھے کہ عبداللہ آتھم کی موت ہوگی یا اس میں کوئی تاویل ہوگی۔ کہا ہوتا کہ وہ دل سے مسلمان ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب اس کی موت کا وقوع نہ ہوگا۔

کادیانی کے اپنے جملہ مخالفین عیسائیوں، ہندوؤں، مسلمانوں وازانجملہ خاص کر شیخ سعد اللہ لدھیانہ کو حلال زادہ (جس سے مراد ناظرین سمجھ سکتے ہیں) کہنے پر ہم کادیانی کو کوئی الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ بدزبانی ودشنام دہی اس کی طینت کا ایک جز ہے۔ براہین احمدیہ میں اس نے اس طینت کا اظہار کیا تو ہم نے ریویو براہین احمدیہ میں اس کو اس بدگوئی سے روکا۔ مگر چونکہ اپنی طینت کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا۔ لہٰذا اس روکنے کا اثر برعکس یہ نکلا کہ رسالہ (شحنہ حق ص۱۳، خزائن ج۲ ص۳۴۵) میں اس نے اپنے مخالف کو ایسے گالیاں دیں۔ جیسے بازاری لوگ آپس میں دیا کرتے ہیں اور جب سے آپ مسیح موعود بنے ہیں۔ تب سے تو آپ کا بحر کھل گیا ہے۔ حرامی، حرام زادہ، بے ایمان تو آپ کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے مسیح ہونے کی علامت یہی حرامزادہ وبے ایمان کا لفظ ہے۔ ایسے ہی آپ کے وہ جان نثار پیرو (جو اپنے مال وجان ودین ایمان کو آپ کے ملک کر چکے ہیں۔ اگر آپ دن کو رات کہتے ہیں تو وہ ستارے دکھانے کو تیار ہو جاتے ہیں) اس الزام کا محل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان گالیوں کے بارہ میں کادیانی کے ان پیروان یا حامیوں کو جو دھوکے میں آ کر اس کے اتباع یا حمایت میں پھنس گئے ہیں اور ہنوز اپنے فہم وایمان سے بھی کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ (جیسے خان صاحب محمد علی خان صاحب خلف نواب غلام محمد خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اور حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر اور منشی عبدالحق صاحب اکاؤنٹینٹ پنشنر لاہور اور منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹینٹ لاہور اور سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی نہر وغیرہ) سے کمال اخلاص ومحبت سے سوال کرتے ہیں کہ وہ لوگ کادیانی کو گالیوں سے کیوں نہیں روکتے اور اس میں وہ کون سا فائدہ سمجھتے ہیں۔ جس کی نظر سے وہ ایسی گالیاں کلام کادیانی میں دیکھ سن کر کادیانی کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔

ہم نے ایک خاص دخلیاب بارگاہ کادیانی سے سنا ہے کہ وہ اپنے اتباع کو ان

گالیوں کا یہ فائدہ سنا تا رہتا ہے کہ یہ داروئے تلخ یا ایک مسہل کا نسخہ ہے۔ جس سے ان لوگوں کے دل کے بخار باہر نکل آتے ہیں۔ جن کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اگر صاحبان مذکورین کو بھی کادیانی نے یہی فائدہ سنا کر ان گالیوں کے سننے پر خوش اور اپنا تابع یا حامی کر رکھا ہے تو وہ صاحب اپنے خداداد فہم اور ایمان سے کام لے کر یہ خیال فرماویں کہ اس نسخہ کو کادیانی نے رجسٹری تو نہیں کرایا ہوا کہ اور کوئی اس کو استعمال میں نہ لا سکے بلکہ یہ تو ایسا عام نسخہ ہے کہ ہر کوئی اس کو استعمال میں لا سکتا ہے۔ دور نہ جایئے۔ اپنے مخاطب خاص شیخ سعد اللہ صاحب ہی کو دیکھ لیجئے۔ کادیانی نے ان کے حق میں یہ نسخہ استعمال کیا اور ان کو ان الفاظ سے یاد کیا تو انہوں نے اپنی نظم ملحقہ مضمون ''حملہ آسمانی دربارہ شکست کادیانی'' میں جو مالیر کوٹلہ کے مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کو بھی حلال زادہ بنایا ہے اور ایک تاریخی ثبوت اس امر کا دے دیا ہے۔ اب فرمایئے کہ اس نسخہ کا فائدہ کادیانی تک کہاں محدود و مخصوص رہا۔ آپ لوگ یہ بات کادیانی کو کہیں اور اگر آپ لوگوں کی اس نصیحت پر بھی کادیانی اس گالی گلوچ سے باز نہ آوے تو آپ لوگ اس سے اپنا تعلق قطع کریں۔

اس باب میں ہم نے ایک مستقل مضمون متعلق ''حرام زادہ'' بھی تحریر کیا ہے جو مضمون ہذا کے ساتھ شائع ہوگا وہ بھی توجہ ان احباب کے لائق ہے۔

شیخ سعد اللہ صاحب کو جوانمردی کے ساتھ مشرف باسلام ہونے اور اپنے ہندو راجپوت ماں باپ زوجہ وغیرہ اقربا کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے پر کادیانی کا اس کو ہندوزادہ کہنا بھی ان اصحاب اور دیگر اہل انصاف کے نوٹس لینے کے لائق ہے۔ یہ امر موجب عار و جالب و مستوجب طعن و طنز ہے تو کیا کادیانی کے نزدیک آنحضرت کے اصحاب کبار جن کے والد مسلم نہ تھے۔ اس خطاب کے لائق ہیں؟ کادیانی کا ایسا خیال ہے تو پھر اس کے نزدیک اسلام و مسلمانی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس صورت میں بھی اے کادیانی کے دھوکے میں آ کر تابع حامی بن جانے والو جن میں فہم و ایمان و انصاف باقی ہے۔ کادیانی کی ان باتوں کو انصاف و فہم کی نگاہوں سے آپ دیکھیں اور ایسے بدگو طاعن کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں۔ ورنہ آپ بھی ویسے ہی سمجھے جائیں گے اور آپ لوگوں سے بھی مسلمانوں کی طرف سے وہی معاملات ہوں گے جو کادیانی سے ہو رہے ہیں۔

تائید عذر سوم میں جو خامساً کادیانی نے کہا ہے کہ اگر عبداللہ آتھم مرجاتا تو اس

نشان کو دیکھ کر ہمارے پاک اور شریفوں کی جماعت میں ناپاک اور کمینہ لوگ داخل ہو جاتے۔ یہ عجب مکر چال اور فریب کا جال ہے۔ جس سے کادیانی کے دجال ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ جس پر دو روشن دلیلیں ہیں۔

اوّل! یہ کہ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو وہ دریا کے مثل ہونا چاہئے کہ اس میں ہونہار ناپاک داخل ہوکر پاک ہو جائیں اور جو مذہب ناپاک کے چھونے سے ناپاک ہو جائے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ کادیانی کا مذہب اور جماعت اگر ایسی ہے کہ ناپاکوں کے ملنے سے ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ کادیانی کے اپنے اقبال سے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ پھر کادیانی کا ایسے مذہب کو خدا کی طرف سے ٹھہرانا اور لوگوں کو اس کی طرف بلانا دجالیت نہیں تو پھر دجالیت کس کا نام ہے؟

دوسری دلیل! یہ کہ اگر شرافت اور کمینگی سے آپ کی مراد دنیاوی اصطلاح کی شرافت وکمینگی ہے۔ جس میں بعض قوموں اور بعض پیشوں کی نظر سے لوگوں کو شریف یا کمینہ سمجھا جاتا ہے تو کادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا دجالی کذب ودھوکہ ومغالطہ ہے۔ آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اور کچھ شرم وحیاء سے کام لے کر فرماویں کہ کیا آگے آپ کی جماعت میں ایسی اقوال اور پیشوں کے لوگ داخل بلکہ اس کے اکثر ممبر نہیں۔ جن کو دنیا کے لوگ کمینہ سمجھتے ہیں۔ یعنی نائی، بافندہ، راول (جوگی)، جھینور (خارش)، سوچی، چھپی (چھیپے) ڈوم وغیرہ وغیرہ گواب وہ مولوی، حکیم، مرزا وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط اجازت درخواست آپ کے ان لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جوان اقوام اور پیشوں کے لوگ آپ کی جماعت کے رکن رکین اور آپ کے دوستوں یاروں میں ہیں اور اگر شرافت سے خدا ورسول ودین واسلام کی اصطلاح میں شرافت رکھیں گے۔ مراد ہے جس کے رو سے بحکم نص ان اکرمکم عنداللہ اتقکم شریف وہ ہے جو متقی وپرہیزگار ہے اور کمینہ وہ جو بدکار ہے تو بھی آپ کا اپنی جماعت کو شریف کہنا صریح جھوٹ بولنا اور اپنی دجالیت ظاہر کرنا ہے۔

کادیانی جماعت کی اندرونی حالت

آپ اپنے گھر کی خبر لے کر اور آپ اپنی جماعت کے حالات ٹٹول کر بتادیں کہ کیا

آپ کی جماعت کے اکثر لوگ قطع نظران عقائد باطلہ کفریہ کے جو آپ نے ان کو سکھائے ہیں عام اصول اخلاق کی نظر سے بدمعاش وبدکردار نہیں ہیں۔ کیا ان میں سے آپ کے بعض جھوٹ نہیں بولتے۔ بعض زنا، شراب ومال مردم خوری، دغا بازی سے متہم نہیں ہیں۔ آپ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط درخواست واجازت ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں گے۔ جن کے سفید جھوٹ بولنے پر تحریری وحق شہادتیں موجود ہیں اور تو برکنار رہے۔ خود بدولت پریزیڈنٹ جماعت جھوٹ بولنے میں ایسے یکتا ہیں کہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وعلیٰ ہذا القیاس! آپ کے خلیفہ ارشد اوّل (بھیروی) دوم (امروہی) سوم وچہارم وپنجم (سیالکوٹی) اس جھوٹ بولنے میں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ بعض لوگ بیگانے کی عورتوں کے اغواء کے جرم میں متہم ہوکر عدالت میں جاچکے ہیں۔ جن کا ذکر ہم اشاعۃ السنۃ ص۲۹۵ نمبر۱۱ جلد۱۵ میں کر چکے ہیں۔ بعض لوگ اسلامی انجمنوں کے وکیل بن کر وصولی چندہ کے لئے باہر جاتے ہیں تو اس مال کو زنا میں خرچ کرتے اور اس سے شرابیں پیتے ہیں۔

ایک آپ کے بڑے خلیفہ جو آپ کی تصانیف ہر وقت بغل میں رکھتے ہیں جوان عورتوں کو پڑھاتے پڑھاتے ان سے مبتلا ومتہم ہوگئے۔ ان کی بھاوجہ نے دیکھ کران کو منع کیا تو اس کو ایسا ضرب شدید سے مارا کہ وہ قریب بحلاکت پہنچ گئی۔ جب اس کے شوہر سے خوف نالش ہوا تو اسے دس روپے دے کر راضی کیا۔ وہ بیچارہ اپنی غریبی کے سبب اس سے راضی ہو گیا۔ اس قسم کی کارروائیاں اس پاک جماعت کی اور بہت ہیں۔ جن کی تفصیل آپ کی درخواست پر ہوگی۔ اس بیان سے ہمارا مقصود کسی پر ذاتی حملہ نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کسی کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس سے مقصود عام لوگوں کی اصلاح ہے اور اس امر کا اظہار ہے اور ہوگا کہ یہ جماعت بلحاظ اخلاق اکثر ممبران وارکان ایسی ناپاک جماعت ہے کہ اس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا اور اس سے الگ رہنا ضروریات ایمان واسلام سے ہے۔ مسلمان اس ناپاک جماعت سے اپنے آپ کو بچادیں۔ ان دلائل سے ثابت ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ عبداللہ آتھم اس لئے نہیں مرا کہ اس کو دیکھ کر عام لوگ آپ کی شریف جماعت میں داخل نہ ہوں۔ ایک مکر چال اور فریب کا جال ہے اور وہ کسی معنی سے صحیح نہیں ہوسکتا۔ دنیاوی شرافت کا ادّعاء ہے تو وہ اکثر حصہ جماعت سے مفقود ہے اور اگر اخلاقی شرافت کا دعویٰ ہے تو وہ بھی اکثر سے مفقود ہے۔

عذر سوم کی تائید میں جو سادساً آپ نے کہا کہ معجزات انبیاء بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ عام فہم نہ ہوں اور ان کو دیکھ کر عام لوگ جن میں وضیع وکمینہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ داخل اتباع انبیاء نہ ہوں۔ اس میں اپنے مخفی کفر کا اظہار کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ کسی عام فہم معجزہ آنحضرت کے شق القمر، حضرت موسیٰ کے من وسلویٰ، فلق البحر، ید بیضاء، عصاء کے سانپ ہو جانے اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد ہو جانے وامثال ذلک کے دل سے قائل نہیں۔ کیونکہ یہ معجزات ایسے عام فہم ہیں کہ ان کو عوام سمجھ سکتے ہیں اور سمجھ گئے اور صدہا عوام ان معجزات کو دیکھ کر تابع انبیاء علیہم السلام ہوگئے۔'' **وما نریک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الرائے** (هود:۲۷) ''جن کو آپ جیسے متکبرین کمینہ سمجھتے رہے اور ان کی نظر سے انبیاء کو کہتے رہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہمارے بادی الرائے ہیں کمینہ ہیں۔'' **ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یوتیهم الله خیراً** (هود: ۳۱) ''اور انبیاء جواب میں یہ کہتے رہے کہ ہم ان لوگوں کے حق میں جن کو تم حقیر جانتے ہیں۔ نہیں کہتے کہ خدا ان کو نیکی وایمان وثواب نہ دے گا اور حدیث صحیح بخاری میں ان کی نسبت ایک جلیل الشان صحابی ابن عباس کی تقریر سے ثابت ہے:'' **سالتک اشراف الناس اتبعوه ام ضعفاهم فذکرت ان ضعفأ هم اتبعوه وکذلک اتباع الرسل** (صحیح بخاری) '' کہ انبیاء کے پیرو (ابتداء میں) وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو لوگ کمینہ سمجھتے تھے۔ مگر آپ کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک یہ معجزات عام فہم اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئے۔ ان کے بھی آپ کے نزدیک کوئی تاویلی وتحریفی معنی ہیں۔ جیسا کہ معجزات حضرت مسیح احیاء موتی وخلق طیور ابرار ابرص واکمہ کے تحریفی معنی آپ نے بیان کئے ہیں اور اس قول سے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ شق القمر کے ثبوت میں جو آپ نے سرمہ چشمہ آریہ میں دلائل لکھے ہیں۔ ان پر آپ کا دلی یقین وایمان نہیں ہے۔ وہ تقریریں ودلیلیں اپنے منافقانہ طور پر اپنے دلی اعتقاد کے برخلاف صرف میدان مناظرہ جیتنے کو بیان کئے ہیں۔ دل سے آپ معجزہ شق القمر کو (جس کو عام لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں) نہیں مانتے اور جو عام لوگ ایسے ظاہر معجزات کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کو آپ مسلمانوں میں دخل ہونے کے لائق نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک پیغمبر خدا ﷺ نے غلطی کی۔ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ ایسے عام لوگوں (بلال

عمار وصہیب وغیرہ) کو مسلمانوں میں شمار کر لیا بلکہ آپ کے نزدیک خود خدا تعالیٰ نے غلطی کی۔ (تعالی عما یقول الظالمون) کہ عام فہم معجزات انبیاء کے ہاتھ ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عام لوگ داخل اسلام ہوگئے۔

اے کادیانی کے دام افتادگان! اس انکار معجزات پر بھی کادیانی کو مسلمان کہو گئے اوراب بھی اس کے پیرو کہلاؤ گے۔ سوچو اور سمجھو اوراپنے آپ کو اس تہلکہ سے بچاؤ۔

کادیانی نے معجزہ کے عام فہم نہ ہونے کی ضرورت پر ایک دلیل قائم کی ہے جس میں نادان مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم اس دلیل کا جواب دے کر اس دھوکہ کو اٹھانا اوران مسلمانوں کو اس کے دام سے نکالنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق اس کی وہ دلیل یہ ہے کہ معجزہ ایسا عام فہم ہو تو پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا۔ ایسا بدیہی امر مشاہدہ میں آ گیا تو ایمان بالغیب کہاں رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک معجزہ کے سمجھ میں آ جانے اور بدیہی ہونے سے اوراس کا مشاہدہ ہو جانے سے وہ تمام امور غیبیہ جن پر ایمان بالغیب مطلوب ہوتا ہے جیسے خدا کی ذات وصفات ودوزخ وبہشت اوران کے احوال اور حساب وکتاب سب کے سب ظاہر عیاں نہیں ہو جاتے اور مشاہدہ میں نہیں آ جاتے ایمان کو جو بالغیب کہا گیا ہے تو انہی امور کی نسبت کہا گیا ہے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی غیب ہی رہتے ہیں۔ معجزہ میں جو امر مشاہدہ کرایا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو ان امور غیبیہ سے جداگانہ ہوتا ہے اوراس کو انہی امور غیبیہ پر ایمان لانے اور یقین دلانے کے لئے مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہونے سے وہ سب امور غیبیہ مشاہدہ میں نہیں آ جاتے۔

اب دیکھو کادیانی نے تم کو کیسا دھوکہ دیا تھا۔ مشاہدہ میں کون امر آتا ہے اوراس نے کن امور کی نسبت ایمان بالغیب کو مٹایا ہے۔ اب بھی آپ لوگ اس کو دجال نہ کہیں گے؟ اوراس کے اتباع سے دست بردار نہ ہوں گے؟

تائید عذر سوم میں جو سابعاً کادیانی ان مسلمانوں کو جو اس کو شکست یافتہ کہہ چکے ہیں نیم عیسائی کہہ کر ان پر لے دے کی ہے۔ اس کا جواب تو اس کے قول ہشتم کے جواب کے ضمن میں ایک مستقل مضمون ''حرام زادہ'' میں دیا جائے گا۔ اس مقام میں اس کی دلیل کا مغالطہ ظاہر کیا جاتا ہے جو اس قول ہفتم میں اس نے بیان کی ہے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اگرچہ میں

تمہارے نزدیک کافر و مرتد تھا مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت کا مدعی بنا تھا اور اسی اسلام کی تصدیق و تائید میں وہ پیش گوئی پیش کی تھی اس میں مجھے تم نے جھوٹا کہا تو گویا اسلام کو جھوٹا کیا۔ پھر اس کی تمثیل میں یہ مثال بیان کی کہ اگر چوہڑا یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کے مقابلہ کھڑا ہو جائے تو خدا اس کے چوہڑے ہونے کو نہ دیکھے گا بلکہ اس کی جانب اسلامی کا لحاظ کر کے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کو فتح دے گا۔ اس کے چوہڑے ہونے کے لحاظ سے عیسائیوں کو فتح نہ دے گا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ بے شک تیرا دعویٰ اظہار حمایت اسلام کا تھا اور یہ پیش گوئی بھی بظاہر اسلام کی تائید کے لئے تو نے پیش کی ہے۔ مگر در حقیقت نہ تیرا دعویٰ حمایت اسلام سچا اور مطابق واقع تھا اور نہ اس پیش گوئی سے اس اسلام کی تائید تجھے مدنظر تھی۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اور مسلمان اس کو اسلام سمجھتے ہیں بلکہ جس اسلام کا تو مدعی ہے وہ اسلام کفر کے برابر ہے جس میں خدا کی صفات سے انکار رسول پر نزول ملائکہ وحی سے انکار معجزات انبیاء سے انکار، اعتقادات اسلامی سے انکار، ایسے ہی کفریات تیرے خانہ ساز اسلام میں اور ہیں جن کی تفصیل اس رسالہ میں ہو چکی ہے۔ اسی خانہ ساز اسلام کی تائید اور تصدیق کے لئے تو نے پیش گوئی کی تھی۔ لہٰذا اس میں تجھے جھوٹا کہنا اسلام کو جھوٹا کہنا نہ ہوا بلکہ اس کفر کو جھوٹا کہنا ہوا جس کو تو اسلام کے نام سے دنیا میں پھیلانا اور ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے۔ اس سے تیری تمثیل کا جواب ادا ہوا۔

اب مزید تشریح کے لئے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جاتا ہے کہ اگر چوہڑا یا چمار بظاہر اسلام کا نام لے کر عیسائیوں کا یا اور کسی کے مقابلہ کرے اور در حقیقت وہ اس ذریعہ سے اپنے دین لال بیگی کو مدد پہنچانا چاہتا ہو اور اس کا مقصود یہ ہو کہ اسلام کا نام سن کر لوگ میرے دام میں آ جائیں گے تو میں ان کو لال بیگی بناؤں گا تو خدا تعالیٰ جو دل کے بھید جانتا ہے اور وہ الفاظ اور ظاہری بیان پر کسی کا دھوکہ نہیں کھاتا، اس کو اس مقابلہ میں گو عیسائیوں یا اور مخالفین اسلام سے ہو ذلیل کرے گا۔ ہرگز ہرگز فتح یاب نہ کرے گا اور ساتھ ہی اِس کے اُس کے مقابلین مخالفین اسلام کو بھی ذلیل کرے گا۔ جیسا کہ کادیانی کے مباحثہ میں ہوا۔ کادیانی کو بھی خدا نے ذلیل کیا اور عیسائیوں کو بھی جن سے اس مباحثہ میں کچھ بن نہ پڑا۔ (ہمارا ریویو مباحثہ دیکھو اور فریقین کی ذلت کا معائنہ و مشاہدہ کرو)

تائید عذر سوم میں جو تاسعاً اس نے اپنے دام سے نکلنے والوں کو دھمکی دی ہے وہ فضول یا تحصیل حاصل ہے جو لوگ اس کے دام میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ اگر کادیانی دن کو رات کہے تو وہ لوگ ستارے دکھانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ (جس کا موجب وسبب ان کی خود غرضی ہے اور گوشت پلاؤ خوری یا اپنے مذہب لامذہبی ونیچریت کی اشاعت) وہ تو اس کے دام سے نکلنے کے نہیں۔ جب تک کہ اس کی پوری کساد بازاری نہیں ہو جاتی اور جو لوگ دھوکے میں آ کر اس کے دام میں پھنس گئے تھے ان میں سے بہت نکل گئے۔ جواب اس کو جھوٹا اور بے حیا کہتے ہیں اور رہے سہے آئندہ وقتاً فوقتاً نکلتے جاویں گے۔ جوں جوں اس کی دھوکہ بازیاں حیلہ سازیاں دیکھیں گے، لہٰذا اس کی یہ دھمکی اس فریق کے حق میں فضول اور لاحاصل ہے اور پہلے فریق کے حق میں تحصیل حاصل۔ اب رہا کادیانی کے قول ہشتم کا جواب جس میں اس نے اپنے معترضین ومخالفین کو حرام زادہ وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ سو ایک مستقل مضمون ''حرام زادہ'' میں ادا ہونا مناسب ہے۔ جو بعد اختتام تکملہ مضمون ہذا شروع ہو گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

تکملہ مضمون لعنت اللہ

اشتہار ایک ہزار مؤرخہ ۹؍ستمبر ۱۸۹۴ء اور رسالہ بے انوار کے بعد کادیانی نے تین اشتہار (ایک دو ہزار کا، ایک تین ہزار کا، ایک چار ہزار کا) اور شائع کئے ہیں اور رسالہ بے انوار اکیس صفحے کو بڑھا کر باون صفحہ (انوار الاسلام ص۵۲، خزائن ج۹ ص۵۲) میں دوبارہ شائع کیا۔ ان سب اشتہارات ورسالہ مکررہ میں جو نئی باتیں اصل مقاصد اشتہار ایک ہزار ورسالہ اوّل کے متعلق کادیانی نے کہی ہیں ان کے جوابات ہم نے اس مضمون میں ادا کر دیئے ہیں۔ اس تکملہ میں بعض زائد باتوں کا جواب دیا جاتا ہے اور بعض باتوں کو صرف ناظرین کی توجہ وانصاف کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ باتیں محتاج متقاضی جواب نہیں۔ صرف ناظرین کی توجہ چاہتے ہیں۔

ازانجملہ نمبر اوّل یہ ہے جو کمال توجہ ناظرین کے لائق ہے کہ کادیانی اشتہار دو ہزار کے ص۴ اور نیز رسالہ بے انوار مکررہ کے ص۳۶ (خزائن ج۹ ص۳۷) میں اپنی عمر ساٹھ برس کے قریب بیان کی ہے۔ اس سے کادیانی کے اس دعویٰ کا کذب وافتراء ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس

نے رسالہ (نشان آسمانی ص۱۴، خزائن ج۴ ص۳۷۴) میں کیا اور کہا کہ: ’’یہ عاجز (کادیانی) اپنے عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر ہی گئے۔ دیکھو براہین احمدیہ ص۲۳۸‘‘

یہ دعویٰ کادیانی نے اپنے مہدی ہونے کے لئے کیا تھا۔ ایک شخص نعمت اللہ مشہور ولی ہانسوی نے موعود مہدی کی بابت ایک قصیدہ میں پیش گوئی کی تھی۔ اس میں مہدی کی علامت یہ بھی لکھی تھی جو اس کے بیت ذیل میں بیان ہوئی ہے ؎

تا چہل سال اے برادر من دور آن شہسواری بینم

کادیانی نے اس قصیدہ کو کھینچ تان کر اپنے اوپر جمایا تو اس بیت کی شرح میں وہ دعویٰ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چالیسویں سال عمر میں میں نے الہام وامامت کا دعویٰ کیا ہے اور چالیس سال اس دعویٰ سے میری زندگی اور ہوگی۔ لہٰذا مہدی موعود اور اس شعر کا مصداق میں ہی ہوں۔

یہ دعویٰ کادیانی نے مارچ ۱۸۸۲ء میں کیا تھا۔ چنانچہ (براہین احمدیہ ص۲۳۸، خزائن، ج۱ ص۲۶۴) میں خود اس نے یہ سن وسال بتایا ہے اور اسی سال میں یہ حصہ براہین احمدیہ کا مطبع ہوا تھا۔ سو اس ۱۸۸۴ء سے کادیانی کی عمر چہل سالہ میں ۱۸۹۴ء تک بارہ یا تیرہ سال ملانے سے ۱۸۹۴ء کو اس کی عمر باون یا ترپن برس کی بنتی ہے اور اس امر کا کادیانی کا یہ اقرار واظہار اشتہار چار ہزار ورسالہ بے انوار صاف جھٹلاتا ہے اور یہ یقین دلاتا ہے کہ جو کادیانی نے دعویٰ مندرجہ رسالہ نشان آسمانی میں ۱۸۸۲ء کو اپنی عمر گھٹائی اور چالیس برس کی بتائی تھی۔ اس میں دروغ بیانی اور بے ایمانی کی۔ اس اظہار واقرار کے رو سے اس وقت اس کی عمر ساٹھ برس کے قریب ہے تو ۱۸۸۲ء میں دعویٰ الہام امامت کے وقت اس کی عمر اڑتالیس برس کے قریب ہونی چاہئے۔ اس سے یا تو اس کے دعویٰ مہدی ہونے اور اس بیت ہانسوی کا مصداق ہونے کا جھوٹا ہے اور یا اس کا وہ الہام جھوٹا ٹھہرتا ہے کہ وہ اسّی برس کی عمر تک زندہ رہے گا۔ اس دعویٰ مندرجہ نشان آسمانی کے وقت اس کو یہ الہام نہ ہوا اور اس کے ملہم کو بھی (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) یہ علم تھا اور اس وجہ سے وہ اس کو یہ الہام نہ کر سکا کہ آپ کے قلم سے اشتہارات ۱۸۹۴ء میں ساٹھ برس کی عمر کا اقرار نکل کر شائع ہو جائے گا اور نہ اس وقت جب

کہ اس نے اپنے ان اشتہارات میں اس اقرار کو شائع کیا۔ اس کو اور اس کے ملہم کو وہ دعویٰ نشان آسمانی یاد رہا۔ اس موقع پر آپ نے اور آپ کے ملہم نے مثل مشہور ''دروغگو را حافظہ نباشد'' کو خوب سچا کر دکھایا اور قرآن مجید کی اس آیت کو ''**ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً** (النساء:۸۲)'' اور اس مقولہ صادقہ کو **رجل قضی علی نفسہ** اچھی طرح تصدیق کیا۔ جب کادیانی کا رسالہ نشان آسمانی شائع ہوا اور اس میں اس کا یہ دعویٰ میری نظر سے گزرا تو میں نہایت متعجب ہوا اور میں نے لوگوں سے کہا کہ کادیانی مجھ سے بڑی عمر کا ہے۔ جب میں کادیانی کے ساتھ مولوی گل علی شاہ بٹالوی سے شرح ملّا وغیرہ پڑھتا تھا تو اس وقت میری داڑھی مونچھ کا نام نشان نہ تھا اور کادیانی کی داڑھی اس وقت اتنی لمبی تھی کہ ہاتھ میں پکڑی جاسکتی تھی اور وہ اس وقت طب کی کتاب شرح اسباب پڑھتا تھا اور جب کہ میری عمر اس وقت سال اشاعت رسالہ نشان آسمانی کادیانی میں پچاس سے متجاوز ہے تو کادیانی کی عمر ضرور ساٹھ سے متجاوز ہوگی اور میں اس فکر میں تھا کہ اس کی پیدائش کے واقفوں سے شہادت بہم پہنچا کر اس دعویٰ میں اس کا جھوٹ ظاہر کروں۔ سو خداتعالیٰ نے کمال احسان کیا کہ اس کے منہ سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا اور اس کے قلم سے اس کا یہ اعتراف ان اشتہارات میں شائع کرادیا کہ میں ''ساٹھا پاٹھا ہوں'' فالحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً!

کادیانی کے ایسے سفید جھوٹ ظاہر ہونے پر بھی اس کے دام افتادہ اس کے دام سے نہ نکلیں گے تو پھر ان کی رہائی کی کوئی امید نہیں۔ ''**ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلاً** (الاسراء:۷۲) **ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور** (النور:۴۰)''

وازانجملہ نمبر۲ کہ وہ بھی کمال توجہ ناظرین کے لائق ہے یہ ہے کہ اس اشتہار کے ص۴ میں آپ نے مسٹر عبداللہ آتھم کے اس خط[8] اور عہد کو جو کادیانی کے رسالہ حجۃ اردو سے منقول ہے ذکر کر کے اس سے ایک عمدہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ (مسٹر عبداللہ آتھم) ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں کیونکہ ایسا شخص جو اپنے مسیحی عقائد پر دل سے مطمئن ہو۔ وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دے گا۔

کادیانی کے اس نتیجہ سے دو نتیجہ ایسے نکلتے ہیں جن سے کادیانی کے اسلام اور الہام

کی کیفیت اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔ بشرطیکہ غور وتوجہ سے ان کو دیکھا جاوے۔

اوّل! نتیجہ یہ کہ کادیانی کو عقائد اسلامی پر اطمینان نہیں ولہٰذا وہ درحقیقت مسلمان نہیں۔ کیونکہ یہی بات جس سے کادیانی نے عبداللہ آتھم کا عقائد مذہب عیسائی پر بے اطمینان ہونا نکالا ہے۔ کادیانی خود اپنے منہ سے کہہ چکا ہے کہ: ''اگر عیسائی اس کو بالمقابلہ نشان آسمانی دکھائیں گے تو وہ مذہب اسلام کو ترک کر کے عیسائی ہو جائے گا۔'' اس کا یہ اقرار رسالہ حجت الاسلام ص۷، خزائن ج۶ ص۴۸ میں منقول ہے۔ (اصل عبارت یہ ہے: ''فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرلے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے'') لہٰذا از روئے انصاف کادیانی کے اس اقرار سے بھی وہی نتیجہ نکالنا لازم ہے۔ جو اس نے عبداللہ کے عہد واقرار سے نکالا ہے کہ کادیانی اسلامی عقائد پر مطمئن نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے سچے عقائد پر دل سے مطمئن ہوتا ہے۔ وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ میں بعض نشانوں کے دیکھنے سے اپنے ان عقائد کو ترک کر دوں گا۔ اے حضرات ناظرین! اگر یہ نتیجہ لازمی ہے (اور آپ ضرور مانیں گے) تو اس سے وہ ہمارا دعویٰ جس کو ہم بارہا ظاہر کر چکے ہیں کہ کادیانی زندیق دہریہ ہے۔ وہ درحقیقت اسلام یا کسی اور مذہب آسمانی کا قائل وپابند مصدق نہیں ہے اور وہ اسلام کے دعویٰ اور اس کی زبانی حمایت سے صرف مسلمانوں کو دام میں لانا اور ان کا مال لوٹ لوٹ کر کھانا چاہتا ہے۔ ثابت ومدلل ومبرہن ہوا۔ اب انصاف آپ لوگوں پر ہے۔''

دوسرا نتیجہ اس کے نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ کادیانی کی پیش گوئی موت عبداللہ آتھم نے عبداللہ آتھم پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ عقائد مذہب عیسائی میں اس کی پیش گوئی سے ڈر کر مذبذب یا متزلزل نہیں ہوا بلکہ وہ پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل تھا۔ چنانچہ کادیانی نے اس نتیجہ وبیان میں تسلیم کیا ہے اور اس کے سیالکوٹی حواریوں نے بھی اس اشتہار مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ میں جو نور افشاں ۲۱؍ستمبر ۱۸۹۴ء کے مندرجہ نوٹس عیسائیوں کے جواب میں انہوں نے شائع کیا ہے۔ اس کو تسلیم کیا ہے اس نتیجہ لازمہ سے تیسرا نتیجہ نکلتا ہے کہ اب جو کادیانی ان اشتہارات میں یہ کہہ رہا ہے کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر عیسائی عقائد میں متزلزل ہوگیا ہے اور اگر وہ نہیں ڈرا تو وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوں اور اس میں کبھی ایک ذرہ

متزلزل نہیں ہوا اور اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھے ذلت کے ساتھ ایک سال کے اندر موت آوے۔ یہ محض کادیانی کی آبلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ کادیانی کو بشہادت اس نتیجہ کی جواس نے عبداللہ آتھم کے خط اور عہد سے نکالا ہے۔ خوب یقین ہے کہ عبداللہ آتھم پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل ہے اور اس پر میری پیش گوئی کا کوئی اثر نہیں پڑا اور عبداللہ آتھم کا قسم کھانے پر مستعد نہ ہونا بھی اس وجہ سے ہے کہ:''پہلے ہی سے متزلزل ہے اور اس تزلزل کی وجہ سے وہ کبھی قسم نہ کھائے گا۔ خواہ کتنے ہزار کا اشتہار دیا جائے۔ مگر میرے احمق اتباع اس بات کو نہیں سمجھتے اور نہ سمجھیں گے۔ چلو! ان کو اسی دام میں لاؤ کہ وہ پیش گوئی کے اثر سے عقائد عیسائی میں متزلزل ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے قسم نہیں کھاتا اور اس پر ہزاروں کے اشتہار جاری کرتے جاؤ۔ دینی تو کوڑی بھی نہیں پڑے گی اور مفت میں بیسیوں الّو سیدھے ہوں گے۔ افسوس صد افسوس! ہزار افسوس، لاکھ افسوس!! کادیانی کے دام افتادہ واقعی ایسی عقل کے آدمی ہیں کہ وہ کادیانی کے اس فریب کو نہیں سمجھتے۔ باوجودیکہ اس کی تحریرات واشتہارات میں اس کا اعتراف پڑھ چکے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے عقائد عیسائی مذہب میں متزلزل تھا۔ پھر اتنا نہیں سوچتے کہ پھر اس پیش گوئی کا اس پر اثر کیا ہوا۔ نہیں ہوتو پھر لاکھوں ہزاروں کے اشتہار دے کر اس پر زور دیا جاتا ہے کہ تم قسم کھاؤ کہ میں کبھی تثلیث الوہیت وابنیت کے اعتقاد میں ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔''

الحق کادیانی کی محبت نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کانوں کا بہرہ زبانوں کو گونگا دل کو مردہ، نہ وہ خود دل سے سوچتے ہیں نہ آنکھ سے سمجھانے والوں کا کلام پڑھتے ہیں اور نہ کان سے سنانے والوں کی بات سنتے ہیں اور نہ زبان سے کسی ہادی سے راہ ہدایت پوچھتے ہیں۔ اشاعۃ السنۃ جیسا ہادی صریح البیان قوی البرہان نقارہ کی چوٹ سے کادیانی کے فریب ظاہر کر رہا ہے وہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ ان کو کادیانی نے یہ کہہ رکھا ہے کہ خبردار! اس رسالہ کو نہ دیکھنا۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''

وازانجملہ نمبر۳ ہے کہ جواس (اشتہار تین ہزار ص۱۰، مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص۷۶) میں بجواب اس اعتراض کے اگر رائٹ صاحب کے مرجانے سے ڈاکٹر کلارک صاحب ہاویہ میں پڑ گیا ہے تو پھر کیا آپ کے کئی مریدوں کے عیسائی ہوجانے سے آپ ہاویہ میں نہ پڑے۔ کادیانی نے کہا ہے کہ وہ لوگ منافقانہ طور پر سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کا

بدچلن ہونا معلوم کر کے میں نے ان کو اپنے مکان سے نکال دیا اور بیعت کے سلسلہ سے خارج کر دیا تھا۔ پھر کہا کہ قادیان میں آؤ اور اس کا ثبوت لو۔ یہ بات بھی توجہ ناظرین کے لائق ہے۔ آپ نے کیا آسان طریق ثبوت کا بتایا ہے۔ معترض دہلی میں رہتا ہے تو وہ ثبوت لینے قادیان میں آوے۔ پھر آپ اس کے سامنے اپنے مریدوں اور خادموں کھلوا دیں گے کہ ہاں واقعی اس کو مکان سے نکالا گیا تھا۔

اے صاحب! آپ نے اس ثبوت کی جگہ بذریعہ اشتہار جو آپ کا رات دن کا شعار اور ہر وقت کا ہتھیار ہے کیوں شائع نہ کر دیا کہ فلاں فلاں بدچلن ہیں۔ منافقانہ طور پر بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ہم نے ان کا بدچلن ہونا معلوم کر کے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے لائق بیٹے کو عاق کرنا اور عاجزہ اور عمر رسیدہ بیوی کو طلاق دینا صرف اس قدر گناہ کے بدلے کہ وہ آپ خیالی زوجہ دختر احمد بیگ کا دوسرے سے نکاح ہو جانے پر راضی یا ساعی تھے۔ بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا تھا اور کئی بار اپنی زوجہ کا حاملہ ہونا مشتہر کر دیا جو برخلاف عام رسم شرافت ہے۔

وازانجملہ نمبر۴ یہ ہے کہ کادیانی نے اسی اشتہار کے ص۶ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۲۱) میں کسی کا یہ اعتراض کہ: ''آئندہ قسم کھا جانے پر آتھم کی موت کے لئے ایک سال کی میعاد کیا ضرورت تھی۔'' نقل کر کے اس کے جواب میں ایک بات یہ کہی ہے کہ یہ میعاد الہام سے مقرر ہو چکی ہے۔ اس میں چون و چرا کرنا نہایت بے جا و گستاخی ہے۔ پھر ص۷ میں دوسری بات یہ کہی ہے کہ اگر عبداللہ آتھم یہ اقرار کر لیں کہ مسیح ابن اللہ ان کو ایک سال تک نہیں بچا سکتا تو ہم اس اقرار کے بعد تین ہی دن منظور کر لیں گے۔ یہ دوسری بات اپنے اشتہار دو ہزار میں بھی بصفحہ۴ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۶۳) لکھی ہے۔

اے حضرات! ناظرین ان باتوں کو آپ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو ایک کو دوسرے کے مکذب پائیں گے۔ پہلے بات میں صاف تصریح ہے کہ یہ تحدید و تعیین الہامی ہے۔ اس میں تبدیلی ممکن نہیں بلکہ تبدیلی کی درخواست کرنا گستاخی ہے۔ لہٰذا وہ دوسری بات کی مکذب ہے اور صاف بتاتی ہے کہ ایک سال کی جگہ تین دن مقرر کرنا ممکن نہیں ہے اور دوسری بات میں کادیانی نے جو اس تبدیلی کا وعدہ کیا ہے تو اس میں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا ہے۔ دوسری بات میں صاف کہا گیا ہے کہ عبداللہ آتھم کے اقرار مذکور پر اس میعاد ایک سال

کا تین دن سے بدل جانا ممکن ہے اور اس تبدیلی کے لئے کادیانی کو اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا وہ پہلی بات کی مکذب ہے اور صاف بتاتی ہے کہ وہ تحدید التعیین الہامی نہیں ہے۔ الہامی ہوتی تو اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی اور یہ تعارض وتخالف دونوں باتوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ ان میں الہام کا دخل ہی نہیں جو ہے سو شیطانی احتلام ہے اور کادیانی کا ڈھکوسلہ کادیانی کے دام میں عقل کے اندھے، گانٹھ کے پورے پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ ان کو جو کچھ کہتا ہے وہ اس کو بے سوچے مان لیتے ہیں۔

پہلی بات کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا کہ یہ بات آپ کی وہ شخص مان لے گا جو آپ کو ملہم اور آپ کی اس تحدید میعاد کو الہامی مان چکا ہو۔ ایسا شخص آپ پر اعتراض ہی کیوں کرے گا اور جو معترض ہے وہ تو آپ کو ملہم اور آپ کی کلام کو الہام نہیں مانتا۔ بلکہ آپ کو دجال کذاب اور آپ کے الہام کو احتلام شیطانی جان کر یہ اعتراض کرتا ہے۔ پھر کیا اس کے جواب میں آپ کا اس بات کو پیش کرنا صحیح ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ میں کچھ بھی شرم ہوتی تو اس کے جواب میں آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ کی جاتی۔ دوسری بات سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قسم کھانے والے کی تحدید میعاد ایک سال کی حتمی نہیں ہے۔ اس کا بدل دینا آپ کے اختیار میں ہے۔ اس سے ہم کو حق پیدا ہو گیا ہے کہ جو قسم ہم آپ کی درخواست پر کھانا چاہتے ہیں۔ اس کی میعاد سزا بصورت ناراستی تین دن ہی مقرر کرا دیں۔ اس بات کو آپ اور جملہ ناظرین یاد رکھیں۔ یہ نوٹس لینے (یاد رکھنے) کے لائق ہے۔

وازانجملہ نمبر۵ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار ص۲۱ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۷۹) آپ نے یہ دعویٰ ’’کو خوف اور ایمان لانے کے وقت کافروں سے دنیوی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔‘‘ پیش کر کے اس کی تمثیل وتائید میں قریب الغرق کشتیوں کے دعا وعاجزی سے بچ جانے اور مکہ کے کافروں سے عذاب جھوٹے وعدہ ایمان پر قحط ٹل جانے کو ذکر کر کے اس پر ہم سے حلفی شہادت کی درخواست کی ہے۔

اس کے جواب میں ہم کادیانی کو کہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو اطلاع دیتے ہیں کہ قریب الغرق کشتی والے کافروں سے غرق ہونے کا عذاب اور مکہ والے کافروں سے قحط کا عذاب بے شک تضرع و وعدۂ ایمان سے ٹلایا گیا۔ مگر یہ عذاب قطعی موعود نہ تھا۔ لہٰذا ایسے نظائر کو کادیانی کا پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ظاہر کرنا ہے

اور جو عذاب خدا کی طرف سے قطعی موعود ہوا ہے اور اس میں ہلاکت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ کبھی نہیں ٹلا۔ اس پر ہم قسم کھانے کو حاضر و مستعد ہیں۔ مگر پہلے کادیانی وعدہ کرے کہ درصورت ہماری قسم کے ناراست ہونے جو اثر اس کا ہم پر پڑے گا وہ تین ہی دن میں ظاہر ہو گا۔ جیسا کہ کادیانی نے عبداللہ آتھم سے بھی وہ وعدہ کیا ہے اور اس کا ذکر ابھی قول نمبر چہارم میں ہو چکا ہے اور یہ بھی بتاوے کہ وہ اثر کیا ہوگا اور وعدہ کرے کہ درصورت ظاہر نہ ہونے سے اس اثر کے کادیانی اس سزا کو جو ہم تجویز کریں گے۔ منظور کرے گا۔ اس منظوری کے بعد ہم اس کے لئے سزا مناسب تجویز کریں گے۔ جس سے روز کے جھگڑوں سے اسلامی دنیا کو امن حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

وازانجملہ نمبر۶: جو پوری توجہ ناظرین کے لائق ہے یہ ہے کہ اسی (اشتہار تین ہزار ص۱۴،۱۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۸۲) میں اور نیز (اشتہار چار ہزار ص۱،۲، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۹۰) میں کادیانی نے اپنے مخلص مریدوں کے اس سوال کہ: ’’ازروئے انصاف قسم کھانا عبداللہ آتھم پر واجب نہیں۔‘‘ کے جواب میں کہا ہے کہ ایام پیش گوئی میں ڈر جانے کا عبداللہ آتھم نے رورو کے اقرار کیا ہے۔ اس میں اس کو عذر ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ ڈر جانا پیش گوئی کے اثر سے نہ تھا کہ تمہارے فرستادہ قاتلوں سے جنہوں نے کئی دفعہ مجھ پر حملہ کیا۔ لہٰذا اس کا بار ثبوت عبداللہ آتھم پر ہے کہ وہ پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ بلکہ قاتلوں سے ڈرا ہے۔ جیسے اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جاوے اور وہ اس امر کا اقراری ہو جاوے کہ میں اس گھر میں بلا اجازت داخل ہوا مگر اس کے ساتھ یہ عذر کرے کہ میں صرف حقہ پینے کے لئے آگ لینے گیا تھا تو وہ صرف اتنی بات کہہ دینے سے جرم مداخلت سے بری نہیں ہوسکتا بلکہ اس پر اس بات کا بار ثبوت ہے کہ وہ چور نہیں بدچلن نہیں۔ صرف آگ لینے گیا تھا، نہ کسی اور بدنیت سے۔ اس بات کو کسی بیرسٹر یا جج سے پوچھو گے تو یہی جواب قانونی پاؤ گے۔

حضرات ناظرین! اس میں کادیانی نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ مسلمان پھر مہدی موعود مسیح مسعود، مجدد، محدث وغیرہ کہلا کر اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے صرف قانونی شہادت کو پیش کیا اور جج و بیرسٹر کا حوالہ دیا۔ کسی آیت قرآن یا حدیث یا قول مذہب کو پیش نہ کیا۔ جس سے اس کا دعویٰ ثابت ہوتا کہ عبداللہ آتھم اس کی پیش گوئی سے ڈر گیا تھا۔ اسلام میں تو بار

ثبوت مدعی پر ہوتا ہے نہ مدعا علیہ پر۔ جو لوگ اس کو مسلمان اور مسیح مہدی سمجھتے ہیں ان پر افسوس ہے کہ وہ اس کی ایسی باتوں پر بھی اس کو شرمندہ نہیں کرتے اور اس کو فریبی جان کر اس سے دست بردار نہیں ہوتے اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مہدی مسیح ہو کر بجائے آیت وحدیث انگریزی قانون پیش کرتا ہے۔ پھر یہ کیونکر مہدی و مسیح ہو سکتا ہے۔

دوسرا یہ دھوکہ کہ یہ نظیر بھی اس کے دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ عبداللہ آتھم کا یہ اقرار واظہار کہ میں کادیانی کے قاتلوں سے ڈر گیا تھا۔ اس شخص کے اقرار کی مانند ونظیر نہیں ہے۔ جس نے کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس جانے کا اقرار کیا اور پھر عذر کیا ہو کہ میں آگ لینے گیا تھا۔ یہ شخص اس جرم استغاثہ یعنی بلا اجازت دوسرے گھر میں گھس جانے کا اقراری ہو کر اس جرم کو ایک فعل جائز بناتا ہے اور نیت جائز سے اس کو جرم کی حد سے خارج کرتا ہے۔ اس لئے اس پر اس فعل کے جائز اور نیک نیت کا ثبوت دینا قانوناً ضروری ہے۔ بخلاف عبداللہ آتھم کہ وہ اپنے فعل ڈرنے کے اقرار میں کادیانی کے دعویٰ خوف کا معترف نہیں ہوا۔ یعنی ایسے ڈرنے کا اقرار نہیں ہوا جس کو الہام یا پیش گوئی سے تعلق ہو بلکہ وہ اس سے مغائر بلکہ متبائن خوف یعنی کادیانی کے فرستادہ قاتلوں سے ڈرنے کا اقراری ہوا ہے۔ لہٰذا اس خوف کے اقرار میں کادیانی کے دعویٰ خوف کا اقرار پایا نہیں جاتا اور نہ اس دعویٰ کے خلاف کا بار ثبوت قانوناً عبداللہ آتھم پر ہے۔ ہاں! اگر کادیانی عبداللہ آتھم پر زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرے اور یہ کہے کہ اس نے مجھے ناحق قاتل اور خونی بنایا ہے تو اس وقت بار ثبوت اس امر کا کہ جو لوگ عبداللہ آتھم کو مارنے کے لئے کئی دفعہ حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ کادیانی کے فرستادہ تھے۔ عبداللہ آتھم پر ہوگا۔ کادیانی کے اس دعویٰ کا ثبوت کہ عبداللہ میری پیش گوئی کے غیبی اثر سے ڈرا تو کادیانی پر ہے نہ عبداللہ آتھم پر جس نے کادیانی کے دعویٰ کے برخلاف اور قسم کے ڈرنے کا اعتراف کیا ہے نہ عین اس خوف کا جس کا کادیانی کو دعویٰ ہے یا اس کی جز اس کے ماتحت شاخ کا۔

حضرات ناظرین! آپ جس جج یا بیرسٹر سے پوچھیں گے یہی قانونی جواب پائیں گے اور اس بات پر ایمان لائیں گے کہ اس نظیر کو پیش کرنے میں کادیانی نے دھوکہ دیا ہے اور یہ شخص بڑا ہی دھوکہ باز حیلہ ساز ہے۔ دھوکہ بازی حیلہ سازی کے سوائے اس میں کوئی کرامت یا لیاقت نہیں ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی مان لیں گے کہ اس کی دھوکہ بازیوں کو

کھولنے اور ظاہر کرنے والا بھی اس وقت اشاعت السنۃ ہی ہے جو اس کی باتوں کے تہ کو پہنچتا ہے۔ اس دھوکے کے بعد اشتہار چار ہزار میں کادیانی نے قسم کے متعلق عیسائیوں سے مذہبی بحث کی ہے۔ اس کے متعلق جو مناسب تھا۔ ہم تکملہ سے پہلے اصل مضمون میں لکھ چکے ہیں۔

وازانجملہ نمبر۷ جو گورنمنٹ کے (جس کے ہاتھ میں کادیانی کے جرم تخویف مجرمانہ کی سزا ہے) اور جملہ ناظرین کی (جن کے اختیار میں کادیانی کے ملہم ہونے کا فیصلہ ہے) توجہ کے لائق ہے۔ یہ ہے کہ (اشتہار چار ہزار ص۲، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۹۲ حاشیہ دوم اخیر سطر) میں لکھا ہے کہ: ''ان کے (یعنی عبداللہ آتھم کے) حق میں موت کی پیش گوئی ان کی درخواست کی تھی۔ نہ خودبخود۔ کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔''

حضرات ناظرین! اس قول سے کادیانی نے ہمارے اس بیان کی تصدیق کی کہ یہ پیش گوئی ہے کہ یہ پیش گوئی کادیانی نے ایک طالب نشان (عبداللہ آتھم) کو نشان دکھانے کے لئے کی ہے جو درحقیقت اس کے لئے نشان نہیں ہوسکتی۔ جس کی تفصیل وبیان مذکور میں بخوبی ہوچکی ہے۔ ومعہذا اس قول میں یہ کادیانی نے سخت دھوکہ دیا ہے جو کمال توجہ گورنمنٹ کے لائق ہے۔ بے شک عبداللہ آتھم نے کادیانی سے آسمانی نشان اور معجزہ طلب کیا تھا اور اس کے وہ دیکھنے کے بعد ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا وعدہ بھی اس نے کیا تھا۔ مگر یہ سوال نہ کیا تھا کہ بتاؤ میری موت کب ہوگی بلکہ اس کے برخلاف ایسے نشان کا سوال کیا تھا۔ جس کو وہ زندہ رہ کر دیکھ سکے اور اس کو دیکھ کر ایمان لاوے۔ ایسے شخص کو ایسے سوال کے جواب میں رکھنا کہ تو ایمان لے آ۔ ورنہ تو مارا جائے گا۔ تخویف مجرمانہ ہے اور ایک حرامزادگی کی بھری ہوئی دھمکی ہے۔ نہ نشان آسمانی طالب نشان کے لئے اسی کی موت نشان ہو تو وہ اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہے اور اس کے لئے وہ نشان کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیا مرنے کے بعد وہ اس کو دیکھ سکتا ہے اور اس پر ایمان لاسکتا ہے۔

رسالہ (انوارالاسلام) بے انوار ص۵۲ صفحی میں تو کادیانی نے بہت سے عجیب گل کھلائے ہیں۔ مگر ہم اس تکملہ میں ان کی صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ باقی کو نظرانداز کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ نمبر۸ ہے جو (انوارالاسلام ص۲۶، خزائن ج۹ ص۲۷ حاشیہ) میں بجواب اس سوال جوان مرد شیخ سعد اللہ لدھیانوی کے کہ اگر رائٹ صاحب کے موت کے

سبب ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑے ہیں تو حکیم نورالدین کے ایک ہی لڑکے کے فوت ہوجانے کے سبب تم اور تمہارے حواری نوردین ہاویہ میں نہ پڑے؟ کہا ہے کہ مولوی نوردین کا بچہ نادان شیرخوار تھا۔ وہ فریق کے لفظ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حاشیہ درحاشیہ میں کہا ہے کہ اس تحریر کے بعد مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سوگیا تو خواب میں دیکھا کہ مولوی نوردین کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہی کا ہے۔ میں نے حکیم صاحب کو کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد (یعنی متوفی لڑکے کے) آپ کو یہ لڑکا دیا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیت گزری: ’’**مـا نـنـسـخ مـن اٰیة او نـنـسهانات بخیر منها او مثلها**‘‘ اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا کی طرف سے اس کا (سعدی کا) جواب ہے۔

ناظرین! ان دنوں جب آپ کو یہ الہام ہوا ہے۔ حکیم صاحب کی گھروالی حاملہ تھی۔ اس حمل کی امید پر آپ نے یہ الہام گھڑ لیا تھا اور یہ سوچا کہ لڑکا ہوا تو میرا الہام سچا ہوگا۔ ورنہ کچھ اور کہہ دیا جائے گا۔ چنانچہ اپنے گھروالی کے دو تین حملوں کی نسبت کہا گیا ہے۔

حضرات ناظرین! سعدی صاحب کے اس سوال کے جواب میں جو کچھ کادیانی نے کہا ہے وہ محض مغالطہ ہے۔ سعدی صاحب نے یہ نہ کہا تھا کہ بچہ بھی فریق میں داخل ہے اور اس کا مرجانا اس کے لئے ہاویہ ہوا ہے۔ انہوں نے تو یہ اعتراض کیا تھا کہ جیسے رائٹ کے مرجانا کلارک کے لئے غم والم کے سبب ہاویہ بنایا گیا ہے۔ ویسا ہی اس بچہ شیرخوار کا مرجانا حکیم نوردین کے غم والم کا باعث ہوا اور ان کے ذریعہ سے آپ کے غم والم کا باعث ہوا اور اس سبب سے آپ دونوں کو ہاویہ نصیب ہوا۔ اب بتاؤ اس اعتراض کے جواب میں کادیانی کا یہ کہنا کہ بچہ داخل فریق نہ تھا۔ دھوکہ اور مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس جواب کے بعد جو آپ نے متوفی لڑکے کے بدلے دوسرا لڑکا پیدا ہونے کا الہام سے مژدہ دیا تھا۔ وہ ڈھکوسلہ نکلا۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ حکیم صاحب کے مشکوئے معلیٰ میں دختر پیدا ہوئی ہے۔ پس یہ وار تو خالی گیا آئندہ دیدہ باید کہ شتر بکدام پہلو نشیند!

ازانجملہ نمبر۹ ہے جو اس رسالہ ص۲۷ حاشیہ خزائن ج۹ ص۲۸ میں سعدی صاحب کے اس اعتراض کے جواب میں کہ اگر مباحثہ کے بعد دو پادری بیمار ہوگئے ہیں تو تم بھی تو اکثر بیمار رہتے ہو۔ کہا ہے کہ اگر اس عرصہ میں میں بیمار رہا تو تمام عربی کتابیں کس نے لکھی ہیں؟

ناظرین! کیا یہ جواب مغالطہ نہیں ہے؟ اے حضرات منصفین کیا یہ امر ممکن بلکہ

واقع نہیں ہوا کہ کتاب کوئی لکھے اور نام کسی کا ہو۔ جن لوگوں کو آپ (اے کادیانی صاحب) صدہا روپیہ نوٹ کے دے چکے ہیں۔ وہ آپ کو عربی عبارت کی کتابیں (جو واقع میں اروی اور کچالوؤں کے پکوڑے تلے ہوئے ہیں۔ عربی خالص کی ایک کتاب بھی ان میں نہیں ہے) بنا کر نہیں دیتے تو وہ روپیہ کس بات کا پاتے ہیں۔ کیا وہ آپ کو مالش کرتے رہتے ہیں۔ ہم تو معما ہی رکھتے۔ مگر اور لوگ اس کو کھول چکے ہیں اور صاف بول چکے ہیں کہ آپ کی عربی کتابیں ایک شخص شامی (محمد سعید نامی) طالب العلم مدرسہ سہارنپور کی تالیف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کی عربی عرب کی عربی نہیں بلکہ سہارنپوری اور ہندی عربی ہے۔ جیسا کہ شامی صاحب کا وہ خط جو اشاعۃ السنۃ نمبر۱ جلد۱ میں منقول ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب سے شامی صاحب وطن کو چلے گئے تب سے ان کا عربی کا قافیہ تنگ اور ناطقہ بند ہو گیا ہے۔

شامی کے علاوہ بہت سے مصنوعی فاضل آپ کے ماتحت ہیں۔ وہ بھی آپ کو عربی نویسی میں ضرور مدد دیتے ہوں گے۔ آپ کی عربی نویسی تب لائق تسلیم ہے۔ جب کہ آپ کسی مجلس میں مخالفین کے سامنے بیٹھ کر عربی لکھیں۔ اس بات کی طرف آپ کو بلایا گیا۔ تب بھی آپ نے حوصلہ نہ پایا۔ اس سے بھی عام یقین ہو گیا ہے کہ وہ عربی آپ کی نہیں پرائی ہے۔ ہمارے دوست رعنا لاہوری اخبار درۃ الاسلام کے نمبر۲ جلد اوّل میں یوں رقمطراز ہیں۔

مرزا غلام احمد کادیانی اور اس کے الہام شیطانی

پہلے ہم مرزا صاحب کی پیش گوئی (اس رسالہ ص ۵ میں متعلق بہ عبداللہ آتھم پر کچھ لکھ چکے۔ جس میں وہ کذاب ثابت ہو چکا ہے۔ چونکہ ہم جھوٹے کو قبر تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس واسطے اب ہم اس کے رسالہ عربی کے متعلق بھی کچھ لکھتے ہیں تاکہ خود مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کا جو دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ایک معجزہ اور الہامی ہے۔ اس سے باز آئیں۔ اس پر بھی مرزا صاحب اور ان کے پیرو اگر ایسے خرافات سے باز نہ آئیں اور انہیں ادّعائے لایعنی پر قائم رہنا چاہیں تو پھر مرد میدان بن کر آئیں اور ہمارے حکم کی تعمیل کر کے ہماری اس تحریر کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ نہیں تو ہم کیا؟ کل دنیا یہ سمجھے گی کہ مرزا صاحب نے ہمارے راست گو ہونے پر مہر کر دی اور ہماری کل تحریر کو مان لیا اور اپنے عجز و کم علمی کے مقر ہوئے۔ یہ لکھنا بھی شاید بے جا نہ ہوگا کہ اگر مرزا صاحب ہماری تحریر کے موافق لاہور آئے تو اس کے کل

اخراجات سفر معہ اس کے دو چار حواریوں کے خرچ کے ہم کفیل ہوں گے اور مکان وغیرہ کی اور ہر ایک طرح کی مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو آسائش دیں گے۔ اب ہم رسالہ عربی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ جو رسائل عربی کہ مرزا صاحب کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ دراصل مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہیں۔ بلکہ مولوی محمد سعید صاحب طرابلسی (حکیم نوردین صاحب بھیروی پھر بھی اکثروں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ ان کی جودت طبع کا نمونہ ہے۔ (مگر ہم باوثوق کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کا لکھا ہوا نہیں بلکہ محمد سعیدہ طرابلسی کا لکھا ہوا ہے اور جس پر مرزا صاحب بڑے غرور سے اترا رہے ہیں اور طرفہ یہ کہ ابلہ گفت واحمق باور کرو۔) اس کے حواری اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ مرزا کی تحریر ہے۔ اس غیر کی تحریر پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی کسے باشد اسی طرز کی عربی عبارت میں کسی مضمون پر کوئی رسالہ لکھے تو اس کو اس قدر انعام دیا جائے گا۔ اس رسالہ میں گو سرسری نظر سے کوئی سقم (عبارت عربی میں نہ کہ نفس مضامین رسالہ میں) معلوم نہیں ہوتا۔ مگر غالباً بہ نظر تعمق خوض کرنے سے اکثر اغلاط صرف ونحو کے (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہی) اس کا بخوض وتعمق مطالعہ کر کے اس کے اغلاط ظاہر کئے جائیں گے) ظاہر ہو جائیں گے۔ ہمیں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ یہ رسالہ محمد سعید صاحب طرابلسی کا یا مولوی حکیم نوردین صاحب کا لکھا ہوا ہے یا مرزا صاحب کا۔ چونکہ ہمیں عرصہ سے مرزا صاحب کا منبع علم عربی (شاید اب علم لدنی مرزا صاحب کو حاصل ہوا ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔ اگر فی الواقعہ مرزا صاحب کو اب علم لدنی حاصل ہو گیا ہے تو مرزا صاحب پر واجب ہے کہ بہت جلد اس بدظنی کو جو عام لوگوں کو مرزا صاحب پر ہے۔ دور کریں اور ہماری خواہش کے مطابق کاربند ہوں اور لاہور آ کر مجمع عام میں ایک دوورقہ عربی عبارت کا لکھ دیں) معلوم ہے اس واسطے ہم بڑے دعویٰ سے یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب عام مجمع میں جس کا انتظام (مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیان کے اخراجات وآسائش وحفظ ادب وغیرہ) کام بخوبی کیا جائے گا۔ صرف دوورقہ معمولی تقطیع ۲۰-۲۶ کی بعبارت عربی (جس کا اردو مضمون اسی وقت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اپنی خاص دستخطی تحریر فرماویں۔ پھر اس دوورقہ کو علمائے ذیل کی خدمت میں پیش کر کے رائے طلب کی جاوے گی کہ آیا مرزا صاحب نے یہ عبارت درست تحریر فرمائی ہے یا غلط۔ اس کے بعد رعنا صاحب نے علماء کے نام درج اخبار کئے ہیں۔ اس کے بعد کہا ہے)

ہمیں امید قوی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کو بھی ایسے فضلاء کے منصف مقرر کرنے میں انکار نہ ہوگا۔ ہمارے خیال (بلکہ کل ان اشخاص کے خیال میں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ رسالہ مرزا صاحب کا لکھا ہوا نہیں بلکہ محمد سعید صاحب طرابلسی یا مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی کا لکھا ہوا ہے) مرزا صاحب پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو فی الفور منظور کر کے مجمع عام میں صرف دو ورقہ عربی عبارت کا تحریر فرماویں اور کل پبلک کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنا عَلَمُ علم کا لحاظ کر دکھلاویں کہ فی الواقع یہ رسالہ تیرا ہی لکھا ہوا ہے نہ کسی اور کا۔ ہم یقیناً بڑے دعویٰ سے یہ تحریر کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کبھی بھی مجمع عام میں تشریف نہیں لائیں گے اور نہ انہیں اس قدر علم عربی میں (بلکہ فارسی زبان میں بھی چنداں لیاقت نہیں رکھتے۔ البتہ اردو تحریر کے منشی ہیں نہ کہ عربی فارسی کے عالم) ملکہ ہی حاصل ہے کہ بلا جھجک مجمع عام میں آسکیں اور ان خیالات عامہ کا دفعیہ کرسکیں۔ مرزا صاحب کا اگر (گو اس بات کی ہمیں کبھی بھی امید نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب مجمع عام میں تشریف لانے کا وعدہ فرمائیں یا تشریف لائیں۔ کیونکہ ہمیں پہلے کئی دفعہ اس بات کا تجربہ دہلی، لدھیانہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ کے مباحثہ میں ہو چکا ہے۔ جہاں مرزا صاحب بمقابلہ مولانا مخدومنا مولوی ابومحمد حسین صاحب محدث بٹالوی مدظلہ کے مجمع عام میں تشریف لانے میں لیت ولعل کرتے رہے اور کبھی بھی مقابلہ میں نہ آئے) مجمع عام پر تشریف لاکر عام کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچانے کا ارادہ تو بایں پتہ (ایم.ای.آر رعنا لاہور معرفت منشی فخرالدین پریس لاہور) اطلاع دیں تاکہ تاریخ ومقام مجمع بتراضی طرفین مقرر کر کے اعلان عام جاری کیا جائے اور جس پر مرزا صاحب کو اعتماد ہو اس کے پاس مرزا صاحب کے اخراجات کی رقم جمع کرادی جائے تاکہ مرزا صاحب کو اس بات سے اطمینان رہے کہ دین کے ضائع (جو کہ پہلے ہی ضائع ہو چکا ہوا ہے) ہونے کے ساتھ دنیاوی نقصان بھی ان کا نہ ہوگا۔ جس کے وہ ازحد دلدادہ وفریفتہ ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! ایم.ای.آر رعنا لاہور

اس تحریر نوجوان رعنا کا کادیانی نے (جہاں تک ہم کو معلوم ہے) اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور اس چیلنج (طلب مقابلہ) پر مقابلہ کرنا نہیں چاہا۔ جس سے گویا تسلیم کرلیا کہ واقعی وہ تحریرات عربیہ غیر کی ہیں یا بمدد غیر لکھی گئی ہیں۔

وازانجملہ یہ نمبر۱۰ ہے جو اس (رسالہ انوارالاسلام ص۲۹،۳۰، ۳۷، خزائن ج۹

ص ۳۲،۳۱) میں خاندان صوفیہ وسادات سے (مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور صوفی عبدالحق صاحب غزنوی) کو مخاطب کر کے ان شستہ وشائستہ وشریفانہ وپاکیزہ الفاظ سے کادیانی صاحب نے مخاطب فرمایا ہے کہ: ''اگر وہ عبداللہ آتھم کو قسم دینے کے بغیر کادیانی کو شکست یافتہ کہیں تو وہ حلال زادہ ونیک ذات نہیں۔ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس راہ کو اختیار نہ کرے۔ اگر وہ ولدالحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کے لئے کھڑے ہوں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کون اس فیصلہ کے لئے بلاتوقف سعی کرتا ہے اور کون ولدالحرام بننے پر راضی ہے۔

حضرات ناظرین! ان الفاظ طیبہ کی نسبت جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ہم مستقل مضمون ''حرام زادہ'' کے متعلق سوال وجواب میں کہیں گے۔ اس مقام میں ہم آپ کو صرف اس سوال کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کیا آپ لوگوں کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ کادیانی ایک ادنیٰ درجہ کا مہذب یا مسلمان یا انسان کے کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے اور کبھی کسی شریف مہذب یا مسلمان یا انسان نے اپنی تجویز یا فیصلہ کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ جو شخص اس کو نہ مانے وہ ولدالحرام یا حرام زادہ ہے؟ اس سوال کا جواب اگر آپ بشق اثبات دیں تو ہم کو کم سے کم ایک شخص کی نشاندہی کریں اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر بتاویں کہ ان الفاظ کے ساتھ آپ لوگوں کا کادیانی کو ملہم ولی ومسیح مہدی مان لینا کب زیبا ہے؟ ہمارے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ وہ حضرات اربعہ ہیں جن کے نام نامی میں ذکر ہوچکے ہیں۔

ازانجملہ یہ نمبر ۱۱ ہے جو رسالہ مذکور (انوارالاسلام ص ۳۸،۳۹، خزائن ج ۹ ص ۳۹) میں صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نکاح کو انعام الٰہی کیوں سمجھتے ہو۔ تمہارا بھائی فوت ہوگیا اور اس کی فرسودہ رانڈ تمہارے نکاح میں آئی۔ تمام عمر باکرہ نصیب نہ ہوئی۔ یہ کیا نعمت ہوئی۔ جس میں یہ تعریض واشارہ بھی ہے کہ ہمارے پاس نوجوان باکرہ ہے اور فرمایا ہے کہ اولاد کے لئے دن رات ہمت کرتے رہو۔ کوئی مردہ لڑکی بھی پیدا ہوئی تو کہنا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بشارت ملی ہے۔ ''انا مبشرک بغلام'' یعنی ہم تجھے ایک لڑکی کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جس سے آپ نے جتایا ہے کہ ہماری دن رات کی ہمت باروَر ہوگی۔

حضرات ناظرین! (خصوصاً اربعہ مذکورین اور ان کے علاوہ میر ناصر نواب جن کی

دختر نیک اختر کادیانی کی گھر والی ہے) یہ الفاظ بھی آپ لوگوں کے توجہ کے لائق ہیں۔ کیا ولایت والہام کی علامت یہی ہے کہ باکرہ عورتوں پر فخر کریں اور سپیشل ڈیوٹی کے حالات ذکر کریں اور اس کے نتائج بتاویں۔ ولایت الہام کی علامت یہی ہے تو فحش گو اوباش کیوں بدنام ہیں۔ وہ تو پھر اوّل درجہ کے ولی وملہم مانے جانے چاہئیں۔ یہ الفاظ گورنمنٹ کے نوٹس لینے کے بھی لائق ہیں۔ میر ناصر نواب صاحب اس کا نوٹس نہ لیں تو کمال شرم وافسوس کی بات ہے۔ یہ امر بھی توجہ ناظرین اور حضرات مذکورین کے لائق ہے کہ اس قول نمبر۱۱ میں جو کچھ کادیانی نے کہا ہے۔ اس میں کذب سے بھی کام لیا ہے۔ صوفی عبدالحق کا بھائی عبدالصمد مرحوم مباہلہ کادیانی سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اس کا فوت ہونا کادیانی کے مباہلہ کا اثر نہیں ہے اور صوفی عبدالحق کے نکاح میں صرف یہی رانڈ عورت نہیں آئی۔ وہ اس رانڈ سے پہلے دو باکرہ عورتیں نکاح میں اس کے ہیں۔ کادیانی کو اس خصوصیت کا فخر تھا تو وہ جاتی رہی۔

ازانجملہ یہ نمبر۱۲ ہے جو اس رسالہ (انوارالاسلام ص۳۱،۳۲،۳۳، خزائن ج۹ ص۳۱، ۳۲،۳۳) میں اپنے صوفی عبدالحق غزنوی ومخاطب کر کے لکھا ہے کہ تم سے جو ہم نے مباہلہ کیا تو اس کے بعد چار یا تین ہمارے حق میں ایسی ظاہر ہوئی ہیں۔ جن سے ہماری عزت ثابت ہوتی ہے اور تمہاری ذلت (۱) ہمارے لئے رمضان کے مہینے میں کسوف وخسوف جمع ہوئے۔ (۲) ہمارا لڑکا بیمار تھا وہ اچھا ہوگیا۔ (۳) عبداللہ آتھم کے متعلق ہماری پیش گوئی سچی نکلی۔ (۴) ہماری عربی کتابوں کا جواب کسی نے نہ لکھا۔ اس چوتھی بات پر وہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی فخر کر چکا ہے اور اس جواب نہ لکھنے کو وہ اس کے لئے ہاویہ تھا۔ پھر کہا کہ اگر ان باتوں کی نسبت کوئی منصف قسم کھا کر کہہ دے کہ ان باتوں سے ہماری عزت اور تمہاری ذلت نہیں ہوئی تو ہم تم کو پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ ہم شیخ محمد حسین بٹالوی کو منصف کر کے اس کے پاس روپیہ جمع کرادیتے ہیں۔ اس نے قسم کھا کر یہ تقریر کی کہ ان باتوں سے تم کو ذلت نہیں پہنچی اور پھر اس قسم کے بعد ایک سال کے اندر اس پر کوئی بلا نہ آئی تو پانچ سو روپیہ تمہارے ملک ہو گا۔ بشرطیکہ وہ ان باتوں کے ساتھ ان چار باتوں کو بھی ملا لے جو ہمارے مہدی ہونے کی علامات وقوع میں آئی ہیں اور وہ رسالہ کے اخیر میں (بصفحہ ۴۶ لغایت ۴۸ انوارالاسلام ص۴۸، خزائن ج۹ ص۴۹) درج ہیں۔ (۱) علامت ونشان مہدی یہ ہے کہ عام علماء اس کو کافر ودجال کہیں گے۔ (۲) اس کے وقت میں کسوف وخسوف ماہ رمضان میں جمع ہوں گے۔

(۳) مہدی کا نصاری سے جھگڑا پڑ جائے گا۔ اس میں شیطان یہ آواز کرے گا کہ نصاریٰ حق پر ہیں۔ مہدی کے لئے آسمان سے آواز آئے گی کہ مہدی کے لوگ حق پر ہیں۔ (۴) مہدی کے وقت میں بہت سے مسلمان دجال سے مل جائیں گے۔ پھر کہا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ وہ اس سے بھی انکار کریں کہ مباہلہ کے بعد ایک سال کے اندر ہم نے عمدہ کتابیں تالیف کی ہیں اور ان کتابوں کے چھپنے کے لئے ہزار ہا روپیہ آیا اور ہزار ہا لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان سے انکار کریں۔ یہاں یہ کہنا کادیانی صاحب شاید بھول گئے تھے کہ ان باتوں کے ساتھ یہ بھی شیخ محمد حسین کہے اور اس پر قسم کھالے کہ اس عرصہ سال تک کادیانی نے کھانا نہیں کھایا یا پائے خانہ نہیں پھرا سانس نہیں لیا۔ اسپیشل ڈیوٹی سے وہ بیکار رہا۔ تب وہ پانچ سو روپیہ انعام ملے گا۔

حضرات ناظرین! یہ قول کادیانی آپ کے کمال توجہ کے لائق ہے۔ اس میں کادیانی نے اپنے دام افتادہ (حمقاً) کو خوب الوّ بنایا اور کئی نئے الوّسید ھے کرنا چاہا ہے۔ صوفی عبدالحق غزنوی کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ تو دیا۔ مگر اس کو اپنی دانست میں اسی شرط قسم خاکسار سے وابستہ اور مشروط کر دیا جو نہ بحسب خیال کادیانی وقوع میں آوے اور نہ ایک پیسہ کادیانی کی گرہ سے نکلے اور مفت میں اس کے الوّسیدھے ہو جائیں۔ اس شرط کو اس لئے اس نے ناقابل وقوع سمجھا کہ اس قسم میں بعض ایسے امور سے انکار کرنے کو شامل و داخل کر دیا۔ جن سے نہ تو یہ خاکسار انکار کر سکے اور نہ اس انکار پر قسم کھا سکے۔ مثلاً کادیانی کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا یا اس کا اس سال میں کئی کتابیں باعانت غیر تصنیف کرنا اور ان کے چھپنے کو یا کادیانی اور ضروریات کے لئے ہزار ہا روپیہ کا اس کے پاس آنا یا علماء وقت کا اس کو کافر کہنا وغیرہ وغیرہ۔ جس سے یوں ہی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ اس انکار کے ساتھ قسم بھی ہو۔

مگر اے حضرات! یہ عاجز و خاکسار (جو کادیانی کو سیدھا کرنے اور اس کے فریبوں اور مغالطات کھولنے کے لئے خدا کی طرف سے موفق ومؤید ہے) اس کے اس مکروفریب کو بیکار کرنے کے لئے اس درخواست قسم ومنصفی کو قبول کرنے کے لئے حاضر ومستعد ہے اور حق کو کادیانی فریب سے ممتاز کرنے کے لئے کہتا ہے کہ منجملہ ان امور کے جن پر آپ میری قسم چاہتے ہیں جو امور وقوع میں آچکے ہیں۔ (جیسے آپ کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا یا آپ کے پاس ہزار روپیہ کا آنا، وعلیٰ ہذا القیاس) ان امور سے آپ کے

بمقابلہ صوفی عبدالحق غزنوی عزت اور صوفی صاحب کی ذلت ثابت نہیں ہوتی اور جو امور آپ کی عزت اور ان کی ذلت کے موجب ہو سکتے ہیں۔ (جیسے آپ کے لئے خسوف وکسوف کا حسب مضمون پیش گوئی واقع ہونا یا عبداللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا صادق ہونا وعلیٰ ہذا القیاس) ان میں ایک بھی وقوع میں نہیں آیا۔ ان دونوں مضمونوں پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے۔ اب تھیلی کا منہ کھولئے اور مبلغات صوفی صاحب کا حق میرے پاس امانت رکھنے کو ارسال فرمایئے۔ ورنہ عقلمند لوگ جو آپ کے دام میں دھوکہ کھا کر پھنس گئے ہیں۔ وہ رہے سہے نکل جائیں گے اور یقیناً جان لیں گے کہ آپ نے لینا دینا خاک بھی نہیں۔ یہ وعدہ صرف فقرہ بندی اور دھوکہ بازی ہے۔ کیونکہ جہاں تک قسم دینے کا آپ کا حق ہے وہاں تک یہ خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے اور جس امر سے انکار کرنے اور اس پر قسم کھانے سے خاکسار کو انکار ہے۔ وہ واقع اور نفس الامر میں لائق انکار وقسم نہیں ہے۔ اس میں آپ کو شک ہو تو کسی منصف کی رائے سے اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ خاکسار اسی صورت میں قسم کھانا بشرح بالا منظور کرے گا کہ آپ مجھ پر جھوٹی قسم کھانے کا اثر تین دن کی مدت میں ظاہر کرادیں۔ برس دن کی میعاد خاکسار کو کسی قسم میں منظور نہیں اور آپ کو بھی اب کمی میعاد میں کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ ذکر قول نمبر سوم میں معروض ہو چکا ہے۔

ازانجملہ نمبر۱۳ ہے جو آپ نے مہدی ہونے کے علامات چہارگانہ مذکورہ (انوارالاسلام ص۴۶، ۴۷، خزائن ج۹ ص۴۸) رسالہ بے انوار بیان کر کے پہلے اپنے مکفرین علماء سے یہ سوال کیا ہے کہ بتلاؤ یہ باتیں پوری ہوگئیں ہیں یا نہیں۔ پھر یہ سوال کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے زمانہ میں یہ چاروں باتیں پائی گئی ہوں تو اس کی نظیریں پیش کریں اور اس پر ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔ مگر اس انعام کے لئے یہ شرط لگادی ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی اس فقیر کی تصدیق کر کے اس پر قسم کھالیں اور درصورت جھوٹی ہونے قسم کے اپنے لئے قہر وعذاب کے نزول کی دعا کریں۔ پھر کہا ہے کہ اس عذاب کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ مولوی صاحب قسم کھائیں تو اس کے ثمرات دیکھیں۔

حضرات ناظرین! اس قول میں بھی کادیانی اپنے الوؤں کو ویسا ہی دھوکہ دیتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے قول میں ہزار روپیہ انعام تو تجویز کیا۔ مگر اس کو ایسی شروط سے مشروط کر

دیا کہ وہ کسی صورت میں وقوع میں نہ آئیں گے اور نہ ایک کوڑی آپ کی گرہ سے کھلے گی۔ ازانجملہ ایک شرط ایسی نظیروں کا پیش کرنا ہے جو نہ کادیانی کے وقت موجود ہوئے ہیں۔ نہ اس سے پیشتر وقوع میں آئے ہیں اور وہ آئندہ ان کے وقوع کا کسی مسلمان کو یقین ہے۔ کادیانی صرف زبردستی دھینگا دھینگی سے ان کے وقوع کا مدعی ہوا ہے۔

دوسری شرط مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کی ایسے غیرواقع وغیر متوقع نظائر کے موجود ہونے پر قسم جس کے عدم وقوع کی بابت کادیانی کو دو وجہ سے یقین ہے۔ اوّل یہ ایسی نظیر نہ کہیں موجود ہوئی اور نہ ہوگی۔ لہٰذا مولوی محمد حسن صاحب کا ان کے وقوع کی نسبت قسم کھانا بھی غیر متوقع الوقوع ہے۔ دوم یہ کہ اگر کسی نے میری مانند ایسی بناوٹی نظیریں بنا کر دکھا بھی دیں ہیں تو بھی مولوی محمد حسن صاحب اس کی تصدیق پر قسم نہ کھائیں گے۔ کیونکہ اوّلاً وہ عقلمند وسمجھدار ہیں۔ وہ ایسی بناوٹی نظیروں پر یقین نہ لائیں گے۔ ثانیاً وہ بڑے اہل مروت ہیں وہ دو شخصوں کے مقابلہ میں ایک کی طرف ہوکر دوسرے کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔ ان وجوہات سے کوئی نظیر پیش نہ ہوگی اور نہ ان کی قسم وقوع میں آئے گی اور نہ مجھے کوڑی دینی پڑے گی اور ہینگ پھٹکری لگانے کے بغیر میری بات میرے الوؤں میں صحیح سمجھی جائے گی کہ میں واقعی مہدی موعود ہوں جس کے لئے یہ چاروں علامات بلامعارضہ پائی گئی ہیں۔ جس کو میں نے موجود واقع بنا کر دکھایا ہے اور کادیانی کی یہ بات اس کے ان اتباع میں پائی بھی گئی۔ جولوگ علوم اسلامی سے جاہل ہیں اور معہذا وہ تصوف کا دم بھرتے ہیں اور اپنے ہم جنسوں کی خوابوں اور مکاشفات پر ایمان ویقین رکھتے ہیں وہ کادیانی کو ان بناوٹی علامات سے مہدی مان گئے ہیں۔

ازانجملہ ایک حافظ صاحب ہیں۔ (خدا ان کی دستگیری ورہبری کرے اور کادیانی کے پنجہ سے ان کو نجات بخشے۔ جیسا کہ زمانہ ظہور دروغ گوئی کادیانی متعلق موت عبداللہ آتھم سے وہ کسی قدر نجات حاصل کر چکے ہیں اور اس وجہ سے ہم نے ان کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اب ہم کو ان کی پوری ہدایت ونجات کی امید ہوگئی ہے) انہوں نے ہم کو انہی دنوں جب خسوف وکسوف ہوا تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اب تو خداتعالیٰ نے کادیانی کی تصدیق کے لئے خسوف وکسوف کو جمع کیا ہے۔ اب تو اس کو مہدی موعود مان لو۔ مگر اے حضرات ناظرین باتمکین! خداتعالیٰ نے اس خاکسار کو کفریات کادیانی کی بیخ کنی اور اس

کے مغالطات ومکائید کے پردہ دری کے لئے مامور وموفق کیا ہے۔ لہٰذا یہ عاجز باوجود عدم تحقق شروط کادیانی اور بلاطلب انعام ایک ہزار جوان شروط کے تحقق پر موقوف ہے اور غیر کے اختیار میں ہے۔ اس کے دعویٰ مہدی ہونے کے رد میں اور اس کے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ مہدی کی جو چار علامتیں جس عنوان سے اور جس مضمون کی کادیانی نے بتائی اور اپنے اوپر لگائی اور جمائی ہیں۔ یہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح میں مہدی موعود کے لئے وارد نہیں اور جو علامات مہدی موعود کی حدیثوں میں ہیں۔ (خواہ وہ احادیث صحیح ہیں یا غیرصحیح مرسل منقطع وغیرہ) وہ اس دجال کادیانی میں پائی نہیں جاتیں۔ اس پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے۔ مگر اس کی شرط وہی کہ جو اثر ناراستی مجھ پر ظاہر ہو وہ تین ہی دن میں ہو اور اس اثر کے ظاہر نہ ہونے کے بعد مجھے کادیانی کے حق میں اس سزاء کا اختیار ملے جو میں چاہوں۔

یہ مجمل جواب اس کی درخواست قسم کے لئے کافی ووافی ہے اور اگر کوئی ان احادیث متعلق مہدی اور ان علامات کی جو احادیث کی شہادت سے مہدی موعود میں پائی جائیں گی۔ تفصیل کا طالب وشائق ہو تو وہ ہمارے ان مضامین کا انتظار کرے جو کادیانی کے دعویٰ مہدویت کے متعلق شائع ہوں گے۔ اگر ناظرین ان مضامین کی اشاعت کے لئے رائے اور مدد دیں گے۔

ازانجملہ یہ نمبر۱۴ ہے جو کادیانی نے اس رسالہ (انوارالاسلام ص۳۸، خزائن ج۹ ص۴۰) میں کہا ہے کہ ہزاروں اشخاص نے میری طرف رجوع کیا ہے اور لوگ ہزاروں روپیہ سے میری مدد کرتے ہیں۔ اگر پچاس ہزار روپیہ کی ضرورت ہو تو بلاتوقف حاضر ہو جائیں۔ یہ قول گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہے۔ گورنمنٹ اس قول کے ساتھ کادیانی کی پیش گوئی میعاد ہشت سالہ کو اور اس کے اس اصول کتاب آئینہ کادیانی (آئینہ کمالات اسلام ص۲۰۱، خزائن ج۵ ص۲۰۱) کو ملا کر پولٹیکل نگاہ سے دیکھے تو گورنمنٹ کو کادیانی کی کمال نگرانی کی ضرورت ثابت ہو۔ کادیانی کا یہ دعویٰ کہ: ’’مجھے پچاس ہزار کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ لوگ حاضر ہو جاتے ہیں۔‘‘ بالکل مبالغہ ہی نہیں۔ بے شک کادیانی کے فالورز (پیروان) میں دو تین شخص ایسے ہیں جو ریاست جموں مالیر کوٹلہ، حیدرآباد دکن سے تعلق یا مشارکت رکھتے ہیں اور وہ ہزارہا روپیہ سے کادیانی کی مدد کرتے ہیں اور آئندہ بھی کادیانی جوان سے مانگے وہ دینے کو حاضر ہیں۔ ہم ابھی ان کے نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کوئی

پوچھے گا تو ظاہر کردیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ازانجملہ یہ نمبر۱۵ ہے جو کادیانی نے رسالہ بے انوار (انوارالاسلام ص۴۵، خزائن ج۹ ص۴۶) میں اپنی عربی کتابوں کے جواب نہ لکھے جانے کو ایک قسم کی لعنت قرار دے کر کہا ہے کہ درحقیقت یہ لعنت کچھ تھوڑی نہیں بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جائے تو بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفرین کے گلے میں ڈالنے کے لئے کافی ہوگا اور اس سے پہلے (انوارالاسلام ص۸، ۹، ۱۶، خزائن ج۹ ص۸، ۹، ۱۶) میں اس رسالہ کی یہی بات اس نے اپنے بڑے بھائیوں عیسائیوں کو کہی ہے اور ان کی طرف سے رسالہ بے نور کا جواب نہ لکھے جانے کو ہاویہ و لعنت بنا کر ان کے گلے میں ڈالی ہے۔

مگر اے حضرات ناظرین! آپ لوگ بخوبی جان چکے ہیں کہ اس قسم کی لعنت کادیانی اور اس کے اتباع کے گلے میں ایسی پڑی ہوئی ہے کہ اس میں آپ اپنی زبان سے تمام جہان کے ملعونوں سے سبقت لے گئے ہوئے ہیں۔

اے حضرات ناظرین! اگر کسی کے کہنے سے دوسرے پر لعنت پڑ جاتی ہے تو آپ صاحبان جانتے ہیں اور کادیانی صاحب بھی اس رسالہ (بے انوار ص۵۰، خزائن ج۹ ص۵۲) وغیرہ میں مان چکے ہیں کہ کادیانی پر چاروں طرف سے لعنتوں کی بارش ہو رہی ہے اور اگر کسی کی بات یا کتاب کا جواب نہ لکھنا لعنت یا ہاویہ ہے تو کادیانی صاحب مدت سے اس میں پھنسے ہوئے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ اشاعۃ السنۃ چار سال سے کادیانی کے رد و جواب میں رسائل و مضامین شائع کر رہا ہے اور بعض مضامین کے جواب پر وعدہ انعام صدہا روپیہ دے چکا ہے۔ (دیکھو جلد۱۴ اشاعۃ السنۃ ص۷۵، ۷۷، ۸۰، ۸۱ جن میں چار سو روپیہ انعام کا وعدہ ہے اور جلد۱۵ کا ص۱۵۸ وغیرہ جن میں چھ سو روپیہ انعام کا وعدہ ہے) مگر کادیانی نے کسی مضمون کا جواب نہیں دیا اور نہ آئندہ جواب دے سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی تجویز سے لعنت کا مستحق و مورد ہو چکا ہے۔ ہاں! اشاعۃ السنۃ کی طرف سے یہ قصور و کسر رہ گئی تھی کہ اس نے جواب نہ لکھنے پر اپنی طرف سے لعنت کا انعام اس کو نہیں دیا سو اب دیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ اگر کادیانی ان مضامین کا جواب نہ دے تو اس پر اور اس کے ان اتباع پر جو اس کی تمام اس قسم کی باتیں مانتے ہیں اور اس کی تقلید میں اندھے بہرے ہو رہے ہیں۔ دس ہزار لعنت ہے۔ یہ انعام

خاکسار کی طرف سے ہے۔ اب اتنی تکلیف کادیانی صاحب خود کرلیں کہ ان دس ہزار لعنتوں پر نمبر خود لگالیں۔ پھران کو زنجیروں کی طرح جوڑ کران کا لمبا رسہ بنا کر اپنے اور اپنے اتباع مذکورین کے زیب گلو فرمائیں۔

یہ صلہ وانعام مضامین سابقین کے علاوہ اس تازہ مضمون پر بھی ہے جو خداتعالیٰ کے وعدہ کے نہ ٹلنے اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے عذاب کے قطعی نہ ہونے کے متعلق لکھا گیا ہے اوراس مضمون کو کمزور وغلط ثابت کرنے پر دوہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔

وازانجملہ یہ نمبر۱۶ ہے جو رسالہ بے انوار کے اخیر (انوارالاسلام ص۵۰، خزائن ج۹ ص۵۲) میں کادیانی نے اس عنوان کا سوال کیا ہے۔ ہماراانجام کیا ہوگا۔

پھراس کے جواب میں ص۵۰، ۵۱ جو کچھ کہا ہے۔اس میں اپنے وام افتادہ حمقاً کو تسلی دے دے کر پھنسانا چاہا ہے یایوں سمجھو کہ خود شیخ چلی بن کر دکھایا ہے۔آپ فرماتے ہیں: ''جولوگ صادق اور خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔وہ آزمائشوں سے کچلے جاتے ہیں۔ پیسے جاتے ہیں۔خاک میں ملائے جاتے ہیں۔چاروں طرف سے ان پر طعن ولعن کی بارشیں ہوتی ہیں ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبہ کرتا ہے۔تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ خدا ان کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان پر چلتے اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہرایک طرح ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ سبزہ کی شکل پر ہوکر نکلتے ہیں اورایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔'' ایسی ہی اورلن ترانیاں یا طفل تسلیاں یا شیخ چلی جیسی من سمجھوتیاں ہانک کر (انوارالاسلام ص۵۲، خزائن ج۹ ص۵۴) میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''کشف میں میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے لوگ پھرتے جاتے ہیں۔تب میں اس کو خلوت میں لے گیا اور میں نے کہا لوگ پھرتے جاتے ہیں۔مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

حضرات ناظرین! کادیانی کے اس سوال کا جواب صحیح یہی (آخری فقرہ ہے) ہے اور کادیانی کے کشفوں والہاموں میں کچھ سچ ہے تو صرف ایک یہی کشف سچا اور صحیح معلوم ہے۔مگر چونکہ کادیانی کے مذہب میں کشف بھی خواب کی مانند تعبیر کا محتاج ہوتا ہے اور تاویلی معنی رکھتا ہے۔لہٰذا اس کے ظاہری معنی جو کادیانی سمجھا ہے صحیح نہیں ہیں بلکہ تاویلی صحیح ہیں اور

وہ تاویل یہ ہے کہ اس فرشتہ سے جو اس کشف میں کادیانی پر ظاہر ہوا۔ حکیم نوردین صاحب جمونی بھیروی مراد ہیں۔ یہی حکیم صاحب کادیانی ازراہ غمخواری فرماتے ہیں کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں اور یہی حکیم صاحب کادیانی کو بجواب اس سوال کادیانی کے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ مگر کیا تم بھی پھر گئے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان کو تسلی دیتے ہیں اور یہی اس کشف کی تعبیر ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت تک کادیانی کے دام میں ہیں۔ رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے پھر جائیں گے اور رہ جائیں گے تو صرف حکیم صاحب رہ جائیں گے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب درحقیقت کادیانی کے پیرو نہیں بلکہ پیش رو اور مرشد ہیں۔ وہی ہیں جو اپنے مذہب نیچریت پر کادیانی کو چلا رہے ہیں اور یہ سمجھ کر (کہ کادیانی کو نصوص قرآن وحدیث کی تاویل کرنے اور بات بنانے کا ایسا ڈھب ہے کہ اس میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ قرآن کے ماننے والوں کو قرآن کے معنی تحریف کر کے بات بتا دیتا ہے۔ حدیث کے طالب کو حدیث کے معنی میں تحریف کر کے کچھ کا کچھ بتا دیتا ہے۔ عقلی باتوں اور نیچری اصول کے ماننے والوں کو ویسے ہی کہہ دیتا ہے) آپ نے کادیانی کو بظاہر مرشد بنایا ہے اور اپنے آپ کو ان کا مرید، پھر جو نیچری مذہب کا مسئلہ مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کا الہام والقاء کادیانی کو کر دیتے ہیں۔ وہ جس رنگ وپیرایہ میں مناسب سمجھتا ہے۔ اس کی اشاعت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ کادیانی سے نہ پھریں گے۔ گو سارا زمانہ اس سے پھر جائے۔ وہ اس سے پھر جائیں تو کدھر جائیں۔ ایسا مؤول محرف نصوص وہ دنیا میں ہاں پائیں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب کے پاس ریاست جمون کی پچھلی کمائی کا روپیہ بہت ہے اور آئندہ کے لئے بھی بعض روساء ارکان ریاست سے اور معین ہے۔ جس سے وہ اپنا اور کادیانی کا گزارہ بخوبی چلا سکتے ہیں۔ ان کے سوائے اکثر لوگ خصوصاً سیالکوٹی حواری جو قادیان میں جھونپڑی ڈالے پڑے رہتے ہیں اور معہ زن وفرزند چھ چھ مہینے وہاں ڈیرے لگائے رہتے ہیں۔ وہ صرف کھانے کے یار ہیں اور گوشت وپلاؤ کے عاشق زار وہی لوگ تحریراً وتقریراً کادیانی کی جھوٹی تعریفیں کر کے لوگوں کو پھنسانے رہتے ہیں۔ پیش گوئی متعلق موت عبداللہ آتھم کے جھوٹا ہونے سے پہلے وہ ان کو یہ کہتے تھے کہ لوگو! بیعت کا وقت تو یہی ہے اور جب پیش گوئی موت عبداللہ آتھم ظاہر ہوگئی اور اس پر فتح مکہ کی مثال صادق

آئی تو اس وقت بیعت کا وہ اثر نہ رہے گا جواب ہے اور اس پر یہ آیت قرآن پڑھتے تھے:
''لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجہ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا (الحدید:۱۰)''یعنی فتح مکہ سے پیچھے خرچ کرنے والے پہلے خرچ کرنے والے کے برابر نہیں ہیں۔ پھر جب نئے لوگوں کی آمد موقوف ہوئی اور پرانے دام سے نکل گئے اور فلوس آنے بند ہوئے تو ایسے لوگ کا فوراور رفو چکر ہو جائیں گے اور کادیانی اور حکیم صاحب اکیلے رہ جائیں گے اور حکیم صاحب کے ادرار پر دونوں اوقات بسر کریں گے۔

کادیانی کے پاس جو زمین ہے جس پر وہ اپنے مخالفوں سے انعام کی شرطیں لگایا کرتا ہے۔ وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس سے لنگر چلے۔ پٹواری حلقہ سے معلوم کیا گیا ہے کہ اس زمین کی سالانہ آمدنی دوسو روپیہ سے زیادہ نہیں۔ ومعہذا وہ زمین کادیانی کے ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔ کادیانی کی محبوبہ بیوی اس کو اپنے بیٹوں کے نام منتقل کرانا چاہتی ہے۔

رہے مالیر کوٹلہ اور حیدرآباد کے حواری سو وہ بھی اس کشف کادیانی کی شہادت سے فرار ہونے والے ہیں۔ پھر گزارہ اوقات کا ذریعہ وہی حکیم صاحب کا ادرار رہ جائے گا جو تمام گوشت پلاخواروں کے لئے کافی و مکتفی ہوگا۔ لہٰذا وہ کشف صادق ضرور صادق آجائے گا کہ ایک آپ ہیں دوسرے حکیم جی باقی اللہ اللہ خیر سلا!

حضرات ناظرین! کادیانی کے اس کشف والہام فرشتہ سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے جو ہم نے ص۱۳۸ میں کیا تھا اور کادیانی ان لاف زنیوں کی تکذیب ہوتی ہے مگر اس سے گورنمنٹ کو بے فکر و مطمئن نہ ہو بیٹھے اور کادیانی کی نگرانی سے غافل نہ رہے۔ شاید یہ بھی کادیانی دجال کی ایک چال ہو ایک بڑے پرانے پولیٹیشن کا مقولہ ہے ؎

دشمن نتواں حقیر و بے چارہ شمرد

کادیانی جملہ اشتہارات وتحریرات کی زائد باتوں کا جواب پورا ہوا۔ جس سے تکملہ کمال کو پہنچا۔ اب کادیانی کے قول ہشتم رسالہ بے انوار ص۲۰ صفحی کا جواب مستقل مضمون میں دیا جاتا ہے جو ذیل میں معروض ہے۔

''حرام زدہ''

(اشاعۃ السنۃ ج۱۶ نمبر۲ تا۶ ص۳۳ تا۱۶۶)

حاشیہ جات

۱؎ اصل عبارت یا مضمون فیوض الحرمین کو دجال وکذاب ارڑ پوپو کادیانی نے اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس کے نقل کرنے سے عام لوگوں پر کادیانی کا معترف غلطی ہونا ظاہر ہوتا تھا اور یہ امر (اعتراف غلطی) کادیانی پر موت سے زیادہ سخت ہے۔ یہ اعتراف غلطی کا جو ہم نے متن میں کادیانی سے نقل کیا ہے۔ اس عبارت فیوض الحرمین سے نکال کر کادیانی کو اس کا معترف بنایا۔ اس نے یہ صریح اعتراف غلطی نہیں کیا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہم اصل عبارت فیوض الحرمین کو نقل کریں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس عبارت کے دست آویز وتمسک سے کادیانی کا معترف غلطی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''**وثانیهما ان ینکشف له امر مجمل ویتحول هذ الانکشاف الا جمالی الهاماً مجملاً فیتبادر الیه العلوم المخرونة فی صدره فتشرحه شرحاً من حیث لا یدری...... ولا عبرة حینئذ بالثلج والاطمینان لانه فی الحقیقة ثلج باالا لهام الا جمالی من حیث هو محفوظه فی هذا الشرح وربما تبادر الله هاجس نفس واستعجل وربما تبادر الله هاجس نفس واستعجال طعبة وتسویل شیطان فقصر نظره عن التمیز فبقی الامر عنده غیر مبین. وبالجمله فمن رائ هذه الصورة المختلطة قال وعد ولم یوجد الموعود ومن رائ کل شئ متمیزاً من غیره قال الوعد اجمالی وقدوفی به ولو فی نشاة دون نشاة وشج دون شج. فالوجهان جمیعاً انما یعتریان المتوسطین واما اهل اکمال فهم بمعزل من ذلک (فیوض الحرمین مختصراً ص ۷۴)**'' وعدہ کے عدم وقوع کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف کو ایک امر مجمل کا انکشاف ہوتا ہے۔ پھر وہ انکشاف اجمالی الہام بن جاتا ہے۔ اس اجمال کے صاحب کشف کے علوم وخیالات جو اس کے سینے میں ہوتے ہیں۔ شرح کرتے ہیں ایسی جگہ سے کہ اس کو خبر نہیں ہوتی۔ اس پر اس کو اطمینان یقین ہو جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ یقین اس اجمالی امر کا ہے۔ اس حالت وصورت میں کہ وہ اس خیالی شرح میں محفوظ سمجھا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات نفس کا خطرہ یا خیال یا طبیعت کا استعجال یا شیطان کا دھوکہ جلدی کرتا ہے تو صاحب کشف اس الہام اجمالی اور اس شرح خیالی میں تمیز نہیں کر سکتا اور اس کے نزدیک اصل الہام اور اس کی شرح میں فرق نہیں رہتا۔ پس جو شخص اس گڈمڈ صورت کو دیکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وعدہ ہوا تھا مگر پایا نہیں گیا اور جو شخص ان دونوں میں امتیاز کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ اجمالی تھا۔ سو پورا ہوا خواہ کبھی جہان میں ہو۔ (دنیا یا آخرت میں) اور خواہ کسی صورت سے ہو۔

(ظاہری یا تاویلی سے) مگر یہ امر، امر متوسط لوگوں کو پیش آتے ہیں۔ اہل کمال ان دونوں سے برطرف رہتے ہیں۔ ارڑپوپو کادیانی نے اس مضمون کتاب فیوض الحرمین سے تمسک کرنے سے یہ بتایا ہے کہ میں عرفان وکمال میں ناقص ہوں۔ اس لئے خطرہ نفس اور وسوسہ شیطان نے مجھ پر غلبہ کر کے میری اس تفسیر کو (جو میں نے اپنے خیال سے کی تھی) اور اصل الہام اجمال کو ایک کر دیا اور جس نے غلطی کر کے اصل ہاویہ کو موت قرار دے کر خصم کے سامنے یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر مخالف کو موت نہ ہوئی تو میرا منہ سیاہ کر کے مجھے لعنتی بنایا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس میں میں نے شیطان سے دھوکہ کھایا ہے اور میں اس کی تفسیر کرنے میں غلطی کا مرتکب ہوا۔ مگر اے حضرات یہ بات اس کے حوالہ دست آویز مضمون مذکور کا لازمہ ونتیجہ ہے۔ منہ سے وہ کبھی اقرار نہ کرے گا کہ میں اس تفسیر میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔ یہ بھی وجہ ہے کہ اس عذر اوّل کے مخالف دوسرے عذرات بھی کرتا ہے۔ جن سے اس تفسیر کا صحیح ہونا جتاتا ہے۔

۲؎ جوان کی موت کو بے وقت کہنا جاہلوں اور دین سے ناواقفوں کا کام ہے جو اس ملہم نے اختیار کیا ہے۔

۳؎ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ کافروں کو دنیا میں نیکی کا بدلہ رزق اوّلاً حلال ملتا ہے۔ مگر اس کی تفسیر میں کسی نے نہیں کہا جو کادیانی نے کہا ہے کہ ذرہ خوف کے بدلے سخت عذاب جو قطعی موعود ہو، ٹل جاتا ہے۔

۴؎ تفسیر کبیر جلد۵ ص۴۱، ۴۲ میں بواسطہ واحدی حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ابو مالک سے منقول ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں ’’لولا‘‘ کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ’’ھلا‘‘ حرف تحضیض وترغیب کے ہیں۔ بجز اس آیت کے اور آیت ’’فلولا کان من القرون‘‘ کے ان دونوں آیتوں میں اس کے معنی نفی کے ہیں۔ تفسیر فتح البیان میں کہا ہے کہ اس کے معنی ’’ھلا‘‘ تحضیضہ کے ہوں تب ہی اس کے معنی نفی کے ہیں۔ دجال کادیانی کا ایک خامل وخامد حواری رسالہ تفہیم ص۱۶ میں اس کے معنی ترغیب کے بیان کرتا ہے اور جاہل اتنا نہیں سمجھتا کہ اگر اس سے ترغیب مراد ہو تو حضرت یونس کی قوم کا استثناء کیونکر صحیح ہوگا۔

۵؎ تغت کو کادیانی نے لغت لام سے لکھا ہے یہ اس کے لدنی علم کا نتیجہ ہے۔

۶؎ تحمیم بجائے حطی کے معنی سیاہ کرنے کے ہیں۔ یعنی حق کے نور پر تحریف وتغلیط کی سیاہی ڈالنا۔

۷؎ یہ الفاظ کادیانی کے حق میں منشی ومولوی سعداللہ صاحب اپنے رسائل وتحریرات ’’انہزام کادیانی‘‘ اور ’’حملہ آسمانی‘‘ وغیرہ میں لکھ چکے ہیں۔ ہم ان کو تعلیم نہیں کرتے۔ کادیانی صاحب ہم پر آشفتہ نہ ہوں۔ ہم تو آپ کے ناصح ہیں نہ طاعن۔

۸۔ اس خط اور عہد کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اگر کادیانی کوئی نشان دکھائے گا تو میں (عبداللہ آتھم) جہاں تک ہوسکے گا اپنی غلطی کی اصلاح کروں گا اور مسلمان ہو جاؤں گا۔

۹۔ وہ اشتہار یہ ہے جس کو ۲؍مئی ۱۸۹۱ء کو کادیانی نے حقانی پریس لدھیانہ میں چھپوا کر مشتہر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونحمده ونصلی لا یحب الله الجحر بالسؤ من القول الا من ظلم وکان الله سمیعا علیما

اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین متین علے سنۃ ابراہیم حنیفاً

چون بدندان تو کرمے اوفتاد آن نہ دندانے بکن اے اوستاد

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آ جانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خداتعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے اور خداتعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔ چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔ اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے۔ وہی اس مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جاوے۔ اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی، امر ربی تھا اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا مگر اس کام کے مدار المہام وہ لوگ ہوگئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا۔ لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اوّل یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے۔ اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو

جائیں گے اور دین کی ہتک ہوگی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا اور اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ خداوند قدیر وغیور اس دین کا حامی ہے۔ اور اس عاجز کا بھی حامی وہ اپنے بندے کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اگر سارا جہاں مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت کے ہاتھ سے مجھ کو تھام لے گا۔ کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔ سو جب کہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی چھوڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا۔ سو چونکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ سے کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے۔ اپنی اس بیوی کو اس دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی اور قرابت اور ہمدردی دور ہو جائیں گے اور کسی نیکی بدی رنج و راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا ؎

چون نبود خویش را دیانت وتقویٰ   قطع رحم بہ از مودت قربیٰ

والسلام علی من اتبع الھدیٰ!

المشتہر: مرزا غلام احمد لدھیانہ ۲؍مئی ۱۸۹۱ء، حقانی پریس لدھیانہ

مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۲۱،۲۱۹

○ ...... ○ ...... ○

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

حرام زادہ کے متعلق

ایک سوال

اور اس کا جواب

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: کیا جھوٹ بولنے سے یا کسی مسئلہ میں غلطی یا کوئی گناہ کرنے سے یا کسی کی بات یا شرط نہ ماننے سے انسان حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے؟

جواب: جب سے مذہب، تہذیب اور انسانیت کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے کسی اہل مذہب یا مہذب یا انسان کے خیال وخواب میں بھی مسئلہ نہ آیا ہوگا کہ انسان جھوٹ بولنے یا اور گناہ کرنے یا غلطی کا مرتکب ہونے یا کسی کا خلاف کرنے اور اپنے مخالف کی بات یا کوئی شرط جائز یا ناجائز کو نہ ماننے سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ہاں! بازاری شہدے یا بے تمیز بچے آپس میں تخاطب کرتے ہیں تو وہ ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں کہ ''جو ہماری بات نہ مانے وہ حرام کا ہے یا جو ہمارے ساتھ نہ دوڑے یا نہ کھیلے وہ اپنے باپ کا نہیں۔'' مگر عاقل انسانوں کے نزدیک یہ لوگ پورے انسانوں میں شمار نہیں کئے جاتے اور ان کے ایسے اقوال اور افعال بہیمی سیرت (جس کا ان میں غلبہ پایا جاتا ہے) کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور وہ لوگ بہائم یا نیم وحشی۔

مدعیان مذہب یا تہذیب یا انسانیت سے صرف ایک صورت انسانی مرزاغلام احمد کادیانی ایسا نظر آتا ہے جسے اپنی الہامی ڈکشنری (لغت کی کتاب) سے یہ لغت نکالا اور اس کی دست آویز کہا کہ جو شخص جھوٹ بولے یا غلطی کرے یا کادیانی کی شرط اور بات کو نہ مانے وہ حرامی یا حرام زادہ ہے اور اس الہامی لغت کے استعمال کو اس نے ایسا وسیع کیا ہے کہ گویا یہ لفظ ''حرامی وحرام زادہ'' اس وقت کے الہامیوں کا شعار اور ایک الہامی محاورہ اور ان کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔

ہم اس امر کے ثبوت کے لئے اس کے الہامی ڈکشنریز (تصنیفات) کے چند کوٹیشن (حوالے) کوٹ (نقل) کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ نادر لغت آپ ہی کا الہام زادہ یا ایجاد ہے اور اسی پر آپ کی بول چال الہامی محاورہ کی بنیاد ہے۔

۱...... آپ اپنی کتاب وساوس ص۲۹۲، خزائن ج۵ ص ایضاً میں فرماتے ہیں: ''جو شخص متقی اور حلال زادہ ہوتا ہے اوّل تو وہ جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل الزام نہیں

لگاتا۔'' جس کا مفہوم ہم وزن منطوق یہ ہے کہ جو شخص کسی اپنے بھائی پر بے تحقیق الزام لگا دے وہ آپ کی الہامی لغت میں حرام زادہ کہلاتا ہے۔

۲...... اپنے رسالہ ضمیمہ شہادت القرآن کے ساتھ ایک تقریر متعلق مسئلہ جہاد ملحق کر کے چھپوائی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کو دھوکہ دیا اور جتایا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے آپ جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ پھر اس دھوکہ کو پختہ کرنے کے لئے اپنی اس تقریر کی (ص۳، خزائن ج۶ ص۳۸۰) میں کہا ہے کہ: ''محسن کی بدخواہی کرنا (یعنی گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد کو جائز کہنا) ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔''

۳...... آپ (فتح اسلام مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۵۴) کے بارہ میں مختصر تقریر مطبوعہ ۹ر ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتے ہیں کہ: ''اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کے لئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں بلکہ اس کی فطرت میں خلل ہے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔''

۴...... آپ اپنے (اشتہار تین ہزار مطبوعہ ۵ر اکتوبر ۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۸۰،۸۱) میں مسلمانوں کے ایک جوانمرد منشی سعداللہ صاحب لدھیانوی کو جنہوں نے اس کی شرط مذکور کا خلاف کیا تھا، مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ ''ہاں! اے ہندوزادہ!! اب ثابت ہوگیا ہے کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر کہ کوئی عبداللہ آتھم کو قسم دینے سے پہلے ہماری تکذیب نہ کرے۔ خوب ہی تو نے عمل کیا۔''

۵...... آپ اپنے رسالہ بے انوار (انوار الاسلام ص۲۴، خزائن ج۹ ص۲۵) میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مولویوں میں سے کہے کہ عبداللہ آتھم کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں تو اگر اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو عبداللہ آتھم کو حلف پر آمادہ کرے۔

۶...... اور اس رسالہ کے (ص۲۹، خزائن ج۹ ص۳۱) میں فرماتے ہیں: ''پھر بھی اگر کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے

شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔''

۷...... اور اس رسالہ کے (ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱) میں آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص اس فیصلہ (قسم) کے برخلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔''

۸...... پھر (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۲) میں فرماتے ہیں: ''حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔''

۹...... اس رسالہ (ص۳۱، خزائن ج۹ ص۳۲) میں اس شخص کے حق میں جو آپ کے فیصلہ مذکور کو نہ مانے فرماتے ہیں: ''ایک خطا، دو خطا، سوم مادر بخطا۔'' یعنی جو سہ بارہ خطا کرتا ہے اس کی ماں کارہوتی ہے۔

۱۰...... اسی رسالہ (ص۳۷، خزائن ج۹ ص۳۸) میں فرماتے ہیں: ''اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔''

۱۱...... پھر اسی (ص۳۷، خزائن ج۹ ص۳۹) میں فرماتے ہیں: ''اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلاتوقف اس فیصلہ (قسم) کے لئے سعی کرتا ہے اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔''

یہ تازہ الہامی تصنیفات کادیانی کے حوالہ جات ہیں۔ اب ایک دو حوالے پرانی الہامی تصانیف کادیانی نقل کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ الہام کادیانی کو قدیم سے ہو رہا ہے اور یہ الہامی محاورہ اس کا قدیمی محاورہ ہے۔

۱۲...... (رسالہ شحنۂ حق مطبوعہ ۱۸۸۷ء ص۳۸، خزائن ج۲ ص۳۲۶) میں آپ ایک آریہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ''اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کے لئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا ہمارے ساتھ آویں۔''

۱۳...... اور (شحنۂ حق ص۴۶، خزائن ج۲ ص۳۸۶) میں فرماتے ہیں: ''وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔ مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔''

اس مضمون کے اور اس الہامی لغت نادر اور محاورہ شریفہ کے متضمن آپ کی الہامی ڈکشنری کے حوالہ جات اور بہت ہیں۔ جن سب کی تفصیل سے تطویل متصور ہے۔

ان حوالہ جات سیزدہ گانہ سے ناظرین کو ثابت ہوگا کہ کادیانی کی الہامی ڈکشنری میں اس پاکیزہ لغت کے یہ شریفانہ معنی بیان ہوئے ہیں اور کادیانی کا یہ شریفانہ والہامی محاورہ اور تکیہ کلام ہے۔ جس سے وہ ہر شخص کو جو اس کی بابت نہ مانے یا شرط کے خلاف کرے یا اس کے نزدیک خطاء یا غلطی کرتا ہو حرامی یا حرام زادہ کہہ دیتا ہے۔

مگر عام اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام اور جملہ اہل تہذیب اور کافہ انام جو انسان کہلاتے ہیں کادیانی کی اس ڈکشنری کو مستند نہیں جانتے اور اس لغت اور محاورہ سے وہ اتفاق نہیں رکھتے اور وہ یہ تحقیق واعتقاد رکھتے اور کہتے ہیں کہ حرام زادہ یا حلال زادہ ہونا ایک فطرتی اور قدرتی امر ہے۔ جو شخص واقع میں حرام زادہ ہو وہ نیک عمل کرنے یا اچھی صفت پیدا کرنے سے حلال زادہ نہیں بن جاتا اور جو شخص واقع میں حلال زادہ ہو وہ برا فعل کرنے یا بری خصلت اختیار کرنے سے حرام زادہ نہیں ہو جاتا۔

اور واقعی معیار حلال زاہ ہونے کا وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا (جو اس کی منکوحہ سے اسلامی طور پر اس کا نکاح ہوا ہو، خواہ عیسائی طور پر یا کسی اور مذہب کے طور پر) یا مملوکہ سے (وہ خرید سے مملوکہ ہو خواہ ہبہ یا اور جائز وجوہ سے) پیدا ہو، وہ حلال زادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا جھوٹ بولے یا اور گناہ (شرک کفر وغیرہ) کا مرتکب ہو یا وہ اور کسی کا تو درکنار اپنے باپ ہی کا خلاف کرے۔ دین ودنیا میں اس کا مخالف بن جائے۔ کافر باپ کا بیٹا مسلمان ہو جائے یا مسلمان کا بیٹا کافر بن جائے وہ حرام زادہ نہیں کہلاتا۔

تمثیلات

۱...... دیکھو انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر کے جو بشہادت نص قرآن کافر وبت پرست تھا مخالف رہے۔ وہ باپ کو کہتے آئے: ''**یابت انی قد جاء نی من العلم مالم یاتک فاتبعنی اھدک صراطا سویا یابت لا تعبد الشیطٰن ان الشیطٰن کان لرحمٰن عصیا یابت انی اخاف ان یمسک عذاب من**

الرحمن فتکون للشیطٰن ولیا قال اراغب انت عن الهتی یابراهیم لئن لم تنة لا رجمنک واهجرنی ملیا (مریم:۴۲-۴۶) ’’باپ تو میرا پیرو ہوجا۔ مجھے خدا نے وہ علم دیا ہے جو تجھے نہیں دیا۔ ان کا باپ کہتا ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت کرتا ہے۔ اگر باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔

۲…… حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا اور اپنے باپ کا سخت مخالف رہا۔ جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ’’ونادی نوح ابنه وکان فی معزل یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء (ہود:۴۲،۴۳) ’’اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور کشتی پر سوار نہ ہوا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے خدا کی جناب میں عرض کیا: ’’رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح (ہود:۴۵،۴۶) ’’کہ میرا بیٹا میرا اہل ہے۔ (جن کی نجات کا تو نے وعدہ دیا ہے) خدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ تیرا بیٹا نہیں۔ بلکہ وہ فرمایا وہ تیرا اہل یعنی تابع و پیرو نہیں ہے۔ وہ بدعمل ہے۔ اس سخت مخالفت کے ساتھ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے بیٹے کہلائے اور نوح علیہ السلام کا بیٹا ان کا بیٹا اور کوئی اس ناپاک لفظ وخطاب کا مستحق نہ ہوا۔ جس کا مستحق ان کو کادیانی کا ناپاک محاورہ بناتا ہے۔

۳…… آنحضرت ﷺ کے جلیل الشان اصحاب جو مولود فی الاسلام نہ تھے۔ ان میں اکثر اپنے والد کے مذہب میں مخالف تھے۔ یہ حضرات مشرف باسلام ہوگئے اور وہ کافر رہے۔

۴…… پھر مسلمان جماعت صحابہ وتابعین وائمہ دین صدہا مسائل فروعی میں باہم متخالف رہے۔ مگر کسی نے اس اختلاف وخلاف کے سبب ان پر اس الہامی لقب کادیانی کا اطلاق جائز نہیں رکھا جو کادیانی ان کے حق میں تجویز کررہا ہے۔

۵…… اپنے خاندان کو کادیانی دیکھ لے۔ اس کے اجداد خصوصاً مرزاگل محمد ومرزا عطاء محمد بحسب ادّعاء وبیان (ازالہ کادیانی ص۱۲۴،۱۲۵،۱۳۱، خزائن ج۳ ص۱۵۹-۱۶۵) وغیرہ مسلمانوں

کے قاضی وولی متقی تھے۔ مگر اس کا بیٹا اور کادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ جس کو میں نے بھی دیکھا ہے اور اس کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت زندہ ہیں۔ عملاً واعتقاداً اپنے ان اباؤاجداد کا مخالف تھا۔ وہ صرف حکیمانہ مذہب رکھتا تھا۔ اگر کچھ میلان مذہب کی طرف تھا تو تشیع کی طرف تھا اور اس پیرانہ سالی میں جس میں، میں نے اس کو دیکھا ہے اس کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کا حال ہم نہیں لکھتے۔ یہ خود کادیانی سے یا اس کے اور دوستوں سے پوچھنا چاہئے۔ پھر کیا اس مخالفت طریق آبائی کے ساتھ مرزا غلام مرتضیٰ ان کا بیٹا تسلیم نہ کیا جاتا ہے اور اس مکروہ خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۶...... اس کے بعد اپنے آپ کو کادیانی دیکھے کیا اس کے آباواجداد اعلیٰ مرزا گل محمد، مرزا عطاء محمد کا بھی مذہب واعتقد تھا جو کادیانی نے ظاہر کیا۔ کیا اس کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح موعود یہی ہے جو میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس! کادیانی کے اور کفریات ہیں۔ جن کا اس کے اباواجداد سے کوئی قائل نہ تھا۔ ومعہذا کادیانی اپنے باپ کا بیٹا اور حلال زادہ کہلاتا ہے۔ اس کا خلاف اس کے خیال میں کبھی نہیں آتا۔

۷...... اپنے بعد وہ اپنے بیٹوں کو دیکھے۔ اس کا بیٹا مرزا سلطان احمد اس کا کیسا مخالف ہے۔ حتیٰ کہ اس مخالفت کے سبب اس نے اس کو عاق بھی کر دیا ہوا ہے اور اس مضمون کا اشتہار دے دیا ہوا ہے۔ جو پہلے منقول ہوا۔ ومعہذا وہ اس کو بیٹا اور حلال زادہ ضرور سمجھتا ہے۔ اس لفظ مکروہ کا اس پر اطلاق نہیں کرتا۔

ان تمثیلات ہفت گانہ سے صاف اور یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا ہے وہ کسی اختلاف سے اور کسی گناہ سے اور کسی غلطی سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔ ایسا ہی وہ واقع میں حرام زادہ ہونے کا معیار بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی منکوح الشرح مذکور یا کسی کی مملوکہ (بہ تفصیل مذکور) سے متولد نہیں ہے۔ وہ حرام زادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا ہی واقعی راست گفتار، نیک کردار وپرہیزگار بن جائے یا ادّعائے مجدد

ومحدث اور خدا کا ملہم ومخاطب کہلائے اور باوجود ختم ہو جانے نبوت کے پیغمبری کا دعویٰ کرے اور آدم، عیسیٰ، احمد وغیرہ نبی علی نبینا وعلیہم السلام بن بیٹھے اور چند خران بے تمیز اس کی تصدیق بھی کر دیں تو ان واقعی یا ادّعائے کمالات ومحاسن کے ساتھ بھی حرام زادہ کا حرامزدہ ہی رہتا ہے۔ اب عارضی (واقعی ہوں خواہ ادّعائے) خوبیوں سے حلال زادہ، محدث، محدث نبی، ملہم، آدم، عیسیٰ نہیں بن جاتا۔ صائب نے کہا ہے ؎

عیسیٰ نتوان گشت بہ تصدیق خری چند   بہ نماء بصاحب نظرے گوہر خودرا

ایک اور بزرگ نے کہا ہے ؎

خرے عیسیٰ اگر بمکہ رود   چون بیاید ہنوز خرباشد

اور وہ سب کادیانی کی ڈکشنری کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ معنی اس کے جو کادیانی نے الہامی ڈکشنری سے نکال کر بیان کئے ہیں صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق کادیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال کادیانی کو سپاس کرنے والے ہوں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے میں کادیانی اور وہ لوگ مسلم کل ہیں۔ کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے۔ جن کا ان کو خود بھی اعتراف ہے اور خاص کر ان کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔ پھر وہ اس محاورہ اور لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

ان کے جھوٹ بولنے کی تفصیل

خود حضرت اکذب کادیانی صاحب خداتعالیٰ پر افتراء کرنے میں مسلم کافہ اہل اسلام ہیں جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعویٰ کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ خداتعالیٰ پر افتراء ہے اور اس کے یہ دعوی کہ میں نبی ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، میں وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت عیسیٰ

نے دی اور اس کی آیت: ’’مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ‘‘میں حکایت ہوئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ! سب کے سب خداتعالیٰ پر افتراء ہیں۔ ایسے اس کے اور دعاوی ہیں کہ (۱) لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ ایک تاریکی کا زمانہ مراد ہے۔ (۲) اور آنے والے مسیح سے مثیل مسیح اس کی ذات مراد ہے۔ (۳) دمشق سے جہاں نزول مسیح کا ہو کا رموضع قادیان مراد ہے۔ (۴) محل نزول مسیح منارہ شرقی سے اس کی مسجد کادیان کے منارہ۔ (۵) دجال سے عیسائی، پادری۔ (۶) دجال کے گدھے سے ریل گاڑی۔ (۷) یاجوج ماجوج سے انگریز وروس۔ (۸) قیامت سے پہلے اونٹنیوں کی بیکار ہونے سے ریل جاری ہونے کے سبب باربرداری میں ان کا کام نہ آنا۔ (۹) قیامت کے دن صحیفوں کے کھلنے سے اس وقت چٹھی رسانوں کا چٹھیات اور تارخبریں بانٹتے پھرنا۔ (۱۰) اس دن روحوں کو جسموں کے ساتھ ملائے جانے سے اس وقت کی کمیٹیاں۔ (۱۱) اس دن پہاڑوں کے چلائے جانے۔ (۱۲) اور دریاؤں کے جاری ہونے سے اس وقت انگریزوں کا پہاڑوں کو کاٹ کر سڑکیں نکالنا اور دریاؤں سے نہریں نکالنا وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔ (جو اس کے رسائل ازالہ، توضیح، فتح شہادت القرآن وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کو بھی عام اہل اسلام خدا اور رسول پر افتراء جانتے ہیں۔

لوگوں پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی کادیانی کا عام اہل اسلام میں مسلم ہے اور اشاعۃ السنۃ (ج۱۳،۱۴،۱۵ خصوصاً اس کی جلد۱۵ کے نمبر۹ لغایت۱۲) میں ایسا مدلل ومفصل ہو چکا ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد کسی کو اعتراض وشک پیدا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ کادیانی کو بھی اس میں چون وچرا کرنے کی جگہ نہیں اور اس وجہ سے وہ ان کے ردوجواب سے ساکت ہورہا ہے۔

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں ہے جو اس نے اپنے ازالہ کے صفحہ اخیر میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین کو ڈپٹی کمشنر لدھیانہ سے حکماً نکلوا دیا بلکہ ڈپٹی دلاور علی کی حفاظت میں وہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا دیا؟ کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں جو رسالہ اظہار میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے مباحثہ امرتسر میں عیسائیوں کو مدد دی؟ کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں ہے؟ جو اسی رسالہ میں بولا ہے کہ عرب وشام کے مستند علماء اس کے ساتھ ہوگئے؟ کیا اسی رسالہ میں اس کا یہ

جھوٹ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس پر فتویٰ کفر لگایا تھا۔ ان میں سے اکثر نے رجوع کر لیا ہے؟ کیا اس کا یہ جھوٹ نہیں جو کتاب وساوس ص۲۰۴ میں اس نے بولا اور خاکسار کے حق میں چالیس روز کا میعادی منذر الہام شائع کیا؟ اگر ان جھوٹوں میں سے کوئی جھوٹ سچ ہوسکتا تھا تو کیوں ہمارے ان الزاموں کے جواب میں اس نے سکوت اختیار کیا۔

الزام اوّل کے ثبوت میں جو ہم نے ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کی چٹھی رسالہ نمبر۸ جلد۱۳ میں مشتہر کی۔ اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر۲ کے ثبوت میں جو ہم نے اس کا یہ محاورہ اور شریفانہ اصول پیش کر کے اس کو ملزم کیا تھا۔ اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر۳ کے ثبوت میں جو ہم نے کادیانی کے سفر حج کا خرچ اپنے ذمہ لے کر حرمین میں اس کو لے جا کر اس کے عقائد ومقالات کا فیصلہ کرانا چاہا تھا۔ اس کو کیوں قبول نہ کیا؟

الزام نمبر۴ کے ثبوت میں جس فہرست اہل رجوع کا ہم نے مطالبہ کیا تھا۔ اس کو کیوں پیش نہ کیا؟

الزام نمبر۵ کی تائید میں جو ہم نے اپنی ترقی دنیوی کا حال لکھا تھا۔ اس کا کیوں اس نے جواب نہ دیا؟

اس کے اتباع کا خدا ورسول پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی یہی اس تفصیل سے ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ان سب افتراؤں کا افتراء ہونا دلائل سے ثابت ومدلل دیکھ کر ان کو قبول کرتے ہیں اور عام لوگوں میں ان کو رواج دیتے ہیں اور بحکم اس قاعدہ مسلمہ اتفاقیہ کہ جھوٹ کا رواج دینے والا بھی جھوٹا ہے۔ وہ سب جھوٹے ہیں۔

علاوہ برآں ان میں سے آپ کے اکابر خلفاء اور اخص حواریوں کے سفید جھوٹ بھی اشاعۃ السنۃ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ آپ کے بڑے اور اوّل درجہ کے خلیفہ حکیم نوردین بھیروی جمونی کا جو درحقیقت آپ کے پیرومرشد ہیں۔ (چنانچہ پہلے مفصل بیان کیا گیا ہے) مباحثہ لاہور سے جان چھڑانے کے لئے یہ جھوٹ بولا کہ ہم کو لدھیانہ میں ایک شب کے لئے جا کر وہاں سے جمون میں چلا جانا ضروری ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا حرج عظیم ہوگا۔ جس کے بعد لدھیانہ چلے گئے۔ وہاں پانچ روز قیام کیا۔ اشاعۃ السنۃ نمبر۲ جلد۱۳ ص۳۳ میں ثابت

کیا گیا ہے اور آپ کے خلیفہ دوم منشی احسن امروہی کا واقعہ مباحثہ بٹالہ کی نسبت تین جھوٹ بولنا (۱) آپ (خاکسار کو لکھتے ہیں) بلااجازت لاہور چلے گئے۔ (۲) جس پر میر ممتاز علی صاحب منصف نے کہا کہ ہم کو اب منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہی۔ (۳) آپ مباحثہ شروع کر کے چلے گئے جو اشاعۃ السنۃ جلد۱۴ میں بصفحہ نمبر۴۰۹ ثابت کیا گیا ہے اور آپ کے خلیفہ سوم ایڈیٹر رسالہ ناحق (مشہور بحق) کے برطبق ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کئی جھوٹ (۱) مسٹر ویب صاحب کو کادیانی کی بدولت اسلام نصیب ہوا ہے۔ (۲) کادیانی کے مخالفین ذلت ومسکنت میں مبتلا ہیں۔ (۳) مدراس کے یوروشین نومسلم جماعت کی طرف مسٹر حامد سنو وغیرہ کا ڈیپوٹیشن کادیانی کے پاس آنے والا ہے۔ ثابت ہوچکے ہیں۔ اوّل ودوم اشاعۃ السنۃ میں نمبر۱۱ جلد۱۵ میں ثابت کئے گئے ہیں۔ تیسرے کا ثبوت من بعد یوں ہوا کہ مسٹر حامد سنو کئی مہینے سے لاہور میں مقیم ہیں اور انجمن حمایت اسلام کے مدرس ہیں۔ وہ کادیانی کی طرف منہ کر کے تھوکتے بھی نہیں۔ باوجودیکہ حواریان کادیانی ان کو قادیان پہنچنے کی بہت ترغیب دلاچکے ہیں اور آپ کے خلیفہ چہارم حامد سیالکوٹی کے کئی جھوٹ (جن میں بعض خاکسار کے حق میں افتراء ہیں۔ بعض مولوی محمد احسن صاحب رئیس لدھیانہ وغیرہ مسلمانان لدھیانہ پر افتراء ہیں) اشاعۃ السنۃ نمبر۱۱ جلد۱۵ میں ثابت ہوچکے ہیں۔ عام اہل اسلام سے اس گروہ کے پیروان کی مخالفت عیاں ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ کادیانی کے عقائد کہ ازانجملہ مشتے نمونہ ازخروار اوپر بیان ہوچکے ہیں۔ ایسے عقائد ہیں جن میں وہ کافہ اہل اسلام کا مخالف ہے اور خاص کر اس مقولہ یا محاورہ الہامیہ میں کہ: ''جو شخص جھوٹ بولے یا غلطی کرے یا کادیانی کی بات یا شرط نہ مانے وہ حلال زادہ نہیں۔'' تو وہ سارے جہان کے مخالف ہیں۔ پھر اس مخالفت عام اہل اسلام اور اس کذب وافتراء لاکلام کے ساتھ یہ حضرت اس پاک خطاب سے مخاطب اور اس مقدس لفظ کے موردنہ ہوں اور برخلاف اس کے سب سے سب حلال زادے کہلائیں اور تمام اہل اسلام صرف کادیانی کے خیالی جھوٹ بولنے میں یا کسی مسئلہ میں غلطی کرنے سے یا کادیانی کا کسی بات یا شرط میں خلاف کرنے سے حرام زادہ متصور ہوں۔ اس کی کوئی وجہ وجیہہ ہے تو کادیانی صاحب بیان فرمادیں اور اس الہامی ڈکشنری کی شرح تصنیف کریں۔ جس میں اس وجہ کی تفصیل ودلیل ہو۔

اور اگر کادیانی صاحب کوئی دلیل فارق جو کادیانی اور اس کے اتباع کو باوجود جھوٹ بولنے اور تمام جہان کا خلاف کرنے کے حلال زادہ قرار دے اور تمام مسلمانوں کو کسی غلطی یا جھوٹ یا خلاف کادیانی کے سبب حرام زادہ بناوے بیان نہ کریں گے تو عام مسلمان یہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا یہ محاورہ الہامی نہیں بلکہ شیطانی ہے اور آپ باوصف دعویٰ نبوت والہام ومجددیت ومسیحائیت عام بازاریوں کی طرح لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں اور اس وجہ سے آپ نبی، مجدد، محدث تو کجا اوّل درجہ کے مسلمان یا مہذب انسان بھی نہیں ہوسکتے بلکہ بہائم سیرت وحشی صفت ہیں جو جوش کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ اس صورت میں ان کی طرف سے یہ شعر صائب کا آپ کی خدمت میں پیشکش ہوتا ہے اور اسی پر یہ مضمون ختم ہے ؎

دہن خوش بدشنام میلا صائب لیکن زر قلب بھر کس کہ دہی باز آید

(اشاعۃ السنۃ ج۱۶ نمبر۶ ص۱۲۷ تا ۱۷۸)

حاشیہ جات

۱؎ اس کے دھوکہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ دل سے وہ گورنمنٹ غیر مذہب کی جان مارنے اور اس کا مال لوٹنے کو حلال ومباح جانتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب (وساوس ص۱۰۱، خزائن ج۵ ص۱۰۱) میں صاف کہہ چکا ہے کہ: ''نافرمان انسان جان اور مال اس کے ملک سے خارج ہوکر خدا کے ملک میں آجاتے ہیں۔ پھر خدا جس سے چاہے اس کو تلف کرادے۔'' جس سے صاف ثابت ہے کہ جو اس مقام میں اس نے گورنمنٹ سے جہاد جائز رکھنے والے کو حرامی کہا ہے یہ محض دھوکہ ہے۔ ایسے دھوکہ باز کو حرامی بننا یا کسی کو حرامی کہنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پرحذر رہنا ضروری ہے۔ ورنہ اس مہدی کادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔ ہماری اس تقریر کا جو اس نے ہمارے ریویو براہین احمدیہ سے نقل کی ہے اب وہ محل نہیں رہا۔ وہ اس وقت تک اس کا محل تھا جب تک مہدی نہ بنا تھا۔ اس کے مہدی نہ بننے کی دست آویز سے وہ ریویو لکھا گیا تھا۔ اب جو وہ مہدی بن گیا ہے تو وہ مضمون اس پر چسپاں نہیں ہوسکتا۔ اس امر کی تفصیل ہم اس مضمون میں کریں گے جو اس تقریر کے جواب میں عنقریب شائع کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فرضی زوجہ کادیانی کے شوہر ثانی کی
عدم وفات پر کادیانی کی
راست بیانی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنانکہ چشم بر گل تحقیق واکنند ۔۔۔ ازہرچہ فہم رنگ نگیر وحیا کنند
درمبحثے کہ غیر خاموشی علاج نیست ۔۔۔ پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

کادیانی کی فرضی وخیالی زوجہ مرزااحمد بیگ مرحوم کی دختر نیک اختر کے شوہر ثانی مرزا سلطان محمد بیگ ساکن پٹی علاقہ قصور ضلع لاہور (خدااس کوزندہ رکھے اوراس کی موت چاہنے والے کے منہ میں خاک ڈالے) کی نسبت کادیانی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جس تاریخ وہ کادیانی کی زوجہ مذکورہ کواپنے نکاح میں لائے گا۔اس تاریخ سے اڑھائی برس کے عرصہ تک وہ فوت ہوجائے گا اوراس کے مرنے کے بعد پھر خداتعالیٰ اس زوجہ کادیانی کو کادیانی کی طرف واپس لائے گا۔ اصل عبارت یہ ہے جو اس کے اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ...... یا معین برحمتک نستعین

ایک پیش گوئی ازوقوع کااشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا ۔۔۔ قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہو گا
جھوٹ اورسچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا ۔۔۔ کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

اس کے بعد کادیانی نے شروع اشتہار سے ص۴ تک اخبار نورافشاں پر لے دے کی۔جس میں اس پیش گوئی کوشہوت پرستی قراردیا گیا تھا۔اس کے بعد ص۴ میں کہا ہے:

’’اب یہ جاننا چاہئے کہ جس خط کو۱۰رمئی ۱۸۸۸ء کے نورافشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دارمکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زاد کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔نشان آسمانی کے طالب تھے اورطریقہ اسلام سے انحراف اورعناد رکھتے تھے اوراب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نورامرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست

ان کے اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل وجان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر وعاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں۔ تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل ودانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوٰی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خداتعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے۔ نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا۔ اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا۔ تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے۔ لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خداتعالیٰ نے اس

پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنادے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے: ’’**کذبوا بایاتنا وکانوا بها یستهزؤن فسکفیکهم الله ویردها الیک لا تبدیل لکلمات الله ان ربک فعال لما یرید انت معی وانا معک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا**‘‘ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۳-۱۵۹)

اس کے بعد کادیانی نے اخبار نور افشاں کے اس اعتراض کا کہ: ’’اگر یہ الہام خدا کی طرف تھا تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھا۔ اپنے خطوں میں اس کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کیوں کی۔‘‘ ایسا واہی جواب دیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اخیر میں کہا ہے کہ یہ پیش گوئی اس زمانہ میں کی تھی۔ جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی۔ یعنی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار: غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۶۰)

ازآنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف نتیجہ جوش احتلام کادیانی تھا اور اسی وجہ سے وہ اس پیش گوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کے لئے جال پھیلایا ہے۔ جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے۔ لہٰذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا بلکہ وہ مضطر وناچار وحیران وبے قرار ہوکر ناجائز وسائل وتدبیروں کے درپے ہوگیا۔ پس پہلے تو اس نے مرزا احمد بیگ اپنی فرضی وجہ کے والد کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا اور کئی خط متضمن ترغیب وترہیب (ڈرانے) کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو کادیانی کے بیٹے فضل احمد کے خوش دامن تھی (اس خیال سے کہ عورتیں عموماً بزدل ہوتی ہیں اور ایسی باتیں سن کر ڈر جاتی ہیں) ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب وترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوانمرد نکلی تو پھر اس کے شوہر کو مرزا علی شیر بیگ کے نام اسی مضمون کا خط لکھا وہ خط ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں پہلے خطوں کی بھی تصدیق پائی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی!

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو

ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو میں آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا۔ مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پروانہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا چاہئے۔

ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اس کا ہوں تو ضرور مجھے بچائے گا اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو ایک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہوگئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی لینی چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور میری وارث ہو۔ وہی میری خون کے پیاسے رہے۔ میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا ہے کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔

صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے۔ ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی

صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہوسکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں۔ ذلیل ہوں اور خوار ہوں۔ مگر خداتعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ لیں تو پھر جیسا کہ آپ کا خود منشاء ہے۔

میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا بلکہ ایک طرف جب محمدیؓ کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا اور اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کروں گا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کروگے اور یہ ارادہ اس کا بند کردوگے تو میں بدل وجان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال اس کا مال ہوگا۔ لہٰذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خداتعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے رشتے ناتے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب ناتے رشتے ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم!

الراقم: خاکسار غلام احمد لدھیانہ اقبال گنج ۴؍مئی ۱۸۹۱ء

(کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۵، ۱۲۷)

جب وہ صاحب بھی قابو میں نہ آئے تو کادیانی نے اپنی پرانی بیوی اور بچوں کو جو مرزا احمد بیگ کے خیر خواہ وصلاح کار رہتے۔ گھورنا اور ڈرانا شروع کیا اور ان کو ایسی ناجائز

دھمکی دی کہ کسی پرلے سرے کے شہوت پرست سے (بشرطیکہ وہ شریف کہلاتا ہو) اس پر جرأت نہ ہوسکے۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کردینے کا اوراس مضمون کا اشتہار چھاپ کر شائع ومشتہر کردیا۔ ادھر فریق ثانی ناکح اوراس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کردو۔ تمہارا نکاح دوسری جگہ کرادیا جاوے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے۔ تم اس ارادہ سے باز آؤ اوراس کے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ سے ڈرایا اور دھمکایا۔ مگر وہ لوگ بھی جوانمرد نکلے اوراس کی دھمکیوں کو گیدڑ بھبکیاں قرار دے کر اپنے خیال پر قائم ومستحکم رہے۔ ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے کادیانی کے اعتراف واقرار تخویف (ڈرانے) وخطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ آپ (اشتہار انعامی چار ہزار، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۹۵) میں فرماتے ہیں: ’’احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی واستہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔‘‘

مگر اے حضرات ناظرین! چونکہ وہ الہام محض کذب اور صرف نتیجہ جوش احتلام کادیانی تھا۔ (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو کادیانی اس کو سچ بنانے کے لئے ان مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا کہ بیوی کو طلاق اور بیٹوں کو عاق اور بہو کو بیٹے سے طلاق) لہٰذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو کادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی اسی ینگ مین (جوان) مرزا سلطان محمد سے خدا اس کو اس نکاح ویرگاہ متمتع رکھے۔ ہوگیا۔

پھر اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضاء وقدر وتقاضاء عمر رحلت کی تو اس سے کادیانی کی چڑھ مچ گئی اور رال ٹپک پڑی۔ آپ نے بغلیں بجانی شروع کردیں اور متعدد تحریرات میں یہ باتیں کہیں کہ اس کی موت میری ہی پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کے لئے بھی موت تیار ہے۔

ہر چند جرنل اشاعۃ السنۃ نے کادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور جلد ۱۵ کے نمبر ۱،۲ میں اس پر پچاس سوالات جرح کر کے اس کو مجروح ونیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں اس نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی وجفری جوتشی بھی کیا کرتے ہیں۔ جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہوسکتی۔ جن کے جواب میں کادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا۔ جس سے سمجھا گیا کہ بس اب کادیانی پردہ پھٹ گیا۔ مگر اے حضرات ناظرین! کادیانی بڑا صاحب حوصلہ وہاضمہ ہے۔ وہ اس قدر سوالات جرح کے مار کھا کر بیہوش وبے حس ہو کر پھر سرک پڑا اور پھر بھی مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بھی خواہاں اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا اور اپنے دام افتادہ احمقوں کو اپنی تقلید پر جمانے لگا۔ چنانچہ رسالہ (شہادۃ القرآن ص۸۰،۸۱، خزائن ج۶ ص۳۷۵،۳۷۶) میں اس نے کہا ہے: ''پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵؍جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱؍ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خداتعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو۔ خداتعالیٰ اس کی خاطر سے اس کے دشمن کو اس کی دعاء سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہرادے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کے تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں

سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔ (۱) کہ مرزااحمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔ (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے۔اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ (۳) اور پھر یہ کہ مرزااحمد بیگ تاروز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔''

وازآنجا کہ خداتعالیٰ ہمیشہ آخرکار جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے۔گویا ایک وقت تک ان پر حمرۃ الخجل (نادم کی سرخی چہرہ) رہی۔ لہٰذا ۷/اپریل ۱۸۹۲ء سے اڑھائی سال کی مدت گزر گئی۔ مرزاسلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش خرم رہا اور اس نکاح سے ان کو خدا نے ولد بھی عطاء کیا۔ جس سے کادیانی کی دروغ گوئی اور ذلت اور رسوائی اسلامی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ مگر اے حضرات! کادیانی بڑا صاحب حیاوحوصلہ وہاضمہ ہے کہ وہ اس ذلت اور رسوائی کو بھی شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش فرما کر ہضم کر گیا اور اس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی ہے۔ جس نے جہاں کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶/اکتوبر ۱۸۹۴ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی ہے۔

مرزااحمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی اس کی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ کادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلاطائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بیہودہ سرائی اس سے ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم اس کی پوری عبارت کی نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

اس تحریر کا خلاصہ مطالب ذیل ہیں:

۱...... اس پیش گوئی کے دو حصے تھے۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۹)

۲...... پہلا حصہ پورا ہو گیا جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنۃ نے بھی کیا اور لکھا ہے کہ اگرچہ پیش گوئی تو پوری ہوگئی۔ مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی۔ (ایضاً)

۳...... دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا۔ مگر بعد میعاد پورا ہوگا۔ میعاد میں پورا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ بھی عبداللہ آتھم کی طرح ڈر گیا تھا بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

(خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۰)

۴...... مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی) عقلی یہ ہے کہ جب ایک پیش گوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیش گوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیش گوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہوگا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے۔ جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔ سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔ (خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۲)

۵...... مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا گو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔ مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت ومعلوم ہے کہ خدا تعالیٰ موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی قدیم سنت ہے۔ لہٰذا اگر کسی خبر وپیش گوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالیٰ اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

(خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳)

۶...... اس سنت الٰہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (کادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے ان کے بیان کرنے کے مہلت دیویں۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں تو ہم دوسو روپیہ انعام دیں گے۔ اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں گے کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔ (خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۸،۴۹)

یہ آپ کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے۔ اب ناظرین اس پر ہماری ریمارکس (تشریحات) سنیں۔

نمبر اوّل میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیش گوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی۔ یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا۔ وہ نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر کادیانی کے اصل الہام یا احتلام (اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار ۲؍مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے خط ۴؍مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے مضمون شہادۃ القرآن ص۸۰، خزائن ج۶ ص۳۷۵) کے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس الہام وپیش گوئی کا اور اصل مقصود والہام منکوحہ آسمانی کادیانی کا اس کے پاس واپس آنا ہے۔ موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔ اس کو کادیانی کا بڑا حصہ قرار دیتا ہے۔ سفید جھوٹ ہے۔

نمبر۲ میں جو کادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورے ہونے کا صاحب اشاعت السنۃ نے اعتراف کر لیا ہے۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے اور ''دروغ گوئم برروئے تو'' کا مصداق کادیانی سچا ہے تو بتادے کہ اشاعۃ السنۃ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنۃ ص۳۹ جلد۱۵ نمبر۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

نمبر۳ میں جو کادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے۔ یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید نقشہ نویس راولپنڈی) کی معرفت

مرزا سلطان محمد بیگ سے بضمن چند سوالات اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا جو معہ سوال ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال سوم: مرزا غلام احمد کے الہام سے آپ کے دل پر کیا اثر ہوا تھا کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔

جواب: مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا تھا اور جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں خدا کا ہر وقت شکر گزار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود

حضرات ناظرین! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے کادیانی قسم کا مطالبہ بوعدۂ انعام یک ہزار لغایت چار ہزار کیوں کیا۔ جیسا کہ عبداللہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ کادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان پھر نوجوان پھر انگریزی خوان پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے۔ وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ عبداللہ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب اور عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

حضرت! اس جھوٹے مسیح کی ان پالیسیوں کو دیکھیں اور اس کے مکار اور عیار ہونے کو یقین کریں۔

نمبر۴ میں جو مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض دروغ و مغالطہ ہے۔ عقلمند انسان اگر کسی پیش گوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہو تو ایک نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے تو وہ عقلمند اس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہ ہوا اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی و ران خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی صاحب متوطن (کوٹ پنڈی داس ضلع گوجرانوالہ) مقیم لاہور ہیں۔ خاکسار نے ان کو اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار و اظہار کیا کہ: ''ان خطوں کا کاتب میں ہی ہوں۔'' اور ان کی یہ روایت کادیانی کی تائید و تصدیق میں تین وجہ سے لائق قبول و اعتماد نہیں۔

وجہ اوّل! کہ ان خطوں میں بقول کادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور وتوبہ درج نہیں جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ وازآنجا کہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی کادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ صاحب ہیں نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون ومشیر ہیں۔ لہٰذا وہ اعتراف قصور وتوبہ اصل مباشر کے انکار واصرار کے مقابلے ’’کان لم یکن‘‘ وناقابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم! یہ کہ مرزا سلطان محمد بیگ نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے۔ اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ واستغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہٰذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ لائق اعتبار نہیں ہے۔

وجہ سوم! اس لئے کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی صاحب ہیں اور وہ کادیانی کے چھپے حواری (مددگار) اور ذوالوجہین (دو رخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں کادیانی کا حواری نہیں ہوں اور جب کادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر ومددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ باقی پھر سہی۔ اگر حکیم صاحب نے ہم سے اسباب میں چھیڑ چھاڑ کی۔ یار باقی صحبت باقی۔

پہلی دلیل! یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں۔ اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد ومولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کرو۔

دوسری دلیل! یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً کادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد کادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو کادیانی ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے یہ کفر

نہیں ہے۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو کادیانی نے آیت: ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد'' کو اپنے اوپر لگایا ہے یہ کفر نہیں ہے۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا تو باوجود یکہ عاجز اور لاجواب ہوگئے۔ مگر پھر بھی ان باتوں میں کادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھ مارا کہ: ''جو کادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔'' اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل! یہ ہے کہ وہ کادیانی کے حواریوں اور اس کے مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً واحساناً بلامعاوضہ مالی مدد دیتے ہیں اور کادیانی کے مخالفوں اور نکتہ چینوں کا بالعوض اور واجبی حق بھی ادا نہیں کرتے۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ ساکن موضع بدوملہی (جو اس عاجز کا شاگردان شاگرد ہے اور بدقسمتی سے اور کم علمی کی وجہ سے کادیانی کے دام پھنس گیا ہوا ہے) کادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا۔ (جس کا صلہ وانعام بھی اس نے برسر بازار راشد مسلمانوں سے پایا) اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد (لوگوں کے سامنے) دو روپیہ عاریتہً دیئے تاکہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں اور جب حکیم صاحب سے اشاعۃ السنۃ کے ان پرچوں کا جواب خاکسار سے لے گئے تھے۔ معاوضہ طلب کیا تو اس کے جواب میں آپ نے اس مضمون کا رقعہ لکھا جس میں چندہ دینے سے انکار اور مفت رسالہ لینے کا سوال پایا جاتا ہے۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ناظرین یقین کریں گے کہ حکیم صاحب کادیانی کے پکے حواری ہیں۔ لہٰذا ان کی روایت وشہادت کادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے خوف پر عقلی ونقلی دلیل بیان کر کے جو کادیانی نے کہا ہے کہ: ''ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد بیگ قائم نہیں رہ سکتے۔'' یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ کو یہ یقین یا کم سے کم غالب ظن یا ادنیٰ درجہ کا وہم بھی اس کا گزرتا تو آپ ۶؍اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری

کرتے۔ آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا یا آپ کا ملہم معلم الملکوت آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط معذرت بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔ تاریخ وفات مرزا سلطان محمد بیگ گزر گئی اور اس جوان کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کی موجب ہوئی۔ تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنالیا۔ دنیا میں کون ایسا احمق ہے جو ان واقعات کو سن کر یا جان کر آپ کے اس ڈھکوسلہ کو مان لے گا اور اس کو آپ کی بناوٹ رکھے گا۔

نمبر۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ وعذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے۔ یہی محض کذب ہے۔ جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

نمبر۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے۔ اس قسم کے لئے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں جز قادیان آپ چاہیں حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسو روپیہ نہیں چاہتا۔ بلکہ بجائے دوسو روپیہ کے آپ کے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے مسلمان ہونے اور عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

اس قسم کے ناراست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈرسنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ اس سے زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے۔ چنانچہ معروض ہو چکا ہے اور اگر آپ اس انعام وشرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابلہ قسم پیش کریں اور اس پر وہی دوسو روپیہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں انعام لیں۔ مگر میں آپ کی آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ ولامذہب جانتا ہوں۔ قسم ہرگز منظور نہ کروں گا۔ آپ اور وہ لوگ تو دوسو روپیہ کجا دو روپیہ پر بھی قسم کھا جانے کو تیار ہو جائیں گے بلکہ میں آپ کے گروہ سے ان لوگوں میں سے جو صرف

دھوکہ میں آ کر آپ کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہنوز مذہب واسلامی اعتقاد کا حصہ ان میں باقی ہے اوران کے نام سابق میں گزر چکے ہیں۔

اوّلاً خان صاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں وہ انہی الفاظ سے جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں یہ کہیں اوراس پر قسم کھا جائیں کہ ہم نے ان دلائل فریقین کو جو خداتعالیٰ کے موعود وموقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت کادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنۃ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں۔غور وتعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ ہمارا ایمان وکانشنس کی شہادت سے کادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں اور اشاعۃ السنۃ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں اور ہم کوموازنہ دلائل سے یقین ہوگیا ہے کہ خداتعالیٰ اپنی موقت وموعود عذاب موت کولوگوں کے سچے مسلمان ہوجانے سے بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے بلکہ کافرہ کرکسی قدر ڈر جانے سے ٹلا دیا کرتا ہے۔اس بیان میں ہم اپنے دلی اعتقاد وکانشنس کے خلاف کرتے ہیں۔تم ہم کو خدا ایسے دکھ وعذاب سے ہلاک کرے جوکسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

خان صاحب محمد علی خان یہ تسلیم کذب کادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔وہ بھی اسی طرح انکار کر جائیں تو درجہ سوم منشی عبدالحق صاحب اکاؤنٹنٹ پنشنر لاہور، وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ لاہور، وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر۔ یہ لوگ چونکہ عربی ودینی علوم میں دخل نہیں رکھتے۔لہٰذا ان میں سے ہرایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کے لئے کادیانی کے گروہ سے منشی (یا مولوی) محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔ جوکسی قدر عربی میں دخل رکھتے ہیں اوران کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔ یہ صاحب بھی کادیانی کے دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں اوراسلام سے بھی کچھ تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے ہم ان کی قسم کو ان لوگوں کے ساتھ منظور کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ کادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اوران کو ہمارے دلائل وجواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو اس امر کا اعتراف کر کے کادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعویٰ ’’الٰہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے‘‘ پراورقوی دلائل جن کو وہ مخاصم میں

صرف دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتا ہے۔ قلمبند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے ان کا جواب لیں اور پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ ومقابلہ کر کے اس کے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور کادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

اور اگر دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ کادیانی سے ہمارے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ (۱) کادیانی پر فتح یابی اشاعۃ السنۃ۔ (۲) لعنۃ اللہ علیٰ الکاذبین معہ تکملہ۔ (۳) حرام زادہ۔ (۴) زوجہ فرضی کادیانی کا پورا جواب لکھوائیں اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ ومقابلہ کر کے کادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنۃ کو مغلوب سمجھیں تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اسی تفصیل سے قسم کھائیں اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپیہ انعام کادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپیہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) جس میں آپ معہ زوجہ دو دفعہ شب باش ہو چکے ہیں۔ مکفول کرالیں جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کرتے تھے۔ اگر یہ بات کادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرأت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ اس دعویٰ ''خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے'' پر کادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعویٰ میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

نمبر ۷ میں جو آپ نے واپسی منکوحہ آسمانی کی پھر پیش گوئی کی ہے۔ اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی۔ لہٰذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعویٰ الہام یا مسیحائی وغیرہ کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کرے اور یہ کہے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی تو اس سے اب اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعویٰ الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں۔ ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔ ان تشریحات سے کادیانی کی راست بیانی اچھی طرح ثابت ہوئی۔ اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق انصاف دے۔

موقوفی جنگ کا اعلان

کادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں اور آئندہ آپ سے جنگ نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں (اور اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلے کی مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں، آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں۔ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں۔ آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر وہ جنگ قائم رہے گی۔

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　اگر جنگ جوئی ندارم درنگ

(اشاعۃ السنہ ج۱۶ نمبر۶ ص۱۷۹تا۱۹۶)

حاشیہ جات

۱؎ مرزا سلطان محمد بیگ صاحب اس لفظ پر ہم سے آشفتہ نہ ہوں اور یہ اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہماری منکوحہ کو کادیانی کی زوجہ بنایا اور کادیانی کو اس کا شوہر اوّل ٹھہرا کر ہم کو شوہر ثانی قرار دیا۔ اے صاحب یہ جرأت ہم نے نہیں کی یہ گستاخی کادیانی ہی سے ہوئی ہے۔ ہم تو صرف ناقل ہیں اور مقولہ ''نقل کفر کفر نباشد'' آپ نے بھی سنا ہوگا۔ ہاں! آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کادیانی نے ہماری منکوحہ کو اپنی زوجہ کہاں اور کب بنایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے صاحب! دو دفعہ اس نے یہ جرأت کی ہے۔ دفعہ اوّل ۱۸۸۸ء میں بضمن اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور دفعہ دوم ۱۸۹۱ء میں بضمن فیصلہ آسمانی۔

اشتہار ۱۰رجولائی ۱۸۸۸ء میں اس نے آپ کے حرم محترم کی نسبت یہ الہام گھڑ کر شائع کیا تھا۔ ''**فسکفیکهم الله ویردها الیک**'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تجھ سے ٹھٹھا کرنے والوں کو خود سنبھال لے گا اور اس عورت کو تیری طرف پھر لاوے گا، واپس لائے گا۔ عربی کے لفظ ردیا اس کے ترجمہ پھر لانے یا واپس لانے کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز پہلے کسی کے پاس ہو اور پھر جدا ہونے کے بعد اس کے پاس آ جاوے۔ عربی کے الفاظ قرآن میں ایسے بہت ہیں جن کے یہی معنی ہیں۔ آیات منقولہ حاشیہ: ''**لرادک الی معاد، انارادوه الیک، فرددناه الی امه**'' کے معنی کسی مولوی سے پوچھو یا مترجم قرآن میں ان

کے معنی دیکھ لو۔ ہندی میں اس مضمون کا یہ شعر پڑھو ۔

جا کے گلزار سے صیاد پھر آیا الٹا کیا نصیبہ ہے تیرا بلبل شیدا و الٹا

جس سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ صیاد پہلے اس باغ میں تھا جس میں وہ پھر آیا۔

فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر کے حاشیہ میں کادیانی نے آپ کی زوجہ عفیفہ کی نسبت یہ الہام گھڑا اور شائع کیا ہے: ''**یسئلونک احق هو قل ای وربی انه لحق وما انتم بمعجزین زوجنا کها لا مبدل لکلماتی** ''جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ نکاح یا پیش گوئی متعلق نکاح حق ہے تو کہہ دے بخدا وہ حق ہے اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ خدا کی بات کوئی بدلنے والا نہیں۔'' اس میں تو اس نے صاف تصریح سے کہہ دیا کہ اس عورت سے خداتعالیٰ نے میرا نکاح کر دیا ہوا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے خداتعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرتﷺ سے کر دیا تھا اور قرآن میں اس کو نقل فرمایا۔ لہٰذا پھر آنحضرتﷺ نے اپنا نکاح حضرت زینب سے خود نہیں پڑھا بلکہ خدا کے پڑھے ہوئے نکاح کو کافی سمجھا۔ پس اگر بحسب ادعاء کادیانی آپ کی زوجہ محترمہ سے خداتعالیٰ نے اس کا نکاح کر دیا ہوا ہے تو پھر اس کے خیال میں آپ کی منکوحہ کے زوجہ کادیانی کے ہونے میں کیا کسر رہی کیا خداتعالیٰ کا پڑھا ہوا نکاح ملّا وقاضی کے پڑھے ہوئے نکاح سے کچھ کم ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہم نے کادیانی کے اسی قول وادّعاء کی نظر سے اس پاک دامن کا پہلا شوہر کادیانی کو اور دوسرا آپ کو کہا ہے۔ اس پر آپ کو آشفتگی ہو تو آپ کادیانی پر مواخذہ کریں کہ وہ کیوں آپ کی زوجہ کو اپنی زوجہ قرار دیتا ہے۔ خاکسار کو ناقل سمجھ کر معاف رکھیں۔

کادیانی کے اتباع کو اگر یہ جوش آوے کہ ایک عورت فراش غیر کو حضرت اقدس کی زوجہ بنا کر پھر اس کے لئے شوہر ثانی کیوں تجویز کیا وہ تو بھی انہی حضرت سے کہیں کہ اپنے ان الہامات میں اس عورت کو جو فراش غیر ہے کیوں اپنی زوجہ بنایا اور ان لوگوں سے ہم کو شرمندہ کرایا جو ہم کو کہہ رہے ہیں کہ تمہارے مسیح کی زوجہ دوسرے شوہر کے گھر بس رہی ہے۔

۳؎ یہ حماقت اس صورت میں مسلم ہوتی ہے جب کہ وہ لڑکی ہمیشہ نو برس کی رہتی اور جب کہ وہ قطہ منظور ہو جانے کے بعد دو تین ہی برس میں آپ سے سرفراز ہوں گے۔ لائق اور تیار ہونے والی تھی تو اس صورت میں نفسانیت کا گمان کیا یقین ہوسکتا ہے۔ ناظرین کادیانی کی ابلہ فریبیوں کو دیکھو۔

۴؎ یہ حضرت اکذب کادیانی صاحب کی نظر منظور خاتون کا نام نامی ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر

اسلامی رائے

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہر چند وہ مختصر رائے وقوع جنگ سے پہلے چھپ چکے تھے۔ مگر اہل اسلام امرتسر کی (جنکے اہتمام میں وہ رائے چھپی تھی) غفلت سے وہ عام طور پر پبلک میں شائع نہیں ہوسکی۔ صرف خاص خاص لوگوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور کادیانی کے پاس بھی اس کی ایک کاپی اسے ایک حواری کے ہاتھ بھیجی گئی اور چونکہ وہ رائے باوجود وقت اشاعت گزر جانے کے اب بھی کئی فوائد پہنچانے والی ہے۔

۱...... اس سے کادیانی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔

۲...... اس مباحثہ کے جس نتیجہ سے اس میں پیش گوئی کی گئی تھی اس کی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ رائے اور اس کی پیش گوئی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

۳...... اس سے کئی مسلمانان دام افتادگان کادیانی کو اس کے دام سے مخلصی حاصل ہوگی۔

۴...... کذاب کادیانی کے اشتہار مبلغ پانچ ہزار روپیہ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۶ حاشیہ) کی یہ دروغ گوئی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ملامت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی اور اس کے ایک خلیفہ کاذب حامد سیالکوٹی کی صفحہ۴ فوٹو جنگ مقدس کے یہ دروغ گوئی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اس لئے ملتوی کرنی پڑی تھی کہ بحث زور وشور سے ہو پڑی تھی، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی اور یہ بات ثبوت کو پہنچے گی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی غفلت سے ملتوی ہوئی تھی۔ راقم کو اس کا التواء پسند ہوتا اور اس التواء میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اس کی اشاعت رسالہ میں کیوں کرتا۔

۵...... کادیانی کے اشتہار پانچ ہزار روپیہ مطبوعہ ۱۷/مارچ ۱۸۹۴ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۶ حاشیہ) کی یہ دروغ گوئی کہ وہ اشتہار (یہ مختصر رائے) مسلمانوں کی لعن وطعن کے باعث سے شائع ہونے سے رک گیا۔ مسلمانوں پر ظاہر ہوگی اور یہ بات ثابت ہوگی کہ اس التواء کا باعث لعن وطعن ہوتا تو اب اس رائے کو کیوں شائع کیا جاتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس! اور فوائد ہیں۔ لہٰذا اس مختصر رائے کا اس مقام میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور بعض حضرات کے پاس اصل سابق مطبوعہ پرچہ بھی ارسال کیا جائے گا تاکہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں پیش گوئی کی گئی ہے وہ کادیانی کی طرح بعد الوقوع نہیں کی گئی۔

وہ مختصر رائے یہ ہے: پرانے عیسائیوں (حضرت عیسیٰ مسیح صادق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروان) اور نئے عیسائیوں[۱] (عیسیٰ مسیح کاذب دجال کادیانی علیہ مایستحقہ کے متبعان) میں ایک مقدس جنگ (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے۔ (جس کا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار نور افشاں اور جدید عیسائیوں کے رسالہ حجت میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے) مگر مسیح کاذب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی وحیلہ جوئی سے جو گریز کے لئے اس کے استاذ ملہم (معلم الملکوت) نے اس کو سکھا رکھی ہے۔ جنگ کے لئے ایک ایسی مشکل شرط مباہلے کی پخ لگادی جس سے وہ جنگ ہوتی ہوتی رہ گئی[۲]۔ لہٰذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی کہ اس جنگ کے متعلق زیادہ خامہ فرسائی کریں۔ ہاں! آئندہ اس جنگ کے وقوع کے احتمال وخیال سے دو باتیں ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو کہہ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بات کہ اس جنگ میں (اگر آئندہ بہ تسلیم شرط مباہلہ یہ وقوع میں آوے) کوئی مسلمان شریک نہ ہو، جو مسلمان اس میں کادیانی کا طرفدار ہوکر شریک ہوگا اس کو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام وفرقہ نصرانیہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول ومسائل غالب اور حق ہیں اور **الاسلام یعلو ولا یعلی** سچا ہوا کلیہ ہے نہ اس وجہ سے کہ کادیانی کی تقریر یا تحریر میں برکت ولیاقت ہے۔ ممکن ومتوقع تھا کہ نئے عیسائیوں کو پرانے عیسائیوں پر فتح ہوتی اور اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بحکم حدیث: ''**ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر**'' مدد پہنچتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کاذب نے اس گفتگو کے ساتھ مباہلہ کی پخ لگادی ہے اور یہ امر کہ کادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو، ایسا ناممکن ہے۔ جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے لہٰذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس سے ان مسلمانوں کو جو کادیانی کے طرفدار ہوکر شامل مباہلہ ہوں گے ندامت اٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے۔

اس امر کی دلیل کہ کادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور کادیانی نے بھی اس یقین کو ظاہر کیا اور مان لیا ہے کہ اس وقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھا نہیں سکتا اور یہ بات باتفاق جمہور علماء پنجاب وہندوستان مسلم ہو چکی ہے کہ کادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد ومرتد زندیق اور دائرہ اہل

اسلام سے خارج ہے تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے؟

جو مسلمان کادیانی کے عقائد سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان جانتے ہیں وہ اس اتفاقی دلیل کو نہ مانیں تو ان کے لئے یہ دلیل تسلی بخش ہے کہ اگر کادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اس وقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم وتصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آج تک نہیں ہوا تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اس کے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں جو جو ہر ہے وہ صرف لفاظی، حیلہ سازی، دھوکہ بازی، افتراء پردازی ہے۔ دیگر ہیچ!

اس دلیل میں بھی ان مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے کادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے جو وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں۔ اس کے بعد وہ کادیانی کے طرفدار ہوکر عیسائیوں سے مباہلہ ومقابلہ کے مدعی بنیں۔ مسلمان اس کے سابق نشانوں کو نہ مانیں گے تو آئندہ وہ عیسائیوں کو کیوں کر نشان دکھا سکے گا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل وسوال پر غور کرتے وقت اشاعۃ السنۃ نمبر الغایت ۸ جلد ۱۵ کو جس میں اس کے سابق نشانات پر بحث کی گئی ہے ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جان کر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے کہ کادیانی نے آج تک کوئی نشان نہیں دکھایا اور نہ آئندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات ہم نے کہی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ایچ.ایم کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے اپنے ایک مطبوعہ خط اسمی ''کادیانی'' میں کہہ دی ہے کہ: ''کادیانی صاحب آپ باتفاق میجارٹی اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کئے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہوگا اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاوے گا۔ کوئی محمدی (مسلمان) مباحثہ کرے تو ہم اس سے مباحثہ کریں گے۔'' اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی ہے۔

پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پر بعض اسلام کے نادان دوست اور کادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اشاعۃ السنۃ کی سعی وکوشش سے کادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا اور یہ کہہ کر انہوں نے کادیانی سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ یہ امر اشاعۃ السنۃ سے وقوع میں نہ آتا تو کادیانی جیسا کیسا

تھا آج مسلمانوں کے کام آتا۔ پادریوں سے ان کو بچاتا۔ اسلام کی لاج رکھ لیتا۔ جیسا کہ پہلے سالہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کررہا ہے۔ خواہ اپنی ذات سے وہ کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس کے سوا اور کون ہے جو اس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اور مسلمانوں کی عزت رکھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھولے بھالے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو! کادیانی نے ابتداء سے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہوسکے۔ کس کس مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اس پر فتح نمایاں پائی۔ کس اصول مخالفین اسلام پر اس نے پوری بحث کر کے اس کی بیخ کنی کی ہے۔ کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے۔ کتاب براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو دلائل حقیقت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کو کھینچا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصے میں کتاب چھپوائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہیں۔

سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں اس کو محدود کر دیا اور اس کو اور بخارات نکالنے کا موقع دے کر ان کو دفع نہ کیا اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے ان کا جواب دیا۔ اسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا کلی استیصال نہ کیا۔

اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا۔ مگر شرمناک شروط وقیود پر کیود اور لمبی لمبی میعادیں لگا کر آج تک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اس کی ان کارروائیوں کو اے میرے بھولے بھالے بھائیو! غور سے دیکھ کر بتاؤ کہ وہ اسلام ومسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور ان کی ہتک کر رہا ہے۔

ہاں! ان کارروائیوں سے فائدہ ہے تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا وتازہ بن گیا ہے اور جہلاء عوام اور بعض ناواقف خواص وعوام میں وہ مسیح موعود ومہدی وولی وپیغمبر تسلیم کیا گیا ہے اور اس وجہ

سے اب اس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ان بیچارے مسلمانوں کے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ کہ ہزارہا روپیہ برباد ہوا۔ دین کا نقصان یہ کہ اسلام چھوٹا کفر ہاتھ آیا۔ ایسے شخص سے آئندہ بھی مباحثہ مخالفین اسلام سے اسلام ومسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچے گا جو ابھی بیان ہوا ہے۔ جہلاء میں وہ حامی اسلامی متصور ہوکر اور بھی لوگوں کو دام تزویر میں لائے گا اور سیدھی جہنم کی راہ دکھائے گا اور ان کا صدہا روپیہ اس مباحثہ کے بہانہ سے برباد کرے گا اور آخر نشان آسمانی دکھانے سے عاجز ہوکر خود تو وہ شرمندہ نہ ہوگا۔ کیونکہ بڑا صاحب حوصلہ ہے۔ مگر ان مسلمانوں کو جو اس کے طرفدار ہوں گے۔ ضرور شرمندہ کرائے گا۔ اس اعتراض کے اخیر میں جوان بھولے مسلمانوں نے یہ سوال کیا ہے کہ کادیانی اس مباحثہ کے لائق نہیں تو پھر اور کون بحث کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اس وقت لاہور وامرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں اور پہلے ہی سے تحریراً تقریراً پادریوں سے مباحثہ کر رہے ہیں۔ پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو ان میں سے جس سے چاہیں خط وکتابت کریں۔ جیسا کہ وہ اپنی ناواقفی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے کادیانی سے خط وکتابت کر چکے ہیں۔ پھر ہمارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لیں گے کہ کس قدر علماء اس مباحثہ کے لئے مستعد ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ سب سے پہلے خادم دین سید المرسلین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ النبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہی کو اپنا مخاطب بناویں اور اس باب میں اس سے خط وکتابت کر کے امور لائق بحث وشروط مباحثہ کا تصفیہ کریں۔

ہماری پیش گوئی کا پورا ہونا

یہ مختصر رائے کی نقل ہے۔ اس میں جو یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ کادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن امر ہے۔ لہٰذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اس کے ساتھ شامل ہوں گے۔ ان کو ضرور ندامت اٹھانی پڑے گی، پوری ہوگئی۔ کادیانی نے باوجود دعویٰ نشان نمائی کوئی نشان نہ دکھایا اور ان مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو کادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے۔ یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور مکر شیطانی ہے۔ اس کی نسبت اشاعۃ السنۃ کے نمبر ۹ جلد ۱۵ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنے اجل

سے فوت بھی ہوگیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر وصاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھے گا بلکہ ایک رملی یا جوتشی کی پیشین گوئی سے بڑھ کر نہ سمجھے گا۔ چہ جائیکہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان سمجھ لیں۔اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول رائے بیان کی جاتی ہے۔

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے

وہ مطول رائے یہ ہے:

اس مطول رائے کا پہلے اجمال اور خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کو تفصیل کا شوق اور انتظار پیدا ہو پھر تفصیل عمل میں آئے گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ!

اس جنگ میں دونوں فریق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا دعویٰ زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔نہ کادیانی نے اپنے بھائیوں پرانے عیسائیوں کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادلیل وتفصیل جواب دے کر ان کو شکست دی اور نہ پرانے عیسائیوں نے کادیانی کے ملحدانہ دلائل اور لچر جواب کو اٹھا کر اس کو لاجواب کیا اس کے ان دلائل کو اٹھانا کیا تھا اور اس کو لاجواب کرنا کیسا انہوں نے اس کے ان دلائل کو سمجھا ہی نہیں۔

اسلام کا یہ دعویٰ کہ مسیح بن مریم صرف رسول ہیں نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ایک ایسا اجلا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر بچہ بھی یہ دعویٰ کرے اور اس کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے بڈھے اور پرانے اور مدعیان علم وفضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے تو ایک لمحہ میں ان کو لاجواب وعاجز کر دے۔مگر نادان اور بحسب دعویٰ ہمہ دان کادیانی نے اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف ادلہ نقلیہ قرآنیہ اور عقلیہ برہانیہ سے کام نہ لیا بلکہ اس کے ساتھ اپنے ملحدانہ دلائل کا الجھاؤ ڈال دیا اور اس کے جواب ومقابلہ کے لئے اپنے خصوم کو یہ موقع دے دیا کہ وہ اپنے محرف اور کایاپلٹ کتابوں سے جو چاہیں پیش کرتے چلے جائیں اور اس کے ملحدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور بحث کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں۔

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلا مبادلہ یعنی کفارہ اور مسئلہ جہاد وجبر واختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں۔وہ ایسے کمزور دلائل اور بیہودہ پیرایہ میں ہوئے ہیں کہ ادنیٰ طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں ان کا جواب دے کر

عیسائیوں کو لاجواب کرسکتا ہے۔ مگر نادان کادیانی نے ان سوالات کے جواب میں بھی اپنی بھیڑی عقل اور بیہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کر کے ان کو مسکت جواب نہ دیا۔ اگر وہ اشاعۃ السنۃ ہی کی طرف جو ہمیشہ سے اس کے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتا رہا ہے۔ مراجعت کرتا تو اس کے نمبر۱ جلد۶ میں کفارہ مجوزہ نصاریٰ کا جواب اور نمبر۱ وغیرہ جلد۱۲ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر۹ جلد۹ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا۔ جس سے وہ ایک دم میں عیسائیوں کو لاجواب کر دیتا۔

کادیانی کی اس بے خردی، بے ضبطی، ملحدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوم کو محرفات معنوی ولفظی بائبل کے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عموماً اہل اسلام کی جو اہل علم ہیں اور کادیانی کے دام تزویر میں مبتلا نہیں ہیں۔ اس مباحثہ کی نسبت یہی رائے ہے کہ کادیانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے۔ اس سے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔

مولوی تاج الدین احمد صاحب لاہوری نے جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں اور لاہور میں پیشہ وکالت کرتے ہیں۔ میرے سامنے فرمایا کہ مرزاغلام احمد نے اس مباحثہ سے مسلمانوں کی اس عزت کو کھو دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں ان کو حاصل تھی۔ یعنی اس رعب کو اٹھا دیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے مباحثہ کر کے ان کو عاجز ولاجواب کر کے ان پر جما رکھا تھا۔

مولوی سید احمد علی صاحب مشہور واعظ دہلوی نے جو مدت سے لاہور میں رہتے ہیں۔ کادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کی اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات بائبل کے جواب میں جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے باب میں پیش کی ہیں۔ کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو عیسائی معنوی تحریف کر کے ان کو مسیح پر جماتے ہیں۔ صحیح تاویل نہ بتائی گئی بلکہ سید صاحب نے اس باب میں ایک تحریر خاکسار کے پاس بھیج دی۔ جس کی اصل عبارت یہ ہے۔

عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزاغلام احمد کادیانی کا مباحثہ

اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ مجیب کا جواب، یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا۔ اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہر دو فریق نے اپنی اپنی فتح یابی کا ڈنکا بجا دیا۔ مرزاغلام احمد کادیانی کو مباحثہ کا ڈھنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بائبل کے کلام

الٰہی ہونے پر کرنا لازم تھا تا کہ عبداللہ آتھم عیسائی کتب بائبل کا رطب یابس پیش نہ کر سکتا اور اگر یہ ہی طرز مرزا کو پسند تھی تو مرزا کادیانی کو عبداللہ آتھم کی پیش کردہ رطب و یابس پر گرفت اور مواخذہ کر کے اس کی غلطی ظاہر کرنا لازم تھا۔ مرزا نے کچھ گرفت نہ کی صرف اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ ۱۲ تا ۱۳ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا۔ مرزا کادیانی نے جیسے دعویٰ الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے۔ ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا سہل و آسان سمجھے تھے ان کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظر و مباحث سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان مناظرین وواعظین ردنصاریٰ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب (کیرانوی) مرحوم اوران کے شاگردوں کا ہے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں۔

مولوی غلام نبی صاحب امرتسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے قائم مقام ہیں اور مولوی ابوالمنصور دہلوی کی مانند امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانے کا استحقاق رکھتے ہیں خاکسار کے اس سوال کے جواب میں کہ: ’’آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے؟‘‘ فرمایا ہے کہ میں پہلے جلسہ مباحثہ میں شریک ہوا تھا۔ مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا ڈھنگ پسند نہ آیا۔ لہٰذا میں پھر شریک جلسہ نہ ہوا اور کادیانی کی اس بے عقلی پر بھی افسوس اور خلاف رائے ظاہر کیا کہ اس نے عیسائیوں کو بائبل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کے حق میں نہیں اوران سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھ کر طرفہ شہادت سنو۔ حکیم نورالدین جمونی بھیروی نے جو درحقیقت پیر و مرشد اور گائیڈ (رہنماء) کادیانی ہیں اور بظاہر ان کے مرید فدائی اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک معزز دوست نے (جو ان کا بھی دوست ہے) ہمارے پاس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب کے میں ہوتا تو ایک دم میں عیسائیوں کا منہ بند کر دیتا۔ (ان کے الفاظ پورے یاد نہیں ہیں۔ مطلب یہی تھا جو یہاں لکھا گیا ہے) حکیم صاحب اب اس رائے کو ظاہر کرنے سے انکار کریں گے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس دوست کو پیش کریں گے اور جو کہ ہم نے ان سے نقل کیا ہے۔ ان سے کہلا دیں گے۔ پھر وہ جانیں اور وہ، یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے۔ ناظرین اور جس

اہل علم سے جو مرزائی نہ ہو اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھیں گے۔ اس سے یہی رائے سنیں گے ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو اس سے بہت بات طویل ہوتی ہے۔ جس سے مطول رائے معترض التواء میں پڑتی ہے۔ یہ اجمال وخلاصہ رائے مطول ہے۔ اب تفصیل رائے مطول سنو۔ جس میں پہلے کادیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائے گا۔ پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو اس کے بعد وہ رائے بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

تقریر کادیانی: کادیانی کے پہلے سوال (۲۲؍مئی ۱۸۹۳ء مندرجہ جنگ مقدس ص۳، خزائن ج۶ ص۸۵) کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس کا ثبوت قرآن نے خود دے دیا ہے اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعویٰ ہے تو وہ پہلے یہ دعویٰ انجیل سے نقل کریں۔ پھر اسی انجیل سے اس کا ثبوت پیش کریں۔''

اس سوال کی تقریر میں کادیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا۔ جس کو اس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعویٰ کیا جائے۔ اس دعویٰ کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے اور اس کی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب میں سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے اور جس کتاب کے کسی دعویٰ کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ اس پرچہ کے (صفحہ۳ ایضاً) میں لکھا ہے: ''میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے۔ انجیل شریف اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ وموازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جاوے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے۔ بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلی خاموش ہو اور (جنگ مقدس ص۶، خزائن ج۶ ص۸۸) میں لکھا ہے۔ اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر نہایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے۔ جس کتاب کو ہم اس کی طرف منسوب کریں۔ وہ کتاب اپنی ذات کی آپ قیوم چاہئے۔ انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرّا اور منزہ چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے سہارے سے اپنے

دعویٰ اور اثبات دعویٰ میں محتاج ہے تو وہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔‘‘

اس عبارت سے خصوصاً اس کے ان فقرات سے جن پر نشان خط لگایا گیا ہے۔ وہ اصول جو ہم نے کادیانی نے نقل بجز اس تفصیل کے کہ: ’’وہ دلیل عقلی ہو یا تاریخی‘‘ صاف ثابت ہے۔ اب رہی وہ تفصیل سو اس کے پرچہ ۲۳رمئی ۱۸۹۳ء ص۲،۳ اور پرچہ ۲۴رمئی ۱۸۹۳ء ص۷ اور پرچہ ۲۲رمئی ۱۸۹۳ء ص۸،۹،۱۰ میں موجود ہے۔ پرچہ ۲۳رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۴، خزائن ج۶ ص۹۷) میں لکھا ہے: ’’میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاتہ کامل ہے اور تمام مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اثبات دعاوی کے لئے دلائل معقول بھی اب بھی پیش کرے۔ جس کتاب نے اپنے کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ دعویٰ بھی بتصریح ثابت کیا جائے اور پھر وہی کتاب اس دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے معقول دلیل پیش کرے۔‘‘

اور پرچہ ۲۴رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۳۰، خزائن ج۶ ص۱۱۴) میں لکھا ہے: ’’اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ استقراء کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اس کو ادلہ عقلیہ یا ادلہ تاریخیہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا جاوے تو ہم اس کو مان لیں گے۔‘‘

اور اس کی شرح کادیانی نے پرچہ ۲۲رمئی ۱۸۹۳ء کے دوسرے سوال میں (جنگ مقدس ص۸،۹، خزائن ج۶ ص۹۰،۹۱) کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: ’’اگر کوئی شخص مقدس کتاب پیش کرے اور اس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ...... پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور کانوں کے ذریعہ سے بولتا تھا...... گو ہم فرض کے طور پر یہ تسلیم کرلیں کہ ان عجیب تحریروں کے لکھنے والا کوئی مقدس اور راست باز آدمی تھا۔ مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے۔ میری رائے میں ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ کروڑ سے بھی زیادہ اور قیاس استقرائی سے نتائج یقینیہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز ٹوٹ نہ سکیں گے بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت ایک بزرگ سمجھتے ہیں...... اور اس کے ایسے الفاظ میں ایسے ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہورہ محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہر کریں گے اور ایسی تاویل کریں گے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہ جائے۔ ورنہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو حقائق استقراء کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا کسی کا خیال ہو تو بار ثبوت اس کی

گردن پر ہے...... مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ ہو کہ سم الفار اور بیش زہریں نہیں ہیں...... اور اس کا ثبوت یہ دیوے کہ فلاں مقدس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کر کے ایک ایسے امر کو چھوڑ دیں گے جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے۔''

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے (جو دعاوی کتاب اللہ کی مثبت ہوسکتی ہے اور اس کے سوائے کوئی دعویٰ کتاب اللہ کا کادیانی کے نزدیک لائق سماعت نہیں) عقلی یا تاریخی دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعویٰ کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی جس کو عقلاء اور تاریخ دان تسلیم کر لیں۔ پیش نہ کرے وہ کتاب کادیانی کے نزدیک الہامی نہیں ہوسکتی۔ اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے کادیانی نے فریق ثانی کے دعویٰ الوہیت مسیح پر پہلا سوال وارد کیا ہے۔ چنانچہ پرچہ ۲۲؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۷،۸، خزائن ج۶ ص۸۹،۹۰) میں آیت قرآن مجید کی ''**ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یا کلان الطعام انظر کیف نبین لهم الایت ثم انظر انی یوفکون**'' یعنی حضرت مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ نقل کر کے اس کی ملحدانہ تفسیر وتقریر استدلال میں یہ کہا ہے: ''یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے۔ کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین اور دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گزشتہ کے واقعات کا ثبوت اسے استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے۔''

اس کے بعد استقراء کے قطعی ہونے کی تفصیل تمثیل میں ''آنکھ سے کھانے اور کان سے بولنے'' کی مثالیں ذکر کی ہیں جو (جنگ مقدس ص۸، خزائن ج۶ ص۹۰) میں ان سے منقول ہوئی ہیں پھر (جنگ مقدس ص۹، خزائن ج۶ ص۹۱) میں کہا ہے: ''غرض جب کہ قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کے لئے اوّل درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا اور فرمایا: ''**قد خلت من قبله الرسل**'' یعنی حضرت مسیح علیہ السلام بے شک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے۔ مگر وہ انسان

تھے تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے۔ ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے؟‘‘

پھر عیسائیوں کے اس سوال مقدر کا کہ بائبل میں نبیوں کو بیٹا کہا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ بیٹے بھی رسول ہو کر آتے ہیں یہ جواب دیا ہے۔

’’ہاں! اگر بائبل کے وہ تمام انبیاء اور صلحاء جن کی نسبت بائبل میں بھی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یا خدا تھے۔ حقیقی معنوں پر حمل کر لئے جاویں تو بے شک اس صورت میں ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے بلکہ بیٹے کیا کبھی کبھی بیٹیاں بھی اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ اگر حضرات عیسائی صاحبان اس کو پسند فرماویں اور کوئی اس کو توڑ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہاں کوئی بھی ذکر نہیں بلکہ بعض کو تو پہلوٹا بھی لکھ دیا۔ ہاں! اس صورت میں بیٹوں کی میزان بہت بڑھ جائے گی۔‘‘ (جنگ مقدس ص۹، خزائن ج۶ ص۹۱،۹۲)

اس کے بعد اسی پرچہ ۲۲؍مئی ص۱۱ میں کادیانی نے اور دلائل کو جو اس آیت سے اس نے نکالے ہیں۔ ذکر کیا اور کہا ہے: ’’غرض کہ اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے بھی دلیل استقرائی پیش کی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے۔ وامہ صدیقہ یعنی والدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی راست باز تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر ضروری امر ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولد میں محتاج نہ ہوں۔ جو باتفاق فریقین انسان تھے۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح پر واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کے نوع کے موافق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں۔ مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ہر ایک پرندہ وہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے یا پرند انسان کے پیٹ سے نکلے۔ پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی ہے۔ ’’**کانا یا کلان الطعام**‘‘ یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان کھانا کیوں کھاتا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا

جاری ہے۔ یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے۔ اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے اگر روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔ اب جب کہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدا سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوائے اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ان حاجت مندیوں سے بری نہیں تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ پھر یہ ایک عمدہ دلیل اس بات کی ہے کہ وہ باوجود ان دردوں اور دکھوں کے خدا بھی تھے یا ابن اللہ تھے اور درد ہم نے اس لئے کہا کہ بھوک بھی ایک قسم درد کی ہے اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک نوبت پہنچاتی ہے۔'' (جنگ مقدس ص۹،۱۰، خزائن ج۶ ص۹۲،۹۳)

یہ سوال اوّل الوہیت مسیح کے متعلق قادیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء کی بلفظہ نقل ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں اس کے پہلے خصم ڈپٹی عبداللہ آتھم کے پہلے پرچہ کی بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔

تقریر فریق ثانی: کادیانی کے پہلے خصم (ڈپٹی عبداللہ آتھم) اپنے پہلے پرچہ ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں: ''اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے۔ یعنی جو تجربہ کے برخلاف ہے۔ وہ باطل ہے۔ تب تو ہم کو صفت خالقیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے تجربہ میں کوئی چیز خلق نہیں ہوتی اور آدم کا بغیر والدین پیدا ہونے کا بھی انکار کرنا پڑے گا اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا ہم کیوں کریں۔ کیونکہ ناممکن مطلق ہم اس کو کہتے ہیں جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو اور یہ چیزیں جو ہمارے تجربہ کے باہر ہیں۔ مثلاً خلقت کا ہونا یعنی بلا سامان کے عدم سے وجود میں آنا اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالیٰ کے مخالف نہیں دیکھتے۔ دوم: بجواب آپ کے دوسرے مقدمے کے آپ کو یقین ہونا چاہئے کہ ہم اس شئے مرئی کو جو کھانے پینے وغیرہ حاجتوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ نہیں مانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ جیسا

قرآن میں بابت اس آگ کے جو جھاڑی میں نظر آتی تھی لکھا ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی نعلین دور کر کیونکہ یہ وادی طویٰ ہے اور کہ میں تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا خدا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلیم کیا۔ اب فرمایئے شئے مرئی تو خدا نہیں ہوسکتی اور رویت مرئی تھی۔ پس ہم اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں۔ اللہ نہیں کہتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں۔ کیا یہ ستون جو خشت وخاک کا سامنے نظر کے ہے۔ اس میں سے اگر خدا آواز دے کر کہنا چاہئے کہ میں تمہارا خدا ہوں اور میری فلانی بات سنو تو گو تجربہ کے برخلاف یہ امر ہے تو کیا امکان کے بھی برخلاف ہے کہ خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ (ہمارے نزدیک تو امکان کے برخلاف نہیں) سوم: ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہیں، جسم نہیں۔ چہارم: امر کے بارہ میں ہماری التماس یہ ہے کہ بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہئے۔ لیکن حقیقت کو چاہئے کہ تاویل نہ بگاڑے اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے تو بالمرہ حکم بطلان کا اس پر دینا چاہئے نہ کہ بطلان کو مروڑ کے حق بنانا۔ پنجم: امر کے بارہ میں جناب کی خدمت میں واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور پہلوٹھی کا بائبل میں دو طرح پر بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ یکتن ساتھ خدا کے ہو۔ دوم یہ کہ یک من ساتھ رضا الٰہی کے ہو۔ (ایک تن وہ ہے جو ماہیت میں واحد ہو اور ایک من وہ ہے جو ماہیت کا شریک نہیں بلکہ رضا کا شریک ہو۔ کس نبی یا بزرگ کے بارہ میں بائبل میں یہ لکھا ہے کہ اے تلوار میرے چرواہے اور ہمتا پر اٹھ۔ زکریا:۱۳:۷ اور پھر کس کے بارہ میں ایسا لکھا ہے کہ تخت داؤدی پر یہوداصدنو آوے گا۔ یرمیا:۲۳ اور کس نے یہ کہا کہ میں الفا۔ اومیگا وقادر مطلق خداوند ہوں اور کس کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ میں جو حکمت ہوں قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے اور میرے وسیلہ سے یہ ساری خلقت ہوئی اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا ظہور ہے۔ اسی کے وسیلہ سے ہے۔ خدا باپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن اکلوتے (خدا) نے اسے ظاہر کر دیا۔ یوحنا:۱:۱۸۔ اب اس پر انصاف کیجئے کہ یہ الفاظ متعلق یک تن کے ہیں یا یک من کے۔ نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ یسعیاہ:۹:۶ میں کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا جاتا ہے اور فرزند تولد ہوتا ہے وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔ یعنی خدا قادر۔ اب ابدیت شاہ سلامت مشیر عجوبہ، تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔ ششم: جو آپ نے قرآن سے استدلال کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اب تک اس کے الہامی ہونے کا قائل نہیں۔ جب آپ اس کو الہامی ثابت کر کے

قائل کر دیں گے تو اس کی سندات آپ ہی مانی جائیں گی۔ ہفتم: جناب من فطرت یا خلقت فعل الٰہی ہے اور الہام قول الٰہی، فعل اور قول میں تناقض نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی کلام مبہم معلوم ہو ویا بادی النظر میں مشکل معلوم ہووے تو اس کی تاویل ہم معقولات ہی سے کریں گے۔ ورنہ کہاں جائیں گے۔ چنانچہ جناب نے خود ہی فرمادیا کہ امور تاویل طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیویں گے تو گویا یہ بھی رجوع کرنا طرف فطرت کی ہے۔ جس کے ساتھ ہم کلیتاً متفق نہیں ہیں۔ ہشتم: بجواب آٹھویں کے اتنی ہی عرض ہے کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ ہو تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز نہ کریں اور دوسروں کے ساتھ بھی اگر یہی صفات ملحقہ ہوں۔ جیسے مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہیں تو ہم ان کو بھی مسیح جیسا مان لیں گے۔''

(جنگ مقدس ص۱۰ تا۱۲، خزائن ج۶ ص۹۳ تا۹۵)

یہ فریق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہٖ نقل ہے۔ اب فریقین کے باقی پرچوں کے مطالب کا خلاصہ باختصار نقل کیا جاتا ہے۔ اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ کادیانی کے پرچہ اوّل کے بعد اس کا جو پرچہ نکلا ہے۔ اس میں پرچہ اوّل کے سوال واصول ودلائل کا بار بار تکرار واعادہ ہوا ہے اور جہاں کوئی نئی بات کہی ہے۔ وہ اصل سوال الوہیت مسیح سے اجنبی ہے۔ ایسا ہی فریق ثانی کی طرف سے جو پرچہ پرچہ اوّل کے بعد نکلا ہے۔ وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔ لہٰذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا نقل کرنا عبث وفضول اور بلاضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا ہے اور ان کے نقل میں خلاصہ واختصار واجب ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین ہماری اس رائے کی تصدیق کریں گے اور خودبخود جان لیں گے کہ اس بحث کو فریقین نے بلافائدہ طول دیا اور اصل بحث سے خروج کیا اور وہ اس خلاصہ کو پڑھ کر اس کے متعلق اسلامی ریویو کے منتظر نہ رہیں گے۔ ومعہذا ہم اس خلاصہ پر بھی ریویو کریں گے۔ اگر ہمارے ناظرین پہلی دو تقریروں فریقین کے متعلق اسلامی ریویو کو پڑھ کر اس خلاصہ کے متعلق ریویو کرنے کی درخواست کریں گے اور اس کا شوق ظاہر فرمادیں گے۔

<u>خلاصہ پرچہ ۲۳؍مئی کادیانی:</u> کادیانی نے پرچہ دوم ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص۱۴، خزائن ج۶ ص۹۷) تک اصول دلائل پرچہ ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔ پھر ص۶ میں کہا ہے کہ استقراء کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہیں

آتا۔ کیونکہ فریقین کی کتاب سے ثابت ہے کہ خداتعالیٰ نے جیسا زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے۔ وہ ایسا ہی اس کی مثل پیدا کر سکتا ہے اور اس کی قدرت اور قوت جو استقراء سے ثابت ہے۔ اس حد تک ختم نہیں ہوئی۔ پھر ص۷ میں کہا ہے کہ جو پیش گوئیاں ڈپٹی صاحب نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہیں۔ وہ زبردستی امان پر لگائی جاتی ہیں۔ ان پیشین گوئیوں کو نہ حضرت مسیح نے اپنے اوپر لگایا۔ نہ یہودیوں نے ان کو مسیح کے حق میں سمجھا اور نہ ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ آپ پہلے اصل عبرانی زبان میں ان پیشین گوئیوں کو نقل کریں۔ پھر یہ ثابت کریں کہ مسیح نے ان کو اپنے اوپر لگایا ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کریں کہ کل مفسرین اور یہودی ان کے یہی معنی کرتے ہیں تو ہم اس کو قبول کریں گے۔

<u>خلاصہ پرچہ ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء فریق ثانی:</u> اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص۱۹، خزائن ج۶ ص۱۰۳) میں اوّل استقراء کی شرح کا سوال کیا ہے۔ پھر کادیانی کے اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے۔ تسلیم کیا مگر اس کے ساتھ یہ ضمیمہ لگا دیا ہے کہ الہام کو سمجھنے کے لئے عقل ایسی ہے جیسی آنکھ کے لئے خارجی روشنی۔ پھر کہا ہے پیشین گوئیوں کے معنی سمجھنے کے لئے یہودیوں کا اتفاق کیوں مانگا جاتا ہے۔ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہیں۔ جس لفظ پر آپ گرفت کریں گے پیش کیا جائے گا۔ پھر کہا ہے پہلی نوشتوں میں یہ پیش گوئیاں مسیح پر لگائی گئی ہیں اور اس پر متی:۲۶ باب:۳۱۔ یسعیا:۶ باب:۱، سے ۱۲۔ بمقابلہ یوحنا:۱۲ باب:۴۰، ۴۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور ۸ سطروں کا ناحق سیاہ کیا کیونکہ ان حوالہ جات میں سے عہد عتیق سے ایک بھی ایسا نہیں جس میں الوہیت کا ذکر یا اشارہ ہو اور عہد جدید سے جو اس الوہیت کا متضمن ہے۔ اس کا ذکر پہلے پرچہ ۲۲ میں ہو چکا ہے اور پھر پرچہ ۲۵؍مئی میں مفصل ہوگا۔ یہاں اس کا مجمل ذکر فضول ہے۔ اخیر میں کتاب اللہ کی کمال اور نجات کی بابت سوال کیا ہے اور ایک اجنبی بحث کو چھیڑ دیا اور کادیانی کو اس میں تطویل کرنی اور اصل بحث سے نکل جانے کا خوب موقع دے دیا۔

<u>کادیانی:</u> اس کے جواب میں کادیانی پرچہ دوم ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص۱۴، خزائن ج۶ ص۹۷) خوب کھل کھیلا ہے اور کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس جواب میں کادیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

۱...... ڈپٹی عبداللہ جسم کو صرف مظہر اللہ جانتے اور اللہ روح کو جانتے ہیں تو کیوں صاف

نہیں کہتے کہ ہم مسیح کو خدا جانتے ہیں۔

۲...... جسم کسی شخص کا اس کا جزء نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ چند برس کے بعد بدل جاتا اور ایک نیا جسم آ جاتا ہے تو مسیح کا پہلا جسم جس کے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا۔ کفارہ نہ ہوا اور نہ کسی کام آیا۔

۳...... اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خداتعالیٰ ہے تو مظہر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم انسان کو مظہر انسان کہہ سکتے ہیں۔

۴...... اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی تو اس کا ثبوت دیں کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قانون قدرت سے روح حاصل نہیں کی۔ جس طرح انسان حاصل کرتے ہیں۔

۵...... خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ ایک صفت بھی باقی رہ جائے تو اس پر خدا کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ پھر خدا تین کیونکر ہوگئے۔ تفریق ناموں کی چاہتی ہے کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو۔ مگر جب عیسائی مان چکے ہیں کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

۶...... جھاڑی کی جو تمثیل پیش کی گئی ہے اس کی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہاں آیا ہے کہ یہ آواز کہ میں تیرا رب ہوں۔ آگ میں سے آئی تھی۔

۷...... قرآن میں اس موقع پر کہاں کہا ہے کہ میں اسحق وابراہیم علیہما السلام کا باپ ہوں۔

۸...... تورات میں یک تن ایک من کی تشریح کہاں ہے۔

۹...... اگر مسیح کو ابن اللہ کہنے سے یک تن ہونا نکلا ہے تو اور انبیاء اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں۔ جن کو خدا کہا گیا ہے۔ دیکھو یوحنا:۱۰باب:۳۵۔

۱۰...... ابن اللہ سے بڑھ کر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیش گوئیاں پیش کی گئیں۔ وہ ہماری شرط کے موافق نہیں۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح نے بلکہ مسیح نے ان کو صاف رد کر دیا ہے۔ چنانچہ یوحنا:۱۰باب:۳۵ میں ہے۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ سوم ۲۴؍مئی ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص۲۵، خزائن ج۶ ص۱۰۹) میں اوّل کادیانی کے اس امر کو تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقراء سے مستثنیٰ ہے۔ خوشی ظاہر کی ہے۔ پھر کادیانی کے سوال اوّل کے جواب سے

سکوت اختیار کر کے اس کے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو مسیح نہیں کہتے۔ اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں۔ یعنی جائے ظہور اللہ، لہٰذا اس کا قائم ودائم رہنا کفارہ ہونے کے لئے ضروری نہ تھا۔ پھر اس کے تیسرے سوال کے جواب میں کہا ہے۔ انسان میں تین چیزیں (جسم، جان، روح) علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسیح کا خدا یا مظہر اللہ ہونا ان ساری چیزوں سے علیحدہ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔ پھر اس کی چوتھی بات کے جواب میں کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح قانون قدرت کے موافق پیدا نہیں ہوئی۔ تاہم وہ خلقت میں مساوی ہے اور ایک روح دوسری روح سے حاصل نہیں ہوتی۔ پھر کیوں کہا کہ مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیوں نہ کہیں کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسواء اس کے الوہیت سے اس کو علاقہ نہیں۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ مظہر اللہ ماسواء انسانیت کے ہے۔ پھر بجواب سوال پنجم کے کہا ہے۔ تثلیث ایک صورت میں ایک ہے۔ دوسری صورت میں تین جیسے بے حدی اور بے نظری ہے کہ ان میں سے ایک مثل بے حدی قائم فی نفسہ ہے۔ دوسری صورت میں تین جیسے بے حدی اور بے نظری ہے کہ ان میں سے ایک مثل بے حدی قام فی نفسہ ہے۔ دوسری مثل بے نظیری لازم وملزوم۔ پھر بجواب سوال ششم کادیانی کے سورۂ قصص وسورۂ طہٰ سے جھاڑی میں سے یہ آواز آتا کہ ''میں تیرا رب ہوں۔'' نقل کر کے کادیان کو شرمندہ کیا۔ پھر بجواب سوال ہفتم کادیانی اپنی غلطی کو مان کر یہ کہا ہے کہ یہ ذکر توریت میں ہے نہ قرآن میں۔ پھر بجواب سوال ہشتم کادیانی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استنباط واجتہاد ہے۔ توریت میں یہ صریح الفاظ نہیں ہیں۔ پھر بجواب سوال نہم ودہم کادیانی کہا ہے کہ کسی نبی کے حق میں وہ الفاظ نہیں کہے گئے جو مسیح کے حق میں کہے گئے ہیں اور زکریا ویسعیاہ یرمیا کے باب اندکورص ۲۲۳ کا اعادہ کیا اور کہا یوحنا: ۱۰ اباب: ۳۵ میں۔ مسیح نے نہ تو ان پیش گوئیوں سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیوں کی دھان بندی کی۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی نے پرچہ ۲۴ رمئی ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص ۲۹، خزائن ج ۶ ص ۱۱۳) میں پہلے استقراء کی وہ شرح کی جو اس کے پرچہ اوّل سے منقول ہوچکی ہے۔ پھر ڈپٹی آتھم سے اس قاعدہ کو تسلیم کرنے کو نقل کہا ہے کہ الہام اپنی شرح آپ کرے۔ مگر اس کے ضمن میں ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگادی ہے جو ان کی کلام سابق میں پائی نہیں جاتی۔ (گو اس پر ڈپٹی آتھم کا سکوت کرنا اس کا اس کو قائل بناتا ہے) وہ یہ کہ آپ

کے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے۔ پھر اس بات پر ان کو وہ الزام دیا ہے۔ جو اس رسالہ کے ص ۲۱۸ میں کادیانی کی کلام سے منقول ہوا ہے۔ پھر انجیل یوحنا باب:۱۰ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے کہ:''میرا باپ جس نے انہی مجھے دیا ہے۔ سب سے بڑا ہے اور کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں لے سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں کسی کام کے لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہاں میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں۔''

پھر کہا: اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض اور خیال تھا کہ مسیح اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی بات زیادہ نہیں۔ دیکھو تمہارے حق میں تو خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے تو اس بحث اور پرخاش کے وقت مرد میدان ہو کر صاف کہتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں اور وہ تمام پیش گوئیاں پیش کر دیتے جو ڈپٹی صاحب نے پیش کی ہیں اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو۔ میں تو بموجب فلاں وفلاں پیش گوئی قادر مطلق بھی ہوں۔ خدا کا بیٹا بھی ہوں۔ کون سا مرتبہ خدائی ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔ آخر میں کادیانی نے کہا ہے کہ یہودیوں کا اتفاق اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ فقیہ وفریسی موسیٰ علیہ السلام کے گدی پر ہیں۔ وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں۔ وہ عمل میں لاؤ۔ لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔'' (متی:۲۳باب:۱)

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۲۴؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص ۳۴، خزائن ج۶ ص ۱۱۸) میں انجیل کی فضیلت وکمال اسی انجیل کے چھ حوالوں سے بیان

کی۔ جس کو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر کادیانی کے معنی استقراء کو تسلیم کر کے کہا ہے کہ مسیح کا مقدمہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ جس پر پیش گوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں۔ ومزید برآں مسلہ کثرت فی الوحدت عہد عتیق میں موجود ہے۔ اوّل پیدائش باب:۱ آیت:۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورتوں اور اپنی شکلوں پر بناویں اور پیدائش باب۳:۲۳ میں کہ انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا ہے۔ پھر یہودیوں سے اور سید احمد خان بالقابہ سے جالپٹے ہیں اور ان کی تاویل کے عدم صحت کے مظہر ہوئے۔ پھر کہا الوہیت مسیح وتثلیث ادراک سے باہر ہے۔ ہم نے اس کا امکان عقل سے ثابت کر دیا۔ آخر میں یوحنا باب:۱۰ کا وہی جواب دیا جو پہلے پرچہ ۲۳/مئی میں دے چکے ہیں۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی پرچہ اوّل ۲۵/مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۳۷، خزائن ج۶ ص۱۲۲) میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے۔ جس کو اصل سوال الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵/مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) میں ایک فہرست پیش کی ہے۔ جس میں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں یرمیاہ:۲۳، باب:۶ سے نقل کیا ہے۔ اس کے دنوں یہودا نجات پاوے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا یہ نام رکھا جاوے گا۔ خداوند ہماری صداقت اصل میں ہے۔ یہودا صدقینو۔ پھر یسعیاہ:۷ باب:۱۴، ۸ باب:۱۰ سے نقل کیا ہے۔ دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایماءنوائیل رکھیں گے۔ تم منصوبہ باندھو پھر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور اس کے تائید میں چند حوالے اور دیئے ہیں۔ پھر مسیح کے چند لازمی صفات سے اس کی الوہیت ثابت کی ہے اور اس پر عہد جدید کا حسب تفصیل ذیل حوالہ دیا۔

اوّل ازلیتّ: اس کے ثبوت میں یوحنا:۱ باب:۱ تا ۳ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو اور یوحنا:۸ باب:۵۸ سے نقل کیا ہے۔ یسوع نے کہا: ’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں اور مکاشفات:۱ باب:۸ سے نقل کیا ہے کہ میں الفا اور اومیگا اوّل آخر جو ہے اور تھا اور آنے والا قادر مطلق ہوں۔‘‘

دوم خالقیت: اس کے ثبوت میں یوحنا:۱ باب:۳،۴ سے نقل کیا ہے۔ سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

سوم محافظ کل ہستی: اس کے ثبوت میں قلسی:۱ باب:۱۷ سے نقل کیا ہے۔ وہ سب سے آگے ہے اور اس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

چہارم لاتبدیل: اس کے ثبوت میں عبرانی:۱۳ باب:۸ سے نقل کیا ہے۔ یسوع مسیح کل اور آج ابد تک ایکسان ہے۔

پنجم ہمہ دانی: اس کے ثبوت میں مکاشفات:۲ باب ۲۳ سے نقل کیا ہے۔ میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلوں اور گردوں کا جانچنے والا ہوں اور میں تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دوں گا۔

ششم حاضر وناظر (مکانی): اس کے ثبوت میں متی:۱۸ باب:۲۰ سے نقل کیا ہے۔ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔ (زمانی) اس کے ثبوت میں متی:۲۸ باب:۲۰، یوحنا:۱ باب:۲۵ کا صرف حوالہ دیا ہے۔

ہفتم قادر مطلق: اس کے ثبوت میں یوحنا:۵ باب:۲۱ سے نقل کیا ہے۔ جس طرح باپ مردہ اٹھاتا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے جلاتا ہے اور مکاشفات:۱ باب ۸ سے قول سابق الذکر نقل کیا ہے۔

ہشتم جس کو خوش بیانی سے سوم قرار دیا ہے المسیح مالک کل ہے: اس کے ثبوت میں رومی:۱۴ باب:۹ سے نقل کیا ہے کہ مسیح اس لئے ہوا اور اٹھا اور جیا کہ مردوں اور زندوں کا بھی خداوند ہوا۔ تمطاؤس:۶ باب:۱۵ اعمال:۱۰ باب ۳۶ وغیرہ۔

نہم (یا بقول آتھم چہارم) مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہے: اس کے ثبوت میں متی:۲۸ باب:۱۸ سے نقل کیا ہے کہ یسوع نے پاس آکر اسے کہا کہ آسمان وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔

دہم (یا بقول آتھم پنجم) المسیح کی پرستش: اس کے ثبوت میں متی:۲ باب:۱۱ وغیرہ کو پیش کیا ہے۔

یازدہم (یا بقول آتھم ششم) المسیح سے دعاء مانگی جاتی ہے: اس کے ثبوت میں اعمال:۷ باب:۵۹ وغیرہ کو پیش کیا۔

دوازدہم (یا بقول آتھم ہفتم) المسیح دنیا کی عدالت کرے گا: اس کے ثبوت میں متی:۱۶ باب:۲۷ سے نقل کیا ہے مسیح ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔
سیزدہم (یا بقول آتھم ہشتم) المسیح گناہ بخشتا ہے: اس کے ثبوت میں متی:۹ باب:۶ سے نقل کیا ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔
چہاردہم (یا بقول آتھم نہم) مسیح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے: اس کے ثبوت میں مکاشفات:۱:۲۲ باب:۱:۶، متی:۱۳ باب:۴۱ کو پیش کیا۔ ان حوالہ جات وعبارات کو نقل کرنے کے بعد ڈپٹی آتھم نے ایک نوٹ کے ضمن میں کہا ہے کہ اگر مسیح محض انسان ہوتا تو صفات مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہوسکتی ہیں۔ اس پر کس طرح عائد ہوسکتیں۔
کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی پرچہ دوم ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۶، خزائن ج۶ ص۱۳۲) میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ یہ پیش گوئیاں میری شرط کے موافق نہیں۔ میری شرط یہ تھی کہ پہلے الہامی کتاب سے دعویٰ الوہیت مسیح پیش کیا جاوے۔ پھر عقلی دلائل سے ان کا ثبوت دیا جاوے اور یہ پیش گوئیاں عقلی دلائل نہیں بلکہ خود دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں۔ اس کے بعد وہی پرانا قول مسیح کا یوحنا باب:۱۰ سے نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسیح نے اپنی الوہیت سے صاف انکار کیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ مسیح خدا یا خدا کا حقیقی بیٹا ہوتا تو یہودیوں کے جواب میں بقول ڈپٹی عبداللہ آتھم ڈر نہ جاتا اور تقیہ نہ کرتا بلکہ صاف الوہیت کا مدعی ہوتا اور اس کے ثبوت میں یہ پیش گوئیاں پیش کرتا اور دوسرا ثبوت اپنی الوہیت کا یہ پیش کرتا کہ میں نے فلاں چیز پیدا کی ہے۔ اس کے بعد ان پیش گوئیوں کے مقابلہ ومعارضہ میں چار مقام انجیل کے پیش کئے۔ اوّل وہ مقام جس میں مسیح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ دوم وہ مقام متی:۱۹ باب:۱۶ جس میں آپ نے اس شخص کو جس نے آپ کو نیک کہا تھا۔ فرمایا ہے کوئی نیک نہیں۔ مگر ایک خدا سوم وہ مقام متی:۲۰ باب:۴۰ جس میں آپ نے بہشت کی دائیں بائیں بیٹھانے کی درخواست کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس میں میرا اختیار نہیں۔ چہارم وہ مقام متی:۲۶ باب:۳۸ جس میں آپ کا صلیب سے بچنے کے لئے رو رو کر دعاء کرنا پایا جاتا ہے۔ پھر کادیانی نے کہا ہے کہ آپ نے حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی۔ جیسے عام انسان مصیبتوں کے وقت مسجدوں میں جاکر دعائیں کراتے ہیں۔ مگر وہ دعاء قبول نہ ہوئی۔ پھر کہا اس سے وہ عام پیش گوئیاں رد ہوگئیں۔ آخر میں کادیانی نے یہ کہا

کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو آپ اس سے نشان طلب کریں اور میں خدا تعالیٰ سے (جو درحقیقت قادر مطلق ہے نہ بگفتن اور وہ مجھ سے بالمقابلہ نشان دکھانے کا وعدہ کر چکا ہے) طلب کرتا ہوں۔ اگر بالمقابلہ میں نشان دکھانے سے قاصر رہا یا آپ نے بھی میرے مقابلہ کوئی نشان دکھا دیا تو میں ہر ایک سزا کو اپنے اوپر اٹھالوں گا۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ پنجم ۲۶؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۵۴، خزائن ج۶ ص۱۴۰) نے اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا اور بعض جو نئی لکھیں وہ اصل مدعا سے اجنبی کہیں۔ اوّل یوحنا باب:۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا۔ اس میں اس قدر بڑھا دیا کہ یہ جواب اپنی انسانیت کے نظر سے دیا تھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی انسانیت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے نبی خدا کہلائے۔ پھر کہا وہ اپنی انسانیت میں بھی مخصوص اور مرسلہ شخص تھا۔ جس کے معنی الوہیت کے کئے گئے ہیں۔ پھر کہا اس نے جو قیامت اور بہشت کے دائیں بائیں بٹھانے کے اختیار کی نفی کی ہے۔ اس کے انسان ہونے کی نظر سے ہے اور ایسے ہی نیک ہونے کی اور اکیلے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اس شخص کے خطاب میں تھا جو اس کو نیک نہ سمجھتا تھا۔ پھر کہا قرآن کا راہ نجات میں کمال کیونکر ہے اور کہا کلمہ توحید سے حصول نجات ناممکن ہے۔ شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کہتا تھا اور کہا صداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہٰذا وہ پیش گوئیاں جو خود صداقت و دلائل ہیں۔ محتاج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔ پھر کہا مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا۔ مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اس نے بنایا۔ مسیح یہودیوں سے ڈر نہیں گیا۔ بلکہ ان کے غصہ کو فرو کیا۔ پھر کہا مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور طرح پر نہ ہو سکتے تھے اور کہا خدا کا باپ ہونا متی:۶ باب:۶ خدا محبت ہے۔ یوحنا:۳ باب:۱۶ خدا روح ہے۔ یوحنا:۴ باب:۲۴ اور کہا کثرت فی الوحدت توریت میں صاف لکھی تھی اور اس پر آیات کا حوالہ دیا اور کہا فریسی اور فقیہوں کے حق میں مسیح کے قول کے (جو کادیانی کے پرچہ ۲۴؍مئی سے منقول ہے) یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ مخالف توریت ہیں اور کہا بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کادیانی: کادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ ۲۶؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۵۶، خزائن ج۶ ص۱۴۳) میں کمال ونجات کی طولانی اور اجنبی بحث کی ہے اور اس کا ثمرہ نجات یافتہ سے نشان نمائی وصدور کرامات قرار دیا ہے اور اس میں اپنی مخاطب سے چیلنج

(طلب معارضہ ومقابلہ) کیا اور کہا ہے کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھاویں یا اپنے عجز کا اقرار کر کے مجھ سے نشان طلب کریں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے۔ میں ضرور نشان دکھاؤں گا اور آپ پر فتح پاؤں گا۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۶؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۶۱، خزائن ج۶ ص۱۴۹) یوحنا باب:۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا ہے کہ مسیح نے یہودیوں کو یہ کہا تھا کہ میں انسان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں اور کہا ہے اس جواب کی نسبت یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلاں فلاں پیش گوئی میں ہے۔ خدا کے کلام میں چون وچرا کرنا ہے اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے دو آنکھیں پیشانی کے پیچھے کیوں نہ لگا دیں۔ پھر کہا کہ کادیانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعاء چاہی۔ پھر کہا نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنے اندر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن جناب کو اس پر ناز ہے تو آپ نشان دکھا دیں یہ تین شخص پیش کئے جاتے ہیں ایک اندھا۔ ایک لنگڑا ایک گونگا آپ ان کو اچھا کر دکھا دیں اور خلق خدا پر رحم کریں اور اپنا چیلنج پورا کریں۔ پھر کہا نجات کے بارہ میں جو آپ نے کہا ہے۔ اس کی پڑتال ہم آئندہ کریں گے۔ کیونکہ اس کا موقعہ وہی ہے۔ جب ہمارے حملے شروع ہوں گے۔ (اس قول میں ڈپٹی آتھم نے صاف قرار کیا کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ نہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا اور پرچہ نمبر۲۳، ۲۶؍مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں اس کی بابت سوال کیا اور کادیانی کو خروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا)

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی نے پرچہ ۲۶؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۶۳، خزائن ج۶ ص۱۵۱) پھر مسیح کا قول انجیل یوحنا باب:۱۰ سے پیش کیا اور لفظ مخصوص اور مرسل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ موسیٰ اور ہارون کے حق میں کہے گئے ہیں اور اس پر چند حوالے دیئے۔ پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحوں کے لئے حضرت عیسیٰ نشان قرار دے گئے اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چنگا ہو جاوے گا اور حضرت مسیح یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بناء علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماروں پر ہاتھ رکھ کر ان کو چنگا

کر دیں۔ ورنہ رائی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ پھر کہا کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہماری یہ نشانی مقرر نہیں کی اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرما دیا ہے: ’’قل انما الایات عند اللہ ‘‘یعنی ان کو کہہ دے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں۔ جس نشان کو خدا چاہتا ہے اس کو ظاہر کرتا ہے اور کہا حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھانے سے عاجز رہے۔ مرقس: ۱۸،۱۱،۱۲ میں ہے کہ اس نے فریسیوں سے آہ کھینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہے تو صلیب سے اتر آوے۔ مسیح نہ اتر سکے۔ متی: ۱۲، ۳۸ میں ہے کہ اس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جاوے گا اور کہا خدا تعالیٰ مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی ایسا نشان ہوگا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہوگا۔ معلوم نہیں کہ کس طور کا ہوگا۔ اگر میں اس میں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیح بھی نہیں دکھا سکے بلکہ سوال کرنے والوں کو دو گالیاں سنا دیں تو میرے نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ششم کو ۲۷؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۷، خزائن ج۶ ص۱۶۰) میں پہلے راہ نجات ونشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پر ملتوی کیا۔ (اب آپ کو سوجھا کہ اس اجنبی بحث کو ہم نے بے وقت اور بے محل چھیڑا تھا) پھر قول یوحنا باب:۱۰ کی نسبت کہا کہ ہم اس کا جواب بارہا دے چکے ہیں۔ اس کا اعادہ وتکرار کیوں چلا جاتا ہے۔ پھر لفظ مخصوص ومرسل کے بحق غیر مسیح پائے جانے سے انکار ظاہر کیا۔ پھر کہا عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کی علامت حجت ہے اور اس پر اعمال: ۸ باب: ۱۱۴ اوّل قرنتی: ۱۳ اباب ۲، ۸ کا حوالہ دیا۔ پھر کہا مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ خاص کر بد اور حرام کار لوگوں کو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو اور نشان مانگتے تھے نشان دکھانے سے انکار کیا۔ پھر کہا اور حرام کار کو بد اور حرام کار کہنا گالی نہیں۔ آپ ایک معصوم بندے کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے۔

کادیانی: اس کے جواب پرچہ ۲۷؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۷۵، خزائن ج۶

ص۱۶۴) میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ میرے سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا گیا۔ شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعویٰ الوہیت مسیح پیش کیا جاوے۔ پھر اسی انجیل سے اس کے عقلی دلائل نکالے جائیں مگر ڈپٹی صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ بجائے دلائل عقلیہ انجیل ہی کے چند پیش گوئیوں کو جو خود دعاوی ہیں نہ دلائل، پیش کر دیا ہے۔ ایسے دعاوی تو ہندو بھی اپنے پرانوں اور شاستروں سے پیش کرتے ہیں اور ان سے برہما بشن مہادیوں کی الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ پھر جب ان کے نقلی دلائل سے برہما بشن مہادیوں کی الوہیت ثابت نہ ہوئی تو ان پیش گوئیوں سے حضرت مسیح کی الوہیت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ پھر انجیل یوحنا باب:۱۰ سے قول مسیح پیش کیا اور اس سے مسیح کا انکار الوہیت نکالا جو کادیانی کے کلام سے نقل ہو چکا ہے۔ پھر ان پیش گوئیوں کے مقابلہ چند آیات قرآن کو پیش کیا۔ جن میں یہ بیان ہے کہ یہود ونصاریٰ کے معبود عزیر ومسیح واحبار ورہبان لائق عبادت نہیں ہیں۔ یہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں۔ پھر اس کے بیچ میں محض اجنبی بات یہ بھی کہہ دی کہ مسیح نے کہا ہے کہ روح حق آوے تو تمہیں سچائی کی راہ بتاوے اور اس سے آنحضرتؐ مراد ہیں نہ روح القدس۔ پھر ڈپٹی آتھم کے اس بات کا کہ چاند سورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے ہیں۔ یہ جواب دیا ہے کہ یہ دعویٰ ہے نہ دلیل۔ پھر عیسائی مذہب میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا:۱۴ باب:۱۲ سے نقل کیا کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے جو میں کام کرتا وہی کام کرے گا۔ پھر اس کے دست آویز سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا۔ پھر کہا ہے کہ مسیح نے اگر خاص لوگوں کو نشان دکھانے سے انکار کیا تھا جو دیکھ چکے ہیں تو میں بھی تم کو ایک نشان دکھا چکا ہوں۔ جس کا نور افشاں ۱۰؍مئی ۱۸۸۸ء میں ذکر ہے۔ (یعنی پھر مجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تو میں بھی انکار کرسکتا ہوں۔ جیسے مسیح نے کیا تھا) پھر اخیر میں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کو تیار ہوں۔ صرف درخواست اور تحریر شرائط کے دیر ہے۔ پھر گالی دینے کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک الزامی جواب ہے۔ آپ ہی کے مذہب کے موافق کہا گیا ہے۔ میں حضرت مسیح کو ایک سچا نبی جانتا ہوں۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں کادیانی کے دوسرے خصم ڈاکٹر ایچ.ایم کلارک ڈپٹی عبداللہ آتھم کے بیماری کی علت سے میدان میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے پرچہ ۲۹؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۸۱، خزائن ج۶ ص۱۷۱) میں کئی پرانی باتیں ڈپٹی آتھم کی کہی

ہوئی کہیں اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔ اوّل آپ لکھتے ہیں المسیح اور رام چندر اور جلالی انجیل اور ہندوؤں کی کتابیں یکساں تھیں۔ ایسی تشبیہ گناہ ہے۔

۲...... مدعیان الوہیت اگر جھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا۔ جیسے کھوٹے روپیوں میں کھرا بھی ہوتا ہے۔

۳...... پیش گوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود صداقتیں ہیں نہ دعاوی ان کو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں۔ خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

۴...... ان سب پیش گوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئی دفعہ لگایا ہے۔ دیکھو متی:۲۲ باب:۴۱ آیت یوحنا:۵ باب:۳۹، متی:۱۱ باب:۱۰ وغیرہ۔

۵...... یوحنا باب:۱۰ کا جواب بارہا دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا۔ اس میں مسیح نے الوہیت کا دعویٰ پختہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ ابتداء میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا۔ کلام مجسم ہوا جس کے پاس کلام پہنچا اس کا اتنا درجہ ہوگیا تو تم کلام مجسم کو کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے۔

۶...... لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے۔ ان کا پتہ ندارد ہے۔ لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا۔ یوحنا:۱۶ باب:۱۸ میں ہے۔ میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں۔

۷...... مسیح نے جو یوحنا باب:۱۰ میں کہا ہے اس کی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا یوں کیوں نہ کہا۔ اس بزرگ نبی سے اپنے آپ کو دانا کہتا ہے۔

۸...... بموجب یوحنا باب اوّل مسیح نے سب کچھ بنایا ہے۔ آپ نہیں مانتے تو انجیل کو جھوٹی کہیں۔

۹...... مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا۔

۱۰...... رائی کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونے کے دعویٰ میں آپ نے ہمارے سر پر پشمینہ میں لپیٹ کر جوتی چلائی ہے۔ اس باب میں جو آپ نے مرقس: باب:۱۶ پر بنیاد قائم کی ہے وہ خام ہے۔ اس میں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آئندہ کے لوگوں کے لئے مسیح نے صاف کہہ دیا ہے کہ دائمی نشان جس سے دنیا جانے گی کہ تم میرے ہو۔ نہ کرامات ومعجزہ پر محبت ہے۔ دیکھو یوحنا:۱۳ باب:۳۴، یوحنا:۱۲ باب:۱۴ میں مسیح حواریوں

سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے۔

۱۱...... معجزہ ونشان ابتداء میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں نہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ جو شئے ایک دفعہ کامل کی گئی اس کو دوبارہ کامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲...... مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے۔اس وقت بھی انہوں نے یونس نبی کا معجزہ دکھانے کا دعویٰ کیا تھا۔

۱۳...... مسیح کے صلیب سے اتر نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے۔ وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔

۱۴...... انسان کا بدن چار سال کے بعد تبدیل نہیں ہوتا بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہئے کہ سات برس کے بعد شوہر اپنی بیوی کا خاوند نہ ٹھہرے نہ باپ بچوں کا والد جب سات برس گزر جائیں دوبارہ نکاح اور رجسٹریاں کرائیں۔

<u>کادیانی:</u>اس کے جواب میں کادیانی نے پرچہ ہفتم ۲۹رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۸۷، خزائن ج۶ ص۱۷۸) میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جو نئی کہیں وہ اجنبی اور فضول کہیں۔ اوّلاً آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن نفی کرتا ہے۔ (پھر اس مضمون کی چند آیتیں اور نقل کیں)

۲...... یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا بن کر آنے والا ہے۔ باوجودیکہ وہ ان پیش گوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے۔ جن سے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی ہے۔ کسی نے ان کے معنی وہ نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں۔ وہ سب کے سب متعصب نہ تھے۔

۳...... توریت خروج:۲۰ باب:۳ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اس کی بات نہ سنو۔

۴...... مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں۔ یوحنا:۱۷ باب ۳۔

۵...... بھیجا کا لفظ توریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خداتعالیٰ کسی بندہ کو نبی بنا کر بھیجے۔ عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں۔

۶...... عیسائیوں میں سے فرقہ یونی ٹیرین مسیح کو خدا نہیں جانتے۔ کیا وہ انجیل کو نہیں

مانتے یا ان پیش گوئیوں سے واقف نہیں۔

۷...... خود مسیح نے یوحنا باب:۱۰ میں اپنے تئیں خدا کہنے میں دوسروں کا ہم رنگ قرار دیا ہے اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں دی۔

۸...... مسیح نے کہا ہے کہ پیش گوئیوں کے معنی وہ کرو جو یہودی کرتے ہیں۔

۹...... آپ کے معجزات دوسرے نبیوں سے کم ہوئے ہیں بوجہ اس تالاب کے جس کی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی۔

۱۰...... عقل بھی ان نامعقول خیالات کے مخالف ہے۔ پھر اس قدر حملے اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے ایسا ثبوت دینا چاہئے جس میں کوئی اختلاف نہ کرسکتا ہو۔

۱۱...... یہ پیش گوئیاں ایسی نہیں ان کی بابت اوّل یہودیوں سے فیصلہ کیجئے۔ پھر یونی ٹیرین سے پھر مسلمانوں کے سامنے ان کو پیش کیجئے۔

۱۲...... نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں حواریوں سے مخصوص ہے تو چاہئے کہ تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جس کی اخلاقی تعلیم میں حواری ہی مخاطب تھے۔ اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانے کا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور اسی کو پورا فیصلہ ٹھہرایا اور کہا عیسائی مذہب کیوں بے پھل ہے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں کادیانی کے خصم دوم ڈاکٹر کلارک صاحب نے پرچہ ۲۹؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۹۳، خزائن ج۶ ص۱۸۵) میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔ اوّل آپ لکھتے ہیں کہ یہودی گمراہ اور سنگدل تاریکی کے بیٹے پیش گوئیوں کا فیصلہ ان کے سپرد کیوں ہوتا ہے۔

۲...... یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں ہے۔ (عیسائیو! انصاف کرو۔ ڈاکٹر کا یہ قول حق ہے؟)

۳...... ایسی دلیل پیش کرنے سے جس میں کسی کا شک واختلاف ہو خدا بھی عاجز ہے۔ (نعوذ باللہ منہا) خدا کے وجود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز روشن نہیں۔ ہزاروں احمق اس میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔

۴...... عیسائی مذہب کو بے پھل کہا ہے۔ اس میں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔

پہلے تو آپ کا دعویٰ پیغمبری سنا جاتا تھا۔ اب آپ دعویٰ الوہیت کرنے لگے۔ دلوں کی باتیں بتانے لگے۔

۵...... اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اس کے مساوی ہوگئے۔ اس لئے میں محمدی توحید کا قائل نہیں۔ اس کو تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وحدانیت کا کون سا امر سمجھ سے باہر ہے ولیکن کثرت فی الوحدت ایک مسئلہ ہے تو نہ اس کا سمجھنے والا پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ ذات الٰہی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کی جاتی ہے۔ نہ عقل سے اس کی تردید کی جاسکتی ہے۔

۶...... صحیح تعلیم اللہ کی کتابوں کی یہی ہے کہ تین اقنوم اور ایک خدا خدا تعالیٰ ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور تم نے اس کا نام عمانوائیل رکھنا، فرشتوں کی گواہی حواریوں کی گواہی روح القدس کبوتر کی شکل میں اتر آئے۔ دشمنوں نے بھی گواہی دی انجیل میں سب گواہیاں موجود ہیں۔

۷...... نشان چھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ استثناء:۱۳ باب:۱،۲ نیز مرقس:۱۳ باب:۲۲ وغیرہ باایںہمہ آپ نے دعویٰ کر کے کچھ نہ دکھایا اور تاویل کر کے ٹال گئے۔

۸...... ہم نے امور ذیل کا اثبات کیا اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا۔

(۱) آپ کے استقراء کا یہ جواب کہ مسیح کا رسالت لے کر دنیا میں آنا مستثنیٰ ہے۔ (۲) الوہیت مسیح کا عقل سے امکان اور آیات بائبل سے وقوع ثابت کیا۔ (۳) یوحنا باب:۱۰ کا جواب دیا گیا۔ (۴) توریت وانجیل سے پیش گوئیاں پیش کی گئی ہیں۔ یہوداصدقنو وغیرہ۔ (۵) مسیح کا انسان کامل وخدائے کامل ہونا ثابت کیا گیا۔ (۶) علم قیامت وغیرہ سے مسیح کے انکار کا جواب دیا گیا۔ قرآن کے آیات کا جواب کہ ہم اس کو مستند نہیں جانتے۔ (۸) مرقس:۱۶ باب کا جواب دیا گیا۔ (۹) آپ کے دعویٰ کرامات ونشان نمائی کا جواب دیا گیا۔ مگر آپ نے ہماری کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جو کہا ہیچ۔

۹...... مباہلہ اور نشان نمائی کا جواب یہ ہے کہ لعنت کہنا تو ہمارا مذہب نہیں۔ نشان آپ نے خوب دکھایا۔

۱۰...... آپ کو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر آپ سے نہ عقلی دلیل کا مقابلہ ہوسکا نہ نقل کا نہ الہام وکرامت آپ کے کام آئی۔ مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔ یہ فتح اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیوں کی ہے۔

یہ حصہ اوّل مباحثہ اور سوال الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے۔ حصہ دوم مباحثہ میں اور سوال متعلق کفارہ وجبر واختیار ہیں۔

جو گفتگو ہوئی ہے اس میں بھی شیر بہادر کادیانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہوکر اس میں کچھ کہنا پڑا۔ اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے۔ اس مقام میں خلاصہ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ فریقین یہ نہ کہیں کہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق ہمارا ریزروڈ فورس (محفوظ روز کے دلائل) حصہ دوم مباحثہ میں تھے۔ صاحب اشاعت نے ان کو کیوں نقل نہیں کیا۔

کادیانی: کادیانی نے پرچہ ہشتم ۳۰؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۰۳، خزائن ج۶ ص۱۹۵) میں کہا ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے نزدیک حضرت مسیح میں دو روحیں تھیں۔ ایک انسانی دوسری خدائی۔ اس پر ایک یہ سوال ہے کہ مدبر بدن دو روحیں تو ہو نہیں سکتیں۔ پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے تو پھر مسیح انسان کامل کیونکر ہوئے۔ جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ جسم معرض تحلل میں پڑا ہوا ہے اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آوے۔ دوسرا سوال یہ کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے۔

۲...... عیسائیوں کی نزدیک باپ بیٹا روح القدس تینوں کامل تھے تو تینوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہئے۔ جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہو جاتے ہیں۔

۳...... حضرت مسیح کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے۔ صرف پیش گوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دعاوی ہیں نہ دلائل اور یہودی ان کے وہ معنی نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں کادیانی کے خصم اوّل ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۳۰؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۰۹، خزائن ج۶ ص۲۰۲) میں کہا ہے کہ ہم اس مسیح کو جو مرئی ومخلوق ہے۔ اللہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور اس باب میں ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کر چکے ہیں۔ امکان ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے جو مٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے جواب دے۔ اس سے کون چیز مانع ہے اور اس سے کون سی صفت الٰہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اس کا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الٰہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اس کو کلام الٰہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے۔

۲...... مسیح میں دو روحیں نہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خداتعالیٰ اپنی ہستی سے بہجت اس کے کہ بے حد ہے۔ ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے۔ (یعنی وہ روح مظہر اللہ تھی)

۳...... وزنوں کے بیان میں آپ نے خدا لطیف کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے۔ وحدت فی الکثرت کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے۔ ایک صورت میں یہ تین ہیں۔ ایسے ہی اقانیم ثلثہ اقنوم اوّل قائم فی نفسہ ہے۔ باقی دو اقنوم لازم وملزوم۔

۴...... کلام الٰہی (یعنی پیش گوئیوں) کو آپ دعاوی کہتے ہیں اور ان کے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ اس کے کلام الٰہی ہونے میں متردد ہیں یقین نہیں رکھتے۔

<u>کادیانی:</u> اس کے جواب میں کادیانی پرچہ ۳۱رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۱۴، خزائن ج۶ ص۲۰۷) میں کہا ہے۔ ڈپٹی صاحب کے نزدیک مسیح کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا اور خداتعالیٰ سے ان کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاص کر وہ مظہر اللہ کیسے ہوئے۔ ایسے مظہر تو ہر چیز ہے۔

۲...... روح القدس کے نزول سے وہ مظہر اللہ ہوگئے تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اوروں پر بھی نازل ہوئی ہے۔

۳...... آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسیٰ) خدا مجسم تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اترا۔ اقنوم اوّل خداتعالیٰ بھی مجسم ہے۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام سے کشتی کی یعنی پھر آپ کا خدا کو کثیف نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے۔

۴...... وحدت حقیقی وکثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ایک کو اعتباری کہنا تو آپ کا مذہب نہیں۔

۵...... حضرت مسیح دائمی طور پر مظہر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دائمی تھے تو ان میں دائمی طور پر عالم الغیب وقادر مطلق ہونا پایا جانا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتی ہے۔

۶...... مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جس میں الوہیت کی آمیزش نہ تھی اور خدا کی روح اس کے ساتھ ایسی رہتی تھی۔ جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسف میں بھی اس کی روح تھی تو پھر حضرت مسیح اپنی ماہیت کے لحاظ کیونکر اقنوم دوم اور خدا ٹھہرے۔

۷...... تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہوگئی۔

۸...... وزنوں کی ہم نے ایک مثال دی ہے سو بھی آپ کی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کی طرف ناحق کھینچ کر لے گئے۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ نمبر ۳۱ رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۲۰، خزائن ج۶ ص۲۱۴) میں لکھتے ہیں۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔

۱...... ہر سہ اقانیم کا مجسم ہونا آپ نے بہت صحیح نہیں فرمایا تاہم مجسم ہونے سے وہ وزنی ہو جاتے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔

۲...... ہمارا تثلیث کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک دوسری صورت میں تین اور ان تین میں اس قسم کا علاقہ ہے۔ جیسے بے نظیری بے حدی سے نکل کر زمان ومکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم دو صفات کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقانیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ ہے۔ دو لازم ملزوم ساتھ اس کے۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی اپنے پرچہ ۳۱ رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۲۵، خزائن ج۶ ص۲۱۸) میں اوّل وہی پرانا رونا رویا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے سوالات وجواب میری شرط کے موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر یک دعویٰ انجیل سے پیش کیا جاوے اور دلائل معقول بھی اسی انجیل سے نکالے جائیں۔ آپ اس شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں۔

۲...... پھر کہا آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول کے وقت سے مسیح مظہر اللہ ہوئے۔ پہلے مظہر اللہ نہ تھے۔ اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے۔ مظہر اللہ نہ تھے اور یہ آپ پر اقبال ڈگری ہے اور ہمارے لئے فتح عظیم ہے۔

۳...... پھر اس روح القدس کے نزول سے مظہر اللہ ہو جانا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے۔ روح القدس تو حضرت یحییٰ وزکریا ویوسف ویوشع پر بھی اتری ہے اور کل حواریوں پر اتری تھی۔ پھر چاہئے کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔

۴...... پھر کہا آپ کا ہر ایک خدا مجسم ہے تو پھر وزنی نہ ہونے کے کیا معنی کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو وزنی نہ ہو۔ مگر شکر ہے آپ نے باپ، بیٹے، روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے۔

۵...... پھر کہا آپ نے کثرت فی الوحدت اور وحدت کے بلحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانے کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کس کو جانتے ہیں۔ وحدت کو یا کثرت کو۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دہم یکم/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۳۱، خزائن ج۶ ص۲۲۵) کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت مظہریت تب نمودار ہوئی۔ حب مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے بپتسما پاکر یروں سے نکلے اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں۔ تم اس کی سنو اسی وقت سے وہ مسیح ہیں۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی نے پرچہ یکم/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۳۴، خزائن ج۶ ص۲۲۹) میں ڈپٹی آتھم کے پرچہ ۳۱/مئی ۱۸۹۳ء کی اصل عبارت نقل کردی اور اس میں صاف تصریح ہے کہ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے۔ علانیہ تب ہوئے۔ جب روح القدس اترے۔ یہ بات ان کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم یکم/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۴۰، خزائن ج۶ ص۲۳۶) میں لکھا ہے کہ میں نے تیس برس کے بعد مسیح کا مسح ہونا بیان کیا ہے۔ نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائے مسیح۔

۲...... پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنی جائے ظہور اللہ کے ہیں۔ واسطے عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کے لئے آیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ اس وقت اس کے اندر آن کر گھس جائے۔

۳...... پھر کہا آپ نے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبرئیل مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی پرچہ یازدہم ۲/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۴۳، خزائن ج۶ ص۲۳۹) میں لکھا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے فرمایا ہے کہ بے حدی سے کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائیکہ مسیح اس سے خالی رہے۔ یعنی نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے۔ کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر

مظہر اللہ نزول روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے۔ پھر کہا تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلہ میں تین چیزوں (یعنی خدا اور روح القدس یعنی فرشتہ و رسول) کا ہونا ضروری ہے۔ آپ صاحبوں نے خوش فہمی سے ان کا نام تین اقنوم رکھ لیا۔ روح القدس جیسے مسیح پر آئی۔ ویسے اور نبیوں پر آئی مسیح میں نئی بات کون سی تھی۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۴۹، خزائن ج۶ ص۲۴۶) میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے سے بھی مظہر تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ رہا۔ مظہر تو وہ تب ہی ہوئے جب مسیح ہوئے۔ یعنی تیس برس کے بعد۔

۲...... تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے۔ عقل سے اس کا امکان بتایا گیا ہے۔ کلام الٰہی سے وقوع۔

۳...... بجز مسیح کس نبی پر روح القدس بشکل کبوتر اترے کون نبی اس امر میں ان کا مساوی ہے۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی نے پرچہ ۲/جون (جنگ مقدس ص۱۵۳، خزائن ج۶ ص۲۵۰) میں لکھا ہے کہ مظہریت سے پہلے اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل سے اس امر کو ثابت نہ کیا جائے۔

۲...... پھر کہا عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا۔ عقل کا فیصلہ ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا داخل تثلیث ہونا روا رکھتی ہے تو اوروں کے لئے یہ بھی امکان واجب کرے گی۔

۳...... پھر کہا کبوتر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجسہ ہاتھی یا اونٹ کی شکل پر روح القدس نزول کرتے تو اس پر نازکی جگہ تھی۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۶۰، خزائن ج۶ ص۲۵۷) میں اوّلاً کہا ہے۔ جناب نے کلام کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔ کلام یعنی اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوا۔ مگر مظہریت اس کے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔

۲...... پھر کہا آپ تو تثلیث فی التوحید پر بار بار اعتراض کرتے ہیں۔ آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعددہ ثابت کریں۔

۳...... پھر کہا صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔ ذات وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔ اقنوم شخص معیّن ہے جو مجموعہ صفات ہے۔ اقانیم ثلثہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شئے قائم فی نفسہ ہے اور دوسرے مساوی اس کے لازم ملزوم اقنوم اوّل اب ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے اور دوسرے اقانیم ابن وروح القدس لازم ملزوم۔

۴...... روح القدس کو کادیانی کے ہاتھی سے نسبت یا تشبیہ دینے پر آتھم نے آنحضرت ﷺ کو سیمرغ سے تشبیہ دی اور آنحضرت کی سخت توہین کی جس کا مظلمہ کادیانی پر ہے۔ اس نے آیت: ''**لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم**'' کو پس پشت ڈال کر عیسائیوں کے ایک معبود (روح القدس) کو ہاتھی بنایا تو انہوں نے اس کے مقابلہ میں آنحضرت ...... کو بنایا۔

۵...... پھر کہا سوائے خدا کوئی شخص نیک نہیں۔ مسیح نے اس شخص کو کہا تھا جو حضرت مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی نے ۵/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۷۵، خزائن ج۶ ص۲۷۴) میں کہا ہے کہ آپ کے اس اعتقاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا۔ لیجئے حضرت یک نشد دو شد۔ پھر کہا آپ کے اس قول پر کہ اقنوم کے معنی شخص معین کے ہیں اور یہ تین جدا جدا شخص ہیں اور ماہیت ایک ہے۔ یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد ماہیت کیونکر ہے۔ نظیر بے حدی و بے نظیری کی اس مقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی۔ پھر کہا ستون میں خدا بولنے کا امکان ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ستون خدا یا ابن اللہ کہلاوے بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا کہلاوے گا اور نیز ایک ستون میں بولنا دوسرے ستون میں بولنے سے مانع نہیں۔ ایک ہی سیکنڈ میں ہزاروں ستون میں وہ بول سکتا ہے۔ مگر یہ آپ کے اصول کے برخلاف ہے۔ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا میری نگاہ میں عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم کے ماں باپ دونوں نہ تھے۔ اب برسات آتے ہی ضرور باہر جاکر دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت نکالنا صرف غلطی ہے۔

فریق ثانی: اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۵/جون ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس

ص۱۸۱، خزائن ج۶ص۲۸۲) میں کہا ہے مجسم ہونے سے مظہریت پر ایماء ہے نہ یہ کہ جسم خدا ہے۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے۔ کیا ان دونوں صفات کی ایک ماہیت نہیں۔

کادیانی: اس کے جواب میں کادیانی اپنے پرچہ آخری ۵/جون ۱۸۹۳ء (مندرجہ جنگ مقدس ص۱۸۴، خزائن ج۶ص۲۸۶) میں پہلے تو وہی پرانا رونا رویا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی۔ اس شرط کا ایفاء ڈپٹی آتھم نے نہیں کیا۔ پھر اس شرط اور اس کے خلاف ورزی کو بیان کیا جو بارہا ہو چکا ہے۔ اخیر میں پھر وہی سوال نشان نمائی ڈپٹی عبداللہ آتھم سے نقل کر کے اس کے جواب میں پیچیدہ الفاظ اور قیود پر کیود کے ساتھ اس پیش گوئی کو نشان بنایا اور کہا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کہا کہ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ مجھے پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی اور اس پر مباحثہ کا خاتمہ کیا۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے جس کو انہوں نے تقریباً ۱۳۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین کو تمام گفتگو کا مطلب ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئے گا کہ ویسا ان کے اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئے گا۔

اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت یا دعاوی فریق مخالف کے رد میں جو کچھ کہا ہے۔ اس میں غالباً علم وفہم وعقل وانصاف سے کام نہیں لیا اور جو کچھ کہا ہے۔ اس میں اکثر حصہ لغو وفضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا معقول جواب نہیں دیا۔ کادیانی نے اپنے بھائیوں، پرانے عیسائیوں کے جو ٹوٹے پھوٹے دلائل کا کافی جواب نہیں دیا اور عیسائیوں نے اپنے بھائی کادیانی کی شرط کے موافق الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کیا اور اس کے ملحدانہ اصول ودلائل کو رد کیا ہے۔ اس خلاصہ سے اس امر کا تعین حاصل ہونے سے ناظرین کو اس امر کی ضرورت نہ رہے گی کہ اس گفتگو پر مفصل ریویو کیا جائے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کی جائے ومعہذا ہم

حسب وعدہ اس پر مفصل ’’ریویو‘‘ کرتے ہیں۔ وھو ہذا!

تقریر پرچۂ اوّل کادیانی کے متعلق رائے اسلامی: سوال اوّل کی تمہید میں کادیانی نے جو اوّلاً اصول مقرر کیا ہے کہ: ’’جو دعویٰ کتاب الہامی کی نسبت کیا جائے۔ اس کا ثبوت بھی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے اور جس دعویٰ کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں نہ پایا جاوے۔ وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی۔‘‘ یہ ایک ملحدانہ وزندیقانہ اصول ہے جس سے کادیانی کا مقصود اگرچہ بظاہر انجیل کے دعویٰ ابنیت والوہیت مسیح کا ابطال ہے۔ مگر در پردہ اور فی الحقیقت مطلق نبوت کی بنیاد اکھاڑنا اور جملہ مذاہب خصوصاً اسلام کی بیخ کنی کرنا (خاکش بدہن) اور لوگوں کو کتب سماوی خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اور ان میں لامذہبی اور الحاد و دہریہ پن پھیلانا ہے۔ کسی کتاب کو الہامی یا آسمانی مان لینے کے بعد ماننے والے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کتاب کے جملہ دعاوی و بیانات و احکام ہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب میں یا خارجاً تلاش کرے۔ پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً ان کا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی شواہد سے نہ پاوے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے اور اس کتاب کی پیروی سے دست برداری اختیار کرے۔ بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اس کے ماننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی ایگزامی نیشن (امتحان) عقلی یا تواریخی کے سراسر حق و راست سمجھے اور اس پر آمنا وصدقنا کہے۔ گو اس کا کوئی بیان و ہدایت اس کی عقل ناقص میں نہ آوے یا کوئی تاریخ اس کی مصدق نہ ہو اور وہ یہ یقین کرے کہ ایک صاحب الہام کا دعویٰ عقلاً تمام جہان سے بڑھ کر لائق وثوق ہے اور وہ ان کے تصدیق کا محتاج نہیں ہے اور ایک ملہم کا بیان لاکھ مؤرخ کے بیان سے مقدم اور احق بالتصدیق ہے اور وہ ان کی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے: ’’وما کان بمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا (احزاب:۲۶)‘‘ کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ فرمادیں تو ان کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمانبردار رہا۔ یعنی اس نے اس میں اپنا اختیار باقی سمجھا وہ صاف بھول گیا۔

ہر چند آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن وفرقان حمید نے اپنے بہت سے دعاوی

وبیانات واحکام وہدایت کوخود دلائل عقلی سے ایسا مدلل کر دیا ہے کہ اس کو عام اہل عقل یا خواص دقائق شناس بخوبی سمجھ رہے ہیں۔

(چنانچہ قرآن میں: ''**یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون** (مائدہ:۹۰،۹۱)'' حکم حرمت خمر وقمار کواس دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ ان سے آپس میں عداوت اورلڑائی اور خدا کی یاد سے غفلت اور روک پیدا ہوتے ہیں اور حکم افسری شوہر بہ نسبت زوجہ کو دو دلیلوں سے مدلل فرمایا ہے: ''**الرجال قوّامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا** (النساء:۳۴)'' کہ ایک تو ان کو قدرتی فضیلت ہے اور دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے (باوجودیکہ حاجت روائی میں دونوں مساوی ہیں) اور شہادت میں دو عورت کو ایک مرد کے قائم مقام کرنے کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے: ''**فان لّم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل إحداھما فتذکر إحداھما الاخری** (بقرہ:۲۸۲)'' کہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو معاملہ یاد دلائے گی۔ **وعلیٰ ھذا القیاس!**

ولیکن کلیت کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعویٰ میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جن کا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ (جیسے وجود وصفات ملائکہ ہیں۔ جن پر ایمان لانے کا قرآن میں حکم آچکا ہے۔ پھر اس کا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا اور نہ ہر ایک مسلمان ان کے وجود وصفات پر عقلی دلائل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا حکم حرمت نکاح امہات واخوات وحلت نکاح اجانب ہے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اس میں نہیں دیا گیا اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہو سکتا ہے۔ گو خواص علماء اسلام نے اس کا ثبوت کافی دے دیا ہے یا قصہ اصحاب کہف وقصہ ذوالقرنین ہے جن کے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعویٰ کیا ہے اور اس کا

کوئی تاریخی ثبوت وحوالہ نہیں دیا جس کی وجہ سے قرآن کو (حقیقتاً یا ادّعاءً) ماننے والے اس کی مختلف تفسیریں کر رہے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ (وعلیٰ ہذا القیاس) پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی یہ شان اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعاوی وبیانات کے صحت سے انکار کرے اور ان دعاوی وبیانات کے قرآن میں غیر مدلل ہونے سے اس کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ ایسا التزام عام کہ ان کتابوں میں ہر ایک دعویٰ وبیان وہر حکم وہدایت پر عقلی دلائل وتاریخی شواہد کا ایراد ہو ان کتابوں کے الہامی ہونے کو بٹہ لگاتا ہے اور ان کتابوں کی ہدایات واحکام واخبار پر ایمان بالغیب کو مٹاتا ہے اور ان کے تسلیم وایمان کو صرف عقلی وتواریخی دلائل سے مستفاد ایمان قرار دے کر شرعی ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعویٰ وبیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل وتواریخی شواہد سے مدلل کیا گیا ہوتا تو پھر ان کا الہام کس کام آتا اور اس کا اثر ونتیجہ کیا ہوتا اور جب ان دعاوی وبیانات کو عقلی دلائل وتواریخی شواہد سے مدلل ومستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر ایمان بالغیب کہاں رہتا اور ایسا ایمان محل تکلیف وموجب اجر وثواب کیونکر ہو سکتا ہے۔

کیا دو دونے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن وشعاع دار تسلیم کرنے یا حاتم طائی کو سخی اور سکندر، دارا بادشاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی ایمان کہا جاتا ہے اور کوئی عاقل اس کو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام وعقائد کے صدہا اسرار علماء اسلام نے ایسے بیان کئے ہیں۔ جن کا بیان صریح قرآن میں پایا نہیں جاتا اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا کمال تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی طرف نص ''لاتنقضی عجابه'' مشعر ہے۔ علماء اسلام کا عجائبات واسرار احکام قرآن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اگر روئے زمین کے علماء اور عقلاء مل کر اسرار قرآن بیان کریں تو وہ اس کو پورا بیان نہ کر سکیں گے۔ اس کے بعد ایسے علماء وعقلاء اور پیدا ہوں گے کہ وہ برطبق ؎

ہر کہ آمد براں مزید نمود

اور ہی اسرار بیان کریں گے۔

اور اگر بقول کادیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار ہوتا

اوراس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا کہ وہ ان احکام کے اسرار ودلائل اپنے خداداد فکر رسا سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل واسرار کے بیان سے تعرض نہ کرتے اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر وکمال نہ سمجھتے۔ قرآن کے عدم التزام بیان اسرار ودلائل جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیان اسرار دلائل احکام قرآن سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا ہے کہ ’’الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اس کے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے گا۔ اس کتاب کو الہامی تسلیم نہ کیا جاوے گا۔‘‘ ملحدانہ اصول ہے جس سے کادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام جب اپنی کتابوں کے دعاوی واحکام کے دلائل اپنی کتابوں میں موجود نہ پائیں گے تو ان کتابوں کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنے مذہب خصوصاً اسلام کو سلام کر کے کادیانی کی طرح ملحد ودہریہ بن جائیں گے۔

اس پردہ دری اور افشاء راز دلی کادیانی پر اگر وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید کا ہر ایک دعویٰ یا حکم قرآن ہی میں عقلی اور تواریخی دلائل سے مدلل ہے۔ لہٰذا اس اصول کی تاثیر سے لوگوں کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے تو اس کے جواب میں اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر آپ کا دلی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرماویں کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے یا اب موجود ہیں؟ جو قرآن کے ہر ایک دعویٰ یا حکم کے دلائل عقلی یا تاریخی اس قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ ضرور یہ بھی کہے گا کہ تھوڑے اور بہت تھوڑے جو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں اور اس زمانہ میں تو ہمارے (خود بدولت کادیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نوردین وغیرہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن سے اس کے احکام اور دعاوی کے دلائل عقلی نکال کر بیان کر سکے اور اس جواب سے صاف نتیجہ نکلے گا کہ اکثر مسلمان جو اس وقت قرآن سے اس کے احکام ودلائل کا ثبوت عقلی یا تواریخی نہیں نکال سکتے۔ اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے۔ جب وہ ان دلائل کو اپنے سمجھ وخیال میں قرآن میں نہ پاویں گے اور یہ وہی نتیجہ ہے جو ہم نے آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکالا ہے۔ ہم نے اس میں اور کون سا بھس ملا دیا ہے؟

کادیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا اور مذہب سے اس کو کچھ تعلق ہوتا تو بجائے اس ملحدانہ اصول کے کہ: ''کتاب الہامی کے دعویٰ کی عقل یا تاریخ مصدق ہوتو وہ الہامی کتاب ہوسکتی ہے۔'' یہ اصول بیان کرتا کہ: ''الہامی کتاب وہ ہے جس کا کوئی دعویٰ محال وقرارداد عقل انسانی کے مخالف نہ ہو یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کی مکذب نہ ہوں۔''

اس اصول سے وہ اپنے ظاہری حریفوں عیسائیوں پر فتح یاب بھی ہوتا اور اس اصول سے وہ ان کے عقیدہ الوہیت مسیح یا تثلیث کو آسانی سے باطل کرسکتا اور اسلام کے کسی اصول ومسئلہ پر حملہ آور بھی نہ سمجھا جاتا اور ملحد وزندیق نہ کہلاتا۔ کیونکہ الوہیت مسیح محال اور فتویٰ عقل انسانی کے مخالف ہے۔ اس لئے اس اصول سے اس کا ابطال ہوسکتا ہے اور اسلام کا کوئی اصول ومسئلہ عقل انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہیں ہے۔ (گو اس کے بعض احکام وعقائد احاطہ ادراک عقل سے خارج ہیں۔ عقل ان کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچتی اور اس وجہ سے ان کی تصدیق وتکذیب دونوں سے قاصر وعاجز ہے) ایسی ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے ساکت ہے۔ ولہٰذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور محال اور مجہول الکنہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اوّل کو عقل جائز نہیں رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہونے کے سبب اس کی نہ تصدیق کرتی ہے اور نہ اس کو رد کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت میں فرق ہے۔ تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت میں کرتی ہے۔ جب کہ وہ امر تاریخ میں مذکور ہو اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی جس امر سے تاریخ ساکت ہو اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ اس کی مکذب یا مخالف نہیں ہے۔ مگر کادیانی چونکہ فلسفہ ومنطق سے جاہل ہے۔ وہ ان الفاظ اور ان کے مفاہیم میں فرق نہیں کرتا اور ایک کی جگہ دوسرے کو استعمال میں لاتا ہے اور اس سے اپنا جاہل اور زندیق ہونا ثابت کررہا ہے۔

اس اصول ملحدانہ کی تقریر کے ضمن میں کادیانی نے جو ثانیاً استقرار کو تاریخی سلسلہ کا ایک جزء ٹھہرایا ہے۔ اس میں اس نے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے اور اتنا نہیں سمجھا کہ استقرا عقلی دلیل ہے۔ (چنانچہ خود کادیانی نے قول آئندہ میں اس کو قیاسات کا یقینی قسم ٹھہرایا ہے) اور تاریخ نقلی سلسلہ ہے۔ پھر امر عقلی سلسلہ نقلی کا جزء کیونکر ہوسکتا ہے؟

سوال اوّل کی تقریر میں جو ثالثاً آیت: ’’قد خلت من قبله الرسل‘‘ سے کادیانی نے استدلال کر کے کہا ہے کہ یہ (آیت) قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام سے استقراء کا وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اس کو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظرانداز کر دیا جائے تو دین ودنیا کا سلسلہ بگڑ جائے۔ اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا اور فرمایا کہ حضرت مسیح بے شک نبی تھے۔ مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی نازل ہونے کا شروع ہوا ہے۔ تب سے انسان ہی رسول ہو کر آئے ہیں یا کبھی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے۔

(جنگ مقدس ص۲۹، خزائن ج۶ ص۱۱۴)

اس میں کادیانی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جہالت اس کا اس بات پر زور دینا ہے کہ قیاس استقرائی قطعی ویقینی دلیل ہے۔ قیاس استقرائی سے جو کادیانی کی مراد ہے اس کی تفصیل اس نے پرچہ ۲۴؍مئی ۱۸۹۳ء میں بایں الفاظ کی ہے۔ ’’مسٹر عبداللہ آتھم صاحب مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ استقراء کیا چیز ہے اور استقراء کی کیا تعریف ہے۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا جہاں تک ممکن ہو تتبع کر کے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کر دیا جائے۔ یعنی جس قدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں یا تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی طور پر وہ رکھتے ہیں۔ اس پر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کر لیں۔‘‘

(جنگ مقدس ص۲۹، خزائن ج۶ ص۱۱۳)

اور پھر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی ویقینی بھی کہہ دیا ہے۔ یہ ایسی جہالت ہے جس پر ادنیٰ طالب علم جو منطق کے کوچہ میں بھولے سے بھی گزر گیا ہو اور اس کے ابتدائی رسائل ایساغوجی تہذیب وغیرہ کو دور ہی سے دیکھا ہو۔ جرأت نہیں کر سکتا۔ ایسا استقراء جس کی کادیانی نے تفسیر کی ہے۔ باتفاق عقلاء ظنی ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں اس کے ظنی ہونے پر تصریح موجود ہے۔ ہم کادیانی اور اس کے ان اتباع کو جو کسی قدر اہل علم کہلاتے ہیں اور پھر کادیانی کی ایسی جاہلانہ باتوں پر اس کے ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور اس کو جاہل سمجھ کر اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ (جیسے حکیم نورالدین بھیروی جمونی اور منشی (یا) مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی) کو نادم کرنے کے لئے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب تہذیب اور اس کی

شرح کی عبارت مع ترجمہ وتشریح نقل کرتے ہیں جو اس استقراء کو ظنی قرار دیتے ہیں۔

تہذیب میں کہا ہے:''الاستقراء تصفح الجزئیات لاثبات حکم کلی هو اما تام یتصفح حال الجزئیات باسرها وهو یرجع الی القیاس المقسم کقولنا کل حیوان اما ناطق او غیر ناطق وکل ناطق حساس وکل غیر ناطق حساس ینتج کل حیوان حساس وهذا القسم یفید الیقین واما ناقص یکتفی فیه بتتبع اکثر الجزئیات کقولنا کل حیوان یحرک فکه الاسفل عند المضغ لان الانسان کذلک والفرس والبقر کذلک الی غیر ذلک مما صادفناه من افراد الحیوان وهذ القسم لا یفید الا الظن ازمن الجائز ایکون من الحیوانات التی لم نصادفه مایحرک فکه الاعلی. عند المضغ کما نسمعه فی القاح (شرح تهذیب المنطق) ''استقراء جزئیات کی تتبع وتلاش (جس سے حکم کلی ثابت کرنا مدنظر ہو) کا نام ہے۔اس کی شرح میں کہا ہے۔استقراء دو قسم ہے۔ایک کامل دوسرا ناقص۔کامل وہ ہے جس میں تمام جزئیات (یعنی نہ صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے۔یہ استقراء قیاس مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے۔(جو قضیہ منفصلہ اورحملیہ سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔وہ ناطق ہو گا۔(جیسا انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق ہے وہ دیکھنے والا چھونے سننے والا ہے اور جو غیر ناطق ہے۔وہ بھی دیکھنے یا چھونے سننے والا اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ دیکھنے چھونے سننے والا ہوتا ہے۔یہ قسم استقراء (قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے۔ناقص وہ ہے جس میں اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے اور اس سے تمام جزئیات کا حکم نکال کر اس حکم کو کلی بنایا جاتا ہے۔(اور اسی استقراء کی قطعیت کا کادیانی کو دعویٰ ہے) اور یہ قسم استقراء بجز ظن کسی امر کا مثبت نہیں ہوسکتا۔اس کی مثال ہمارا یہ قول وقیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کھانے اور اس کو چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جبڑا ہلایا کرتا ہے جو اس تتبع وتلاش بعض جزئیات سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے۔گھوڑے،گائے،بھینس کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتے ہیں۔ایسا ہی جس حیوان کو ہم نے پایا اس کے نیچے کا ہی جبڑا ہلتا دیکھا ہے۔اس سے ہم نے قیاس کیا اور حکم کلی لگادیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جبڑا ہلاتا ہے۔مگر یہ قسم قیاس بجز ظن کسی امر کا

مثبت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس امر کا جواز وامکان ہے کہ جن حیوانات کو ہم نے نہیں دیکھا وہ نیچے کا نہیں بلکہ اوپر کا جبڑا ہلاتے ہوں۔ جیسا کہ سنسار (جس کو عربی میں تمساح کہتے ہیں اور فارسی میں نہنگ) کا ایسا ہی حال سنا گیا ہے۔

کادیانی صاحب! اس عبارت کو پڑھ کر ڈوب مرو۔ حکیم نوردین صاحب اور منشی احسن صاحب کادیانی شرم نہ کرے تو آپ ہی کچھ شرم سے کام لیں اور کچھ کھا کر مر جائیں یا آئندہ ایسے جاہل کا (جو استقراء قیاس غیر منقسم کو قطعی کہتا ہے) ساتھ چھوڑ دیں یا ہم کو کسی چھوٹی بڑی کتاب منطق میں دکھلا دیں کہ ایسا قیاس جس کی کادیانی نے تفسیر کی ہے۔ قطعی ویقینی ہوتا ہے اور اس پر جو چاہیں انعام لیں۔

اس قول میں جو کفر ہے وہ کادیانی کا یہ کہنا ہے کہ خداتعالیٰ نے اس آیت میں قیاس استقرائی سے کام لیا اور تتبع جزئیات کر کے اس پر قیاس کیا اور اس سے یہ عام اور کلی حکم نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اس میں کادیانی کئی کفر بکا ہے۔ (۱) خداتعالیٰ کے علم کو جزئیات سے مستفاد ٹھہرایا ہے۔ (۲) اور اس کے لئے استکمال بالغیر تجویز کیا ہے۔ (۳) اور اس کے علم تابع وفرع حوادث بنا کر حادث ٹھہرایا ہے۔ قرارداد اہل اسلام میں خداتعالیٰ کا علم ذاتی وازلی ہے۔ خداتعالیٰ حوادث جزئیہ کو ان کے موجود ہونے سے پہلے جانتا تھا۔ ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہیں کیا۔ اس آیت میں اس نے اپنے علم ذاتی اور قدیم کا اظہار کیا اور اپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی انسان تھے۔ جیسے پہلے رسول انسان گزرے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوا کہ خداتعالیٰ نے حضرت آدم وحضرت ابراہیم وموسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو انسان دیکھ کر ان پر قیاس کیا ہو اور اس سے نکال لیا ہو کہ اور رسول بھی ایسے ہی انسان ہوں گے۔ یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو جزئیات کی تتبع سے علم حاصل کرتا ہے نہ خداتعالیٰ وتقدس کا جس کی ذات اپنے غیر سے غنی۔ اس کا علم قدیم ساری صفات قدیم ہے

کہ علمش قدیم ست و ذاتش غنی

عیسائیوں کے اس سوال مقدر کے بائبل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا کے جواب میں جو کادیانی رابعاً کہا ہے کہ اس صورت میں بیٹوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ کیونکہ بائبل میں اوروں کو بھی بیٹا کہا گیا ہے بلکہ بعض کو پہلوٹھا۔ یہ جواب درحقیقت لاجواب ہے۔ اس میں کادیانی

مسلمانوں کے ساتھ رہا اور قدیم عیسائیوں کا مخالف اور مقابل بنا۔ عیسائیوں سے اس کے جواب میں کچھ بھی بن نہیں پڑا۔ چنانچہ ریویو جوابات عیسائیوں کے ذیل میں بیان کیا جاوے گا۔

آیت:''قد خلت من قبله الرسل'' سے جو کادیانی نے دوسری دلیل نکالی ہے اور خامساً یہ بات کہی ہے کہ ''امہ صدیقۃ'' اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اوروں کی طرح اپنے تولد میں والدہ کے محتاج نہ ہوتے۔ یہاں تک تو کادیانی کا کہنا درست وبجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج واقتصار خواہ کسی چیز کی طرف ہو الوہیت کے منافی ہے۔ خداتعالیٰ صمد ہے وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں اور ہر ایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے۔ اس کے بعد جو کادیانی نے سادساً کہا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی والدہ انسان تھی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح بھی انسان ہوں۔ کیونکہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوتی ہے اور قانون قدرت خداوندی اسی طرف واقع ہے۔ اس پر آیت مذکورہ بالا یا تمام قرآن میں کوئی حرف شاہد نہیں اور نہ قرارداد اہل اسلام میں اس کی تائید وتصدیق پائی جاتی ہے۔ نہ قانون قدرت خداوندی اس کا مصدق ہے۔ نہ عقل اس پر شاہد ہے بلکہ اس کا ماخذ واصل کادیانی کا چھپا مذہب نیچری ہے اور اسی مذہب نیچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اس کی نوع سے مغائر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ قانون قدرت سے اس کی مراد یہی نیچر ہے جس کے نام لینے سے اس کو تقیہ مانع ہے۔

قرآن کا تو یہ حکم ہے:''ان اللہ علی کل شئ قدیر'' یعنی خداتعالیٰ ہر شئے پر (جو صلاحیت وجود وامکان رکھتی ہے اور مشیت ایزدی اس کے متعلق ہوسکتی ہے) قادر ہے۔ وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کردے۔ جیسا کہ اس نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کھڑا کردے گا۔ قرارداد اہل اسلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پہاڑ شق کر کے پیدا کیا۔ جس سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ ہاں! اس سے منکر ہیں تو آپ کادیانی صاحب ہیں یا آپ کے پیرومرشد وہادی ورہبر سرسید جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس سے انکار کیا ہے۔

قانون قدرت یا (کادیانی کے سمجھانے کو یوں کہو کہ) نیچر محسوس ومشاہدہ میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جفت ہوتے ہیں تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہیں نہ مادہ کی۔ بلکہ نیم ٹر اور ہی نوع

کے ہوتے ہیں۔ ازانجملہ ایک خچر ہے جو نہ گدھے کی نوع سے ہے نہ گھوڑے کی نوع سے۔ بکری کے پیٹ سے بھیڑیا پیدا ہونا دیکھا نہیں پر سنا ہے اور اس کو اشاعۃ السنۃ نمبر۱۲ جلد۲ میں بصفحہ ۳۵۶ بیان کیا گیا ہے۔ درختوں میں اس کی نظیر سنگترہ (یا رنگترہ) ہے جو دونوں جانب (نر مادہ) کی نوع سے نہیں بلکہ تیسرا نوع ہے۔ رنگترہ پر مٹھے کا پیوند کرنے سے پھر رنگترہ کی نوع کے مخالف مٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔

عقل کے فتویٰ سے یہ امر کہ ایک چیز سے اس کی نوع سے مغائر چیز پیدا ہو جائے۔ حد امکان میں داخل ہے اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہیں ہے اور نظائر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی کی وہ بات قرآن اور قرارداد اہل اسلام اور قانون قدرت اور عقل سب کے مخالف ہے۔ ومعہذا اس کو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ابطال الوہیت مسیح کے لئے اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس ابطال کے لئے یہی بات کافی ہے جو آیت مذکورہ سے سمجھی جاتی ہے۔ (اور کادیانی نے بھی کہی ہے) کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ تھی۔ جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش میں اس کے محتاج تھے وبس!

آیت مذکورہ سے جو کادیانی نے تیسری دلیل نکالی اور سابعاً یہ بات کہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے اور اس کے محتاج تھے اور یہ احتیاج کھانے کی الوہیت کی منافی ہے۔ یہ بھی درست وبجا ہے۔ مگر جو اس کے ساتھ کادیانی نے اپنے خانگی وخیالی فلاسفے بگھارے اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کھانے کی احتیاج اس لئے ہوتی ہے کہ اس کا بدن تحلیل ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ چند سال میں پہلا بدن معدوم ہوکر دوسرا بدن پیدا ہو جاتا ہے اور کھانا تحلیل شدہ بدن کا بدل بنتا ہے۔ یہ محض لغو بیہودہ بات ہے۔ اس کو نہ آیت کے کسی لفظ یا اس کی تفسیر سے تعلق ہے۔ نہ ابطال الوہیت مسیح اس پر موقوف ہے۔ کادیانی نے یہ اجنبی بات کہہ کر خروج از مبحث کیا اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آئندہ فریقین سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

یہ کادیانی کی تقریر پرچہ اوّل کے مطابق اسلامی رائے ہے۔ اب فریق ثانی کے پرچہ اوّل کے متعلق رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ اس مقام میں گو صرف مضامین پرچہ اوّل فریق ثانی کا ریویو مدنظر ہے۔ مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا (جو الوہیت مسیح کے متعلق اس فریق

نے پیش کئے ہیں اور وہ ان کے دوسروں پرچوں میں مذکور ہیں۔ ریویو بھی اس مقام میں کیا جائے گا تاکہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آوے اور ضرورت نہ رہے)

تقریر اوّل فریق ثانی کے متعلق اسلامی رائے: ڈپٹی آتھم نے جو کادیانی کی تیسری بات کے جواب میں اوّلاً کہا ہے۔ اس کا مضمون اور مطلب درست ہے اور اس کا جواب کادیانی سے کچھ بن نہیں سکا۔ مگر ڈپٹی آتھم کا طرز بیان عمدہ مطلب خیز نہیں اور اس سے اس کا مطلب بخوبی ادا نہیں ہوا۔ ڈپٹی آتھم کی جو تحریر وتقریر ہم نے دیکھی وہ ایسی ہی پائی جس کا مطلب اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا اور وہ ''مطلبش دربطن شاعر'' کا مصداق معلوم ہوا۔

اس مقام میں ہم اس کا مطلب اپنی عبارت میں ادا کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوکہ وہ مطلب درست ہے اور جو جواب اس مطلب کا کادیانی نے دیا ہے۔ وہ درست اور مطابق سوال نہیں ہے۔ ڈپٹی آتھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر خداتعالیٰ کی قدرت وافعال واقوال کا امتحان بھی انسانی استقراء سے ضروری ہے اور جو بات خدا کی انسانی استقراء کے موافق معلوم نہ ہو۔ وہ لائق تسلیم نہیں ہے تو چاہئے کہ خدا کی صفت خالقیت کو بھی نہ مانیں۔ کیونکہ انسانی استقراء وتتبع سے عموماً خلق کی یہی صورت نظر آئی ہے کہ ایک مادہ (لکڑی یا مٹی یا لوہے وغیرہ) سے ایک چیز بنائی جاوے اور اس کے بنانے کے لئے آلات اوزار تیشہ ہتھوڑہ وغیرہ ہوں جو چیزیں انسان بناتا ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی گئی ہو اور خاص کر انسان کی خلق وپیدائش کی صورت انسانی استقراء تتبع میں یہی نظر آتی ہے کہ مرد وعورت جفت ہوں اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو۔ مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذاہب سماوی یہ صورت خلق جو استقراء میں آئی ہے۔ پائی نہیں جاتی اور نہ خاص خلق آدم ومسیح میں یہ صورت استقرائی خلق کی پائی گئی ہے بلکہ اہل اسلام خصوصاً مسلمان عام صفت خلق کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں: ''ام خلقوا من غیر شئ (یعنی بغیر مادہ وآلات) ام ہم الخالقون (الطور:۳۵)'' کہ خداتعالیٰ نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا اور اس خلق میں وہ آلات واوزاروں کا محتاج نہیں ہوا اور خلق حضرت آدم کی نسبت مسلمان واہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خداتعالیٰ نے بغیر کسی مرد وعورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا اور خلق حضرت مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاریٰ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کو خداتعالیٰ نے صرف والدہ سے پیدا کیا اور اگر خدا کی قدرت وافعال میں انسانی استقراء

واجب اللحاظ ہے اور جو چیز اس کے موافق معلوم نہ ہو اس سے انکار لازم ہے تو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی عام صفت خالقیت سے انکار کیا جائے اور حضرت آدم کا بلا مادر و پدر پیدا ہونا اور حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس سے کادیانی کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ و آلات پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بلا مادر و پدر اور حضرت مسیح کو بلا پدر پیدا کیا ہے اور جب کہ خدا کی صفت کی خالقیت اور حضرت آدم و حضرت مسیح کی پیدائش برخلاف صورت استقراء انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال و اقوال میں اس انسانی استقراء کا کچھ لحاظ نہیں ہے اور جس چیز کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہو کہ ہم نے اس کو ایسا کیا یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فعل تسلیم کی جائے اس میں انسانی استقراء کی موافقت کی شرط ایک ڈھکوسلہ ہے اور محض الحاد!

مسٹر آتھم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مسٹر آتھم پر واجب ہے کہ اپنے قصور بیانی کے معترف ہو کر آئندہ تقریر و تحریر کا کبھی نام نہ لیں۔ قلم کو توڑ دیں اور کاغذ کو پھاڑ ڈالیں اور ہمارا شکریہ ادا کریں کہ ہم نے ان کی مردہ تقریر میں جان ڈال دی اور اس کے جواب سے کادیانی کی عاجزی ظاہر کر دی اور اس صورت میں جو کچھ کادیانی نے اس مطلب کے جواب میں کہا ہے وہ ہیچ و پوچ ہے۔ چنانچہ ناظرین کو اس کے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہوگا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ جس مدعا کے واسطے انہوں نے یہ تقریر کی تھی۔ ہم نے وہ مدعا مان لیا۔ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ ہم نے ان کی تقریر کو شائستہ پیرایہ میں ادا کر کے صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت وافعال واقوال کے لئے انسانی استقراء معیار و پیمانہ صحت نہیں ہوسکتا اور کادیانی کا مجوزہ استقراء ایک ڈھوسلہ ہے۔ اس سے زیادہ یہ نہیں مانا۔ (اور نہ ڈپٹی آتھم کی کلام میں اس کا ثبوت پایا ہے) کہ خدا تعالیٰ نے بجز انسان کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہے یا اپنے پاک کلام میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جزء اور تیسرے حصہ (ون آف تھری ایکل گاڈز) کو رسول بنایا ہے۔ اس باب میں جو کچھ ڈپٹی آتھم یا اس کے ثانی اثنین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک یا روئے زمین پر کسی عیسائی نے کہا ہے۔ وہ صرف دعویٰ ہی ہے۔ جس کا کوئی ثبوت انہوں نے نہیں دیا اور اس کا خلاف (حضرت مسیح کا خدا یا تیسرا حصہ خدا نہ ہونا) ہمارے اس پرچہ میں اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیوں میں ایسا ثابت ہے کہ اس میں تثلیثی عیسائیوں کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کی ساتویں بات کے جواب میں جو ثانیاً وثالثاً کہا ہے کہ ہم مسیح کے جسم کو (جو کھانے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہیں جانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں جیسے وہ جھاڑی تھی۔ جس سے ''انی انا اللہ'' کی آواز آئی تھی اور یہ امر کہ خدا ستون میں سے آواز دے کر کہے کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ ممکن ہے گو تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ واستقراء کے مخالف ہے۔ ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کو روح جانتے ہیں، جسم نہیں۔ یہ ایسا قول ہے جس کے معنی اور تو کوئی کیا سمجھے گا۔ ڈپٹی آتھم خود ہی نہیں سمجھے اور طرفہ یہ کہ کادیانی بھی اس کا مطلب کچھ نہیں سمجھا اور اس کا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔ جیسے کسی عقلمند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ: ''میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں مگر جواب اس کے دو دیتا ہوں۔'' ہم اس قول کے قائل (ڈپٹی آتھم) اور اس قول کے مجیب (کادیانی) دونوں سے چند سوال کرتے ہیں اور اس قول اور اس کے جواب کا مطلب ان سے پوچھتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کی مراد مظہر سے اگر مظہر ذات ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح میں ظہور کیا اور وہ بذات خود مجسم ہوکر اس جسم وشکل میں ظاہر ہوا۔ جس کو مسیح کہا جاتا تھا (چنانچہ یوحنا باب اوّل آیت سے ۱۴ کا یہ بیان کہ: ''کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا'' مشعر ہے اور ڈپٹی آتھم نے بھی اس کو پرچہ ۳؍جون وغیرہ میں تسلیم کیا ہے) تو اس صورت میں ڈپٹی آتھم سے یہ سوالات ہیں:

۱...... اس حالت میں آتھم نے اپنے اس پرچہ میں اور پرچہ ۳۰؍مئی ۱۸۹۳ء میں جسم کو خدا ماننے سے کیوں انکار کیا ہے؟

۲...... اگر اب اس جسم کو خدا مان لو اور اس معنی میں اس کو مظہر اللہ جانتے ہو تو جب سے وہ جسم پیدا ہوا تب ہی سے کیوں اس کو مظہر اللہ نہیں مانتے اور پرچہ ۳۱؍مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں لکھا کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے اور پرچہ یکم؍جون میں کیوں کہا کہ جب تیس برس کے ہوکر وہ بپتسما پاکر یرون سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح ہوئے۔

۳...... اس صورت میں جھاڑی کی تمثیل تمہارے لئے کب دست آویز ہوسکتی ہے۔ جھاڑی کی نسبت قرآن یا توریت میں کہاں وارد ہے کہ وہ جھاڑی خدائی مجسم تھی۔

۴...... اس صورت میں آپ کا ستون میں سے خدا کے آواز دینے کا امکان بیان کرنا کیا فائدہ دیتا ہے کیا اس ستون کو بھی آپ خدا سے مجسم مان لیں گے۔

۵...... اس صورت میں ان اعتراضوں کا کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر اور جسم کے کھانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے ہیں اور ان کو آپ بھی اس پرچہ میں مان چکے ہیں۔

۶...... اس صورت میں ہندو جو اپنے اوتاروں کو خدائے مجسم مانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک کیوں محل اعتراض ہیں۔ آپ کے مسیح کو خدائے مجسم ماننے اور ہندوؤں کے رام چندر کو خدائی مجسم ماننے میں کیا فرق ہے۔

اور اس صورت میں کادیانی سے یہ سوال ہے کہ آپ نے ڈپٹی آتھم سے مظہریت کے یہ معنی تسلیم کرا کے اس کو انہی اعتراضات کا جو خدا کے مجسم ہونے پر وارد ہوتے ہیں۔ کیوں مورد نہ بنایا اور اس سے اس کو کیوں لاجواب نہ کیا اور مظہریت کے دوسرے معنی تجویز کر کے بحث کو ناحق کیوں طول دیا؟ اور اگر مظہر سے مراد مظہر صفات خلق وقدرت خداوندی ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت کاملہ کا مظہر تھا تو پھر اس صورت میں ڈپٹی آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

۱...... اس مظہریت سے مسیح کا خدا یا ابن اللہ بمعنی سوم حصہ یا جزء خدا (ون آف تھری ایکل گاڈز) ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے۔ یہ مظہریت تو باعتراف آپ کے پرچہ دوم ۳۰ر مئی ۱۸۹۳ء و پرچہ دوم یکم رجون ۱۸۹۳ء کے ہر شئے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ پس چاہئے ہر چیز زمین آسمان در دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہیں۔ حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں بلکہ اس ابنیت یا الوہیت کو مسیح سے مخصوص کرتے ہیں۔

۲...... اس معنی کو مظہریت تو مسیح کے جسم اور روح دونوں کو ہر وقت اور ہر آن حاصل تھی۔ چنانچہ آپ کا پرچہ دوم ۳۰ر مئی ۱۸۹۳ء مظہر ہے۔ پھر آپ نے اس پرچہ ۳۰ر مئی ۱۸۹۳ء میں اس مظہریت سے جسم کو کیوں خاص کیا اور پرچہ ۳۱ر مئی ۱۸۹۳ء اور یکم رجون ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح کی تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہو جانے کے وقت کو اس مظہریت سے کیوں مخصوص کیا۔

۳...... وہ جھاڑی جس سے ’’انی انا اللہ‘‘ کی آواز آئی تھی اور ستون جس سے آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ آواز دے کر کہہ سکتے ہیں کہ میں خدا ہوں۔ اسی معنی مظہریت سے ’’انی انا اللہ‘‘ کہتے تھے اور آواز دے سکتے ہیں اور اس قول وآواز سے اس جھاڑی اور ستون کا خدائے مجسم ہونا آپ کی مراد نہیں تو ان دو مثالوں کا ذکر کس غرض سے ہے۔ اس معنی کو تو ہر

چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہوسکتا ہے اور اس صورت میں کادیانی سے یہ سوال ہے کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح کے ابن اللہ یا خدا یا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہوتے ہیں۔ پھر تم نے کیوں اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آتھم کا منہ بند نہ کیا اور ان فضول سوالات سے کہ کیا مسیح میں دو روحیں تھیں؟ اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہے اور کیا وہ خدا مجسم تھے جو پرچہ ہائے ۳۰،۳۱؍مئی ۱۸۹۳ء اور یکم ودوم وغیرہ جون ۱۸۹۳ء میں وارد کئے ہیں۔ کیوں بحث کو طول دیا۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے ملحدانہ اصول کی تمثیل اور بپاس قیاس استقراء نصوص کتب الہامی میں تاویل کے جواب میں جو رابعاً کہا ہے کہ بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہئے۔ لیکن حقیقت کو چاہئے کہ تاویل نہ بگاڑے اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہو تو بالمرہ حکم بطلان اس پر دنیا ہے نہ بطلان ک مروڑ کر حق بنایا۔ یہ بھی ایسا قول ہے جس کا مطلب نہ قائل (عبداللہ آتھم) نے سمجھا۔ نہ مجیب (کادیانی) نے اور اس کا پہلا حصہ اخیر حصہ کے مخالف اور اس سے متناقض ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں تاویل کو جائز رکھا گیا ہے اور آخری حصہ میں کہا گیا ہے کہ تاویل ایسی ہو جو حقیقت کو نہ بگاڑے اور یہ غور نہیں کیا گیا کہ تاویل جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مراد قرار دیا جاتا ہے اور ہر ایک تاویل میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر غیر حقیقت یعنی مجاز کو اس کی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ تاویل ہوئی تو پھر حقیقت کہاں رہی۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے تو پیرانہ سالی کے سبب یا حقیقت ومجاز و تاویل کے معنی سے بے علمی وناواقفی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجھا تھا۔ اس لئے پہلی بحسب موقع تاویل کو جائز تسلیم کر کے آخر اس کو رد کر دیا۔ مگر کادیانی کے سکوت سے اور اس کلام کو رد نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کلام کو نہیں سمجھا۔ سمجھتا تو ضرور اس کا یہ نقص وتناقض جو ہم نے بیان کیا ہے بیان کرتا۔

ڈپٹی آتھم نے جو خامساً کہا ہے۔ اس کے متعلق ہم اس کے قول ششم وہفتم وہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کریں گے۔ کیونکہ وہ قول بہت بسیط وطویل بحث کا خواہاں ہے۔ لہٰذا اس کا علیحدہ کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب میں جو سادساً کہا ہے کہ میں قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ہوں۔ یعنی پھر میرے سامنے قرآن کو کیوں

پیش کیا گیا ہے۔ اس سے ڈپٹی آتھم نے یہ جتایا ہے کہ ان کے فہم وشعور میں پیرانہ سالی کے سبب نقصان واقعہ ہوگیا ہے اور اس قول کے بعد کادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم وشعور رکھتا) ہرگز مناسب نہ تھا کہ ان سے پھر وہ کلام وبحث کرتا اور ان کو اپنا مخاطب بناتا مگر کادیانی بھی ان ہی کی مانند بےشعور ونافہم ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر بھی ان کے بحث وخطاب سے دست بردار نہ ہوا اور اس مصرعہ کا مصداق بنا رہا ہے ؎

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانہ دو

ڈپٹی آتھم اتنا نہ سمجھ سکے کہ کادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اس کے اس ملحدانہ اصول کی بناء پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعویٰ کرے۔ وہ پہلے اس دعویٰ کو اس کتاب سے نقل کرے۔ پھر اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آتھم قرآن کو الہامی مانتے ہیں۔ ولہٰذا وہ اس آیت سے مورد الزام ہوسکتے ہیں۔

ڈپٹی آتھم نے جو سابعاً وثامناً کہا ہے۔ اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بائبل میں جہاں غیر مسیح کے حق میں بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے۔ وہاں تاویل واجب ہے۔ ان اقوال میں ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کرلیا ہے۔ جس سے قول چہارم میں انکار کیا تھا اور اس سے یہ جتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔ پرچہ اوّل ڈپٹی آتھم کے جملہ مطالب پر ریویو ہوچکا ہے۔ اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے جواب سوال مقدر کہ بائبل میں اور صالحین کو بیٹا کہا گیا ہے کے جواب میں جو خامساً کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بائبل میں دو معنی میں مستعمل ہوا۔ (۱) بمعنی یکتن۔ (۲) بمعنی یک من اور مسیح کے حق میں اس کا استعمال بمعنی یک تن ہوا ہے۔ چنانچہ بائبل کے فلاں فلاں مقامات شاہد ومصدق ہیں۔ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور ان مقامات بائبل میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جس سے مسیح کا خداتعالیٰ سے ہم تن ہونا ثابت ہو۔ اس تمام مباحثہ میں صرف ایک یہی مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آتھم اس کو مدلل کرتے اور کادیانی اس کا جواب مدلل ومفصل دیتا۔ مگر افسوس نہ ڈپٹی آتھم نے اس کا کافی ثبوت بہم پہنچایا اور نہ کادیانی سے اس کا جواب مدلل ومفصل ہوسکا۔ ہم اس مقام میں اس مضمون پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ جس سے ڈپٹی عبداللہ آتھم اور کادیانی دونوں قائل ومنفعل ہوں۔ ڈپٹی آتھم

اس لئے کہ اس تفصیل سے ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بائبل سے مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ کادیانی اس لئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اس کو واضح ہوگا کہ ان مقامات بائبل کا جواب مسکت (خصم کو ساکت کرنے والا) یہ ہے جو اس مقام میں دیا گیا ہے۔ نہ وہ جو کادیانی نے دیا ہے۔

اس قول (پنجم) میں جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہیں۔ ان کی نسبت ہم اجمالی رائے محقق عیسائیوں کی نقل کرتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ عہد عتیق میں حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہیں ہے جو ہیں بزعم عیسائیوں کے اشارات ہیں جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث استنباط کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کریں گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اجمالی رائے کی نقل

بشپ بیو برج کہتے ہیں: ''اگرچہ پرانے عہدنامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہو تاہم بغیر نئے عہدنامہ کے اس کو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیاء دو ہزار برس سے ہیں تو بھی آج کے دن تک وہ اس کو (یعنی تثلیث کو) اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل محمدیوں کے اب تک مقربین کہ خدا اقنوم میں اور ذات میں واحد مطلق ہے۔''

پادری فنڈر صاحب مفتاح الاسرار میں لکھتے ہیں: ''تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارۃً طور پر ذکر ہوئی ہے۔ انجیل میں واضحۃً بیان ہوئی ہے۔ اسی سبب سے جب تک کوئی انجیل کے مضمون کو نہ سمجھا ہو تو توریت کے اکثر مطلبوں کو جیسا کہ چاہئے نہ سمجھے گا۔''

بشپ برہٹ شرح عقائد دینی میں لکھتے ہیں: ''عہد عتیق کو بغیر عہد جدید لو تو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کرنا کوئی آسان کار نہیں ہے۔''

ان اقوال ثلثہ کو مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے رسالہ تنقیح الوہیت مسیح میں اپنے اس دعویٰ کی تائید میں نقل کیا ہے کہ: ''پرانے عہدنامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ سن اے اسرائیل

خداوند تمہارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ استثناء:۵،۶ باب:۴،۷ اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا۔‘‘

اور بعد نقل اقوال ثلثہ مذکورہ کہا ہے: ’’پس جب کہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پرانے عہدنامہ کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہوسکتی تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکے تو پرانا عہدنامہ کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہے گا۔ اس لئے ہم اس رسالہ (تنقیح الوہیت مسیح) میں (ابطال الوہیت مسیح کے لئے) پرانے عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کریں گے۔ صرف انجیل پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا نہیں۔ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اس کے ڈھونڈنے کے لئے پرانے عہدنامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

اس کے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل میں حضرت مسیح اور ان کے رسولوں کی تعلیم سے خالص توحید بلاتثلیث کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے اور اس میں لیاقت وقابلیت وتحقیق وحق پسندی کا کوئی ثبوت دے دیا ہے۔ یہ ہمارا اس رسالہ پر اجمالی ریویو ہے۔ جس کی نظر وامید پر مؤلف رسالہ نے وہ رسالہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ تفصیلی ریویو پھر کریں گے جب ہم تثلیثی عیسائیوں کی خدمت سے فارغ ہوں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

یہ محقق عیسائیوں کی اجمالی رائے ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مقامات عہد عتیق کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے الوہیت مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ ان سے مسیح کی الوہیت عیسائیوں کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اب ان مقامات کی نسبت تفصیلی بحث کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوسکتی۔

تفصیلی بحث

منجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جن کو ڈپٹی آتھم نے قول پنجم میں پیش کیا ہے۔ ایک مقام زکریا:۱۳ اباب:۷ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ اے تلوار تو میرے چرواہے پر اس انسان پر جو میرا ہمتا ہے بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہوجائے۔ ڈپٹی آتھم اور اس کے دوسرے بھائی غیر محقق ونا انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں

کہ اس مقام میں حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ جس میں اس کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ مگر انصاف وتحقیق کی آنکھ سے اصل عبری کتاب زکریا:۱۳ باب:۷ کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ اس میں نہ حضرت عیسیٰ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ کے قتل ہونے کی خبر ہے۔

امر اوّل کا ثبوت

اس پیش گوئی میں جس لفظ کے معنی ہمتا کہے گئے ہیں۔ وہ لفظ عبرانی عمی ثی ہے۔ جس کے معنی ہم نشین یا ہم صحبت کے ہیں۔ (چنانچہ کتاب لغات عبرانی ولیم ہو پر اجب کے ۲۹۱ صفحہ سے معلوم ہوتا ہے) اور وہ نبی میں پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام میں پیش گوئی ہے۔ وہ صرف خدا کا نبی ہوسکتا ہے نہ خدا، اور اس سے اس کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ نہ خدائی، اس لفظ عمی ثی کے معنی ہمتائے خدا کے نہیں ہیں اور واقعہ میں بھی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہیں ہوسکتا۔ عہد عتیق وعہد جدید کے متعدد مقامات میں اس امر پر تصریح موجود ہے کہ خدا کا کوئی ہمتا نہیں اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

عہد عتیق کی شہادت

کتاب استثناء کے باب:۴ آیت:۳۵ میں ہے۔ یہ سب تجھے دکھایا گیا تا کہ تو جانے خداوند تو خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اور اس باب کی آیت:۳۹ میں ہے۔ پس آج کے دن جان اور اپنے دل میں غور کر کے خداوند وہی خدا ہے جو اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں ہے اور کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اور اس کتاب کے باب:۶ کی آیت:۴ میں ہے۔ سن لے اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند اکیلا خدا ہے[۹] اور اس کتاب کے باب:۳۲ آیت:۳۹ میں ہے۔ اب دیکھو کہ میں ہاں میں ہی وہ ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں۔ میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چنگا کرتا ہوں اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑا دے، اور کتاب دوم سمویل کے باب:۷ آیت:۲۲ میں ہے۔ سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے۔ اس لئے کہ کوئی تیری مانند نہیں ہے اور تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں ہے اور کتاب اوّل سلاطین باب:۸ آیت:۲۳ میں ہے اور کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان

میں ہے نہ نیچے زمین میں اور زبور باب:۱۸ آیت:۳۱ میں ہے۔ خداوند کے سوا خدا کون ہے اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر چٹان کون ہے اور زبور باب:۷۷ آیت:۱۳ میں ہے۔ اے خدا تیری راہ مقدس ہے۔ کون معبود خدا کی مانند بڑا ہے۔

اور کتاب یسعیاہ باب:۴۴ آیت:۶،۷،۸ میں ہے۔ خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا نجات دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اوّل ہوں اور آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ (۷) اور کون میری مانند بولاتا۔ (۸) کیا میرے سوا کوئی خدا ہے؟ اور اس کتاب کے باب:۴۵ میں ہے۔ میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری کمر باندھی۔ اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ (۶) تاکہ لوگ سورج نکلنے کے اطراف سے غروب کی اطراف تک جائیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔ (۷) میں ہی روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی سلامتی کو بناتا ہوں اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی خداوند ان سبھوں کا بنانے والا ہوں۔

یہ دس مقام عہد عتیق کے ہیں۔ جن میں خداتعالیٰ کے واحد بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تصریح ہے۔ اب عہد جدید کی شہادت سنو۔

انجیل متی باب:۱۹ آیت:۱۶،۱۷ میں ہے اور دیکھو ایک نے آ کے اسے (حضرت مسیح کو) کہا: اے نیک استاد میں کون نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ ۱۷اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا پر، اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہئے تو حکموں پر عمل کر اور انجیل مرقس باب:۱۲ آیت:۲۹ میں ہے۔ یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے۔ ایک ہی خداوند ہے اور تو خدوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر۔ اوّل حکم یہی ہے اور انجیل یوحنا کے باب:۱۷ آیت:۱،۳ میں حضرت مسیح سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اٹھا کر کہا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ دے تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ مانیں اور پولوس کے پہلے خط بنام قرنتیان کے باب:۸ آیت:۵،۶ میں ہے۔ کیونکہ ہر چند افلاک و زمین میں بہت ہیں جو خدا کہلاتے ہیں۔ (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) لیکن ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے۔ جس سے ساری چیزیں ہوئیں اور

ہم اسی کے لئے ہیں اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جس کے سبب سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اسی کے وسیلہ سے ہیں۔

ان چار مقامات عہد جدید اور دس مقامات مذکورہ با عہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ لفظ عمی ثی کتاب زکریا کے معنی ہمتا کے نہیں ہیں اور خدا کا ہمتا کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اس کے معنی ہمتا کے کرے۔ تو پھر اس آیت زکریا اور ان آیات توحید و بے ہمتائی خداتعالیٰ میں تعارض وتناقض واقع ہوگا اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئے گا۔ جس کو کوئی عیسائی بھی پسند نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمی ثی کا ترجمہ ہمتا غلطی سے کیا گیا ہے اور حقیقت میں اس کا ترجمہ ہم نشین یا ہم صحبت ہے جس سے بجز نبوت اس شخص کے جس کے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

امر دوم کا ثبوت

اس آیت کے جو معنی (صحیح یا غلط) کروان کو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ آیت آپ کے حق میں پیش گوئی نہیں۔ کیونکہ اس میں ایسے شخص کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسما دینے والا ہو جس کے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے باب:۱۴ میں ہے یا کوئی اور نبی جو تلوار سے شہید ہوا ہو۔ حضرت مسیح تو باتفاق عیسائیوں کے تلوار سے مقتول نہیں ہوئے۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہوسکتے۔

اب مسٹر عبداللہ آتھم اور اس کے ہم خیال وحامیوں کو مناسب ہے کہ اس پیش گوئی کو انفعال وندامت کے ساتھ واپس لیں اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہونے کا خیال دماغ سے نکال دیں یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔ ازانجملہ دوسرا مقام کتاب یرمیاہ باب:۲۳ آیت:۵،۶ ہے جس میں یہ بیان ہے۔ دیکھ دے دن آتے ہیں۔ خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالوں گا اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت صداقت زمین پر کرے گا۔ اس کے دنوں میں یہوداہ نجات پاوے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا نام یہ رکھا جاوے گا۔ خداوند ہماری صداقت عبداللہ آتھم اور اس کے دوسرے بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہا گیا ہے۔ خداوند

ہماری صداقت جس کا عبرانی لفظ یہوداہ صدیقنو ہے مگر انصاف وتحقیق کی آنکھ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو اس پیش گوئی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کی نسبت پیش گوئی ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھ کر بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت کرے گا اور حضرت مسیح کو دنیا میں بادشاہی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی عمر فقیری اور بے نوائی میں گزری ہے۔ چنانچہ وہ خود اپنے حق میں فرماتے ہیں کہ لومڑیوں کے بھٹ ہیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بیسرے ہیں۔ پر ابن آدم کو سر ٹکانے کو جگہ نہیں۔

(متی باب:۸ آیت:۲۰)

اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ میری بادشاہی اس جہان اور دنیا کی بادشاہی نہیں ہے۔ (انجیل یوحنا باب:۱۸ آیت:۳۶)

لہٰذا وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہرگز نہیں ہوسکتے بلکہ آپ کے جدامجد یکویناہ بن یہولقیم (جن کا جد مسیح ہونا نسبت نامہ باب اوّل متیؑ سے ظاہر ہوتا ہے) کی اولاد میں سے کوئی شخص بھی اس پیش گوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کی اولاد کی نسبت یرمیاہ باب:۲۲ آیت۳۴ وغیرہ میں صاف آچکا ہے۔ مجھے اپنی حیات کی قسم خدا فرماتا ہے کہ اگرچہ یہوداہ کے بادشاہ یہولقیم کا بیٹا کونیاہ میرے داہنے ہاتھ کی انگوٹھی ہوتا تد بھی اس دہاں سے نکال پھینکتا۔ (۲۸) کیا یہ شخص کونیا نفرت انگیز ٹوٹا ہوا برتن؟ یا روے باسن ہے جو منظور نہیں ہوتا۔ دے کس واسطے نکالے جاتے ہیں۔ وہ اور اس کی اولاد اور ایسی زمین میں ڈالے جاتے ہیں جسے وے نہیں جانتے۔ اے اے زمین زمین خداوند کا کلام سن۔ (۳۰) خداوند یوں فرماتا ہے۔ اس آدمی کو بے اولاد لکھو۔ ایسا آدمی جو اپنے دنوں میں اقبال مندی کا منہ نہ دیکھے گا۔ کیونکہ کوئی اس کی اولاد میں سے بھی اقبال مند نہ ہوگا کہ کدہی داؤد کے تخت پر بیٹھے اور یہوداہ پر سلطنت کریں۔

اس پیش گوئی یرمیاہ باب:۲۴ کو بچشم خود دیکھ کر عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ کو تخت داؤدی پر بادشاہی کرنے والا کہنا اور اس پیش گوئی یرمیاہ باب:۲۳ کا مصداق ٹھہرانا بڑی شرمناک غلطی ہے اور اپنے آپ کو روز روشن شب کور بنانا ہے۔ انصاف وشرم کو کام میں لاکر عیسائی خیال کر کے بتاویں کہ تاریخی شہادت اور بائبل کی گواہی سے حضرت عیسیٰ کی زندگی دنیاوی میں وہ وقت کب آیا اور کس نے دیکھا یا سنا جس میں یہوداہ نے نجات پائی اور

اسرائیل نے سلامتی سے سکونت کی حضرت مسیح کے وقت میں تو یہوداہ اور اسرائیل رومی بت پرست بادشاہ اغطس کے زیرحکومت تھے۔ جس کا نائب بیت المقدس ہیرودیس تھا اور اس کا کوتوال پلاطوس تھا۔ جس کے حکم سے حضرت عیسیٰ بزعم نصاری سولی پر چڑھائے گئے۔

اے حضرت پادر! کتب تواریخ اور بائبل میں نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ باب:۲۳ میں تو لہراسب شاہ ایران کی نسبت (جو بقول مصنف ناسخ التواریخ حضرت دانیال اور حضرت عزیز پر ایمان لاچکا تھا) یا اس کے وائسرائے کورش داماد داریوش اول کی نسبت (جس کا نام بائبل میں خورش بیان ہوا ہے) یا داریوش ثانی کی نسبت (جس کو بائبل میں دارا بادشاہ لکھا گیا اور وہ کورش اور اس کے جانشین احشویش کے بعد لہراسب شاہ ایران کی طرف سے بابل کا وائسرا ہوا تھا) پیش گوئی ہوئی ہے۔ جن کی عہد حکومت میں یہوداہ اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اس کے بیٹے ادل مراداخ کی قید سے رہائی پاکر یروشلم میں آباد ہوئے اور ان بادشاہوں کے حکم واجازت اور حکی نبی (جس کو بائبل میں حجی کہا گیا ہے) کی ترغیب سے زرد بابل اور یشوع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو جو بخت نصر نے ڈہائی تھی ازسرنو بنایا اور یہوداہ اور اسرائیل کو شاہان مذکور کی طرف سے آزادی ملنے کے سبب نجات دامن حاصل ہوا۔ اس وقت یہوداہ اور اسرائیل کے ہر ایک شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا۔ یہوداہ صدقینو یعنی خداوند ہمارا سچا ہے۔ جس نے ہم کو ستر برس کی قید بخت نصر سے چھڑا کر یروشلم میں آباد کیا۔ جس کلمہ کو عیسائی اب زبردستی اور ہٹ دھرمی سے حضرت مسیح پر لگاتے ہیں۔ اس مقام میں ہم بائبل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیش گوئی ان بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی نسبت تھی اور وہ حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔ حضرت مسیح سے اس کا تعلق بشہادت بائبل حدامکان سے خارج ہے۔

پس اوّلاً ہم اس پیش گوئی کے معنی مذکور بالا اسی بائبل کی شہادت سے بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی بائبل کی شہادت سے یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ اس معنی میں یہ پیش گوئی حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ باب:۲۳ میں جو شاخ نکالنے اور عدالت وصداقت سے ایک بادشاہ کے بادشاہی کرنی اور یہوداہ واسرائیل کی نجات وسلامتی پانے کا اجمالی ذکر ہوا ہے۔ اس کی تفصیل میں اس کتاب یرمیاہ کے باب:۳۰ میں یوں فرمایا ہے۔ وہ کلام جو خداوند

کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے۔ ساری باتیں جو میں نے تجھ سے کہیں تو کتاب میں لکھ کہ دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اپنی قوم اسرائیل اور یہوداہ کی اسیری کو موقوف کروں گا اور میں ایسا کروں گا کہ وے اس زمین میں جسے میں نے ان کے باپ دادوں کو دیا تھا پھر آویں اور مالک ہوویں۔ (۱۰) اس لئے دیکھ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔ خداوند کہتا ہے اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھڑاؤں گا اور یعقوب پھرے گا اور وہ چین کرے گا اور آسودہ ہوگا۔ (۱۸) خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں یعقوب کے خیموں کو جو اسیری میں ہیں پھیر لاؤں گا اور اس کے مسکنوں پر رحمت کروں گا اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائے گا اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائے گا اور اس کے باب:۳۱ میں کہا ہے۔ (۳) خداوند قدیم سے مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے بڑے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا۔ اس لئے میں نے اپنی شفقت تجھ پر بڑھائی میں تجھے پھر بنا کروں گا اور تو بنا کی جائے گی۔

ان آیات میں اس اجمال یرمیاہ باب:۲۳ کے کہ یہوداہ نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا۔ یہ تفصیل ہوئی ہے کہ یہوداہ اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال تک رہی) رہائی پائیں گے اور ہیکل بیت المقدس جو بخت نصر نے ڈہائی تھی ازسرنو بنائے گی۔

ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب زکریاہ میں ہوئی ہے۔ اس کے باب اوّل آیت:۱ میں ہے۔ دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خداوند کا کلام زکریاہ بن برکیاہ بن عدد کو پہنچا اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادوں سے بے نہایت ناراض ہوا۔ اس لئے تو ان سے کہہ کہ رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔ رب الافواج فرماتا ہے تو میں تمہاری طرف پھروں گا۔ (۱۲) پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دے کر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یروشلم پر اور یہوداہ کے شہروں پر جن پر تو ستر برس سے غضب نازل کرتا ہے کب تک رحم نہ کرے گا۔ (۱۳) اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب میں جو مجھ سے گفتگو کرتا تھا ملائم اور دلپذیر باتیں کہیں۔ (۱۶) اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں رحمت کر کے یروشلم میں پھر آیا ہوں۔ اس میں میرا گھر بنایا جائے گا۔ (۱۷) میرا شہر اقبال مندی سے لبریز ہوں گے اور اس کے باب:۳ آیت:۷ میں ہے۔ رب الافواج یوں فرماتا

ہے کہ اگر تو میرے راہوں پر چلے گا اور میری شریعت کو حفظ کرے گا تو تو میرے گھر پر حکومت کرے گا اور میرے صحنوں کی نگہبانی کرے گا اور میں تجھے ان میں سے جو یہاں پاس کھڑے ہیں ایسے لوگ دوں گا جو کہ تیری رہنمائی کریں۔(۱۸) اب اے یشوع سردار کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے آگے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہیں۔ دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤں گا۔

اور اس کے باب:۶ آیت:۱۲ میں ہے۔ دیکھ اور اس سے یوں کہہ کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جس کا نام شاخ ہے اور وہ اپنی جگہ سے اگے گا اور وہ خداوند کے ہیکل کو بناوے گا اور وہ صاحب شوکت ہوگا اور وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا اور وہ اپنے تخت پر جلوس کر کے کاہن بھی ہوگا اور سلامتی کی مشورت دونوں کے درمیان ہوگی اور دے تاج حیلم اور طوبیاہ اور یدعیاہ اور حین بن صفنیاہ کی طرف سے ہوں گے۔ تاکہ وہ خداوند کی ہیکل میں ایک یادگار رہویں اور دے جو دور دور کے ہیں سو آویں گے اور خداوند کی ہیکل تعمیر کریں گے۔

اور اس کے باب:۷ آیت:۴ میں کہا تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگوں اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے روزہ رکھا تھا۔ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو اور ہر کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے۔

اور اس کے باب:۸ آیت:۳ میں کہا ہے۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں صیحون میں پھر آیا اور یروشلم کے درمیان سکونت کروں گا اور یروسلم کا کام سچائی کی بستی ہوگا اور رب الافواج کا پہاڑ مقدس کہلائے گا۔(۴) رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ پھر تو بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یروشلم کے کوچوں میں بیٹھی ہوئی ہوں گی اور شہر کے کوچے لڑکے لڑکیوں سے معمور ہوں گے جو کوچوں میں کھیلتے ہوں گے۔(۷) رب الافواج فرماتا ہے۔ دیکھ کہ میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے غروب ہونے کے ملک سے چھڑالاؤں گا اور میں انہیں لاؤں گا اور دے یروشلم کے درمیان سکونت کریں گے اور دے میرے لوگ ہوں گے اور میں سچائی وصداقت سے ان کا خدا ہوں گا۔

ان آیات میں شاخ کی یہ تفصیل ہوئی کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہیکل تعمیر

کرے گا اور نجات وسلامتی وعدل کی یہ تفصیل ہوئی ہے کہ لوگ بے کھٹکہ وبے روک ٹوک یروشلم میں رہیں گے اور عدل ورحمت سے باہمی سلوک کریں گے اور کلمہ یہوداہ صدقینو کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کی نسبت کہا جائے گا اور خدا تعالیٰ ہی خداوند صداقت کہلائے گا اور جب کہ اس پیش گوئی کے معنی بائبل کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے جو ہم نے بیان کئے ہیں تو اب ہم بائبل کی شہادت سے ثابت وبیان کرتے ہیں کہ اس معنی میں اس پیش گوئی کا وقوع حضرت مسیح سے پانچ سو برس پیشتر ہو چکا ہے۔ عزرا (حضرت عزیر علیہ السلام) نبی کی کتاب کے پہلے باب میں لکھا ہے۔ (جس کا سنہ حاشیہ میں پانچ سو چھتیس برس مسیح سے پیشتر بیان کیا ہے) اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کی پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہووے۔ (حضرات پادر! اپنی کتاب مقدس کے لفظ ''پورا ہووے'' کو چشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام میں لا کر کہو کہ یہ لفظ پیش گوئی یرمیاہ کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے یا اس پیش گوئی کو وقت ظہور مسیح تک معلق کرتا ہے) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کروائی اور اسے قلمبند بھی کر کے یوں فرمایا (۲) شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا کہ یروشلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے اس کے لئے ایک مسکن بناؤں۔ (۳) پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہووے اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جاوے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنادے۔ (کہ وہی خدا ہے) جو یروشلم میں ہے۔ (۴) اور ہر ایک جو باقی رہا ہو ان سب مقاموں سے جہاں کہیں وہ پردیسی ہوا ہو، سو اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی سے اس کی مدد کریں اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروشلم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گزاریں۔ (۵) تب یہوداہ اور بنیامین ابوئے رئیس اور کاہن اور لاوی ان سبھوں کے ساتھ جن کے دلوں کو خدا نے ابھارا اٹھے کہ جا کے یروشلم میں خدا کا گھر بنادیں۔ (۶) اور ان سب نے جو ان کے پڑوس میں تھے۔ چاندی کے برتن اور سونے اور اسباب اور مواشی اور قیمتی چیزوں سے ان کی دستگیری کی۔ اس کے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے۔ (۷) اور خورس بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے ان برتنوں کو جنہیں بنوکدنضر (بخت نصر) یروشلم میں سے لے لیا گیا اور اپنے دیوتوں کے گھر میں رکھا تھا، نکال لایا۔ (۸) اور شاہ

فارس خورس نے اپنے خزانچی مترادت کے ہاتھ سے نکلوایا اور اس نے انہیں یہوداہ کے امیر شیش بضر کو گنوادیا۔ (پھر ان کی تعداد بیان کی)

اور اس کے باب:۲ میں ان لوگوں کی تفصیلی فہرست لکھی جس کو شاہ بابل بخت نصر قید کر کے لے گیا تھا اور وہ اس بادشاہ فارس کے وقت میں یروشلم کو واپس آئے اور اخیر میں اس کی میزان بتالیس ہزار تین سو ساٹھ بتائی۔ پھر باب:۳ آیت:۸ میں بیان کیا ہے کہ پھر خدا کے گھر کو یروشلم میں آ پہنچنے کے بعد دوسرے مہینے میں زروبابل میں سیا تسیئل اور یشوع بن یوصدق اور اس کے باقی بھائی کاہنوں اور لاویوں نے اور سب نے جو اسیری سے رہائی پا کے یروشلم کو آئے تھے۔ شروع کیا (۱۲) لیکن بہت لوگ ان کاہنوں اور لادیوں اور ابوائی رئیسوں میں سے جو بوڑھے تھے جنہوں نے اس گھر کو دیکھا تھا۔ جب اس گھر کی بنیاد ان کے دیکھنے میں ڈالی گئی تو وہ بڑی آواز سے چلّا کے رونے لگے۔ لیکن بہتری خوشی سے للکارے۔

پھر باب:۴ میں بیان کیا ہے کہ جب یہوداہ اور بن یامین کے دشمنوں نے سنا کہ دے جو اسیر ہوئے تھے۔ خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہیں۔ تو وے زروبابل اور ابوی رئیسوں کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو۔ انہوں نے انکار کیا تو ان دشمنوں نے بادشاہ ارتخششتاؑ کے پاس اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ نبی یہوداہ اس شہر اور گھر کو بنائیں گے تو یہ سرکار کے باغی ہو جائیں گے اور مال گزاری نہ دیں گے۔ تب بادشاہ ڈر گیا اور اس گھر کا کام دارا کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا۔

پھر باب:۵ میں کہا ہے کہ حجی نبی اور زکریاہ بن عیدو کی نبوت (یعنی ہدایت) سے رزوبابل اور یشوع اٹھے اور خدا کے گھر کو یروشلم میں بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور تاکیدی حکم سے وہ گھر بنا اور اس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹویں سال تیار ہوا۔

پھر باب:۷ میں بیان کیا کہ (۹) ارتخششتا بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس حضرت عزرا (عزیر) یروشلم میں آئے اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا ان کو عطاء ہوا۔ (۲۵) اے عزرا کہ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر کہ نہر کے پار سب لوگوں کو جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں۔ انصار کریں اور تم ان کو جو نہ جانتے ہوں سکھلاؤ۔ (۱۶) اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے گا۔ اس پر فی الفور سزا کا حکم کیا جاوے گا۔ خواہ وہ قتل کا یا دیس

سے نکالنے کا یا مال کی ضبطی کا یا قید ہوا ان آیات میں صاف وتصریح کے ساتھ بیان ہوا کہ پیش گوئی یرمیاہ کی حضرت مسیح سے پیشتر خورس بادشاہ کے عہد میں پوری ہوگئی اور یہوداہ کو نجات اور اسرائیل کو سلامتی حاصل ہوئی اور ان میں صداقت عدالت حضرت عزیر کے یروشلم میں آنے کے بعد قائم ہوگئی ہے اور اسی وقت میں یہوداہ صدقینوا کا کلمہ کہا گیا تھا جو خدا تعالیٰ عزوجل کی نسبت اور اس کے حق میں صادق آتا تھا۔ عیسائی بے انصافی کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو حضرت مسیح کے حق میں قرار دیتے ہیں اور جو اس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہے ان کا حضرت مسیح میں پایا نہ جانا خیال میں نہیں لاتے اور انصاف کا خون کر رہے ہیں۔

ازانجملہ تیسرا مقام کتاب یسعیاہ کا باب:۹ آیت:۶،۷ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا ہے اور فرزند تولد ہوتا ہے وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔ خدائے قادر اب ابدیت شاہ سلامت مشیر عجوبہ تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔ یہ پرچہ اوّل آتھم کے منقولہ الفاظ ہیں۔ اصل کتاب اردو یسعیاہ باب:۹ میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ’’اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہاء نہ ہوگی۔‘‘

اس پیش گوئی کو بھی حضرات عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر جماتے ہیں اور اس پیش گوئی کے اس مضمون کو کہ وہ لڑکا تخت داؤدی پر آنے والا ہے۔ خیال میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سوچتے کہ حضرت مسیح تو اپنی تمام عمر میں فقیر وبینواء رہے بلکہ آپ کے جدامجد یوکنیاہ بن یہولقیم کی اولاد سے کوئی صاحب بھی تخت داؤدی پر نہیں بیٹھے۔ پھر حضرت مسیح اس کے مصداق کیونکر ہوسکتے ہیں اور درحقیقت یہ پیش گوئی خرقیاہ بن آخز بادشاہ کے حق میں ہے۔ جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہوچکی ہے۔ عیسائیوں نے اس پیش گوئی کے بیان میں اپنی قدیم سنت تحریف سے کام لیا ہے اور اس پیش گوئی کے مصداق میں ایسی صفات والفاظ کو ازخود ملادیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پر صادق نہ آسکیں وہ یہ چار الفاظ وصفات ہیں۔ اوّل خدائے قادر دوم اب ابدیت سوم جس کی سلطنت کا کبھی زوال نہ ہوگا یا وہ ابد تک رہے گی۔

چہارم لاانتہاء! مگر اے حضرات ناظرین یہ الفاظ عیسائیوں کی تحریف کا نتیجہ ہے اور اصل پیش گوئی میں یہ الفاظ نہیں کہے گئے۔ ہم اس مقام پر اصل عبارت عبرانی اس پیش گوئی کی نقل کرتے ہیں۔ پھر ثابت کر دکھاتے ہیں کہ یہ الفاظ واوصاف تحریف سے ملائے گئے ہیں اور جو الفاظ اصل پیش گوئی میں ہیں۔ وہ خرقیاہ بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اور اس

نظر سے وہ پیش گوئی ان کے حق میں صادق ہوچکی ہے۔

اصل عبارت عبرانی بخط عبرانی یہ ہے:

כי־ילד ילד־לנו בן נתן־לנו ותהי המשרה על־שכמו ויקרא
שמו פלא יועץ אל גבור אבי־עד שר־שלום׃ לםרבה
המשרה ולשלום אין־קץ על־כסא דוד ועל־ממלכתו להכין
אתה ולסעדה במשפט ובצדקה מעתה ועד־עולם קנאת

عربی حروف میں اس کے الفاظ:

’’کی یلد یلد لا نوبین نتن لانو ویھی ھمسراہ عل شکمو ویقروا شمو فل یوعیص ایل کبور ابی عد سر شالوم لسربہ ھمسراہ ولشالوم این قیص عل لسا داؤد وعل مملکتو لھاکین اتاہ ولسعاداہ بمشپاط وبصداقاہ میعتاہ وعد عولام‘‘

ترجمہ: ہمارے لئے لڑکا پیدا ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلائے گا۔ عجیب مشیر پہلوان یازورآور سردار اور اپنے وقت کے لوگوں کا مربی اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاقتور بامقصد ہوگی۔ داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا۔ عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قابض رہے گا۔

اس عبارت میں جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے۔ یہ حضرت خرقیاہ پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپ کے وقت میں وقوع میں آیا ہے اور وہ اسی کتاب یسعیاہ اور کتاب سلاطین وتواریخ سے نقل کیا جائے گا۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ ایسا ہی پہلوان یازورآور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا اور اس کی سلطنت کا ایک مدت طویل تک طاقتور بامقصد رہنا بھی اس پر صادق آچکا ہے۔ کتاب دوم تواریخ اور دوم سلاطین اس پر شاہد ہے۔ عیسائیوں نے جو بجائے ان الفاظ وصفات کے وہ چار لفظ اس پیش گوئی میں درج کئے ہیں۔ اس میں انہوں نے تحریف سے کام لیا ہے:

ان کا پہلا لفظ نتیجہ تحریف لفظ خدائے قادر ہے جس کو انہوں نے عبرانی لفظ אל גבור ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں ایک گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے۔ عبرانی زبان میں لفظ אל ایل چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) زور۔ (۲) زور آور۔ (۳) الہ۔ (۴) اللہ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہو پر پرنسپل ڈونٹی کالج لاہور مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ص۱۲ سطر۱۲ اور لفظ גבור کبور تین معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ (۱) زور آور۔ (۲) پہلوان۔ (۳) سردار۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور ص۵۹ سطر۲۵) اور چونکہ اس پیش گوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں جو انسان سے تولد ہونے والا تھا۔ استعمال کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ان الفاظ کے وہی معنی مناسب مقام ومتعین ہیں جو انسان میں پائے جاتے ہیں یعنی پہلوان یا زور آور یا سردار نہ وہ معنی جو خالق سے مخصوص ہیں یعنی اللہ یا الہ یا خدا ایسے معنی مخصوص بخدا تعالیٰ کو اس مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تحریف معنوی ہے۔

ان کا دوسرا تحریفی لفظ اب ابدیت ہے جس کو انہوں نے لفظ אביעד ابی عد کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے اور درحقیقت ابی عد کا ترجمہ مناسب مقام ''وقت کا باپ ہے'' یعنی آپ وقت کے لوگوں کا مربی۔

اب אב کے معنی عبرانی میں باپ کے ہیں۔ جیسا کہ عربی میں اور بحالت اضافت אבי یا سے بولا جاتا ہے اور عد עד متن معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے۔ (۱) وقت۔ (۲) ابد۔ (۳) لوٹ (دیکھو لغات عبرانی مذکور ص۲۷۸ سطر اوّل) وازانجا کہ یہ لفظ ایک انسان بادشاہ کے حق میں مستعمل ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی وہی اوّل مناسب مقام اور متعین ہیں اور دوسرے معنی جو خدا سے مخصوص ہیں۔ مراد ٹھہرانا ناجائز وتحریف معنوی ہے۔

ان کا تیسرا لفظ نتیجہ تحریف لفظ انتہاء نہ ہونے کا ہے۔ جس کو انہوں نے ابن قیص אין קץ کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف سے کام لیا ہے۔ اس مقام میں این אין کے معنی طاقتور کے ہیں۔ (دیکھو ص۱۳ سطر۳ لغات عبرانی ولیم ہو پر اور قیص קץ کا ترجمہ با مقصد سے دیکھو لغات عبرانی مذکور ص۳۵۷ سطر۹)

ان کا چوتھا لفظ تحریف سلطنت کے لازوال یا ابدی ہونے کا ہے۔ جس کو انہوں

نے אביעד ם عولام کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا اور درحقیقت اس کا ترجمہ مدت طویل ہے۔ عد עד کے معنی ابھی بیان ہوئے ہیں اور عولام עולם کے معنی بڑے مدت کے اس مقام کے مناسب ہیں۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور ص۲۹۰)

یہ اس پیش گوئی کے الفاظ کی تحقیق ہے جس سے یہ پیش گوئی شاہ حزقیاہ کے حق میں صادق آسکتی ہے۔ اب اسی کتاب یسیاہ اور سلاطین اور تواریخ سے اس پیش گوئی کا شاہ حزقیاہ پر صادق آنا ثابت کیا جاتا ہے۔

پس اوّلاً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جس باب نہم کتاب یسعیاہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے۔ اس سے پہلے آٹھویں باب آیت:۷ میں شاہ اسور کے چڑھائی کرنے اور لوگوں کے تنگی وتاریکی میں پڑ جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ پھر باب نہم میں اس تنگی وتاریکی کے دور ہو جانے کی بشارت کے ضمن میں اس لڑکے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کے وقت اور عہد حکومت وسلطنت میں وہ تاریکی دور ہو جائے گی جو شاہ اسور کی چڑھائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ بائبل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے۔ جس کے وقت اور عہد سلطنت میں وہ تنگی وتاریکی دور ہوئی ہے۔ سو شاہ حزقیاہ ہے جو اس پیش گوئی کے بعد تخت داؤدی پر تخت نشین ہوا اور اس کی سلطنت کے چودھویں برس کے سخاریب (جس کو بائبل میں سنخیرب کہا گیا ہے) نے یہوداہ کے شہروں پر چڑھائی کی جس سے تمام یہوداہ پر تنگی وتاریکی چھا گئی۔ تب حزقیاہ کی دعاء سے لشکر سخاریب پر یہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں اور رئیسوں کو فناہ کیا۔ ایک شب میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔ یہ عجیب وغریب فتح وسلامتی ہوئی۔ جس کے سبب سے خرقیاہ نے سلامتی اور عجیب کہلایا ہے۔ اب ہم اپنے بیان کی تصدیق کے لئے بائبل کی عبارات نقل کرتے ہیں۔

یسعیاہ باب:۸ آیت:۷ میں کہا ہے۔ اب دیکھ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب کو یعنی شاہ اسور اور اس کی سناری شوکت کو ان پر چڑھا لائے گا۔ (۲۱) تب وے خراب حال اور بھوکے ہوکے سرزمین میں گزریں گے اور ایسا ہوگا کہ جب وہ بھوکے ہوں تو وے اپنی جان سے بیزار ہوں گے اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لعنت کریں گے اور وے اوپر تاکیں گے۔ (۲۲) پھر زمین کی طرف گھوریں گے اور کیا دیکھتے ہیں تنگی اور تاریکی کو کہ وہ سیاست ہی سے

تاریک ہو جائے گی اور تیرگی میں کھدیڑی جائیں گی۔ پھر اس کے باب:۹ میں کہا ہے۔ لیکن تیرگی وہاں نہ رہے گی۔ (۲) وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے بڑی روشنی دیکھتے اور ان پر جو موت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھے۔ نور چمکتا۔ اس کے بعد آیت:۶ میں اس لڑکے کی وہ پیش گوئی ہے۔ جس کو عیسائی مسیح کے حق میں لگاتے ہیں۔

پھر اس کے باب:۱۰ آیت:۱۲ میں شاہ رسور کی گستاخی پر سزایابی کی پیش گوئی ہے۔

پھر اس کے باب:۲۰ آیت:۴ میں مصریوں کے شاہ اسور کے قید میں آ جانے کا ذکر ہے۔

پھر اس کے باب:۳۱ آیت:۸ میں اسوری کے گر جانے کی پیش گوئی ہے۔

پھر اس کے باب:۳۶ میں کہا ہے اور خرقیاہ بادشاہ کی سلطنت کے چودھویں سال یوں ہوا کہ شاہ اسور سخیرب یہوداہ کے سب حصین شہروں پر چڑھا اور انہیں لے لیا۔ (۲) اور شاہ اسور نے رب ساقی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکیس سے خرقیاہ کے پاس یروشلم کو بھیجا۔ (۳) تب الیاقیم بن خلقیاہ جو گھر کا مختار تھا اور شبنہ قصدی اور محاسب یواخ بن آسف نکل کے اس پاس آئے۔ (۴) اور رب ساقی نے انہیں کہا تم تو خرقیاہ سے یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یوں فرماتا ہے۔ وہ کون سی امید ہے جسے تو ایسا کہہ کے رکھتا ہے۔ (۵) مجھ میں لیکن فقط منہ کی بات ہے۔ مصلحت اور جنگ کی قوت موجود ہے۔ سو اب تو کس پر اعتماد کرتا ہے۔ جو تو نے مجھ سے سرکشی کی۔ (۶) دیکھ تجھے اس ٹوٹی ہوئی چھڑی پر مصر کے نل پر بھروسا ہے۔ (۱۸) خرقیاہ تمہیں فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خداوند ہم کو چھوڑا دے گا۔ بھلا کیا گردھوں کے بجائے معبودوں میں سے کسی نے بھی اپنی سرزمین کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھ سے بچایا ہے۔ (۱۹) حمایت رورارفاد کے معبود کہاں ہیں۔ سفیر دائم کے معبود کہاں ہیں۔ کیا انہوں نے سمرون کا ملک میرے ہاتھ سے بچالیا۔ ان سارے ملکوں کے معبودوں کے درمیان وہ کون ہے۔ جس نے اپنا ملک میرے ہاتھ سے بچایا۔ جو خداوند بھی یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچاوے گا۔ (۲۲) الیاقم اور شنبہ اور یواخ خرقیاہ کے پاس آئے اور اپنے کپڑے چاک کئے ہوئے۔ رب ساقی کی باتیں اس سے بیان کیں۔ پھر باب:۳۷ میں کہا اور ایسا ہوا کہ خرقیاہ بادشاہ نے یہ سن کے اپنے کپڑے پھاڑے اور ٹاٹ اوڑھا اور خداوند کے گھر میں گیا۔ (۲) اور اس نے الیاقم اور شنبہ اور کاہنوں کے بزرگوں کو ٹاٹ اوڑھا کے یسعیاہ بن اموص کے پاس

بھیجا۔ (۳) اور انہوں نے اس سے کہا کہ خرقیاہ یوں کہتا کہ آج کا دن دکھ اور ملامت اور تہمت کا دن ہے۔ (۴) شاید کہ خداوند تیرا خدا رب ساقی کی سب باتیں سنے گا۔ جسے اس کے صاحب شاہ اسور نے بھیجا ہے کہ خدائے حیی کی تحقیر کریں اور ان باتوں کے سبب جو خداوند میرے خدا نے سنی ہیں۔ تنبیہ دے گا۔ پس تو ان باقیوں کے واسطے خدا سے دعاء مانگ۔ (۵) پس شاہ خرقیاہ کے ملازم یسعیاہ کے پاس آئے تب یسعیاہ نے انہیں فرمایا۔ تم اپنے آقا سے کہو خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو ان باتوں سے جنہیں شاہ اسور کے جوانوں نے کہہ کر میری تحقیر کی ہراساں مت ہو۔ دیکھ میں اس میں روح ڈالوں گا اور وہ ایک افواہ سن کے اپنی مملکت کو پھر جائے گا اور میں اسے اس ہی کی زمین میں تلوار سے مروا ڈالوں گا۔

پھر اس باب کے آیت:۱۱ وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ شاہ اسور نے پھر خرقیاہ کو دھمکایا اور ڈرایا۔ پھر آیت:۱۴ میں بیان کیا ہے کہ خرقیاہ نے خدا سے دعاء مانگی کہ اے خدا تو ہم کو اسور کے ہاتھ سے بچالے۔ پھر آیت:۲۱ میں کہا ہے کہ حضرت یسعیاہ نے خرقیاہ کو کہلا بھیجا کہ خداتعالیٰ نے تیری سن لی۔ ۳۳ سو خداوند شاہ اسور کے حق میں یوں فرمایا ہے کہ وہ اس شہر میں نہ آئے گا۔ نہ اس کے اندر تیر چلا دے گا۔ بلکہ جس راہ سے آیا ہے۔ اسی راہ سے پھر جائے گا۔ (۳۶) پس خداوند کے ایک فرشتے نے جا کے اسوریوں کے لشکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی جان سے مارے اور جب لوگ صبح سویرے اٹھے تو دیکھا کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔ (۳۷) تب سنخیرب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا اور پھر گیا اور نینواہ میں آ رہا۔ (۳۸) اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود فسروک کے گھر میں پوجا کرتا تھا۔ آدرمِلّ اور سارا ضراس کے بیٹوں نے اسے تلوار سے قتل کیا اور وے بھاگ کر ارارات کی سرزمین کو گئے اور اس کا بیٹا سرحدوں اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب:۳۱،۳۲ میں اور دوم سلاطین کے باب:۱۸،۱۹ میں بیان ہوا ہے۔ ان کتابوں کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جس کی پیش گوئی یسعیاہ باب:۹ میں ہوئی ہے۔ وہی شاہ خرقیاہ ہے۔ جس کی دعاء سے خداتعالیٰ کے شاہ اسور کے لشکر میں ایک لاکھ پچاس ہزار کی جان ایک رات میں لے لی اور اس سے شاہ اسور کو ہزیمت اور شاہ خرقیاہ کو عجیب وفتح نصیب ہوئی اور وہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ عیسائی ظلم وناانصافی کرتے ہیں

کہ اس پیش گوئی کو ناحق و بلاوجہ حضرت عیسیٰ پر جماتے ہیں۔

وازانجملہ چوتھا مقام یسعیاہ باب:۷ آیت:۱۴ اور باب:۸ آیت:۱۰ میں ہے۔ جس کو عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء بضمن ایک فہرست کے پیش کیا ہے۔ جس کا مضمون ڈپٹی آتھم نے بیان کیا ہے: ’’دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایمانوائیل رکھیں تم منصوبہ باندھو پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔ اس جگہ لفظ ایمانوائل ہے۔‘‘ (جنگ مقدس ص۴۳، خزائن ج ص۱۲۸)

اس پیش گوئی حضرت یسعیاہ کو بھی عیسائی زبردستی اور دھینگا ودھینگی سے حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں اور اس پیش گوئی کے مضمون اور متعلقات سے آنکھ بند کر کے اپنے آپ کو بے انصاف بنا رہیں اور درحقیقت یہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ کی خود انہی کے وقت میں پوری ہوگئی۔ شاہ احاس بن بوتام (جس کو بائبل میں اخزبن یوتام کہا گیا ہے) کے دشمنوں شاہ ارام رضین وغیرہ نے اس پر چڑھائی کی تو اس سے احاس ڈر گیا۔ تب حضرت یسعیاہ نے اس کو بشارت دی اور یہ پیش گوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنے گی۔ جس کا نام وہ خود عمانوائیل رکھے گی۔ وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے گا کہ وہ زمین ان بادشاہوں سے جو اس پر چڑھائی کرتے ہیں۔ چھڑائی جائیں گی اور ایسا ہی وقوع میں آ گیا۔ وہ لڑکا شاہ احاس کے وقت میں پیدا ہوا اور اسی وقت شاہ احاس کے مخالفوں کو پس پا کیا گیا۔ یہ بات اسی کتاب یسعیاہ کے باب:۷ وغیرہ اور کتاب سلاطین دوم کے باب:۱۶ وغیرہ میں بہ تفصیل مذکور ہے۔ مگر حضرات عیسائی اس تفصیل سے آنکھ بند کر کے اس پیش گوئی کو حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں اور اس میں اپنی سنت قدیم تحریف سے بھی کام لے چکے ہیں کہ جوان عورت کی جگہ کنواری عورت بنا دیا اور بجائے اس فقرہ کے اس کے لڑکے کی والدہ اس کا نام عمانوائیل رکھے گی۔ یہ فقرہ گھڑ لیا کہ لوگ اس کا نام عمانوائیل رکھیں گے۔ ہم اس مقام میں پہلے یسعیاہ باب:۷ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہیں۔ جس سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو۔ پھر وہ تفصیل نقل کریں گے۔ جس سے ثابت ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ اور شاہ احس کے وقت میں پوری ہوگئی تھی۔

اصل عبرانی عبارت بخط عبرانی یہ ہے:

לכן יתן אדני הוא לכם אות הנה העלמה הרה וילדת
בן וקראת שמו עמנו אל

حروف عربی میں:’’لکین یتین ادونانی هوا لکم اوث هنه ها علماه هاره ویلدث بین وقاراث شمو عمانوائیل‘‘

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے باوجود اس کے خداتم کو آپ نشان دے گا۔ دیکھو: علماہ یعنی جوان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے کیونکہ لفظ ہاراہ جو علماہ کا فعل ہے۔ حال واستقبال دونوں معنی کے لئے آتا ہے) اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اس کا نام عمانوائیل رکھی گی۔ (وقاراث شمو کے یہی معنی ہیں اور حرف ث بجائے تاء ثابت ہے) حضرات عیسائیوں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو تحریفیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ علماہ کا ترجمہ کنواری کیا اور حالانکہ اکا صحیح ترجمہ جوان عورت ہے۔ کنواری کو عبرانی میں ثبولہ کہتے ہیں اور علماہ جوان عورت کو کہتے ہیں۔ خواہ کنواری ہو۔ خواہ بیاہی۔ کتاب مقدس میں جہاں لفظ کنواری کا موقع ہے۔ وہاں بھی لفظ ثبولہ بولا گیا ہے۔ دیکھو کتاب خروج باب:۲۲ آیت:۱۶ اور استثناء باب:۲۲ آیت:۲۳،۲۸ اور لغات عبرانی بھی اس پر شاہد ہے۔ دیکھو ص ۵۶ سطر ۶ لغات عبرانی ولیم ہو پر۔ دوسری تحریف یہ کہ وقاراث شمو کا ترجمہ یہ کیا کہ اس کا نام عمانوائیل رکھیں گے۔ یعنی لوگ حالانکہ وقاراث مونث کا صیغہ ہے جس کی ضمیر اس کی والدہ کی طرف راجع ہے[۱۱]۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوائیل نہ ان کی ماں نے رکھا ہے نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اس کا نام یسوع بتایا اور وہی نام اس کی والدہ اور باپ نے اس کا کہا۔ (دیکھو انجیل متی باب:۱ آیت:۲۱،۲۵)

تو انہوں نے اس فقرہ یسعیاہ باب:۷ کی اقتباس میں تحریف وتصرف کر کے اس کا یوں بنالیا کہ اس کا نام عمانوائیل رکھیں گے۔ (یعنی لوگ) اور اس کو انجیل متی باب:۱ آیت:۲۳ میں درج کیا۔ یہ ان حضرات کی تحریف وتصرف کا بیان ہے۔ اب اس پیش گوئی کی تفصیل اسی کتاب یسعیاہ وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ وہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسعیاہ کے باب:۷ کے شروع میں ہے اور شاہ یہوداہ اخز بن یوتام بن عزیاہ کے عصر میں ایسا ہوا کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل فتح بن رملیاہ کے ساتھ یروشلم پر لڑنے چڑھا۔ پر وہ فتح یاب نہ ہوا۔ (۲) اس وقت داؤد کے گھرانے کو یہ خبر دی گئی کہ آرام۔

افرائیم کو ساتھ لے کے فوج بڑھاتا ہے۔ سو اس کے دل اور ایسے لوگوں کے دلوں

نے جنبش کھائی۔ جس طرح بن کے درخت اندھی سے جنبش کھاتے ہیں۔ (۳) تب خداوند نے یسعیاہ کو حکم کیا کہ تو اپنے بیٹے شیار یاشوب کو لے کے تالاب فراز کے دیواری نہر کے سرے پر جورفوگروں کے میدان کے راہ میں ہے۔ اخز سے جامل۔ (۴) اور اسے کہہ خبردار ہو اور بے قرار مت ہو۔ ارامی رضین اور رملیاہ کے بیٹے کے غصہ بھڑکنے سے مت ڈر اور تیرا دل نہ گھبرا دے۔ (۵) از بسکہ ارام اور افرائیم اور رملیا کا بیٹا تیرے برخلاف مشورہ کر کے کہتے ہیں۔ (۶) کہ آؤ ہم یہودا پر چڑھیں اور اسے اٹھاویں اور اپنے لئے اسے توڑتا کریں اور طابیل کے بیٹے کو اس کے درمیان تخت نشین کریں۔ (۷) اس لئے خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ اس منصوبہ کو پائے دار میں نہیں بلکہ ایسا نہ ہوگا۔ (۸) کیونکہ ارام کا دارالسلطنت دمشق ہی ہوگا دمشق کا سردار رضین پینسٹھ برس کے اندر افرائیم ایسا کٹ جائے گا کہ قائم نہ رہے گا۔ (۹) افرائیم کا بھی دارالسلطنت سمرون ہی ہوگا اور سمرون کا سردار رملیاہ کا بیٹا۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو یقیناً قائم نہ رہو گے۔ (۱۰) پھر خداوند نے اخز سے خطاب کر کے کہا۔ (۱۱) خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔ (۱۲) پھر اخز نے کہا میں نہیں مانگنے کا اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔ (۱۳) تب نبی نے کہا۔ اے داؤد کے خاندان اب تم سنو انسان کو تھکانا ہمارے آگے نہایت چھوٹی بات ہے۔ سو کیا تم میرے خدا کو بھی تھکاؤ گے؟ (۱۴) باوجود اس کے خداوند آپ تم کو نشان دے گا۔ (بے انصاف عیسائیو! دیکھو اس نشان دکھانے کا کس کو وعدہ دیا گیا؟ کیا اسی بادشاہ خاندان داؤدی شاہ اخز یا احاس کو جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں تھا۔ یہ وعدہ نہیں دیا گیا)

دیکھو کنواری (یہ عیسائیوں کی من گھڑت اور تحریف ہے۔ اصل میں جوان عورت کہا گیا ہے چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام امانوائیل رکھے گی۔ عیسائیو! (اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تم نے اس کو کیا بنالیا اور بجائے اس کے انجیل میں یہ داخل کر دیا کہ لوگ اس کا نام امانوائیل رکھیں گے) (۱۵) وہ دہی و شہد کھائے گا جس وقت وہ برا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے۔ (۱۶) پھر اس سے آگے کہ یہ لڑکا بدترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے۔ یہ زمین جسے تو برباد کرتا ہے۔ اپنے دونوں بادشاہوں سے چھڑائی جاوے گی۔ ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ یہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ نے شاہ احاس کی تسلی کے لئے کی تھی اور اس کو بطور نشان نمائی یہ بشارت

دی تھی کہ ایک جوان عورت سے لڑکا پیدا ہوگا اور اس کے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیری مخالف بادشاہوں کی بربادی ہو جائے گی۔ لہٰذا پر ضرور تھا کہ وہ لڑکا اس کے وقت میں پیدا ہوتا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنے مخالفوں کے بربادی کا مشاہدہ کر لیتا۔

اب رہا یہ سوال وہ لڑکا کون سا تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی یوں کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسعیاہ کے گھر میں انہی کی جواں عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور اس پر وہ کتاب یسعیاہ کے باب:۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں۔ پھر خداوند نے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اس پر لکھ مہیر شالال حاش بز کے لئے (۲) اور کہ میں دیانتدار گواہوں یعنی عوریاہ کاہن اور ذکریا بن مریم ہرکیاہ کو مقرر کروں۔ (۳) اور میں نبیہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ تو اس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھ۔ (۴) کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا اے میرے باپ اے میری ماں بول سے دمشق کا مال اور سمرون کی لوٹ کو اٹھوا کے شاہ اسور کے حضور میں لے جاویں گے۔ (۵) اے قوموں دھوم مچاؤ پر تم ٹکڑے ٹکڑے کٹے جاؤ گے اور اے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں سو اسے سنو اپنی کمریں باندھو پر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔ اپنی کمریں کسو پر تمہارے پرزے پرزے کئے جائیں گے۔ تم منصوبہ باندھو۔ پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے۔

یہ اخیر کا حملہ اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوائیل کی طرف مشعر ہے۔ جیسا کہ اس کا پہلا نام مہیر شالال حاش بز ہے اور دوم تواریخ کے باب:۲۸ اور دوم سلاطین کے باب:۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرائیل سے تنگ ہو کر شاہ اسور کی طرف التجاء کی اور اس سے مدد مانگی چاہی۔ (تواریخ) تب شاہ اسور نے اس کی بات مانی اور اس نے دمشق پر لشکر کشی کر کے اسے لے لیا اور یہ وہاں کے لوگوں کو اسیر کر کے قید میں لایا اور رضین کو قتل کیا۔ تب اخز بادشاہ شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کو چلا۔ (سلاطین) وغیرہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش گوئی حضرت یسعیاہ شاہ احاس کے وقت میں پوری ہوگئی اور وہ لڑکا وہی ہے جو حضرت یسعیاہ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ عیسائی موعود لڑکا حضرت یسعیاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کر لیں۔ مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہئے جو حضرت یسعیاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو۔ کیونکہ حضرت

یسعیاہ کے وقت اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے میں ان کو دم مارنے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اس لڑکے کا بھی اس وقت میں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ پیش گوئی نجات شاہ احاس تو اسی وقت پوری ہو جائے اور وہ لڑکا جس کی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح جو سات سو بیالیس برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم وانصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے اور زبردستی اس پیش گوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

وازانجملہ پانچواں مقام یسعیاہ باب:۴۰ آیت:۳ ہے۔ جس کو ڈپٹی آتھم نے اس پرچہ ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) میں پیش کیا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز تم خداوند کی راہ درست کرو اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔ اس پیش گوئی کو بھی حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیش گوئی بشہادت انجیل متی یوحنا بپتسمادینے والے مسیح کے حق میں ہے۔ متی باب:۳ میں آیت اسی تک کہا ہے۔ ان دنوں یوحنا بپتسمادینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا توبہ کرو کیونکہ آسمانی کی بادشاہت نزدیک ہے۔ (۳) کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی نے یہ کہہ کے کیا کہ جنگ میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ کو درست کرو اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔ ایسا ہی باقی انجیلوں مرقس، لوقا، یوحنا میں ہے۔ افسوس عیسائی انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے اور اس کے برخلاف عہد عتیق کی پیش گوئیوں کے بے جا تاویلیں کر کے ان کو حضرت مسیح پر جماتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ ایسی پیش گوئیاں مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لی جاویں تو بھی ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ہم دعویٰ الوہیت مسیح کی تائید وثبوت میں ان کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

ازانجملہ پانچواں مقام ملاکی باب:۳ آیت:۱ ہے۔ جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسی پرچہ ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۳، خزائن ج۶ ص۱۲۸) کی فہرست میں پیش کیا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔ اس پیش گوئی کو بھی حضرت مسیح کی الوہیت یا ابنیت جس کے ثبوت میں اس کو پیش کیا گیا ہے، سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس میں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے۔ نہ الوہیت متی باب:۱۱ آیت:۱۰ میں اور مرقس باب:۱

آیت:۲،۳ میں اور لوقا باب:۷ آیت:۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیش گوئی کو اپنے آپ پر اور یوحنا بپتسمادینے والے پر لگایا ہے اور یہ کہا ہے کہ پھر تم کیا دیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ نبی سے بڑا۔ (۲۷) یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ کو درست کرے گا۔ (۲۸) کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ یوحنا، بپتسمادینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ یہ قول مسیح اگر عیسائیوں کی من گھڑت نہیں تو اس سے بجز اس کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اور ان کی راہ درست کرنے والا کہا ہے۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی ان کے بعد آنے والے رسول ہیں اور اگر عیسائی اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا حضرت عیسیٰ کا رسول ہے اور حضرت عیسیٰ اس کے بھیجنے والے خدا ہیں تو یہ ان کی غلط فہمی یا بے انصافی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے تو اسی یوحنا سے بقول عیسائیوں کی بپتسما پایا اور ان کے شاگرد و مرید ہوئے۔ اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو ان کے مرید و شاگرد کیوں بنتے۔

ازانجملہ چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اوّل آیت:۲۶ اور باب:۳ آیت:۲۲ ہے۔ جن کو عبداللہ آتھم نے ۲۴؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۳۴، خزائن ج۶ ص۱۱۹) کے پرچہ میں نقل کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔

اور خداوند نے کہا ہے کہ: ''دیکھو کہ انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا۔''

ڈپٹی آتھم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اردو حروف میں نقل کر کے اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے: ''کہا الوہیم خدا سے ہم بناویں آدم کو اوپر صورتوں اپنوں کے اور اوپر شکلوں اپنوں کے۔'' (جنگ مقدس ص۳۴، خزائن ج۶ ص۱۱۹)

اور یہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے جو خداتعالیٰ کے حق میں بولا گیا ہے اور یہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنی صورتوں اور شکلوں کے کئے گئے ہیں۔ یعنی لفظ (בצלמנו) اور لفظ کدموثینو (כדמותנו) وہ بھی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں

باوجود وحدت کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سرسید کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم میں جمع تنظیمی ہے۔ یعنی نہ تعدادی۔ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خداتعالیٰ کا نام ہے اور اسماء خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد خان کو سید احمدان نہیں کہا جاتا۔

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کاحد ممنو) عربی حروف میں نقل کر کے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے: ''ہم میں سے ایک کی مانند'' یعنی آدم نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا اور یہ خیال کیا ہے کہ (ممنو) صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یہ لفظ خداتعالیٰ نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے اس خیال کے مخالف یہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ متکلم مع الغیر میں خداتعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور ان کی نظر سے ''ہم میں سے'' کا لفظ بولا ہے۔ پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر متن کتاب میں آگے پیچھے کہیں نہیں ہے۔ پھر اس ضمیر متکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر ذکر ہو تو بھی فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے بلکہ کسبی ہے جو ان کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا فرشتے اس لائق نہیں ہیں کہ خدا ان کو اپنے ساتھ لے کر ان کی نظر سے لفظ ''ہم میں سے'' بولے۔

پھر آپ نے سرسید سے نقل کیا ہے کہ لفظ ''ممنو'' متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ جمع غائب ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو در کنار جیالوجی با اور سائنس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈپٹی آتھم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی۔ جس میں اصل عبرانی عبارت توریت اور عبرانی لغات وصرف نحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم (אלהים) ذات باری تعالیٰ کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وصفی اسم ہے۔ جس کے معنی سردار یا زورآور کے ہیں اور ان ہی معنی کے نظر سے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق خداتعالیٰ پر ہوا ہے۔ ویسا ہی حضرت موسیٰ وہارون، حضرت عیسیٰ اور ایک فرشتے اور ایک بادشاہ کافر بخت نصر پر ہوا ہے۔ (جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گزرتا) اور اس پر آیات خروج، قاضی، زبور، خرقیل وغیرہ کا حوالہ دیا۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ بصلمینو اور کدموثینو کے معنی جمع کے نہیں ہیں۔ بلکہ مفرد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ بائبل میں ان الفاظ کا ترجمہ ’’اپنی صورت اپنی مانند‘‘ کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ ممنو (ממנו) توریت میں متکلم مع الغیر کے معنی ہیں کہیں نہیں آیا۔ جہاں لفظ وارد ہے۔ وہاں واحد غائب کے معنی مراد ہیں۔

ازانجملہ پیدائش ہے جس میں اس لفظ کا اطلاق اس درخت پر ہوا ہے۔ جس کے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔ ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تطویل ہوتی ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر غائب قرار دیا ہے اور اس مقام میں جو لفظ کاحد (כאחד) کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے۔ اس سے بھی اس کی جمعیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے معنی یکتا اور وحید کئے گئے ہیں اور اگر اس لفظ کو بقرینہ لفظ کاحد جمع تسلیم کرلیا جاوے تو بھی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا ولہٰذا اس لفظ سے متکلم یعنی خداتعالیٰ میں کثرت ثابت نہ ہوگی۔ بلکہ ان غائب اشخاص کی جن کی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریت میں اور عبرانی زبان میں واحد وجمع غائب ومتکلم سبھی معانی میں استعمال ہونا تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام متنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنی متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بارثبوت عیسائیوں کے ذمہ پر ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اس مقام میں بمعنی واحد غائب مراد ہو اور بفرض جمعیۃ کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنی جمع غائب ہو اور بفرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اس میں خداتعالیٰ اپنے ساتھ فرشتوں کو شامل کرلیا ہو۔ جیسا کہ یہودی کہتے ہیں اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیوں کا اس آیت سے استدلال بحکم اذا جاء الاحتمال بطل استدلال باطل ہے۔

ہماری اس تحریر کی ہنوز کاپی نہ لکھی گئی تھی کہ مسٹر اکبر مسیح آزاد توحیدی عیسائی کا رسالہ ’’الوہیم‘‘ چھپ کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ جس میں ہماری تحریر کے اکثر پہلوؤں پر کافی بحث ہے۔ وازانجاہ کہ وہ رسالہ عیسائیوں کے ایک عیسائی بھائی کی تالیف ہے اور اس میں عیسائیوں کے مستند اقوال سے استشہاد کیا گیا ہے۔ جن سے عیسائیوں کا افہام یا افحام بخوبی متصور ہے اور

ہماری تحریر کی عبرانی بحث سے ہمارے اکثر ناظرین کے عبرانی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے دلچسپی کی امید کم ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنی تحریر کی اشاعت کو ملتوی کر کے بجائے اس کے اس رسالہ کے انتخاب کو مناسب سمجھا۔ عیسائی صاحبان اس رسالہ کے دلائل اقوال کا کافی جواب دے کر اس رسالہ کے بیان کا ناکافی ہونا ثابت کریں گے اور ہمارے ناظرین بھی ہماری عبرانی بحث سے دلچسپی کا اظہار کریں گے تو ہم اس تحریر کو شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

انتخاب رسالہ الوہیم مسٹر اکبر مسیح

مسٹر آزاد اس رسالہ کے صفحہ۹ میں لکھتے ہیں (۳)''الوہیم تثلیث'' کا نام نہیں مگر اس تثلیثی بحث کا صرف کوئی ایک پہلو مخدوش نہیں بلکہ ہر پہلو ایسا ہی ضعیف ہے۔ پادری صاحب خدا کی اسماء جمع سے کثرت فی الوحدت نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ''خدائے تعالیٰ کے ان ناموں میں وحدت فی التثلیث وتثلیث فی التوحید پائی جاتی ہے۔''

ص۲۴ کلمہ ''یم عبرانی میں صرف نشان جمع کا ہے نہ تعظیم کا، بھی الوہیم میں بوجہ تثلیث فی التوحید کے یہ کلمہ آیا ہے۔'' نکات اسلام احمدیہ ص۵۶ اب اگر خدا کو یہ اسم جمع اس لئے دیا گیا کہ اس کی ذات واحد میں تین اقانیم یعنی تثلیث ہے تو یہ جمع دراصل نہ جمع تعدادیہ ہے نہ تعظیمہ بلکہ جمع تثلیثہ ہے۔ پس اگر تین اقانیم یعنی تثلیث کو یہ نام زیب دیتا ہے۔ تو ضرور کسی ایک اقنوم کو جو تین اقنوم یعنی تثلیث نہیں بلکہ صرف اقنوم واحد ہے۔ یہ نام ہرگز زیب نہیں دیتا۔ مگر ہم دکھاتے ہیں کہ یہ نام مجرد ایک اقنوم کو بھی جس میں کوئی اقنوم نہیں ہے دیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الوہیم اسم جمع کا استعمال خدائے واحد کے لئے باعتبار کثرت اقانیم نہیں آیا۔ ورنہ صرف اقنوم واحد کو الوہیم نہ کہتے۔ زبور باب:۴۵ آیت:۷ خدا باپ کو جو اقنوم واحد ہے نہ کہ تثلیث کو الوہیم کہا۔ اس لئے الوہیم تیرے الوہیم نے تجھے تیرے شریکوں سے زیادہ ممسوح کیا اور اگر تثلیثوں کی بحث درست ہو۔ (مگر ہم اسے نادرست سمجھتے ہیں۔ صرف تثلیثوں کے مقابل پیش کرتے ہیں جو اس کے قائل ہیں) تو اس آیت میں ای الوہیم تیرا تخت ابد تک ہے۔ اگر الوہیم بیٹے کو کہا اور بیٹا باعتقاد تمہارے شخص واحد ہے نہ مجموعہ اقانیم ثلثہ تو شخص واحد کے لئے الوہیم جمع کا استعمال ہونا دکھلا رہا ہے کہ وہ باعتبار کثرت اقانیم فی

الوحدت نہیں استعمال ہوا۔ نہ یہاں نہ وہاں۔ کیونکہ اگر الوہیم تثلیث کو کہتے ہیں تو پھر الوہیم باپ یا بیٹے کو علیحدہ علیحدہ کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح موسیٰ کو جو ایک ذات اور ایک شخص تھا۔ الوہیم کہا ہے۔ خروج باب:۴،۷ آیت:۱۶،۱ اگئو سالہ کو الوہیم کہا خروج باب:۲۳ آیت:۳۱،نحمیا باب:۹ آیت:۱۸ ایک فرشتے کو بھی کہا۔ قاضی باب:۱۳ آیت:۲۲۔

(۴) الوہیم کیسے جمع ہے۔ اوپر بتایا گیا کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کہتے ہیں کہ: ’’عبرانی میں کلمہ یم صرف نشان جمع کا ہے نہ کہ تعظیم کا بھی۔‘‘ تو اب یہ ان کے ذمہ رہا کہ بتلاویں کہ پھر کیوں شخص واحد موسیٰ کو الوہیم کہا۔ کیوں فقط اقنوم واحد باپ کو یا فقط بیٹے کو (اگر وہ حوالہ درست ہو الوہیم کہا کیوں واحد فرشتہ کو الوہیم کہا۔ حال میں مسٹر آتھم صاحب نے بحوالہ پادری عبداللہ صاحب یہ فرمایا ہے کہ: ’’عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں جمع تعظیمہ کبھی نہیں آئی۔‘‘ بحث توحیدیہ وتثلیثیہ ص۸ پھر وہ بتاویں کہ آقا کو آقاؤں اور گھڑیال کو گھڑیالوں کیوں کہا۔ جس کا ذکر ہم کر آئے اور سنئے ایوب کی کتاب باب:۴۰ آیت:۱۵ میں بہیموت کا ذکر آیا۔ یہ بہیموت جمع ہے۔ اس کا مفرد بہیما بمعنی جانور ہے۔ مگر اس بصیغ جمع بلحاظ تفہیم کے بیان کیا۔ کیونکہ کوئی خاص نام اس کا عبرانی میں نہیں تھا اور پھر اس کے لئے واحد فعل وضمیر کو لائے ایک جگہ نہیں کئی جگہ اور اور دیکھئے فرعون کو وفوطیفار کو اور یوسف کو بھی بصیغہ جمع خداوندوں کہا ہے۔ شاہ مصر کا ساقی ونان پنر اپنے خداوند خداوندوں) شاہ مصر کے مجرم ہوئے۔ پیدائش باب:۴۰ آیت:۱ فوطیفار کو جہاں بار بار آقا لکھا ہے دراصل وہاں اصل میں آقاؤں ہے۔ باب:۲۹،۲،۲۰ وہ شخص جو اس ملک کا مالک (مالکوں) ہے۔ ہم سے سختی سے بولا باب:۴۲ آیت:۳۰،۳۳ پر بھی کہا جاتا ہے کہ: ’’عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں جمع تعظیمہ کبھی نہیں آئی۔‘‘ ضرور آئی ہے۔ کتاب امثال سلیمان باب اوّل آیت:۲۰ میں ہے۔ دانائی سڑک پر ہو کر بلاتی ہے۔ لفظ دانائی جس کے لئے افعال وغیرہ بصیغہ واحد آئے ہیں۔ اصل میں بصیغہ جمع دانائیوں ہے۔ چنانچہ آرتھوانٹر و درشن انگریزی میں لفظ دانائی پر یہ حاشیہ دیا ہوا ہے۔ ’’عبرانی دانائیوں ہے بمعنی عمدہ دانائی‘‘ دیکھئے اسم واحد کو تعظیماً بصیغہ جمع لکھا۔ مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ ’’عبرانی میں کسی قسم کے اسم میں جمع تعظیمہ کبھی نہیں آئی۔‘‘ آگے ہم کسی بڑے عبرانی صرفی ونحوی کو بھی پیش کر دیں گے کہ عبرانی میں جمع تعظیمہ ضرور آتی ہے۔

پھر مسٹر آزاد رسالہ الوہیم ص۱۳ میں لکھتے ہیں: (۶) ’’**الوهيم جمع تعظيمه**‘‘ مسٹر آتھم صاحب ان لوگوں کا قول قبول نہیں کرتے جو الوہیم کو جمع تعظیمہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ الوہیم کو ’’بجائے جمع تعدادیہ کے جمع تعظیمہ قرار دیتے ہیں یہ بھول جاتے ہیں کہ اسمائے خاص میں تعظیم وتذلیل کبھی اور کہیں مربوط نہیں ہوئی۔ ایل اسم واحد خاص خدائے تعالیٰ کا ہے اور اس کی جمع الوہیم ہے۔‘‘ بحث مابین توحیدیہ وتثلیثیہ ص۷- ایل کو اسم خاص تصور کرنا خطاء ہے۔ ایل اسم نکرہ ہے۔ اس کے معنی قوی مضبوط ہیں...... عبرانی میں یہ اپنے عام یعنی قوی یا بہادر کے معنوں میں خدا کے لئے بھی آیا ہے۔ پروفیسر میکشن ملر مسیح عمانوائیل ص۲۶، ۲۷ پس ایل معرفہ نہیں۔ یہ اس سے بھی ثابت ہے کہ اس کی جمع کر لی جاتی ہے۔ اسم نکرہ کی جمع ہوتی ہے۔ معرفہ کی نہیں۔ چنانچہ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ خاص خدا کے لئے مخصوص نہیں۔ دیکھو رسالہ (تنقیح ص۱۰۷) پس اسم عام میں تعظیم وتذلیل ضرور مربوط ہے۔ لہٰذا الوہیم کبھی تو جمع تعدادیہ ہوتا ہے اور کبھی جمع تعظیمہ۔ پروفیسر میکشن ملر فرماتے ہیں کہ چاہئے ان الوہیم کے نام جن کو ابراہیم کے خاندان کے بے شمار جرگے پوجتے تھے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ ابراہیم نے یہ دیکھا کہ ان تمام الوہیم سے مقصود خدا تھا اور اس طرح یہ الوہیم جس ایک نام میں ہر شئے جو کبھی الٰہی کہی گئی یا کہی جاسکتی ہے، ایک خاص نام بن گیا۔ جس سے عمدگی کے ساتھ توحیدی زمانہ شروع کیا گیا۔ یہ تصور تو جمع کا تھا مگر مفہوم واحد تھا۔ یہوداہ تمام الوہیم ہوا اس لئے کوئی دوسرا خدا نہ رہا۔

پھر مسٹر آزاد اس رسالہ کے ص۱۵ میں لکھتے ہیں: (۷) ’’**علماء تثلیثیہ**‘‘ کی رائے مؤید توحید۔ محققین تثلیثی علماء پر بھی اس الوہیم والی بحث کا ضعف اور اس کی بے ثباتی ظاہر ہوگئی۔ کیونکہ دراصل یہ بحث محض بوجہ ضعف شہادت کتابی مؤید مسئلہ تثلیث کے ایجاد کرنا پڑے۔ کسی عبرانی نے تو آج تک اس الوہیم سے تثلیث کا مسئلہ اخذ نہیں کیا۔ اب بعض نامور تثلیثی علماء عبرانی دان کا فیصلہ اس بحث کی اسقام پر سنئے۔

کارڈینل کیجیٹن۔ معروف فقیہ رومن کتھولک اپنی تفسیر میں اقرار کرتا ہے: ’’نہ بوجہ کسی اسرار اشخاص الٰہی کے بلکہ اس وجہ سے موسیٰ اس اسم کو فعل پیدا کیا۔ بصیغہ واحد سے ملحق کرتا ہے کہ الوہیم کا مفہوم واحد ہے۔‘‘

شہرۂ آفاق کارڈینل بلبر مائن کہتا ہے کہ: ’’بہ ثبوت مسئلہ تثلیث بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ نوشتہ میں اسم خدا بصیغہ جمع کو فعل واحد سے ملایا ہے۔ جیسے بارالوہیم مگر میں اس دلیل کو مضبوط نہیں سمجھتا کیونکہ بمحاورہ کتاب مشہور اشخاص کے لئے اسماء بصیغہ جمع آتے ہیں۔ گوکہ فعل ان کے لئے واحد ہی رہتا ہے۔ اس محاورہ کی کچھ تقلید ہم اہل اطالیہ بھی کرتے ہیں۔ جب معزز اشخاص کو ہم بجائے تو کے تم کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔‘‘ کارڈینل صاحب دلائل سے اپنے قول کی تائید وقول مخالف کی تردید فرماتے ہیں۔

پروسٹنٹ مصلحین میں سے جان کالون جو توحیدیوں کا دشمن جانی اور ان کے سرغنہ عالم بے مثل وفرشتہ سیرت مالکل سرویٹلس کا قاتل تھا اس دلیل کے ضعف کو یوں آشکار کرتا ہے کہ: ’’موسیٰ نے جو الوہیم اسم صیغہ جمع کو استعمال کیا اس سے ذات الٰہی میں آقانیم ثلثہ کا اخذ کرنا عام ہے۔ لیکن یہ ثبوت ایسے اہم مسئلہ کا میری رائے میں کسی طرح سے مضبوط نہیں۔ اس لئے میں اس لفظ پر زور دوں گا بلکہ برخلاف اس کے اس قسم کی اینچ کھینچ کے تاویلات سے اپنے ناظرین کو متنبہ کروں گا۔‘‘

چارلس روزن ملر۔ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: ’’الوہیم جو جمع ہے اسم الوہ کی جب ایک سچے خدا کے حق میں آتا ہے اس کو مصنفان عہد عتیق بمعنی واحد لیتے ہیں۔ کیونکہ زبان عبرانی کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر واحد شئے کے لئے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث جب وہ عظیم اور نفیس ہو صیغہ جمع کا لایا جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح جان مائکلس صاحب اپنی عبرانی لغت میں فرماتے ہیں کہ: ’’میں سمجھتا ہوں کہ اسم الوہیم جو عموماً افعال وصفات واحد کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے جمع تعظیمہ ہے اور میں اس سے منکر ہوں کہ یہ کسی طور سے بھی اسرار تثلیث کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر یہ لفظ پاک تثلیث پر دلالت کرتا تو اس سے یہ مستنبط ہوگا کہ وہ مسئلہ بوجہ روزمرہ استعمال زبان کے نئے عہدنامہ کی بہ نسبت پرانے عہدنامہ میں بہت ہی زیادہ آشکارا تھا۔‘‘

پروفیسر ولسن اپنی گرامر میں فرماتے ہیں کہ: ’’وہ الفاظ جو دبدبہ شوکت وحشمت ظاہر کرتے ہیں عموماً بصیغہ جمع لائے جاتے ہیں۔‘‘

پروفیسر اسٹوارٹ کی گرامر میں یہ مرقوم ہے کہ: ''بغرض تاکید عبرانی لوگ بہت سے الفاظ کو جو بمعنی خداوند وخداوغیرہ تھے بصیغہ جمع مگر بمعنی واحد استعمال کرتے تھے۔ یہ جمع تعظیمہ کہلاتی ہے۔''

حال کے مشہور مفسر تثلیثی ڈاکٹر مارکس ڈاڈز۔ اپنی تفسیر پیدائش آیت اوّل میں لکھتے ہیں: ''لفظ خدا الوہیم گو بصیغہ جمع ہے۔ ہمراہ فعل واحد کے آیا ہے نہ تو اس لئے کہ وہ کثرت اقانیم پر شامل ہے اور نہ اس لئے کہ یہ لفظی یادگار معلومہ پرستش کثرت اللہ کا رہ گیا ہے۔ یہ محض جمع تعظیمہ ہے۔ (جیسے بادشاہوں کا ہم وغیرہ) یا شاید زیادہ صحت سے جمع مقدار یہ (جیسے آسمانوں وسمندروں) جو مظہر بے انتہاء بزرگی خدا کا ہے۔''

یہ کہنا بے جا نہیں کہ عام تثلیثی قیاس اس آیت پر اس درجہ پایۂ تحقیق سے گرا ہوا ہے۔ اس کا منطق ایسا ضعیف وبے بنیاد ہے کہ زمانہ حال کے علماء تثلیثی نے اس کل بحث کو رکیک سمجھ لیا ہے اور ان کو اس کے دلیل پیش کرنے سے خود شرم آتی ہے بلکہ یہ کہنا حق ہے کہ کسی عالم نے اس روشنی کے زمانہ میں سنجیدگی کے ساتھ اس پر استدلال کرنے کی جرأت نہیں کی۔ چنانچہ ڈاکٹر ولیم اسمتہ کی تاریخ عہد عتیق میں یوں وارد ہوا ہے۔''الوہیم کا صیغہ جمع بڑی بحثیں اٹھا چکا ہے وہ وسواسی قیاس کہ وہ ذات الٰہی کے آقانیم ثلثہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اب تو علماء کے درمیان کوئی حامی پاتا نہیں یا تو وہ جیسا کہ نحویوں کا قول ہے جمع تعظیمہ ہے یا وہ الٰہی قدرت کی کمالیت یعنی ان قدرتوں کے مجموعہ کو ظاہر کرتا ہے جو خدا نے دکھلائیں۔''

لفظ ''ایل کے معنی قدرت کے ہیں اور یہ مختصر لفظ بہادر یا زور آور شخص مثل بنوخد نضر (حزقیل باب:۳۱ آیت:۱۱) کے لئے استعمال ہوا ہے اور یہ مفہوم اس کا خود بخود قدرت کے معنی سے پیدا ہوتا ہے۔'' کتاب اوّل باب اوّل حواشی

پس کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہمارے ہندی علماء یوروپی علماء کی تقلید میں دس وسواسی خیال کی حمایت کو ترک کر دیں اور مسئلہ تثلیث کے لئے کوئی اور پائے چوبین ایجاد کریں۔ اے ناظرین! اس پر غور کرو کہ یہ تمہارے علمائے تثلیثی کے اقوال ہیں۔

پھر مسٹر آزاد ص۱۹ میں لکھتے ہیں: (۸) قطعی دلیل کتاب اب ہم آپ کو ایک مختصر سی دلیل اس بات کی دیئے دیتے ہیں کہ الوہیم آقانیم ثلثہ کی نسبت نہیں بلکہ اقنوم واحد ہی کی

نسبت بولا گیا ہے۔ اس دلیل کے لئے نہ آپ لغت عبرانی دیکھنے جاویں اور نہ تفاسیر کا مطالعہ کریں۔ صرف توریت کھول کر استثناء باب:۶ آیت:۴ کو دیکھیں۔ اس میں لکھا ہے: ''سن لے اے اسرائیل یہوداہ ہمارا الوہیم اکیلا یہوداہ ہے۔'' اکیلے یعنی واحد مطلق کو الوہیم کہا۔ اگر تثلیث کا لحاظ ہوتا تو یوں کہتے: ''یہوداہ ہمارا الوہیم تیکیلا یہوداہ ہے۔''

پھر مسٹر آزاد ص۲۰ میں لکھتے ہیں۔ اسم جمع پر تو بحث ہو چکی اب ضمیر جمع پر بھی بحث ہونا چاہئے اور ہم دیکھیں گے آیا اس سے کسی طرح مسئلہ کثرت فی الوحدت کو مدد پہنچ سکتی ہے۔ مسٹر عبدیاہ آتھم صاحب فرماتے ہیں: ''باب:۳ آیت:۲۲ کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ: ''یہوداہ الوہیم نے کہا کہ دیکھو انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہوگیا۔'' س میں کثرت فی الوحدت ایسی عیاں ہے کہ تخالف اس کا بجز بطلان کے اور طرح پر محال ہے۔ بحث توحید یہ وتثلیثہ ص۶ ایسا ہی کیلب صاحب فرماتے ہیں کہ: ''ہم کا لفظ احدیت میں کثرت پیدا کرتا ہے۔''

۱...... تثلیثی تاویل مہمل۔ پس تثلیثی بھائیوں کے خیال کے مطابق گویا تثلیث کی تینوں آقانیم باہم ایک دوسرے کو مخاطب کر کے یوں کہتے ہیں کہ: ''دیکھو انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک اقنوم کی مانند ہوگیا۔'' اور یہ خیال خود انہیں کے دائرہ تثلیثی میں بالکل باطل اور مہمل ہے۔ اس پر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ جب لفظ الوہیم جمع ہے اور تم اس کو تین آقانیم کے لئے موضوع سمجھتے ہو تو گویا تین آقانیم جن کو ''یہوداہ الوہیم کہتے ہیں۔'' مل کر بولے ''دیکھو'' یعنی الوہیم نے کسی غیر الوہیم کو خطاب کیا جو ان تینوں آقانیم کے سوائے ہیں۔ پس لفظ ہم میں علاوہ تینوں آقانیم کے اور اشخاص بھی شریک ہوگئے۔ جن کو الوہیم خطاب کرتا ہے اور یہ تمہارے دعویٰ کے خلاف ہے۔ دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ جب تینوں آقانیم خدا سمجھے جاتے ہیں۔ آپس میں ہر طرح برابر تو آدم کسی ایک اقنوم کی مانند کیوں ہوا اگر ہوا تو تینوں آقانیم کے مانند ہوا اور کہنا یوں چاہئے تھا کہ: ''آدم ہم تینوں کے مانند ہوا۔'' تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ آدم نیک وبد کی پہچان میں یہوداہ الوہیم یا اس کی کسی اقنوم مفروضہ کی مانند ہرگز نہیں ہوا۔ آدم مخلوق تھا۔ یہوداہ الوہیم اور اس کی آقانیم خالق۔ خالق کے علم اور مخلوق کے علم میں کوئی حقیقی مناسبت ومشابہت نہیں ہوسکتی۔ پھر آدم نے نیک وبد کی پہچان بدی کا تجربہ اٹھا کر کی۔ یہ پہچان خدا کے لئے ناممکن ہے۔ اس کی تقدس کی ضد ہے۔

۲...... اگراس آیت میں کثرت فی الوحدت کا اشارہ تسلیم بھی کرلیا جاوے تو وہ تثلیث کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ مطلق کثرت دواور چاروغیرہ کو بھی شامل ہے۔ خاص تثلیث کی مثبت نہیں ہے۔

۳...... الوہیم کس کو خطاب کرتا ہے۔ آیت کے الفاظ پر نگاہ رکھو۔ ’’یہوداہ الوہیم نے کہا کہ دیکھو انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا۔‘‘

یہوداہ الوہیم نے کہا۔ خود کو خود تو مخاطب نہیں کرتا۔ یہوداہ الوہیم نے کسی دوسرے سے کہا جو یہوداہ سے غیر تھا۔ جن سے کہا ان سے یہ خطاب ہوا۔ دیکھئے پس خطاب کرنے والا یہوداہ الوہیم ہے۔ مگر جن سے خطاب کیا جاتا ہے۔ وہ یہوداہ نہیں بلکہ یہوداہ کے سوائے، اس وقت تک عہد عتیق نے ہم کو الوہیت کی آقانیم کے نام نہیں بتائے نہ ان کے شمار گنائے نہ یہوداہ کے مخاطب کوئی دوسرے یہوداہ جائے۔ ہم صرف ایک ہی یہوداہ الوہیم کی خبر ہے جو کسی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ دیکھو!

۴...... فرشتے خدا کے ہم صحبت ہم کو خدا کی کلام سے معلوم ہو چکا ہے کہ: ’’جب خدا نے زمین کے کونے کا پتھر بٹھلایا سارے نبی اللہ خوشی سے للکارتے تھے۔‘‘ ایوب باب:۲۸ آیت:۷ یہ نبی اللہ فرشتے ہیں جو خدا کے ساتھ شامل ہیں اور یہ خدا کا رحم ومحبت ہے کہ وہ اپنے مخلوقوں کو اپنی صحبت ومعیت میں قبول کر کے آپ کو ان کے ساتھ ملا کر لفظ ہم بولنے میں تامل نہیں کرتا۔ یہ نہایت ہی اچھا خیال ہے کہ اس طرح کی صحبت ومعیت سے خدا کی کسر شان ہوتی ہے بلکہ یہ تو عین اس کے شان کے شایاں ہے کہ اس کی شان جو کسی طرح گھٹ نہیں سکتی۔ اس کی مخلوق کی شان کو بڑھاوے۔ پس ان کتابی خیالات کے مطابق آیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے: ’’یہوداہ الوہیم نے (فرشتوں سے) کہا دیکھو (تم اے فرشتو) انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا۔‘‘

لیکن تثلیثی خیال کے مطابق آیت اس طرح پڑھی جاوے گی۔

’’یہوداہ الوہیم نے (اپنے اقانیم ثلثہ سے جو ہر ایک یہوداہ الوہیم خود تھا) کہا کہ دیکھو (اے اقانیم الوہیت) انسان نیک وبد کی پہچان ہم (آقانیم الوہیت) میں سے ایک (ایک اقنوم) کی مانند ہوگیا۔‘‘

پہلی تفسیر وہ ہے جس کو تمام توریت دان مسیح کے زمانہ تک مانتے آئے ہیں۔ دوسری وہ ہے جو صرف تثلیثی بھائیوں کے دماغ میں سمائی ہوئی ہے۔ کون سی تفسیر درست ہے۔ اب پڑھنے والا خود غور کرے۔

۵...... توحیدی تفسیر پر پہلا اعتراض آتھم صاحب ہماری تفسیر پر اعتراض فرماتے ہیں جس کو انہوں نے اپنے خط مؤرخہ ۲۰؍نومبر ۱۸۹۳ء میں مجھ پر یوں ظاہر فرمایا ہے: ''بعض یہود نے جو اس کی شرح یوں کی کہ اسم ضمیر ہم میں ساتھ خدا کے فرشتے بھی شامل ہیں۔ نادرست مطلق ہے اوّل اس لئے کہ متن کلام کہیں آگے پیچھے ان فرشتوں کو نہیں دکھلاتا جو مرجوع اس ضمیر کا ٹھہرائے جائیں اور بدون نشان دہی اپنی مرجوع کی اسم ضمیر خبط پیدا کرتا ہے اور کلام کو مبہم ٹھہراتا ہے۔''

جواب اس کا یہ ہے کہ متن کلام آگے پیچھے ان فرشتوں کو دکھلاتا ہے جو مرجوع اس ضمیر کا ٹھہرائی جاویں۔ اوّل تو آیت ہی میں خطاب کرنے والا الگ ہے اور جن سے خطاب کیا جاتا ہے۔ وہ الگ خطاب کرنے والا ''یہوداہ الوہیم'' ہے۔ جن سے خطاب کیا جاتا ہے۔ وہ سوائے یہوداہ الوہیم کے کوئی ہیں جن کو ہم فرشتے کہہ رہے ہیں۔ مگر بہرحال وہ یہوداہ الوہیم خود نہیں ہوسکتے اور خطاب بھی بہت ہی تاکیدی ہے۔ دیکھو جس سے خطاب کرنے والے میں اور جن سے خطاب کیا جاتا ہے ان کے درمیان غیریت کی صراحت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے نہ تو مطلب میں خبط پیدا ہوتا ہے نہ کلام مبہم ٹھہراتا ہے۔ بلکہ خبط پیدا کرنے والی تثلیثی تفسیر ٹھہرتی ہے۔ دوئم فرشتوں کا خدا کی صحبت ومعیت میں ہونا ایک کتابی حقیقت ہے۔ چنانچہ پیدائش باب:۲۸، آیت:۱۲،۱۳ میں یعقوب کے روّیہ کے بیان میں ایک سیڑھی کا ذکر ہے۔ خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اترتے ہیں اور خداوند اس کے اوپر کھڑا ہے اور ایوب باب:۱ آیت:۸ میں لکھا ہے کہ نبی اللہ یعنی فرشتگان آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں۔ پس خدا کے ساتھ فرشتوں کی معیت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس آیت کا مفہوم اس سے بہتر کوئی نہیں کہ خدا نے ان سے خطاب کیا اور ان کو اپنی صحبت میں قبول کر کے اپنے اور ان کے لئے لفظ ہم کا استعمال کیا اور پیدائش باب:۱۱ آیت:۷ ویشیعا باب:۶ آیت:۸ جن کا ذکر آگے آوے گا اسی کی نظریں ہیں۔

۶...... توحیدی تفسیر پر دوسرا اعتراض ہماری تفسیر پر آتھم صاحب کا یہ ہے۔

’’دوئم وہ فرستے مفروضہ علم بدی کا ازلی رکھتے ہیں یا کسبی۔ اگر کہو ازلی رکھتے ہیں تو مخلوق کیونکر ٹھہرے اگر کسبی تو صحبت اقدس الٰہی کے لائق کیونکر ٹھہر سکے۔‘‘

جواب: دراصل یہ اعتراض تثلیثی تفسیر پر بڑے زور کے ساتھ عائد ہوتا ہے۔ آتھم صاحب نے غور نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہے کہ آدم نیک وبد کی پہچان میں آقانیم الٰہی کی مانند ہرگز نہیں بلکہ کسی اور ہستی کی مانند تھا کیونکہ آدم کو نیک وبد کی پہچان کا علم ازلی نہ تھا۔ خدا کو ایسا علم ازلی ہے۔ پس مشابہت کی وجہ زائل ہو جاتی ہے۔ پھر آدم کو یہ علم کسبی بھی ہوا۔ خدا کو یہ علم ممکن نہیں وہ قدوس ہے۔ یہاں بھی وجہ مشابہت زائل ہوتی ہے۔ مگر فرشتوں کے علم کی نسبت ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ فرشتوں کا علم ازلی تو نہیں مگر اس وجہ سے ضرور نہیں کہ پھر کسبی ہی ہو۔ کیونکہ فرشتوں کا علم (باستثنائے نافرمان فرشتوں کے) کسبی بھی نہیں مگر ایسا بھی علم ہوسکتا ہے جو نہ کسبی ہو اور نہ ازلی وہ علم حادث ہو بلاذاتی تجربہ کے اور ایسا ہی علم فرشتوں کو نیکی وبدی کی پہچان کا ہے اور ایسا ہی آدم کو بھی قبل لغزش کے حاصل تھا اور وجہ مشابہت علم محدود وحادث بھی ہے اور یہ مشابہت مخلوق کو مخلوق کے ساتھ حاصل ہے۔ نہ مخلوق کو خالق کے ساتھ آدم بھی مخلوق تھا فرشتے بھی۔

۷...... سرسید احمد کی تاویل پر آتھم صاحب فرماتے ہیں کہ: ’’سرسید احمد خان بہادر جو جملہ ممنو کے معنی بجائے ہم میں سے کے ان میں سے کرتے ہیں اور جو مرجوع ان کا آدم ہائے طبقہ ماقبل آدم معروف کو بتاتے ہیں۔ سو متن تو برکنار وہ کہیں جیالوجی وکسی اور سائنس یا تواریخ میں بھی نہیں دکھلا سکتے۔‘‘

میں آنریبل سرسید کا وکیل تو نہیں مگر ان کی اس رائے کو آپ کے اقوال سے مقابلہ کر کے قابل توجہ ضرور جانتا ہوں۔ آپ نے بحث توحیدیہ وتثلیثیہ میں فرمایا ہے کہ: ’’جملہ کا حد ممنو کے معنی ان میں سے ایک بھی ہو سکتے ہیں۔‘‘

اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کلمہ ممنو کے معنی ہم میں سے اور ان میں سے ہر دو ہو سکتے ہیں۔

پس اگر آیت کے معنی یہ ہو جاویں جیسا کہ شاید سرسید قبول کرتے ہیں۔ (دیکھو ان کی تفسیر بائبل) اور آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ: ’’انسان نیک وبد کی پہچان میں ان میں سے

ایک کے مانند ہوگیا۔'' تو گو سید صاحب نے ان کا مرجوع ڈھونڈنے میں غلطی کی ہو۔ میں آپ کو ان کا مرجوع ایسا بتادوں گا کہ آپ کو دقت کوئی بھی باقی نہ رہے گی۔ ان کا مرجوع دراصل ''آدم ہائے طبقہ ماقبل آدم معروف'' نہیں۔ کیونکہ ایسے آدم ہائے کی خبر ہم کو نہیں مگر ہاں نافرمان فرشتوں کا ایک گروہ موجود تھا جو تجربہ بدی کا کرکے مثل آدم کے نیک وبد پہچاننے والا ہوگیا تھا اور مثل آدم کے اپنی حالت معصومیت سے گر کے عاصی ہو چکا تھا۔'' شیطان شروع سے قاتل اور سچائی پر ثابت نہ رہا۔ یوحنا باب:۸ آیت:۴۴'' خدا نے فرشتوں کو جب انہوں نے گناہ کیا نہ چھوڑا۔ پطر باب:۲ آیت:۴ فرشتوں کو جو اپنی اگلی حالت میں نہ رہے۔ بلکہ اپنی خاص مقام کو چھوڑ دیا۔ اتنی سزا دی۔ (یہوداص۶)

حقیقت میں کوئی دقت ان میں سے کا مرجوع ڈھونے میں نہیں ہے۔ دقت ہے تو یہ ہے آیا دراصل کا حد ممنو کا ترجمہ ان میں سے ایک ہوسکتا ہے۔ اگر ہوسکتا ہے تو تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم میں سے ایک کو قبول کرنے میں تأمل نہیں ہوسکتا۔ مگر اس کے ہر معنی جو قابل قبول ہوسکیں۔ اس معنی سے بہتر ومعقول تر معلوم ہوتے ہیں۔ جس کو تثلیثی علماء قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۸...... خلاصہ دلیل توحید دلیل ہماری یہ ہے کہ توریت میں کسی جگہ ذات احدیت کے آقانیم بتلائے نہیں گئے۔ پس ہم کسی طرح آقانیم کے وجود کو قبول نہیں کر سکتے۔ پھر اس آیت میں مخاطب یہوداہ الوہیم ہے۔ کوئی ایک جزء الوہیت کا یا کوئی اقنوم الگ ہوکر مخاطب نہیں اور چونکہ پورا خدا مخاطب ہے وہ کسی دوسرے سے خطاب کررہا ہے اور کلمہ خطاب دیکھو جن سے خطاب کررہا ہے۔ وہ ہرگز خود اپنی ذات نہیں بلکہ کوئی ذات ہے جو اس کی ذات سے غیر ہے اور یہوداہ الوہیم نہیں۔ اس کے بعد وہ کلمہ ہم کا استعمال کرتا ہے۔ جس میں خطاب کرنے والا اور جن سے خطاب کیا گیا۔ دونوں شامل ہیں کلام خدا ہم کو بتلاتا ہے کہ فرشتگان خدا کی صحبت میں ہیں اور اکثر اس طرح خدا نے ان کو خطاب کیا ہے۔ مثلاً اوہم اتریں پیدائش باب:۱۱ آیت:۷ میں کس کو بھیجوں اور ہماری طرف سے کون جائے گا۔ یشعیا باب:۶ آیت:۸ پس ہم کلمہ ہم سے کثرت آقانیم الٰہیہ نہیں نکال سکتے۔ کلام خدا مانع ہے۔ اگر کثرت ہے تو اشخاص کی کثرت ہے جس میں خدا اور فرشتان داخل ہیں۔

پھر مسٹر آزاد اس رسالہ کے ص۳۰ میں تین اور آیات اس مضمون کی جن میں خدا تعالیٰ کی نسبت ضمیر جمع متکلم ہم اور ہمارے بولا گیا ہے اور ان سے عیسائیوں نے کثرت فی الوحدت نکالی ہے۔ نقل کر کے ان کا جواب دیا ہے۔

اوّل: تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔ (پیدائش باب:۱ آیت:۲۶)

دوم: آؤ ہم اتریں اور ان کی بولی میں اختلاف ڈالیں۔ (پیدائش باب:۱۱ آیت:۷)

سوم: میں کس کو بھیجوں اور ہماری طرف سے کون جائے گا۔ (یشعیا باب:۶ آیت:۸)

پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ روئے زمین کی کل زبانوں میں قاعدہ ہے کہ واحد اپنی نسبت صیغہ جمع بھی بول سکتا ہے۔ پھر اس کو ص۳۵ تک مختلف زبانوں اور مختلف آسمانی کتابوں کی شہادت سے ثابت و مدلل کر دیا اور مسلمانوں کو ان کے جوابات سے مستغنی کر دیا۔

انتخاب رسالہ الوہیم ختم ہوا۔ امید ہے ناظرین اس کو مقام ششم متمسک عیسائیوں کا کافی جواب سمجھیں گے۔ کچھ کسر رہ گئی تو ہم اس کو نکال دیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

وازانجملہ ساتواں مقام۔ مجموعہ حوالہ جات عہد عتیق ہے۔ جن کو ڈپٹی آتھم نے فہرست ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء میں اور پرچہ ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء کی آٹھ سطروں میں گن سنایا ہے اور اس کا کوئی مطب نہیں بتایا۔ ہم نے ان مقامات کو عہد عتیق میں بچشم خود دیکھا تو وہاں الوہیت مسیح کے ذکر بلکہ اشارہ تک نہ پایا۔ لہٰذا ہم بھی ان حوالہ جات کی نسبت اجمالی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ان مقامات کو دعویٰ الوہیت مسیح کے ثبوت پیش کرنا ڈپٹی آتھم کے نقصان فہم کا اثر ونتیجہ ہے جو اس وقت ان کے پیرانہ سالی کا عرض لازم غیر مفارق ہو رہا ہے۔ ان کو عبداللہ آتھم کے دعویٰ الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبداللہ آتھم ان حوالہ جات کی تفصیل کرتے تو ہم بھی ان کے متعلق تفصیلی رائے ظاہر کرتے۔ جیسے کہ اور حوالہ جات عہد عتیق کی نسبت تفصیلی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ یہ پرچہ اوّل ڈپٹی آتھم اور اس کے دوسرے پرچوں (پرچہ ۲۳،۲۴،۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء) کے مندرجہ مقامات عہد عتیق پر اسلامی رائے کا اظہار ہے۔

اب اس پرچہ اور اس کے دیگر پرچوں متمسکات مقامات عہد جدید کی نسبت اسلامی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

اوّلاً یہ سن لینا چاہئے کہ عہد جدید سے جس قدر الفاظ وعبارت متعلق الوہیت مسیح تثلیثی عیسائی نکال کر پیش کرتے ہیں۔ ان سب کے جوابات توحیدی عیسائی مسٹر اکبر مسیح مختار باندانی اپنے رسالہ الوہیت مسیح وتثلیث کے تنقیح میں ایسے دے دیئے ہیں۔ جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ انجیل اوراس کے متعلقات عہد جدید میں مسیح کی الوہیت کا نام ونشان نہیں ہے۔ عیسائیوں کا ان لفاظ وعبارت سے مسیح کی الوہیت نکالنا محض غلطی ہے جو بعض مواقع پر غلطی الفاظ اور بعض جگہ غلطی ترجمہ اور غلطی فہم پر مبنی ہے۔ مسٹر اکبر مسیح نے مسلمانوں کو ان الفاظ وعبارات کے جواب سے مستغنی کردیا ہے اور آیت: ''کفے اللہ المؤمنین القتال'' کا صدق ظاہر کیا۔ تاہم ان الفاظ وعبارات کے متعلق ہم اسلامی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے مسٹر اکبر مسیح کے جوابات کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ اگر تثلیثی عیسائی اسلامی رائے کے مقابلہ میں کچھ کہنا چاہیں تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے لیں اور مسٹر اکبر مسیح کے جوابات کا جواب دے کر مسلمانوں کے جواب میں کچھ کہیں۔ پادری جی ایل ٹھاکر داس مشنری گوجرانوالہ نے مسٹر اکبر مسیح کے جواب میں ایک مضمون بعنوان عمانوائیل اخبار نور افشاں کے متفرق پرچوں میں چھپوایا ہے۔ جس کو مسٹر اکبر مسیح اکٹھا کر کے بطور مستقل رسالہ چھاپ دیا ہے۔ مگر وہ جواب ''کان لم یکن'' ہے اور سوال از آسمان وجواب از ایمان کا مصداق ہے۔ مسٹر اکبر مسیح نے اس کا جواب رسالہ تائید التنقیح میں ایسا دے دیا ہے کہ پھر اس کے جواب میں پادری ٹھاکر داس سے بجز سکوت کچھ بن نہیں پڑا اور آئندہ بھی امید نہیں کہ کسی تثلیثی عیسائی سے اس کا کوئی جواب بجز سکوت بن آوے۔

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ منجملہ مقامات عہد جدید ایک مقام مکاشفات یوحنا باب:۱ آیت:۸ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ ''خداوند یوں فرماتا ہے میں الفا وامیگا اوّل وآخر جو ہے اور تھا اور آنے والا ہے اور قادر مطلق ہوں۔'' جس کو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳/مئی (جنگ مقدس ص۱۹، خزائن ج۶ ص۱۰۳) میں بلاحوالہ اور پھر پرچہ ۲۴/مئی (جنگ مقدس ص۲۵، خزائن ج۶ ص۱۰۹) مجملاً حوالہ سے اور ۲۵/مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) کی فہرست میں تفصیلاً نقل کیا ہے۔ اہل اسلام اس کتاب مکاشفات یوحنا کو عیسائیوں کے مسلمہ اور معتبرہ کتب سے نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ عیسائیوں کے اقوال وعبارات ذیل میں

اس کتاب سے انکار مشاہدہ کرر ہے ہیں۔ ہارن صاحب مفسرانا جیل اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ الوجین فرقہ نے جودوسری صدی میں ہوا ہے۔ جملہ تصانیف یوحنا سے انکار کیا اور ریشنیڈر نے (جو بہت بڑا عالم عیسائی ہوا ہے) کہا ہے کہ سب تصانیف یوحنا۔ اس کی تصنیف نہیں بلکہ کسی دوسرے نے دوسری صدی کے شروع میں تصنیف کر کے اس کی طرف منسوب کئے۔ لارڈنر کی چوتھی جلد کے ص ۵۷ میں ہے کہ سرل نے کتاب مشاہدات یوحنا کو نہیں مانا۔ یوسی بلیس اپنی تاریخ کے باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ: ''ڈیونیشن'' نے کہا ہے کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا ہے اور اس کے رد میں کوشش کی ہے اور کہا کہ یہ سب بے معنی اور بے عقلی اور بڑا بھاری حجاب جہالت کا ہے اور نسبت اس کی یوحنا کی طرف جھوٹ ہے اور اس کا مصنف نہ کوئی حواری ہے نہ کوئی پاک آدمی نہ کوئی شخص مسیحی بلکہ اس کو سرن ٹس ملحد نے لکھا ہے اور یوحنا کا نام لگا دیا اور دی ٹس ٹھوڈ درس پروٹسٹنٹ واعظہ بزم بزرگ لکھا ہے کہ مشاہدات یوحنا اور نامہ یعقوب کو ہم نے قصد کر چھوڑ دیا اور راجرس نے جو علماء کبار فرقہ پروٹسٹنٹ تھا بہت بڑے علماء پروٹسٹنٹ کا نام لکھا ہے۔ جنہوں نے ذیل کی کتابوں کو جھوٹا سمجھ کر نکال دیا ہے۔ (۱) نامہ عرابیوں کا۔ (۲) نامہ یعقوب۔ (۳،۴) نامہ دوم وسوم یوحنا۔ (۵) نامہ یہودا۔ (۶) مشاہدات یوحنا۔ ڈاکٹر بنسن صاحب پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ یوسی بیس کے وقت تک یہ کتابیں واجب التسلیم نہیں ہوئی تھیں اور سریانی کلیسیوں نے نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یہودا اور مشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا اور روز صاحب نے اپنی کتاب ص ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے محقق پروٹسٹنٹوں نے مشاہدات کے واجب التسلیم ہونے میں جھگڑا کیا ہے۔

ان اقوال کی نظر سے اہل اسلام اس کتاب کے کسی بات کے جواب دینے کو ضروری نہیں جانتے۔ ومعہذا وہ اس کے جواب ورد میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مضمون انجیل یوحنا اور مرقس اور دیگر خطوط عہد جدید کی آیات ذیل مخالف ہے۔ تب یشوع نے جواب دیا اور کہا کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ (انجیل یوحنا باب:۵ آیت:۱۹)

کیونکہ جس طرح باپ آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی دیا ہے کہ اپنے میں زندگی رکھے۔ (یوحنا باب:۵ آیت:۲۶)

میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا میں سنتا ہوں حکم کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ اپنی مرضی کو نہیں پر باپ کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا ہے۔ چاہتا ہوں۔

(یوحنا باب:۵ آیت:۳۰)

جس طرح کہ زندہ باپ نے مجھے بھیجا اور میں باپ سے زندہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی جو مجھے کھاتا ہے مجھ سے زندہ ہے۔ (یوحنا باب:۶ آیت:۵۷)

یسوع نے انہیں کہا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا مگر جو باپ نے مجھے سکھلایا ہے۔ وہ باتیں کہتا ہوں۔ (یوحنا باب:۸ آیت:۲۸)

مگر اس دن اور گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ (مرقس باب:۱۳ آیت:۳۲)

مسیح اگرچہ وہ کمزوری سے صلیب پر مارا گیا۔ لیکن خدا کی قدرت سے وہ جیتا ہے اور ہم بھی اس میں شامل ہو کے کمزور ہیں پر اس کے ساتھ خدا کی قدرت سے جو تمہارے حق میں ہے جئیں گے۔ (قرنتی باب:۱۳ آیت:۴)

کیونکہ وہ جو مرا تو گناہ کی نسبت ایک بار مرا۔ پھر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے۔ اسی طرح تم بھی گناہ کی نسبت مردہ ہو۔ پھر خدا کی نسبت ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے زندہ سمجھو۔ (رومی باب:۶ آیت:۱۰)

ان آیات میں مسیح اور اس کے رسولوں کے اقوال سے صاف بیان ہے کہ مسیح نہ اپنے آپ زندہ ہوا نہ اپنے آپ کچھ کر سکتا ہے۔ نہ اپنے آپ علم رکھتا ہے۔ پھر بمقابلہ ان آیات کے جو مکاشفات کی آیات مذکورہ میں مسیح کو ازلی اور قادر مطلق کہا گیا ہے۔ وہ دروغ بے فروغ اور بناوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ انہوں نے مکاشفات کو الہامی فرض کر کے بعض آیات والفاظ کو غلط اور بعض الفاظ کے معنی کو غلط قرار دے کر اس کے ایسے تاویلی معنی بیان کئے ہیں۔ جن سے مسیح کی الوہیت کی نفی ہوتی ہے۔ وہ ص۹۰ رسالہ تنقیح میں کہتے ہیں۔

۷...... مکاشفات کی کتاب سے بھی ایک آیت ثبوت الوہیت مسیح میں پیش کی جاتی ہے۔

گو کہ اس کتاب کو رسولی تصنیف کہنے میں ہم کو تأمل ہے۔ مگر اس پر بھی اپنے بھائیوں کی خاطر بحث کرتے ہیں۔ اس کا مصنف بھی ہمارے نزدیک توحیدی تھا۔

(۱) خداوند خدا[۱۵] یوں فرماتا ہے کہ میں الفا اور امیگا اوّل و آخر جو ہے اور تھا اور آنے والا ہے قادر مطلق ہوں۔

(۲) مسیح نے کہا میں الفا اور امیگا اوّل و آخر ہوں۔

(۳) مسیح نے کہا میں اوّل اور آخر اور زندہ ہوں اور میں موا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں۔

(۴) مسیح کا کلام وہ جو اوّل اور آخر ہے اور موا تھا اور جیا ہے یہ باتیں کہتا ہے۔

(۵) کسی نے کہا میں الفا اور امیگا ابتداء اور انتہاء اوّل و آخر ہوں۔

ہم اس کتاب کے ص۶۳[۱۶] میں لکھ چکے ہیں کہ محض ایک سے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے دو مختلف اشخاص ہم مرتبہ نہیں ہو جاتے اور جو الفاظ خدا کے لئے غیر محدود ہیں انسان کے لئے بالکل محدود اور ادنیٰ معنی ادا کرتے ہیں۔

ازلیت و ابدیت خدا کی صفات مسلمہ ہیں۔ اس لئے ان الفاظ الفا و امیگا اوّل و آخر سے خدا کی ازلیت و ابدیت بغیر کسی تشریح زائد کے ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح باوجود یکہ جملہ سب کچھ جانتا ہے۔ فی نفسہ علم غیر محدود یا ہمہ دانی ثابت نہیں ہوتی تاہم چونکہ کلام مقدس میں خدا سے صفات ہمہ دانی بہت واضح طور پر منسوب ہوتی ہے۔ اس لئے جہاں کہیں لکھا ہے خدا سب کچھ جانتا ہے۔ (یوحنا باب:۳ آیت:۲۰)

بلاتأمل اس سے مراد ہمہ دانی لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے چونکہ کلام مقدس انسان کو نہایت وضاحت سے کم عقل و ناقص العلم بتلاتا ہے۔ لہٰذا جب اس کے لئے بعینہٖ وہی الفاظ تم سب کچھ جانتے ہو۔ (یوحنا باب:۲ آیت:۲۰)

مستعمل ہوتے ہیں تو اس کا مفہوم ہمیشہ محدود ادنیٰ جانتے ہیں۔

۱...... اس آیت میں جہاں خدا متکلم ہے یوں مرقوم ہے۔ میں الفا د امیگا اوّل و آخر جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے۔ قادر مطلق ہوں۔ یعنی جملہ اوّل مجرد نہیں بلکہ جملہ ثانی کے ساتھ مل کر صفات ازلیت و ابدیت کا اظہار کرتا ہے۔ مسیح کو اگرچہ ایک معنی میں الفا و امیگا یا اوّل

وآخر کہا ہے مگر اس کو جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے۔ قادر مطلق کبھی نہیں کہا اور صرف یہی اخیر جملہ الوہیت کو مجرداً فی نفسہ ثابت کرتا ہے اور یہی جملہ اس کے حق میں ندارد بھی ہے۔

۲...... یہ آیت غلط اور متن سے خارج ہے۔ ریوانیرڈ ورشن نے اس کو متروک کر دیا ہے۔

۳،۴...... ان آیات میں لقب مسیح کو دیا گیا ہے۔ وہ خدا کے حق میں بالکل کفر ہے۔ وہ اوّل وآخر ہے اور موا تھا اور جیا ہے خدا کی نسبت کہنا کہ وہ موا تھا اور جیا ہے کفر ہے اور مسیح کے حق میں الفاظ الفاء وامیگا اوّل وآخر دوسرے الفاظ جو موا تھا اور جیا ہے سے مل کر ضرور محدود ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مسیح کی ذات انجیل میں حادث بیان کی گئی ہے۔ اس نے خود اپنے واجب الوجوب ہونے کی نفی کی۔ دیکھو باب دوم فصل اوّل دفعہ ا اس نے آپ کو باپ سے کمتر اور اس کو اپنا خدا بتلایا ہے۔ پس عقل ونقل دونوں ہماری مؤید ہیں۔

۵...... یہ آیت مشتبہ ہے۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کا متکلم کون ہے۔ آیا مسیح یا وہ فرشتہ جو کہتا ہے میں تیرا اور نبیوں کا جو تیرے بھائی ہیں ہم خدمت ہوں (آیت:۹)

دونوں رائیں درست ہوسکتی ہیں۔ اگر وہ فرشتہ جو اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہے۔ متکلم ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام کسی طرح الوہیت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ ایک محدود ومجازی معنی رکھتا ہے اور اگر مسیح متکلم ہے تو بھی وہی معنی درست وقرین عقل ونقل ہیں۔ کیونکہ مصنف (مکاشفات) کا مسیح کو خدا نہ جانتا تھا اور اگرچہ اس نے اس کے نہایت ہی اعلیٰ رتبہ کا اظہار کیا ہے۔ جس تک کائنات میں دوسری ہستی نہیں پہنچ سکتی تو بھی اس کو خدا سے کمتر مانا ہے وہ خدا میں (نہ کہ کسی اقنوم میں) اور مسیح میں ہمیشہ امتیاز کرتا ہے۔

پھر اس کی تائید میں مکاشفات کے سات اقوال نقل کئے ہیں۔ جن میں خدا کو خدا قادر مطلق وغیرہ اور مسیح کو خدا کی طرف سے مختار اور اس کا برہ اور اس کی ہیکل کا ستون وغیرہ کہا گیا ہے۔

پھر ص۱۴ میں کہا ہے کہ پس معلوم ہوگیا کہ اس کتاب (مکاشفات) کے بموجب بھی مسیح خدا نہیں اور ہم کو چاہئے کہ تمام انجیل کے موافق اس کلام کی کہ: ''میں الفا وامیگا اوّل وآخر ہوں۔'' تفسیر کریں۔ اس قدر تو ثابت ہوگیا کہ مسیح کے حق میں اس کلام کے کوئی محدود معنی ہیں۔ وہ معنی کیا ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ہم دریافت کریں گے۔ پھر ان معنی کو بیان کیا اور کہا

کہ بشہادت باب:۳ آیت:۱۴۔اس کتاب کے اور باب:۱ آیت:۱۵ قلسی کی اس سے یہ مراد ہے کہ وہ سب مخلوقات سے پہلے مخلوق ہیں۔ جیسے بعض اہل اسلام اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے خدا نے آنحضرت ﷺ کا نور پیدا کیا اور کل عالم اسی سے پیدا ہوا۔ (دیکھو رسالہ مشہور نور نامہ اور مدارج النبوت شیخ عبدالحق دہلوی) اور بشہادت باب:۳ آیت:۹،۱۱۔اقرو باب:۱ آیت:۲۲۔افسی باب:۱۲ آیت:۲عبر مسیح کلیسا کا اوّل آخر ہے۔

پھر اس تاویل ثانی کی تائید میں تثلیثی علماء کے اقوال کو پیش کیا اور کہا ہے تثلیثی علماء اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ امر یسمس (تفسیر یوحنا باب:۸ آیت:۲۵) لکھتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مکاشفات میں مسیح کو پہلا اور پچھلا کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آغاز اور انجام اس کلیسا کا ہے جس کی نیو اس کی پہلی آمد پر پڑی اور جس کا انجام بخیر اس کی دوسری آمد پر ہوگا۔ ڈاکٹر جان اون (تفسیر خط عبرانیان باب:۱۳ آیت:۸) فرماتے ہیں۔ مسیح ہمارے ایمان کا الفا وامیگا پہلا اور پچھلا آغاز کرنے والا اور انجام کرنے والا ہے۔ انجیل کے معنی انجیل سے پوچھو۔ مگر مسیح کے اس خطاب کو خدا کے اس خطاب سے الفا وامیگا اوّل وآخر ہے اور جو تھا اور جو آنے والا قادر مطلق ہوں خلط ملط کر دینا۔ ایمان کو خلط ملط کر دینا ہے۔

وازانجملہ دوسرا مقام۔ یوحنا باب:۱ آیت:۸ ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہ دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں اس نے بتلایا جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۱۱، خزائن ج۶ ص۹۳) میں نقل کیا ہے اور اکلوتے کی تفسیر میں اپنی طرف سے لفظ خدا ملا دیا۔

اس آیت کو الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بات خدا کی مخلوقات سے ایک ایک ذرہ اور درختوں کے ایک ایک پتے کی نسبت کہی جاسکتی ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کی مخلوقات سے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ نے خدا کے وجود اور ہستی کو ظاہر کیا۔ ایک اعرابی کہتا ہے: ’’البعرة تدل علی البعیر واثر القدم علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج لایدلان علی الصانع الخبیر‘‘ یعنی مینگنی سے اونٹ پہچانا جاتا ہے اور پاؤں کے نشان سے چلنے کا پتہ لگ جاتا ہے۔ پس کیا آسمان برجوں والا اور زمین فراخ راستوں والی اپنے کاریگر کے وجود (خدا تعالیٰ) کا پتہ نہیں دیتی؟

ایک اور شاعر کہتا ہے

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

پس یوحنا نے اسی معنی کو حضرت مسیح کو خدا کی ہستی بتانے والا قرار دیا ہے تو اس میں کوئی بحث وکلام نہیں ہے اور اگر اس سے کلام یوحنا کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی ہستی اور وجود کو مسیح کے پہلے کوئی نہ جانتا تھا۔ مسیح پیدا ہوا تب اس نے خدا کی ہستی کو ظاہر کیا تو اس معنی کو یہ کلام لائق تسلیم نہیں ہے۔ کیا حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے جس قدر انبیاء گزرے ہیں کسی نے خدا کی ہستی کو ظاہر نہیں کیا اور حضرت مسیح کے پہلے سب انبیاء اور مؤمن خدا سے بے خبر رہے۔ ’’کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا ‘‘اور اگر اس سے یوحنا کا یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کے جسم اور صورت میں ظہور یا حلول کیا اور اوتار لیا۔ تب خدا لوگوں کو نظر آیا تو اس معنی کو یہ کلام کفر ہے اور محض خلاف واقع اور کذب بنتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا اجسام مخلوقات میں ظہور یا حلول کرنا اس کی الوہیت اور تقدس کے برخلاف ہے اور یہ ان لوگوں کا کفریہ عقیدہ ہے جو رام چندر وغیرہ راجاؤں کو خدا کا اوتار کہتے ہیں۔ اس کے کذب ہونے پر یہ کلام خود دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں اوّلاً کہا گیا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اگر مسیح کی جسم وصورت کو خدا کا جسم وصورت قرار دیا ہے تو گویا اس کو سب کا دیکھا ہوا قرار دیا۔ پھر اس کی نسبت شروع میں یہ کہنا کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ کذب نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

پھر اس کلام میں یہ کلمہ بھی خلاف واقعہ ہے کہ مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا بائبل میں خدا کے بیٹے اور بیٹیاں اور بہت ہیں۔ پھر مسیح کو اکلوتا بیٹا کہنا خلاف واقع نہیں تو اور کیا ہے۔ بالجملہ اس آیت کے جو معنی صحیح ہوسکتے ہیں اور اس معنی کو یہ آیت لائق تسلیم ہے۔ اس معنی کو الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں اور جو معنی عیسائی سمجھتے ہیں اس معنی کو یہ آیت خلاف واقعہ ٹھہرتی ہے اور الہامی ماننے کے لائق نہیں رہتی۔ مسٹر اکبر مسیح نے اس آیت کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کو الوہیت مسیح کی نفی کی دلیل ٹھہرا کر اس سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے ص ۱۲۷ میں کیا ہے۔ اس دیباچہ کے آخر آیت:۱۸ میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر نفی ہو جاتی ہے۔ تا آخر قول جو مقام سوم کے جواب کی تائید میں منقول ہوگا۔

ازانجملہ تیسرا مقام۔ یوحنا باب:۱ آیت:۳ ہے۔ جس میں بیان ہے۔ ابتدائی

کلام میں تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا اور یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔ جس کو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵/مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) کی فہرست میں نقل کیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسیح ازلی ہے۔ اہل اسلام اس کلام کو الہامی فرض کریں تو اس کے معنی وہ یہ بیان کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اوّل سے اپنی صفات کلام وغیرہ کے ساتھ موجود ہے۔ اس نے عالم کو بنانا چاہا تو اپنے حکم وکلام (کلمہ کن) سے بغیر کسی مادہ یا اسباب خارجی کے عالم پیدا کیا اور اس کے کلمہ کن نے عالم اجسام میں ظہور کیا۔ یعنی اس کا ان میں اثر ظاہر ہوا۔ یوحنا کے اس قول میں جو کلام کو خدا کہا گیا ہے تو اس سے اس کا یہ مقصود نہیں کہ کلام خدا تعالیٰ سے جداگانہ کوئی ذات خاص یا اقنوم ہوکر خدا کہلاتا تھا۔ بلکہ اس میں اس نے خدا کی ذاتی صفت کلام کو جس کا وجود خدا سے علیحدہ نہیں بطور مبالغہ خدا کہہ دیا ہے۔ جیسے عادل زید کو اس کی کمال عدالت کے سبب زید عدل یعنی زید سراپا عدالت ہے۔ کہہ دیتے ہیں اور ایسا ہی یوحنا نے اپنے پہلے خط کے باب اوّل آیت:۵ میں خدا کو نور کہا ہے اور باب:۴ آیت:۸،۱۶ میں خدا کو محبت کہا ہے۔ باوجودیکہ ان ہی آیات میں محبت کو بندوں کی صفت قرار دیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح نے یوحنا کے اس قول کو اور اس کے ساتھ اس کے ان اقوال کو جو اس کتاب کے آیت:۱۴ میں اس نے کہے ہیں کہ کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کے ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ رسالہ تنقیح ص۱۲۵ میں نقل کر کے اس کے جواب میں بضمن دفعہ اوّل کہا ہے۔ تمام گزشتہ بحث سے تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انجیل میں کوئی بھی ایسی آیت یا فقرہ نہیں جس سے کسی طرح بھی گمان الوہیت (یعنی مسیح) کی تائید ہو سکے۔ ہر جگہ نفی الوہیت ثابت ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ آیت بھی کل انجیل کے منشاء کے مطابق ہو نہ کہ مخالف اور ہم کو چاہئے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اپنی نظر تمام انجیل پر رکھیں۔

۲...... یہ دیکھنا چاہئے کہ مقدس یوحنا نے خود اپنی انجیل نویسی کے بارے میں کیا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں کہ انہوں نے انجیل کس منشاء کے لئے لکھی ہے۔ ان کا مقصود کیا تھا۔ اس انجیل کے اخیر میں وہ فرماتے ہیں۔ یہ لکھی گئی تاکہ ایمان لاؤ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا

بیٹا ہے اور تاکہ تم ایمان لا کے اس کے نام سے زندگی پاؤ۔ یوحنا انجام میں یہ تو نہیں فرماتے کہ واقعات انجیل لکھی گئی کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع مسیح خدا ہے یا وہ تثلیث کا اقنوم ثانی الوہیت میں خدا کے برابر ہے بلکہ یہ کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پھر وہ یوں کہتے کہ تم اس کی الوہیت پر ایمان لا کے زندگی پاؤ۔ بلکہ زندگی کا باعث اس کی ابنیت ومسیحیت پر ایمان لانا ٹھہرایا۔ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ اگر مقدس یوحنا اپنی کتاب کے آغاز ہی میں یسوع کو خدا کہتے تو کتاب کے انجام میں ایک ضعیف نتیجہ نکال لیتے کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پس ہم کو لازم ہوا کہ ہم دیباچہ کی کوئی ایسی تفسیر کریں جو کل منشاء انجیل اور مقدس رسول کی ارادی اور انجام کتاب کے موافق ہو نہ کہ اس کے صریح مخالف۔ بزرگ ٹرتولیں فرماتے ہیں کہ مقدس یوحنا کی شرح ایسی کرنی چاہئے جو موافق اس سب کے نہ مخالف اس سب کے ہو جو اس نے دوسری جگہوں میں لکھا ہے یا جو عین مخالف معنی الفاظ کے ہو۔ کیا اس انجیل باب:۱۴ آیت:۲۸ میں یہ نہیں لکھا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ ہمارے مخاطب اپنے عقیدہ کے موافق اس آیت کی تفسیر کبھی کر سکیں۔ یہ آیت قطعی ہے۔ اس کا مفہوم ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ جب تک اس انجیل کے دل میں یہ آیت باقی ہے۔ اس انجیل کے دیباچہ سے الوہیت مسیح ثابت نہ ہوگی۔

۳...... اگر مقدس رسول کو منظور ہوتا کہ وہ یسوع کو خدا کہیں تو وہ یوں صاف کیوں نہ کہہ دیتے۔ کیا ضرور تھا کہ وہ ایسے صاف مسئلہ کو جس کے اظہار پر اتنا ناسیس قادر ہوں اپنی انجیل میں بیان نہ کر کے کسی الجھی ہوئی عبارت میں چھپاتے اور ہر جگہ اس کو ابن آدم وبیٹا وخدا کا بیٹا اور مسیح کہہ کے اس کے منہ کے یہ واضح الفاظ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ مرقوم کرتے اور انجام میں اپنی کتاب کا حاصل ولب لباب یہ بتلاتے کہ یہ سب کچھ لکھا گیا کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

۴...... ہم نہیں سمجھتے کہ اس آیت سے کیونکر الوہیت مسیح اخذ کی جاسکتی۔ اس میں یہ تو نہیں لکھا کہ ابتداء میں مسیح تھا اور مسیح خدا کے ساتھ تھا بلکہ یہ لکھا ہے ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور راستی سے بھرپور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ پس مسیح خدا نہ تھا خدا اس کلام کو کہا مسیح جس کا ظہور ہے۔ کلام نے جسم مسیح میں ظہور پکڑا۔ پھر دیکھنا چاہئے کہ اخیر فقرہ

میں یہ کہا ہے۔ وہ ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا۔ یہ نہیں کہا جیسا خدا کا اور یہی اقرار اس انجیل کے اختتام میں بھی آیا جو کل انجیل کا لب لباب ہے۔ پس نفی الوہیت مسیح اس انجیل کے آغاز وانجام کا مآل ہوا۔

۵...... اس دیباچہ کے آخر آیت میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر نفی ہو جاتی ہے۔ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اس نے بتلا دیا۔ اب اگر دراصل مسیح خدا تھا تو مسیح کے دیکھنے والوں نے بالضرور خدا کو پوری طرح دیکھا اور یہ غلط ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ مگر مسیح خدا نہ تھا۔ اس لئے خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سچ ہے!

۶...... ایک اور بات بھی ہمارے بھائیوں کے غور کے قابل ہے۔ لکھا ہے ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر بفرض محال تثلیثی معنی اس آیت کے درست ہوں یعنی مسیح کلام وخدا ہے اور الوہیت کا دوسرا اقنوم تو بھی کلیسیا کے عقیدہ تثلیث کی پوری تردید اس جملہ سے بھی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا، ہو جاتی ہے۔ اس سے ہر تیسرے اقنوم کی نفی ہوتی ہے اور خدا میں تثلیث نہیں بلکہ تثنیہ ماننا چاہئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر الوہیت میں کوئی تیسرا اقنوم ہے تو پھر یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ نہ تھا بلکہ اور یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھی۔ پس اس آیت کے تثلیثی معنی سے انکار کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی سے زیادہ وجوہ ہیں۔ ہم نے ثابت کیا کہ وہ عقیدہ نہ صرف انجیل کے منشاء کے خلاف ہے بلکہ مقدس رسول کے ارادہ وبدعا اور ان کے ہر قول کے خلاف ہے۔ چاہئے کہ ہم جلد اس عقیدہ سے دست بردار ہوں۔

پھر دفعہ دوم میں اس آیت کے صحیح معنی بیان کئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول یوحنا نے اس مقام میں لفظ لوگس جس کا ترجمہ کلام کہا گیا ہے استعمال کیا ہے اور اس لفظ لوگس کا ترجمہ کلام بھی ہوا ہے۔ عقل، علم، حکمت وقدرت بھی ہوا ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ ظہور کیا ہے۔

پھر یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا اس آیت میں لوگس کسی شخص ہستی کو کہا ہے یا محض بطور استعارہ یہ نام کسی صفت الٰہی کو دیا ہے۔ علماء تثلیثی کو بھی اس سے انکار نہیں ہے کہ مجرد کلام سے غیر شخصی صفت الٰہی مراد ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں اخیر جملہ کے درست ترجمہ میں اختلاف ہے۔ اس جملہ کے دو ترجمہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہی مروجہ ترجمہ کلام خدا تھا۔ (۲) خدا کلام تھا چنانچہ

لوتھر اور وکلف نے یہی ترجمہ کیا ہے اور ڈاکٹر کیمبل کہتے ہیں کہ پرانی انگریزی ترجمہ میں جو ہنری ہشتم کے زمانہ میں رائج تھا یہی ترجمہ تھا۔ ڈاکٹر ایڈم کلارک دونوں ترجمہ قبول کرتے ہیں۔ خدا کلام تھا اس کے ہم معنی آیات انجیل میں ہیں۔ مثلاً خدا نور ہے۔ خدا محبت ہے۔

(یوحنا باب:۱،۴ آیت:۵،۱۶)

اور پھر ہم نے خاص کر یہ ثابت کیا ہے کہ کلیسیا کا عقیدہ اس آیت سے مطلق تائید حاصل نہیں کرسکتا۔ اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ جو بعض علماء جو علماء تثلیثی کے درمیان مستند اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں اس آیت کو الوہیت مسیح کے ثبوت میں بالکل غیر کافی سمجھتے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ لوگس کلام کو مجازی طور سے خدا (θεος) کہا۔ یہ لوگ یونانی عبارت پر زور دیتے ہیں۔ ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا (τον θεος) معہ حروف تعریف) کے ساتھ تھا اور کلام خدا (θεος) بغیر حرف تعریف تھا۔ یہی ابتداء میں خدا (τον θεος) (معہ حرف تعریف) کے ساتھ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ترجموں میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہوسکتی۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لفظ خدا کے لئے آیا وہی کلام کے لئے آیا۔ حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی لفظ نہیں کلام کو صرف (θεος) کہا ہے۔ (یعنی بغیر حرف تعریف) اور خدا کو (τον θεος) بحرف تعریف پہلا لفظ بغیر حرف تعریف عام ہے اور اس کے معنی ایک خدا کے نہیں ہیں۔ اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسرے کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فریڈرک شلیوسنر لغت عہد جدید میں تسطیر فرماتے ہیں۔ مجازاً لوگس (θεος) خدا کے معنی ہیں۔ وہ جو باعتبار و بحکم خدا عمل کرتا ہے وہ جو زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اس طرح حاکموں اور قاضیوں کو خدا کہا ہے۔ (یوحنا باب:۱۰ آیت:۳۴،۳۵، معہ زبور باب:۲ آیت:۶، وخروج باب:۲۲ آیت:۲۸، زبور باب:۹۷ آیت:۹) اور نیز فرشتوں اور بادشاہوں کو (اقر باب:۸ آیت:۵، خروج باب:۷ آیت:۱) برخلاف اس کے (τον θεος) یعنی لوگس معہ حرف تعریف کے خاص ہے اور سوائے باپ کے کبھی کسی دوسرے کے لئے مستعمل نہیں ہوسکتا۔ (رسالہ تنقیح ص۴۰)

پہلی اور دوسری آیت میں دونوں جگہ یہ امر نگاہ رکھا گیا ہے۔ کلام جس کے ساتھ تھا اس کو دونوں جگہ (τον θεος) معہ حرف تعریف سے کہا۔ مگر ان دونوں

مقاموں کے عین درمیان ہے۔ کلام کو صرف (θεος) لوگس کہا بلاصرف تعریف محض بلاوجہ اور بلاارادہ ایسا بھاری امتیاز الفاظ مقدس رسول نہیں فرماتے۔

پھر ص۱۲۱، ۱۳۲ میں اس کی تائید مستند علماء، تثلیثی کے اقوال کو نقل کر کے ص۱۳۳ میں کہا ہے۔ (۲) ہم کلام کو کوئی شخصی ہستی ماننا ضروری نہیں سمجھتے۔ مقدس یوحنا نے صفات الٰہی مثل حکمت وقدرت کا جس کا ظہور خلقت کائنات میں ہوا۔ بطور استعارہ ذات سے علیحدہ تصور کر کے اس کو لوگس کہا۔ اس دیباچہ میں بہت سے اصطلاحات مثل کلام، نور، تاریکی، فضل، اکلوتا، راستی، زندگی، وبھرپوری وغیرہ آئے ہیں۔ یہ جملہ اصطلاحی الفاظ اس وقت کے افلاطونی فلسفہ کی طرف اشارہ کر کے ان کی تردید کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اگر انجیل میں مسیح کی الوہیت کی تعلیم واضح طور پر ہوتی تو اس دیباچہ کی تثلیثی شرح کرنے کے لئے کوئی آڑ ملتی۔ مگر جب تمام انجیل الوہیت مسیح کے خیال سے خالی ہے اور اس میں عبودیت مسیح اور وحدت الٰہی کی تعلیم اس کثرت سے ہے تو لازم ہوا کہ اس کلام کی تفسیر بھی مطابق کل نتیجہ انجیل کے کی جاوے۔

مقدس یوحنا نے کبھی مسیح کو خدا نہیں کہا۔ اگر وہ مسیح کو خدا مانتے تو اس کے اظہار کے لئے ان کے پاس الفاظ کی کمی نہ تھی۔ پھر کہا ہے۔ لوگس کے معنی کلام وحکمت وقدرت سب موزوں ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی نیا خیال نہیں۔ پرانے عہدنامہ میں بھی اس کا مذکور ہے۔ امثا باب:۸ میں حکمت کو ازراہ استعارہ ایک شخص کر کے خطاب کیا ہے۔ حکمت کہتی ہے جس وقت خدا نے زمین کی نیویں ڈالیں اس وقت پروردہ کی مانند اس کے ساتھ تھی۔ (امثا باب:۸ آیت:۲۹، ۳۰) خداوند نے حکمت سے زمین کی بنیاد ڈالی اور عقلمندی سے آسمان کو راستہ کیا۔ (امثا باب:۳ آیت:۱۹) اور (دیکھو حکمت سلیمان باب:۱۱، ۱۸ آیت:۱، ۲، ۱۵، عبر باب:۱۱ آیت:۳) میں ہے۔ عالم خدا کی کلام سے بن گئے۔ پطرس باب:۳ آیت:۵ میں ہے۔ خدا کی کلام سے آسمان مدت سے ہیں۔ جیسا یہاں الٰہی صفات کلام وحکمت وقدرت کو مجازاً بطور شخص کے بیان کیا۔ اس دیباچہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ چونکہ حکمت وغیرہ صفات ایسی ہیں۔ مجازاً ان کو خدا کہا۔ پس یہ کہنا کہ کلام خدا سے جدا حقیقی شخص یا اقنوم ہے غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح کہہ سکتے ہیں خدا محبت ہے یا خدا نور ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ خدا حکمت یا کلام ہے۔ آیت:۳ میں جو لکھا ہے سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں اور کوئی چیز موجود نہ ہوئی جو بغیر

اس کے ہوئی۔ اس کا مرجع نہ صرف کلام بلکہ خدا بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آیت:۳ میں بھی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ خدا اسم قریب ترین ہے۔ آیت:۱۴اورلوگس (کلام) مجسم ہوا۔ گوشت یا جسم بنا درست لفظی ترجمہ ہے۔ اس کا مدعا بجز اس کے کہ لوگس کا جسم مسیح میں ظہور ہوا۔ یعنی مسیح مظہر لوگس الٰہی ہے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب یہاں اگر لوگس کے معنی قدرت یا حکمت کے ہوں تو وہ مقدس پولوس کے اس کلام کے ہم معنی ہوگا۔ مسیح خدا کی قدرت اور حکمت ہے۔ (اقرباب:۱ آیت:۲۴) اور فضل اور راستی سے بھرپور ہوکر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال یہ مسیح کی تعریف ہے۔ جس سے اس کی الٰہیت نہ کہ الوہیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسیح ہمارے بیچ خدا کا ظہور ہوکر رہا اور جس طرح اسرائیل کے لئے خیمہ یا عہد کا صندوق خدا کی حضوری تھی۔ (زبور باب:۷۸ آیت:۶۰،۶۱) ہمارے لئے مسیح خدا کا خیمہ اس کی حضوری اور اس کا ظہور ہے۔ کیونکہ وہ عمانوائیل خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم خدا کی ہیکل ہو اور خدا کی روح تم میں بستی ہے۔ (اقرباب:۳ آیت:۱۶) کتنا زیادہ مسیح خدا کی ہیکل ہے۔ (یوحنا باب:۲ آیت:۱۹) خدا اس میں بستا ہے۔ یقیناً وہ خدا کا خیمہ آدمیوں کے ساتھ ہے۔

ازانجملہ چوتھا مقام (یوحنا باب:۸ آیت:۵۸) میں ہے۔ جس میں مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں۔ جس کو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵؍مئی (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) کی فہرست میں نقل کیا ہے اور اس سے حضرت مسیح کا ازلی ہونا نکالا ہے۔ اہل اسلام اس قول کو حضرت عیسیٰ کا قول تسلیم کریں تو اس کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مخلوق (مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت یا تمام مخلوقات کی نسبت مسیح کا مقدم ہونا ان کو ازلی نہیں بناتا۔ چنانچہ مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ نے اپنے رسالہ ص۸۲،۸۳ میں کہا ہے کہ: ’’مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اس کی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔‘‘ یہ تقدم (پہلے ہونا) ایسا ہے۔ جیسا آنحضرت ﷺ نے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس وقت سے نبی ہوں۔ جب کہ آدم ہنوز اپنے خمیر گل میں تھا۔ اس کا روح جسم سے متعلق نہ ہوا تھا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ: ’’میں پیدائش آدم سے پہلے نبیوں میں لکھا گیا تھا۔‘‘ ایسے ہی اس قول مسیح کے معنی ہوسکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم سے پہلے وہ خدا کے علم وارادہ میں موجود تھے۔ مؤلف رسالہ مسیح ابن

اللہ نے چونکہ اس امر کو مانتا تھا۔ لہٰذا اس قول مسیح سے الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے نہ مسیح کے تقدم سے بلکہ مسیح کے اس لفظ سے کہ میں ہوں، استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ: ’’لفظ میں صرف ہستی کا ذکر ہے۔ نہ اس کے شروع کا ذکر ہے۔ نہ انجام کا۔ لہٰذا یہ لفظ مسیح کے ازلی ابدی ہونے کی خبر دیتا ہے اور یہ وہی لفظ ہے جو خدائے قادر مطلق نے اپنے حق میں موسیٰ اور اسرائیلیوں کے خطاب میں کہا تھا کہ میں وہ ہوں جو ہوں اور کوہ ہوریب کی جلنے والی جھاڑی میں کہا تھا کہ میں ہوں۔ اس کا جواب انہیں کے بھائی مسٹر اکبر مسیح نے رسالہ تنقیح میں یہ دیا ہے کہ گو یہ لفظ وہی ہے مگر چونکہ اس کا متکلم ایک مخلوق اور حادث ذات ہے۔ لہٰذا اس کے معنی وہ نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے (جو قدیم اور قائم بالذات ہے) لفظ مذکور کے ہیں۔

پھر اس دعویٰ کو لغت یونانی اور بائبل سے ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح ص۴۷ میں کہا ہے اس بحث کا ہر پہلو ایک عظیم غلطی پر مبنی ہے نہ تو مسیح نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جو اس کی ہستی کی ازلیت وابدیت پر دلالت کرے۔ نہ اس نے آپ کو میں ہوں جو میں ہوں کہا۔ جو کچھ تاویل یونیٹیرین کرتے ہیں اسی کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح اس قول سے اس سے زیادہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ مسیح اپنی پیدائش جسمانی سے بہت پہلے بھی موجود تھا۔ ہاں! وہ ابراہام سے پہلے تھا یا یوں کہو کہ وہ تمام خلقت کا پہلوٹا ہے۔ مگر اس سے تو ازلیت یا الوہیت نہیں ثابت ہوسکتی۔ اس کا تو آپ کو بھی اقرار ہے کہ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اس کی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔ (مسیح ابن اللہ ص۸۲،۸۳)

یہ اعتراض کہ جو لفظ ابراہام کی ہستی کے ساتھ کہا وہی مسیح نے اپنی ہستی کے ساتھ کیوں نہ کہا۔ بہت سبک ہے۔ ابراہام کی ہستی زمانہ ماضی میں محدود ہوچکی تھی۔ مسیح کی ہستی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ حال تک جاری تھی اور ان دو مختلف صورتوں کا ایک ہی ماضی سے اظہار کرنا کیا ضروری تھا۔ اس لئے مسیح نے ابراہام کے لئے ماضی اور محاورہ یونانی کے مطابق اپنے لئے دوسرا موضوع لفظ استعمال کیا۔ ڈاکٹر ونیز جس نے انجیل کی مستند گرامر (صرف نحو) لکھی ہے۔ اس آیت کی نسبت لکھتا ہے۔ بعض اوقات صیغہ حال میں ماضی شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب ایک فعل ایسی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو کسی قبل کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ مگر اب تک جاری ہے۔ یعنی وہ اس حالت کے کل دوران پر حاوی ہوتا ہے۔

اس صورت کی مثال میں یہی آیت پیش کی گئی ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں ہے۔ وہ ([illegible]) ہے یہ لفظ اور مقامات میں آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا: اے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں ([illegible]) اور تو نے مجھے نہ جانا۔ (یوحنا باب:۱۴ آیت:۵)

یہاں ہوں رہتا آیا ہوں کے معنی ادا کرتا ہے۔ جس میں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح ہم آیت متنازعہ کے معنی بھی یہی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم اور ملزوم ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ صیغہ حال میں ہوں کے اوپر اس قدر کیوں زور دیا جاتا ہے۔ جب کہ یونانی میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوا کرتا ہے۔ انجیل میں اور خصوصاً یوحنا کی انجیل میں تو ایسی بہت مثالیں ہیں۔ (یوحنا باب:۵ آیت:۱۳،۱۵، باب:۶ آیت:۲۴،۲۵، باب:۱۰ آیت:۹، باب:۱۴ آیت:۹، باب:۱۵ آیت:۲۷، باب:۲۰ آیت:۱۴، باب:۲۱ آیت ۴،۱۲) پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا یہ ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام پیدا ہوا میں تھا۔ بہت درست صحیح ہے جس کو بہت سے مستند علماء تثلیثی نے بھی قبول کیا ہے۔ افسوس کہ اس میں ہوں یا میں تھا کو ہوریب والا۔ میں وہ ہوں جو میں ہوں۔ ناکامی کے ساتھ بنایا جاتا ہے تاکہ مسیح کو یہوداہ قدوس کہا جاوے۔ ذرا مان لو کہ دراصل مسیح کی مراد میں ہوں سے یہوداہ تھی اور دیکھو کہ مسیح کا قول کیسا مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ میں ہوں۔ بنجاوے گا۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ یہوداہ یعنی بجائے مسیح کے ابراہام یہوداہ ہو جاتا ہے۔ میں ہوں کا استعمال تو بہت عام ہے۔ اگر اس کو یہوداہ کا مترادف سمجھنے لگیں تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی باب کی آیت:۲۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں تو تم اپنے گناہوں میں مرو گے۔ آیت:۲۸ جب تم ابن آدم کو اونچے پر چڑھاؤ گے۔ تب تم جانو گے کہ میں ہوں اور اس میں ہوں کے ساتھ مسیح یہوداہ ہونے کا نہیں بلکہ اپنی عبودیت کا یوں اقرار کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ مگر جو باپ نے مجھے سکھلایا اور دیکھو اس نے انہیں کہا۔ میں ہوں ڈرومت۔ (یوحنا باب:۶ آیت:۲۰، باب:۱۸ آیت:۴-۸) میں میں ہوں۔ اگر یہوداہ کا نام ہے تو افسوس کہ اس جنم کے اندھے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ

اپنی زبان سے نکالا۔ جب اس نے ان لوگوں کے جواب میں جو اس کی صحت تشخیص پر شک کرتے تھے۔ کہا میں ہوں۔ (یوحنا باب:۹ آیت:۹) ہاں! اگر میں ہوں۔ یہوداہ کا خطاب ہے تو جھوٹے مسیح جن کی نسبت ہمارے خداوند نے فرمایا کہ وہ کہیں گے میں ہوں۔ (مرقس باب:۱۳ آیت:۱۶، لوقا باب:۲۱ آیت:۸) دعویٰ الوہیت کریں گے۔

یہ کہ اس آیت میں نہ تو مسیح نے اپنی ازلی وابدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ آپ کو ہوریب والا میں ہوں جو میں ہوں بنایا۔ خود علماء تثلیثی کی شہادت سے ثابت ہے۔ پادری پیٹرڈیوڈسن صاحب اپنے رسالہ Opinions Concerning Christ باب:۳ فصل:۲ دفعہ:۳ میں کہتے ہیں کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں ہے کہ اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مسیح میں ہوں، تھا۔ مگر بعض تثلیثی مفسرین ان الفاظ کے معنی کو اس حد تک کھینچ لے جانے پر راضی نہیں ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا مفہوم گویا یہی ہے کہ پیشتر اس کے ابراہام تھا۔ میں تھا یہ تو بہرحال ثابت ہوگیا کہ مسیح نے نہ ازلیت کا دعویٰ کیا اور نہ آپ کو یہوداہ کہا۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ اس نے برخلاف اس کے اپنی اسی تقریر میں اسی باب میں اپنی انسانیت کا بہت صاف اقرار کیا۔ وہ ان یہودیوں سے کہتا ہے۔ تم مجھے قتل کیا چاہتے ہو۔ جو ایسا شخص (آدمی) ہے کہ حق بات جو میں نے خدا سے سنی تمہیں کہی۔ (یوحنا باب:۸ آیت:۴۰)

مگر چونکہ یہ لکھا ہے کہ جب یسوع نے ان سے کہا۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوا۔ میں ہوں۔ تب انہوں نے پتھر اٹھائے کہ اسے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پوشیدہ یا۔ مؤلف مسیح ابن اللہ کہتا ہے۔ دیکھئے یہودیوں نے ایسے بیان کا اصلی مطلب سمجھا اور وہ دعویٰ جو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہچانا۔ مگر اپنے ذاتی تعصب اور غضب سے پتھر اٹھائے کہ اسے ماریں۔ (حاشیہ ۸۵) کیا ہم ان دشمن یہودیوں کے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے ہمارے خداوند پر پتھر اٹھا کر ہم کو اس کی الوہیت کا ثبوت دیا۔ ہمارے مخاطب سمجھتے ہیں کہ یہودی مسیح کو مارنے کا قصد ہمیشہ اس کے دعویٰ الوہیت ہی کو سن کر کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔

یہودیوں نے مسیح سے حقارت اور غصہ سے پوچھا تھا۔ کیا تو ہمارے باپ ابراہام سے بزرگ تر ہے۔ (آیت:۵۲) وہ ناصرت کے نبی کو ابراہام سے بزرگ ماننا ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ وہ جلتے تھے رشک کھاتے تھے۔ ان کے نزدیک ابراہام سب سے بزرگ تھا۔ ان کو صرف یہ سننا کہ مسیح ابراہام سے بزرگ تر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسیح کو سنگسار کرنے کے لئے کافی

سے زیادہ تھا۔ وہ ایسے تعصب میں غرق تھے کہ مسیح نے اس وقت ان کے درمیان زیادہ کلام کرنا مناسب نہ جانا۔ مسیح کے ایام میں ایسا کئی مرتبہ ظہور میں آیا۔ جب ناصرت کے عبادت خانہ میں مسیح نے وعظ کیا تو یہودی اس کی باتوں کو سنتے ہی غصہ سے بھر گئے اور اسے پہاڑی کی چوٹی پر لے چلے کہ اسے سر کے بل گرادیں۔ (لوقا باب:۴ آیت:۲۹،۲۸) جب مسیح نے سبت کے روز ایک مفلوج کو چنگا کیا تو یہودیوں نے یسوع کو ستایا اور اس کے قتل کی گھات میں لگے۔ کیونکہ اس نے یہ کام سبت کے روز کیا۔ (یوحنا باب:۵ آیت:۱۶) یہودی اس بات سے اندیشناک تھے کہ خلقت مسیح کے پیچھے ہوئی جاتی ہے۔ وہ کہتے تھے ہم کیا کریں کہ یہ مرد بہت معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لاویں گے۔ بہتر ہے کہ ایک آدمی قوم کے بدلے مرے۔ نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔ (یوحنا باب:۱۱ آیت:۴۷،۵۰)

پس او نگتے کو ٹھیلتے کا بہانا ان کے پتھر اٹھانے یا قتل کرنے کے منصوبوں کے بھلی چلائی۔ حضرت داؤد کا قول مسیح کے حق میں پورا ہو چکا۔ انہوں نے کینہ کی باتوں سے مجھ کو گھیر لیا۔ وہ بے سبب مجھ سے لڑتے ہیں، رسالہ تنقیح ص۴۳ میں جو مسٹر اکبر مسیح نے کہا ہے اس کا خلاصہ ہے کہ یہودیوں نے مسیح کی کلام کے صحیح معنی سمجھ کر ان کو مدعی الوہیت نہیں جانا تھا۔ بکہ پتھر اٹھانے کے لئے انہوں نے ایک بہانہ بنالیا تھا کہ یہ مدعی الوہیت ہے۔

ازانجملہ پانچواں مقام (یوحنا باب:۱۷ آیت:۵) ہے جس کا یہ بیان ہے اور اے باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ بزرگی دے جس کو ڈپٹی آتھم فہرست ۲۵ رمئی میں نقل کیا ہے۔ اور اس کے اس لفظ سے کہ دنیا سے پیشتر جلال رکھتا تھا۔ مسیح کی ازلیت نکالی ہے۔

مگر یہ ڈپٹی آتھم کی صرف غلط فہمی ہے۔ صرف دنیا سے پیشتر ہونا ازلیت ثابت نہیں کرتا۔ ازلیت وہ ہے جس کی کوئی ابتداء نہ ہو جو اس مقام میں مفقود ہے بلکہ اس آیت کے مابعد کی آیات ثابت کر رہی ہیں کہ یہ جلال اور جو کچھ مسیح کو دیا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے دیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کو دی جاتی ہے۔ وہ حادث ہوتی ہے اور غیر ذاتی نہ قدیم وازلی۔ اس آیت کے بعد آیت:۶ وغیرہ میں یوں کہا ہے۔

۶...... میں نے تیرے نام کو ان آدمیوں پر جنہیں تو نے دنیا میں سے مجھے دیا۔ ظاہر کیا ہے۔ وے تیرے تھے اور تو نے انہیں مجھے دیا ہے۔

۷...... اور انہوں نے تیری کلام پر عمل کیا ہے۔ اب انہوں نے جانا ہے کہ سب چیزیں جو تو نے مجھے دیں تیری طرف سے ہیں۔

۱۰...... اور سب میری تیری ہیں اور تیری میری ہیں اور میں ان سے بزرگی پاتا ہوں۔

۱۱...... میں دنیا میں آگے نہ رہوں گا پر دے دنیا میں ہیں اور میں تجھ پاس آتا ہوں۔ اے قدوس باپ اپنے ہی نام سے انہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا حفاظت سے رکھ تا کہ وے ہماری طرح ایک ہو جائیں۔

۱۲...... جب تک کہ میں ان کے ساتھ دنیا میں تھا تب تک میں نے تیرے نام سے ان کی حفاظت کی۔ بلکہ جنہیں مجھے دیا ہے میں نے ان کے نگہبانی کی اور کوئی ان میں سے سوائے ہلاکت کے فرزند کے ہلاک نہیں ہوا تا کہ نوشتہ پورا ہوا۔

۱۸...... جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھیجا میں نے بھی انہیں دنیا میں بھیجا ہے۔

۱۹...... اور ان کے واسطے میں اپنی تصدیق کرتا ہوں تا کہ وے بھی سچائی سے مقدس ہوں۔

۲۰...... میں صرف انہیں کے لئے نہیں بلکہ ان کے لئے بھی جو ان کی کلام سے مجھ پر ایمان لاویں گے۔ عرض کرتا ہوں۔

۲۱...... تا کہ وے سب ایک ہوویں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور میں تجھ میں کہ وے بھی ہم میں ایک ہوں تا کہ دنیا ایمان لاوے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔

۲۲...... اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے میں نے انہیں دیا ہے تا کہ وے ایک ہوں۔ جس طرح سے کہ ہم ایک ہیں۔

۲۳...... میں ان میں اور تو مجھ میں تا کہ وہی ایک ہو کے کامل ہوویں اور کہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور جس طرح کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے تو نے انہیں بھی پیار کیا ہے۔

۲۴...... اے باپ میں چاہتا ہوں کہ وے بھی جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے۔ جہاں میں ہوں میرے ساتھ ہوویں تا کہ وے میرے جلال کو جو تو نے مجھے بخش ہے۔ دیکھیں کیونکہ تو نے مجھے دنیا کی پیدائش سے آگے پیار کیا ہے۔ ان آیات میں جو صفت مسیح نے اپنے لئے تجویز کی ہے۔ اس کو خدا کی طرف سے اور اس کی دی ہوئی صفت کہا ہے اور اس میں اپنے پیروان کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ایسی صفت کوئی بیان نہیں ہوئی جو ازلی ہو اور مسیح کے ذاتی جس میں کوئی اور مخلوق مسیح کا شریک نہ ہو۔

ازانجملہ چھٹا مقام (یوحنا باب:۱ آیت:۳،۱۰) جس میں یہ بیان ہے سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں۔کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی۔ وہ جہان میں تھا اور جہان اسی سے موجود ہوا اور جہان نے اسے نہ جانا۔

اور ساتواں مقام (عبرانی باب:۱ آیت:۲،۳) ہے۔ جس میں یہ بیان ہے۔ ان آخری دنوں تم سے بیٹے کے وسیلہ سے بولا جس نے اس کو ساری چیزوں کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اس نے عالم بنائی وہ اس کے جلال کی رونق ہے اور اس کی ماہیت کا نقش ہو کے سب کچھ اپنی ہی قدرت کی کلام سے سنبھال لیتا ہے۔

اور آٹھواں مقام (قلسی باب:۱ آیت:۱۵،۱۶،۱۷) ہے جس میں یہ بیان ہے جو ان دیکھے خدا کی صورت ہے۔ وہ ساری خلقت کا پلوٹھا۔ کیونکہ اسی سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں اور دیکھی اور ان دیکھی کیا تخت کیا حکومتیں کیا ریاستیں کیا مختاریاں پیدا کی گئی ہیں۔ ساری چیزیں اسی سے اور اس کے لئے پیدا ہوئیں اور وہ سب کے آگے ہے اور اسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

اور نواں مقام (افسی باب:۳ آیت:۵) ہے جس میں یہ بیان ہے کہ خدا نے سب کچھ یسوع مسیح سے پیدا کیا۔

ان چار مقاموں کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۵؍مئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) کی فہرست میں نقل کیا ہے اور ان سے مسیح کا خالق مخلوقات اور محافظ کل ہستی ہونا نکالا ہے۔ مگر ان مقامات سے مسیح کی خالق اور محافظ ہستی ہونا نکالنا عبداللہ آتھم ہی کا کام ہے جو پیرانہ سالی کے سبب مختل الحواس ہو رہا ہے۔

ان مقامات سے تو مسیح کے خالق ہونے کی نفی نکلتی ہے۔ نہ اثبات پہلے مقام (یوحنا باب:۱ آیت۳،۱۰) میں اولاً آیت:۳ میں گو مجملاً کہا گیا ہے کہ اس سے سب چیزیں موجود ہوئیں۔ مگر اخیر آیت میں صاف تصریح سے کہا گیا کہ وہ جہاں میں یعنی مخلوقات میں تھا اور وہ منجملہ مخلوقات جہاں ایک مخلوق تھا۔ مگر ایسا مخلوق کہ اور مخلوقات کا مبداء تھا۔ کیونکہ اور جہاں اسی سے ہوا۔ یعنی اس کے بعد سلسلہ مخلوقات اسی سے چلا جس کو مصنف کتاب مذکور یوحنا نے اپنے مکاشفات باب:۳ آیت:۱۴ میں یوں تشریح کر کے ادا کیا کہ وہ خدا کی خلقت کا مبداء ہے اور

تیسرے اور چوتھے مقام (قلسی باب:۱ آیت:۱۵، افسی باب:۳ آیت:۹) میں اس کو صاف اور تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ خلقت کا پہلوٹا ہے اور خدا نے مسیح سے سب کچھ پیدا کیا۔

پھر ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ان مقامات سے مسیح کی خالقیت نکالنا مختل الحواسی نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت مسیح کی نسبت عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ مبدء خلق ہیں۔ ایسا ہے جیسا بعض اہل اسلام نے آنحضرت ﷺ کی نسبت کہا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی کا نور خدا نے پیدا کیا تھا۔ پھر اسی سے سارا جہان پیدا ہوا۔ جس سے کوئی شخص آنحضرت ﷺ کا خالق ہونا نہیں نکال سکتا۔ پھر ایسے ہی دعویٰ سے جو مسیح کی نسبت ہوا ہے۔ اس کا خالق ہونا کیونکر نکالا جاسکتا ہے۔

اس تیسرے مقام میں جو مسیح کی نسبت یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ساری چیزیں اسی کے لئے پیدا ہوئیں۔ یہ ایسا ہی دعویٰ بعض اہل اسلام نے آنحضرت ﷺ کی نسبت کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ''**لولاک لما خلقت الافلاک ولولاک لما خلقت الدنیا**'' یعنی اگر میں تم کو اے رسول پیدا نہ کرتا تو آسمان اور دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس پھر اگر دعویٰ سے مسیح کی خالقیت ثابت ہوتی ہے تو اس کے پہلے مستحق آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس مقام سوم میں جو کہا گیا ہے کہ اسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔ یہ اس بناء پر دعویٰ کیا گیا ہے کہ مسیح مبدء ومادہ عالم ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی مبدء کی فرع باقی ہے۔ گویا وہ چیز باقی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت ہونا نہیں آتا کہ مبدء اس چیز کی علت فاعلی ہے۔ پس اگر مسیح کو مبدء عالم فرض کیا جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عالم کا محافظ وقیم اور اس کے وجود کی علت فاعلی ہے۔ اس عالم کا محافظ وقیم ومفیض الوجود تو وہی ذات واجب الوجود ہے۔ جس نے اس عالم اور اس کے مبداء کو پیدا کیا ہے۔

اب رہا دوسرا مقام (عبرانی باب:۱۲ آیت:۲،۳) سو وہ یہی مسیح کے خالق ہونے کی نفی کرتا ہے نہ اثبات۔ اس میں بھی صاف تصریح ہے کہ خدا نے مسیح کے وسیلہ سے عالم بنائی مسٹر عبداللہ آتھم نے آنکھ بند کر کے اس مقام سے مسیح کا خالق ہونا نکالا ہے اور لفظ خدا اور لفظ وسیلہ کو اس کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند

اس مقام دوم میں جو مسیح کو خدا کی ماہیت کا نقش کہا گیا ہے اور مقام سوم میں خدا کی ان دیکھی صورت۔ اس کو اگرچہ مسیح کی خالقیت سے کوئی تعلق نہیں تاہم دونوں لفظ بحث کے

لائق ہیں۔ سو اس باب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ صرف مسٹر اکبر مسیح کی تحقیق کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ سے کوئی ناواقف عیسائی یہ نہ سمجھ لے کہ مسیح کی صورت مرئی خدا کی اصل صورت تھی اور اس کی ماہیت (انسانیت) خدا کی ماہیت تھی۔

مسٹر اکبر مسیح رسالہ تنقیح ص۷۳ میں لکھتے ہیں۔ ''ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کو خدا نہیں کہا بلکہ ان دیکھے خدا کی صورت کہا ہے۔ جب خدا کا جوہر ذاتی اور اس کی ماہیت اصلی نادیدنی ہے۔ (اتمط باب:۶ آیت:۱۶) تو کوئی صورت دیدنی خدا کی شبیہ تامہ نہیں ہوسکتی۔ کس طرح بھلا کوئی دیدنی صورت نادیدنی خدا کے برابر ہوسکتی ہے؟ تم ہی بتلاؤ کیا کبھی کوئی صورت اس شئے کے برابر ہوسکتی ہے۔ جس کی وہ صورت ہو کیا تم اپنی تصویر کو اپنے برابر سمجھتے ہو۔ پھر کتنی بڑی نافہمی ہے کہ ان دیکھے خدا کی دیکھی صورت کو بھی خدا کہیں۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ آدم کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (پید باب:۱ آیت:۲۷) کیا نہیں لکھا ہے کہ مرد خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے۔ (اقر باب:۲۱ آیت:۷) سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے۔ (یعقو باب:۳ آیت:۹) تو کیا مسیح خدا کی صورت اور اس کے جلال کی رونق ہونے سے خدا ہو جائے گا۔ خدا کی صورت اور اس کا جلال سب ہیں۔ مگر صورت مختلف درجہ کی ہوتی ہے۔ مسیح خدا کی غایت درجہ پاک ونفیس صورت ہے۔ اس سے بہتر ہمارے گمان میں ممکن نہیں۔ ہاں! وہ خدا کا بہت صاف فوٹوگراف ہے۔ اس لئے جس نے اسے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ مگر یاد رکھو کہ وہ صرف خدا کی صورت ہے۔ خدا نہیں ہے۔

پھر (ص۷۷) میں لکھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے۔ یہ نہیں کہا ہے کہ دونوں شخص برابر یا ایک ہے بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے۔ بعض خاص امور میں ایک دوسرے کی مشابہ ہے۔ کیونکہ دیکھئے بعینہٖ یہی الفاظ آیت:۷ میں یوں آئے ہیں۔ اس نے خادم کی صورت پکڑی۔

ڈاکٹر وہٹے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا کہ مسیح دراصل اور درحقیقت خدا تھا۔ گو کہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں۔ اس نے چار دلیلوں سے یہ امر ثابت کیا ہے اور دلیل دوم میں لکھا ہے کہ یہ قول خدا کی صورت سے ماہیت الٰہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے۔ کچھ زیادہ پائیدار نہیں

ہے۔مسیح دراصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا۔اسی طرح مسیح خدا بھی نہ تھا بلکہ صرف خدا کی صورت تھا اور اپنی جلالی ہستی میں خدا نہیں بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔ کیونکہ خدا کے بعد مسیح کے سوا کسی دوسرے کو یہ درجہ عطاء نہیں ہوا۔''

یہ مسٹر اکبر مسیح نے عیسائی ہونے کی وجہ سے یہ کہا ہے۔مسلمانوں کے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے۔مسلمان بھی اعتقاد آنحضرت ﷺ کی نسبت رکھتے ہیں ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پولوس کے تینوں خطوں عبرانی وافسی وقلسی کے جواب میں جو کچھ ہم نے یا مسٹر اکبر مسیح نے کہا ہے وہ ان خطوط کو الہامی فرض کر لینے کی صورت میں جواب ہے اور اگر ہم ان خطوں کا الہامی ہونا تسلیم نہ کریں تو ہم کو ان جوابات کی جگہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ حضرت پولوس نے جو کہا ہے۔ان کی من گھڑت ہے۔لہٰذا وہ لائق اعتبار نہیں۔

مسٹر اکبر مسیح تو صرف عبرانیوں کے نام نامہ پولوس کو الہامی نہیں مانتے اور اپنے رسالہ کے حاشیہ ص۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔مثل مکاشفات کے ہم اس خط کو بھی رسولی تصنیف نہیں سمجھتے۔بہت سے تثلیثی عالم ہمارے ہم خیال ہیں۔مگر چونکہ یہ خط انجیل میں بھی شامل ہے اور اکثر لوگ اس کو مقدس پولوس کی تحریر سمجھتے ہیں۔لہٰذا اس پر بھی بحث کرنا ضروری ہوا۔اس خط کا مصنف چاہے کوئی ہو۔مگر وہ مسیح کو خدا نہ مانتا تھا۔

اور ہم پولوس کی کسی کلام یا تحریر کو الہامی نہیں مانتے اور اس پر منجملہ دلائل عذیدہ ایک یہ دلیل اسی پولوس کے اقوال ذیل پیش کرتے ہیں۔آپ اپنے نامہ اوّل قرنتیون کے باب:۹ میں فرماتے ہیں۔(۱۹) باوجودیکہ میں سب سے آزاد ہوں۔آپ کو سب کا غلام ٹھہرایا تاکہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں (۲۰) میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا بنا تاکہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں شریعت والوں میں شریعت والا تاکہ شریعت والوں کو نفع میں پاؤں۔(۲۱) اور بے شریعت لوگوں میں بے شریعت سا (ہرچند میں خدا کے نزدیک بے شریعت نہیں ہوا بلکہ مسیح کی شریعت کا تابعدار تھا) تاکہ میں بے شریعت لوگوں کو نفع میں پاؤں۔(۲۲) کمزوروں میں کمزور سا بنا تاکہ کمزوروں کو نفع میں پاؤں۔میں سب آدمیوں کے واسطے سب کچھ بنا تاکہ ہر ایک طرح سے کتنوں کو بچاؤں۔(۲۳) اور میں یہ سب انجیل کے واسطے کرتا ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ اس میں شریک ہوں اور آپ نامہ دوم بنام قرنتیوں

کے باب:۱۱ میں فرماتے ہیں۔ (۱۷) جو کچھ میں کہتا ہوں سو خداوند کے راہ سے نہیں بلکہ بے وقوفی کی راہ سے اور اس استقلال سے جو فخر کے ساتھ ہوتا ہے کہتا ہوں۔ (۱۸) ازبسکہ بہت لوگ جسمانی طور پر فخر کرتے ہیں تو میں بھی فخر کروں گا۔ کیونکہ تم بے وقوفوں کی برداشت خوشی سے کرتے ہو۔ اس لئے کہ آپ عقلمند ہو۔

یہ قول حضرت پولوس کا گویا اس پہلے قول کی شرح ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے جو بے وقوفوں کی بات کی برداشت کرتے ہیں۔ آپ بے وقوف بن گئے تھے۔ اب اگر ہم اس کلام باب:۱۱ آیت:۱۷ کو واقعی اور سچا کلام سمجھیں تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ جو کچھ پولوس نے کہا ہے وہ بے وقوفی کا کلام ہے۔ الہامی نہیں ہے اور اگر ہم اس کلام کو واقعی نہ سمجھیں اور پولوسی پالیسی خیال کریں کہ انہوں نے عقلمند ہوکر اپنے آپ کو بے وقوف ٹھہرایا۔ تو یہ کلام جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ پھر ایسے جھوٹے کی کس بات کا اعتبار رہے۔

اس سے بڑھ کر اور سنو آپ رومیوں کے خط کے باب۳ میں فرماتے ہیں۔ (۱۷) پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اس کے جلال کے لئے ظاہر ہوئی تو مجھ پر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے۔

اور آپ فلپیوں کے نام خط کے باب اوّل کے آیت:۱۸ میں لکھتے ہیں۔ پس کیا ہے ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے۔ خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ یہ اقوال صاف بتاتے ہیں کہ آپ مسیح کے لئے نیک نیتی سے جھوٹ بھی بول لیا کرتے۔ پس ایسے شخص کی بات کا کیا اعتبار رہے اور کیوں جائز نہیں کہ جو کچھ اپنے مسیح کی تعریف میں کہا ہے۔ اس میں جھوٹ ہی سے کام لیا ہوا الہام کا اس میں کچھ بھی دخل نہ ہو۔

ازانجملہ دسواں مقام (عبرانی باب:۱۳ آیت:۸) ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے۔ جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست پرچہ ۲۵؍مئی میں نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ (عبرانی باب:۱ آیت:۸،۱۰،۱۱،۱۲) اور (زبور باب:۱۰۲ آیت:۲۵،۲۶،۲۷) کا حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نکالا ہے کہ مسیح کی ذات لاتبدیل ہے۔ مگر اے حضرات ناظرین یہ پولوس کا خط بنام عبرانیاں ہے۔ جس کا حال ابھی مذکور ہوا۔ ولہٰذا اس کی نسبت کوئی خاص اسلامی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم عیسائیوں کے پاس خاطر سے اس کی نسبت رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے مسیح کی ذات کا لاتبدیل ہونا

ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کے دین اور نیک اخلاق اور ہدایت کا جس کو روحانی بادشاہی کہا گیا ہے۔ کیونکہ (عبرانی باب:۱ آیت:۵،۸) میں جس کا اس خط (عبرانی باب:۱۳ آیت:۸) کی تفصیل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ الٰہی بادشاہی کا ذکر ہے۔ نہ ذات مسیح کا اس کی عبارت یہ ہے۔ (۸) مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ اے خدا تیرا تخت ابد تک ہے۔ راستی کا عصا بادشاہت کا عصا ہے۔ (۹) تو نے راستی سے الفت اور بدی سے عداوت رکھی۔ اسی سبب سے اے خدا تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا۔ (۱۰) اور یہ کہ اے خداوند تو نے ابتداء میں زمین کی نیو ڈالی اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔ وے سب نابود ہو جاویں گے۔ پھر تو باقی ہے اور وے سب پوشاک کی مانند پرانے ہوں گے۔ (۱۲) اور چادر کی طرح تو انہیں لپیٹے گا اور وے بدل جائیں گے پھر تو وہی ہے اور تیرے برس جاتے نہ رہیں گے۔

ان آیات میں سے آیت:۸ صاف بتاتی ہے کہ مسیح کی بادشاہی اور تخت کو ہمیشہ رہنے والا کہا ہے۔ نہ اس کی ذات کو لہٰذا یہ آیت عبداللہ آتھم کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ شاید یہاں یہ سوال ہو کہ ان آیات میں مسیح کو خدا کہا گیا ہے۔ اس قول کا جواب مسٹر اکبر مسیح نے کافی دے دیا ہے۔ اس مقام میں نقل کر دینا کافی ہے۔ آپ اپنے رسالہ کے ص ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ (عبرانیوں کو خط باب:۱ آیت:۸،۹) اس آیت کی یونانی متن ذو معنی ہے اور مترجمین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ولیم شرلاک اپنے رسالہ **Vindication of the Jrinity** (ص۲۰۰) میں فرماتے ہیں کہ جملہ زیر بحث میں لفظ خدا اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے اور منادی بھی ڈاکٹر ارلیسمس کہتا ہے کہ یہ مشتبہ ہے کہ ذیل کے ترجموں میں سے کون سا ترجمہ درست معنی ادا کرتا ہے۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے یا خدا ہی تیرا تخت ہے ابد تک۔ کیونکہ یونانی متن ذو معنی ہے۔ وکلف کا ترجمہ: خدا تیرا تخت ہے ابد تک۔ ٹنڈل کا ترجمہ: خدا تیرا مسند ہوگا ابد تک۔ گریسباخ کے متن کا ترجمہ: خدا ہے تیرا تخت ابد تک۔ روزن ملر کہتا ہے۔ بعض اصل کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ خدا ہے تیرا تخت یعنی تیرے تخت یعنی سلطنت کو خدا ابد تک سنبھالے گا۔ کیونکہ تخت سے اکثر از روئے استعارہ سلطنت مراد ہوتی ہے اور ایک نئے استعارہ سے خدا کو تخت کہا۔ یونکہ وہ اس سلطنت کا موجد اور حامی ہے۔ اسی طریق سے نبی ملہم بسا اوقات خدا کو چٹان اور قلعہ اور اپنی خوشی کہتا ہے۔ یعنی اپنے امن اور خوشی کا موجد۔ یہ رائے درست معلوم

ہوتی ہے۔ کیونکہ (عبرانی باب:۱ آیت:۵، زبور باب:۴۵ آیت:۶) کا اقتباس ہے اور بقول جان کالون ودیگر مفسرین زبور باب:۴۵ یقیناً حضرت سلیمان کی شان میں تصنیف ہوا تھا اور حضرت سلیمان کی نسبت خدائے پاک کا وعدہ ہوا تھا کہ میں اس کی سلطنت کو قائم رکھوں گا۔ وہ میرے لئے گھر بناوے گا اور میں اس کا تخت ابدتک پائیدار رکھوں گا۔ میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔ (تواریخ باب:۱۷ آیت:۱۱،۱۳)

پس آیت متنازعہ کے یہ معنی خدا ہے۔ تیرا تخت ہے ابدتک قرین قیاس ہیں۔

قطع نظر اس کے اگر ہم ترجمہ مروجہ قبول بھی کرلیں تو بھی ہم نہیں جانتے کہ اس سے الوہیت مسیح کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس زبور میں ابتداء حضرت سلیمان کو خطاب کیا گیا تھا جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ سب حضرت سلیمان کی نسبت ہے جو اسرائیل کے ایک بڑے جلیل القدر بادشاہ اور نبی تھے۔ عبرانیوں کے خط میں وہ آیات اسی زبور سے لئے گئے ہیں۔ اگر واقعی اس زبور میں حضرت سلیمان کو لفظ خدا سے خطاب کیا ہے تو ضرور کسی مجازی وادنیٰ معنی میں کیا ہوگا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ خدا تیرے خدا نے تجھے ممسوح کیا۔ یہ ممسوح کسی طرح اپنے قادر مطلق خدا کا ہمسر نہیں ہوسکتا جو اس کو ممسوح کرتا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں لفظ خدا مجازی طور پر نبیوں اور دوسرے اسرائیلی بزرگوں کی نسبت استعمال کیا گیا ہے[۱۸]۔ اگر حضرت سلیمان اس لئے کہ سب سے پہلے ان کو اس طرح خطاب کیا گیا۔ تیرا تخت اے خدا ابدتک ہے۔ خدا نہیں ہوسکتے تو مسیح کیونکر اس لئے خدا ہوسکتے ہیں کہ بعد میں وہی خطاب ان سے منسوب کردیا گیا۔ اگر محض وہ لفظ خدا مطلقاً الوہیت پر دال ہے تو نہ صرف مسیح بلکہ ان سے پہلے حضرت سلیمان کو بھی خدا ہونا چاہئے۔ دونوں جگہ اس آیت کے ایک ہی معنی ہوں گے۔

مگر ابھی تو اسی میں شک ہے کہ تیرا تخت اے خدا ابدتک ہے۔ درست ترجمہ ہے۔ اس آیت کے کئی ترجمہ کئے گئے ہیں۔ جیسا اوپر دکھلایا گیا۔ بہت سے نامور عبرانی دان کہتے ہیں کہ عبرانی عبارت کا درست ترجمہ یہ ہونا چاہئے۔ تیرا خدا کا یعنی تیرا خدا کا (دیا ہوا[۱۹]) تخت ابدتک ہے کہ یہی معنی درست ہیں اور بطریق انسب عبرانی عبارت کی ایسی تعبیر دی جاتی ہے ہمارے ریوائیزڈ ورشن کے مترجمان تسلیم کرتے ہیں۔ وہ (زبور باب:۴۵ آیت:۶) کا ترجمہ مروجہ متن میں لکھ کر اس عبارت کا دوسرا ترجمہ حاشیہ پر یہ لکھتے ہیں۔ یا تیرا تخت خدا کا تخت ہے۔ لازم ہوا کہ اصل عبرانی کے موافق عبرانیوں کی خط میں بھی اس اقتباس کو درست طور

سے یوں پڑھیں۔ تیرا خدا کا دیا ہوا تخت ابد تک ہے۔ کیونکہ یہاں یونانی کے درست معنی صحیح عبرانی پر منحصر ہیں۔ دیکھو اس میں مسیح کو کسی مجازی معنی میں بھی خدا نہیں کہا بلکہ مسیح کو خدا تخت دیتا ہے۔ اس سے عبودیت ظاہر ہوتی ہے نہ کہ الوہیت۔

ہم نے اوپر ثابت کیا کہ اگر بالفرض مسیح کو مصنف خط عبرانیاں مجازی طور سے خدا بھی لکھتا تو بھی مسیح کی الوہیت نہ ثابت ہوسکتی۔ اب دیکھو کہ مسیح کی الوہیت کے خیال کا ان آیات میں پورا ابطال ہوجاتا ہے۔ ذرا ان کلمات کو غور و توجہ سے پڑھو۔ اسی سبب سے خداؔ تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا۔ (عبر باب:۱ آیت:۸، زبور باب:۴۵ آیت:۷) کیا بزرگ خدا کا بھی کوئی خدا ہوسکتا ہے۔ کیا اس بزرگ خدا کے شریک ہوسکتے ہیں۔ کیا خدا زیادہ ممسوح کیا جاسکتا ہے؟ پھر اگر دراصل مسیح حقیقی خدا ہے تو یہ سب کفر ہم کو قبول کرنا پڑے گا۔

اگر بالفرض اس مقام میں مسیح کو مجازی طور سے خدا بھی کہا ہوتا تو بھی کیا وہ اس کے برابر ہوسکتا۔ جو اس کا (تیرا) خدا ہے اور جو اس کو اس کے شریکوں سے زیادہ ممسوح کرتا ہے۔ مگر عقل نہیں قبول کرتی کہ ایسے مقام میں کسی کو جس کی نسبت خدا تیرے خدا کا مذکور آیا ہو۔ مجازاً بھی خدا کہا ہو۔ مگر یہ کتنے سنجیدہ اور پاکیزہ معنی ہیں کہ خدا قادر باپ نے جو ہماری نجات کے پیشوا مسیح کا خدا ہے۔ اس کو اس کے کل شریکوں سے زیادہ ممسوح کیا۔ کیونکہ اگرچہ ہم سب خدا کے وارث اور میراث میں مسیح کے شریک ہیں۔ (روم باب:۸ آیت:۱۷)

تاہم خدا نے اسے بہت سرفراز کیا اور اس کو ایک ایسا نام بخشا جو سب ناموں سے بزرگ ہے۔ (فلپی باب:۲ آیت:۹)

تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹا ٹھہرے۔ (روم باب:۸ آیت:۲۹)

ازانجملہ گیارہواں مقام مکاشفات باب:۲ آیت:۲۳ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے اور سارے کلیساؤں کو معلوم ہوگا کہ میں وہی ہوں جو دلوں کو اور گردوں کا جانچنے والا ہوں۔ جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست ۲۵ رمئی (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) میں نقل کیا ہے اور اس سے مسیح کا ہمہ دان ہونا نکالا ہے۔

مگر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب مکاشفات یوحنا، عیسائیوں میں اتفاق کے ساتھ الہامی تسلیم نہیں کی گئی۔ لہٰذا ہم کو اس کی نسبت کوئی نئی اسلامی رائے ظاہر کرنے کی کچھ

ضرورت نہیں ہے۔ تاہم مزید اہتمام افہام وافحام کے لئے اس کے ردوابطال کے لئے ایسے معارضات پیش کرتے ہیں جن کو قبول کرنے میں عیسائیوں کو عذر وکلام نہیں ہے اوران کے قبول کرنے سے عیسائیوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ اس مقام مکاشفات میں جو مسیح کی نسبت کہا گیا ہے۔ وہ محض دروغ بے فروغ ہے۔

(مرقس باب:۵ آیت:۲۵) وغیرہ۔ (لوقا باب:۸ آیت:۴۳) وغیرہ میں بیان ہے کہ مسیح کو ایک بیمار عورت نے پیچھے سے آ کر چھوا۔ وہ بیماری سے اچھی ہوگئی تو مسیح نے گو اس وجہ سے کہ اس میں سے قول نکل گئی۔ یہ جان لیا کہ اس کو کسی نے چھوا ہے۔ پر یہ نہ جانا کہ کس نے چھوا ہے۔ بناء علیہ اپنے اورلوگوں سے پوچھا کہ میرے کپڑوں کو کس نے چھوا ہے۔ اس کے شاگردوں نے کہا تو دیکھتا ہے کہ لوگ تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ پھر تو کہتا ہے مجھے کس نے چھوا۔ تب اس نے چاروں طرف نگاہ کی تا کہ اسے جس نے یہ کام کیا تھا دیکھی۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ چھپتی نہیں تو وہ کانپتی ہوئی آئی اوراقبالی ہوگئی۔

یہ قصہ صاف بتاتا ہے کہ مسیح دلوں اور گردوں کے جاننے والے اور ہمہ دان نہ تھے۔ ہوتے تو فوراً اس عورت کو جان لیتے اوراس کی بابت کسی سے سوال نہ کرتے۔

مسیح کا اتنا جان لینا کہ مجھ کسی نے چھوا ہے۔ ہمہ دانی وغیب دانی نہیں بلکہ یہ اپنی ذاتی واندرونی قوت کو جاننا ہے اوراس قوت کے نکل جانے سے کسی غیر متعین شخص کو جس نے ان کو چھوا اوران کی قوت کو نکال لیا۔ جان لینا ہے۔ اس عورت کے شفا پانے سے مسیح کی قوت کے نکل جانے سے مفہوم ہوتا ہے کہ مسیح میں جو بیماروں کو اچھی کرنے کی قوت تھی۔ وہ معجزانہ اور وہبی اور غیبی نہ تھی بلکہ کسبی اور عملی تھی۔ کیونکہ وہبی اور غیبی قوت ظہور تاثیر سے کم نہیں ہوتی۔ یہ قوت عملی اور کسبی کی شان ہے کہ جب عامل کثرت سے عمل کرتا ہے تو وہ کم ہو جاتی ہے یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔

کرنل الکاٹ تھیوصوفیسٹ۔ جب ہندوستان میں آئے اورانہوں نے اس عمل کی قوت سے بیماریوں کو اچھا کیا تو ایک مشہور جنٹلمین نے اپنے رسولی کا علاج ان سے کرانا چاہا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اب میری قوت کثرت عمل سے کم ہوگئی ہے۔ لہٰذا میں اس کا علاج نہیں کرسکتا۔ یہ بات ان ہی دنوں اخباروں میں چھپ کر مشتہر ہوگئی تھی۔

عیسائی ان کتابوں کو الہامی اور آسمانی جانتے ہیں تو ان کو اس امر کی تسلیم سے کہ مسیح کی قوت بالکل گئی۔ مسیح کے اس معجزہ سے انکار کرنا اور مسیح کو صرف ایک عامل ماننا پڑے گا۔ ہم اہل اسلام چونکہ ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کو قرآن اور حدیث نے تصدیق نہیں کیا۔ یقین نہیں رکھتے اور اس یقین سے حدیث ’’**لا تصدقوا اهل الكتب ولا تكذبوهم**‘‘ کو مانع پاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا یہی ایمان و یقین ہے کہ حضرت مسیح وہبی اور اعجازی طاقت سے اور خدا کے اذن سے بیماریوں کو اچھا کرتے تھے اور اس قصہ کے مفہوم سے وہ معجزات مسیح سے انکار نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو وہ انکار لازم ہے یا اس کا کافی جواب دینا ضروری ہے۔

اور (مرقس باب:۱۴ آیت:۱۵) وغیرہ اور (لوقا باب:۲۲ آیت:۶۴) میں ہے کہ ظالموں نے حضرت مسیح کی آنکھ بند کر کے آپ کے منہ پر طمانچے مارے اور پھر امتحاناً پوچھا کہ اپنی نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا ہے تو اس موقعہ پر بھی حضرت مسیح نے کسی کا نام نہ بتایا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے مارنے والوں کو نہ جانا۔ جانتے تو ضرور اس موقع پر ان کے نام بتاتے اور ان ظالموں کو شرمندہ کرتے۔ یہ قصہ بھی صریح دلیل ہے کہ آپ ہمہ دان و غیب دان نہ تھے۔

(مرقس باب:۱۳ آیت:۲۳) میں ہے کہ آپ نے قیامت کے حالات وعلامات بیان کر کے صاف فرمایا۔ مگر اس دن اور اسی گھڑی کی بابت سوائے باپ نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جاتا۔ یہ بھی نص قطعی ہے کہ آپ ہمہ دان نہ تھے۔

اور (انجیل لوقا باب:۶ آیت:۱۳) وغیرہ میں ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو بلا کر ان میں سے بارہ کو چن لیا اور اس کا نام رسول رکھا اور ان کے حق میں یہ کلمات فرمائے۔ ’’(۲۰) مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے۔ (۲۱) مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو۔ کیونکہ آسودہ ہو گے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو۔ کیونکہ ہنسو گے۔ (۲۲) مبارک ہو تم جب ابن آدم کے لئے لوگ تم سے کینہ رکھیں اور تمہیں خارج کر دیں اور ملامت کریں اور تمہارا نام برا جان کے نکالیں۔ (۲۳) اس دن تم خوش رہو اور خوشی سے اچھلو۔ اس لئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا بڑا بدلا ہے۔‘‘

حضرت مسیح ان الفاظ میں شہادت دیتے ہیں کہ وہ بارہ کے بارہ خدا کے مقبول و مبارک ہوئے اور آسمان میں ان کا اجر لکھا گیا۔ حالانکہ ان بارہ میں سے ایک یہودا

اسکر یوطی بھی تھا جو آخر مرتد ہوگیا اور حضرت مسیح کو اس نے پکڑ وایا اور آسمان کی بادشاہت سے خارج ہوا۔

یہ فعل یہودا کا گو آخر حضرت مسیح کو معلوم ہوگیا تھا اور آپ نے اشارۃً بتا بھی دیا تھا۔ چنانچہ (لوقا باب:۲۲ آیت:۲۱) اور (متی باب:۲۶ آیت:۲۱، ۲۳، مرقس باب:۱۴ آیت:۸، یوحنا باب:۱۳ آیت:۱) وغیرہ میں آیا ہے۔ مگر اس انتخاب کے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا تھا۔ ہوتا تو آپ یہودا کو بشمول بارہ رسولوں کے آسمانی اجر کا مستحق نہ بتاتے اور اس کے حق میں یہ شہادت نہ دیتے۔ اس شہادت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ غیب دان اور ہمہ دان نہ تھے۔

ازانجملہ بارھواں مقام (متی باب:۱۸ آیت:۲۰) ہے جس میں مسیح کا یہ قول منقولہ ہے کہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں۔ وہاں میں ان کے بیچ ہوں اور (متی باب:۲۸ آیت:۲۰) ہے جس میں یہ قول مسیح کا اپنے شاگردوں کے خطاب میں منقول ہے۔ میں زمانہ کے تمام ہونے تک برابر تمہارے ساتھ ہوں اور (یوحنا باب:۱ آیت:۴۸) ہے جس میں منتہی ایل کے خطاب میں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ اس سے پہلے کہ فیلبوس نے تجھے بلایا۔ جب تو انجیر کے درخت کے تلے تھا میں نے تجھے دیکھا اور (یوحنا باب:۳ آیت:۱۳) ہے جس میں مسیح کا یہ قول منقول ہے۔ کوئی آسمان پر ہے۔ ان اقوال اربعہ کو مسٹر عبداللہ نے فہرست ۲۵ رمئی ۱۸۹۳ء (جنگ مقدس ص۴۲، خزائن ج۶ ص۱۲۸) میں نقل کیا ہے اور ان سے مسیح کا حاضر وناظر مکانی وزمانی ہونا نکالا ہے۔

مسلمان ان کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ جو حاضری ناظری ان اقوال اربعہ میں ہوئی وہ بعض اشخاص اور بعض وقتوں اور جگہوں سے مخصوص محدود ہے۔

پہلے قول کی حاضری ان لوگوں یا جماعت سے مخصوص ہے جو مسیح کے نام سے اکٹھے ہوں۔ نہ ایسے وسیع جو مسیح کے منکروں کو بھی شامل ہو۔ دوسرے قول کی حاضری مسیح کے شاگردوں سے مخصوص ہے جو اس قول کے مخاطب ہیں۔ نہ ایسے وسیع جو بجز شاگردوں کے اور عیسائیوں کو بھی شامل ہو۔ تیسرے قول میں صرف ایک شخص نتھنی ایل کو اس کے آنے سے پہلے مسیح کا دیکھ لینا بیان ہوا ہے۔ نہ یہ کہ مسیح تمام جہان یا تمام عیسائیوں کو (جن میں وہ عورت بھی شامل تھی۔ جس نے ان کو چھوا اور ان کو اس کا پتہ نہ لگا) دیکھ لینا۔ چوتھے قول میں مسیح کا صرف

آسمان پر جانا اور ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ زمین کی ہر طرف وجانب ومحل ومکان میں اور ایسی حاضری وناظری مسیح کو خدا نہیں بنادیتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حاضر وناظر ہونا ایسا محدود ومخصوص نہیں ہے کہ وہ خاص خاص لوگوں اور خاص خاص جگہوں اور وقتوں میں محصور ہو۔

عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ ایسا محدود ومخصوص حاضر وناظر ہونا آنحضرت ﷺ کے امت کے ولیوں اور آپ کے غلاموں میں پایا گیا ہے۔[۱] آنحضرت ﷺ کے عالی جناب کا تو کیا ذکر ہے۔ باایںہمہ آنحضرت کو خدا نہیں مانا گیا تو حضرت مسیح کو ایسی محدود ومخصوص حاضری وناظری سے کیونکر خدا مانا جاسکتا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ وہ اپنے رسالہ کے ص ۶۱ میں لکھتے ہیں: ''اگر مسیح کسی طور سے کسی محدود دائرہ میں حاضر وناظر ہو بھی تو اس سے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں تو مسیح صرف دنیا کے آخر ہونے تک صرف عیسائیوں کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر خدا تو ازل سے ابد تک ہر زمان ومکان میں حاضر وناظر رہا ہے اور رہے گا۔ وہ ہے اور تھا اور آنے والا قادر مطلق ہے۔''

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس محدود دائرہ میں بھی مسیح خدا کی طرح حاظر وناظر نہیں ہے۔ ہاں! وہ موجود ہے مگر کن روحانی قواعد وطاقتوں کی بدولت ہم ٹھیک نہیں جان سکتے۔ مگر یہ جانتے ہیں کہ بغیر خدا کی طرح حاضر وناظر ہونے انسان کی روح کو بھی کچھ اسی قسم کی طاقت حاصل ہوسکتی ہے۔

کیا ہم متعجب نہیں ہوتے۔ جب ہم مقدس پولوس کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ میں نے تو جسم سے غیر حاضر پر روح سے حاضر ہوکر اسی طرح کہ گویا حاضر ہوں۔ اس پر جس نے ایسا کام کیا۔ یہ حکم دیا کہ تم اور میری روح اس شخص کو کلیسیا سے خارج کرو۔ (اقر باب:۵ آیت:۳،۴) اگرچہ میں جسم کی نسبت سے دور پر روح کی نسبت سے تمہارے پاس ہوں۔ (قلسی باب:۲ آیت:۵) اسی طرح حضرت الیشا کی نسبت لکھا ہے کہ جب نعمان مبروص چنگا ہو کر اس سے رخصت ہوکر چلا گیا تو نبی کا خادم جیحازی چھپ کر اس کے پیچھے دوڑا گیا اور اس سے نبی کے نام سے کچھ تحفہ اپنے لئے حاصل کرلیا۔ مگر جب وہ الیشا کے سامنے آیا۔ اس نے جیحازی سے کہا کہ میرا دل اس وقت جس وقت وہ شخص اپنی گاڑی پر سے اتر کر تیری ملاقات کو پھرا تیرے ساتھ نہ گیا تھا۔ (سلا باب:۵ آیت:۲۶) اور کل ماجرا جو جیحازی اور نعمان کے

درمیان گزرا۔ اس طرح بیان کیا۔ گویا نبی اپنے جسم کے ساتھ موجود تھا جو روحانی طاقتیں انسان کو دی جاسکتیں ہیں ان کی انتہاء کون بشر بتلا سکتا ہے۔

جب روح میں ہو کر مسیح کے ایک رسول کو اس قسم کی قدرت حاصل تھی کہ وہ باوجود قید قفس عنصری کے اپنے شاگردوں کے درمیان جو اس سے دور تھے ایک قسم سے موجود ہو سکتا تھا تو کیا تعجب کہ اس سے رسول کا استاد خداوند اپنے اس جسم کی نئی طاقتوں کی بدولت جو اس کو قبر سے زندہ ہونے پر عطاء ہوا تھا اور جس کی عجیب وغریب قوتیں شاگردوں نے بھی مشاہدہ کی تھیں۔ دنیا کے آخر ہونے تک ہمیشہ ان کے ساتھ ہو۔ مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ وہ خدا کی طرح حاضر وناظر ہو جاوے۔ چنانچہ مشہور ومعروف رومن کیتھولک فقیہ کارڈنل بلر مائن کہتا ہے کہ متی: ۱۸-۲۰،۲-۲۰ سے مسیح کی نسبت یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے فضل اور امداد کے وسیلہ حاضر ہے۔ جس کے لئے اظہر ہے کہ اس کی جسمانی حاضری درکار نہیں۔ کیا ہم کو عموماً نہیں معلوم کہ آدمیوں کے درمیان بادشاہ کو اپنی کل سلطنت پر اختیار ہے۔ مگر وہ اس سب پر بذریعہ اپنی حاضری کے قابض نہیں ہوتا۔

ہمارے[۲] بھائیوں نے نوشتوں کو مقابلہ نہ کر کے اکثر مسیح کے حق میں ایسی غلطیاں کی ہیں۔ اگر کہیں کوئی الفاظ جو خدا کے حق میں مستعمل ہوتے ہیں کبھی مسیح کے حق میں۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۶ نمبر۷ تا ۱۱ ص۲۰۵ تا ۳۴۸)

حاشیہ جات

۱۔ مرزائیوں کو عیسائی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ غلام احمد کادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ جیسے قدیم عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل ہیں۔ گو اِن کے اُن کے تثلیث وکفارہ میں کسی قدر فرق ہے۔

۲۔ جس عذر سے (پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا۔ اس عذر کا جواب کادیانی نے پرانے عیسائیوں کو وہ دیا تھا منقول ہے۔ اس پر پرانے عیسائیوں نے چشم پوشی کی اور کادیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے جنگ منظور کر لی۔ اس باب میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط نور افشاں ۲/جون ۱۸۹۳ء میں جو شائع ہوا ہے اس کی نقل یہ ہے:

''مشفق مہربان مرزا صاحب

بعد ما وجب واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا۔ چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پرواہ نہیں کہ آیا آپ کافر ہیں یا جنہوں نے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں۔ یہ آپ کے گھر کی باتیں ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فریقین میں سے کون غلطی پر ہیں۔ اس کا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں۔ لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء و ارکین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے بلکہ دائرہ اسلام سے ہی جس میں کل فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں۔ آپ پر خوب روشن ہوگا کہ اس حالت میں آپ اسلام کی طرف سے پیشوا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے۔ جنڈیالہ کے محمدیوں نے آپ کو پیش کیا۔ جیسے ان کی عقل ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ اگرچہ شرط آپ سے پوری نہیں ہوسکتی اور الہام تو درکنار اتنے ہی میں بموجب ان شراط کے ہم آپ کو شکست یافتہ تصور کرسکتے ہیں اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپ کو قبول بھی نہیں کرسکتا۔ تاہم جس حال میں آپ اپنے آپ کو محمدی قرار دے کر مباحثہ پر آمادہ ہیں اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہووے۔''

راقم: (ڈاکٹر) ایچ. ایم کلارک میڈیکل مشنری امرتسر

اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کا کادیانی کو مسلمان فرض کرنا اثناء تقریرات مباحثہ میں ہوا ہے۔ اصل مباحثہ دیکھو۔

۳؎ اس میں کادیانی اور اس کے حواریوں کی اس تہمت کے ردوجواب کی طرف اشارہ ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ پادریوں کو ابوسعید محمد حسین نے کہہ کر یہ مباحثہ موقوف کرایا ہے۔ کذاب کادیانی کے خلیفہ کاذب حامد سیالکوٹی فوٹو جنگ مقدس ص۴ میں لکھتے ہیں: ''افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہوجانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سا حصہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہوسکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں انہوں نے روک تھام کی۔ اس پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ: ''لعنة اللہ علی الکاذبین'' کادیانی اور اس کے حواری اپنے خیال ومتعال میں سچے ہیں تو اس پر بیش باد کہیں اور نعرۂ آمین پکاریں اور اگر خلیفہ حامد صاحب کہیں کہ اگر تم نے اس بحث کے ملتوی ہوجانے میں حصہ نہیں لیا تو پھر اس بحث کے ملتوی ہوجانے کی خوشی میں وہ دوورقہ (یہی مختصر رائے) کیوں چھپوایا۔ اس کے جواب میں ہم پھر وہی کلمہ کہتے ہیں۔ ''لعنة اللہ علی الکاذبین'' اس دوورقہ میں نہ موقوفی بحث کی صلاح دی گئی ہے اور نہ موقوفی پر مسرت ظاہر کی گئی ہے۔ اس میں تو صرف دو باتیں ایک مسلمانوں کو ایک پادریوں کو کہی گئی ہیں جو متن میں مشرح ہیں۔ پادریوں کو جو بات کہی ہے وہ صرف یہ کہ کادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے۔ لہٰذا اس بحث میں جو الزام اس پر قائم ہوگا وہ

مسلمانوں پر الزام نہ سمجھا جائے گا۔ جس کا خلاصہ ومقصود صرف اتنا ہے کہ کادیانی سے بحث شوق وذوق سے کرو۔ مگر اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے الزام کو مسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔ سو اس مقصود کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے اس خط میں ابھی منقول ہوا ہے بخوبی سمجھدار مان لیا اور اس کو خارج از اہل اسلام تسلیم کر کے اور صرف فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے مباہلہ منظور کیا۔ جس کا نتیجہ مفید بحق اہل اسلام یہ نکل رہا ہے کہ اب جو پادری کادیانی پر فتح کا فخر کر رہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصور نہیں ہوسکتا۔

۴؎ اس مباحثہ میں کادیانی خصم ومباحث دو تھے۔ اوّل ڈپٹی آتھم دوسرے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

۵؎ یہاں تو یہ تصریح ہے اور کتاب وساوس ص۶۵،۶۶،۶۷، خزائن ج۵ ص ایضاً وغیرہ میں اہل کمال کے لئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ص۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی ومقتداء نبی ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے ہیں بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔

۶؎ کتاب وساوس میں اس کفر کا آپ دم مار چکے ہیں۔ سابقہ ملاحظہ ہو۔

۷؎ اصل میں ایسا ہی ہے مگر شاید لفظ ''نہیں'' کاتب سے چھوٹ گیا ہے۔

۸؎ سرسید ازالۃ الغین میں اس کی تفسیر کچھ کر رہا ہے۔ حکیم نورالدین (جو حقیقۃ پیرو بظاہر مرید کادیانی ہیں) رسالہ تصدیق براہین احمدیہ میں کچھ اور مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب رسالہ ازالۃ الرین میں کچھ اور اگر قرآن میں اس کا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا تو یہ اختلاف کیوں پڑتا۔

۹؎ اس کی اصل عبارت عبرانی بخط عربی یوں ہے۔ ''شمع یسرائیل یهواه الو نهو لهواه احاد''

۱۰؎ انجیل متی میں یکونیاہ تک سلسلہ نسبت حضرت مسیح یوں بیان ہوا ہے۔ یوسیاہ سے یہوقیم اور یہوقیم سے یکونیاہ اور یکونیاہ سے سلت ایل اور سلت ایل سے زرد بابل اور زرد بابل سے ابیو داور ابیو د سے الیاقیم اور الیاقیم سے عازدر اور عازدر سے صدوق اور صدوق سے اقیم اور اقیم سے الیود اور الیود سے العزر اور العزر سے منہان اور منہان سے یعقوب اور یعقوب سے یوسف جو شوہر مریم کا جس سے یسوع مسیح پیدا ہوا۔ (انجیل متی مطبوعہ مطبع مرزاانور ص۱)

۱۱؎ ناسخ التواریخ میں کہا ہے کہ بائبل میں اسی کورش یا خورس کو ارتخشتا کہا گیا ہے مگر عزرا کی کتاب کے باب:۶ آیت:۱۴ سے معلوم ہوتا ہے۔ ارتخشتا کوئی اور ہے۔

۱۲؎ عیسائیوں کے ہاتھ میں جو اردو ترجمہ بائبل ہے اس میں بھی ترجمہ برعایت ضمیر مؤنث رکھے گی، کیا گیا ہے۔

۱۳؎ افخام حاء خطی سے بمعنی اس کات والزام ہے۔

۱۴؎ قرآن نئے وحدت الٰہی کی موسومی تعلیم کو پوری طرح اختیار کر کے جا بجا جمع تعظیمہ کا استعمال بھی کیا ہے۔سورۂ واقعہ میں کئی مقاموں پر اسم نکرہ کی جمع تعظیمی کی لفظی رعایت آئی ہے۔ جیسے: ’’ام نحن الخالقون ‘‘ہم ہیں پیدا کرنے والے جس کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں کہ میں ہوں پیدا کرنے والا۔ گو ہم بھی جمع ہے اور پیدا کرنے والا بھی۔

۱۵؎ ریوائیزڈ ورشن کے مطابق۔

۱۶؎ اصل عبارت منقول ہوگی۔ جہاں بارھویں مقام عہد جدید سے بحث ہے۔

۱۷؎ یہ لفظ جو ہیں اور انسان کی شکل بنا اور آدمی کی صورت میں ظاہر ہوکر آپ کو پست کیا۔ یہ مسیح کی سچی انسانیت کی نفی نہیں کرتے بلکہ مراد اس سے صرف یہ ہے کہ مسیح انسانوں میں ظاہر ہوکر کوئی جلیل القدر بادشاہ یا کوئی صاحب ثروت وشوکت شخص نہیں تھا۔

۱۸؎ اصل عبرانی الفاظ جن کا ترجمہ خدا ہوتا ہے۔ الوہیم اور ایل ہیں۔ عبرانی بائبل میں لفظ الوہیم ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے۔ جس میں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً ہوا۔ چنانچہ موسیٰ (خروج باب:۷ آیت:۱، باب:۴ آیت:۱۶) سموئیل کی روح (اسو باب:۲۸ آیت:۱۳،۱۴) قاضی (خروج باب:۲۱ آیت۲، باب:۲۲ آیت:۸، ۹، ۲۸) اور دوسرے بادشاہ اور حاکم بھی (زبور باب:۸۲ آیت:۱، ۶) مجازاً الوہیم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح لفظ ایل کا بھی منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی استعمال ہوا ہے۔ یسعیاہ باب:۹ آیت:۶ میں ہمارے مترجمان نے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے۔ مگر جب بعینہٖ وہی لفظ بنوخذنضر بادشاہ وغیرہ کے حق میں آیا (خرقیل باب:۳۱ آیت:۱۱، باب:۳۲ آیت:۲۱) تو اس کا ترجمہ انہوں نے زبردست یا زور آور کر دیا۔ درست طور سے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کرنا واجب ہے۔ یعنی زبردست حاکم یا بادشاہ۔

۱۹؎ ایزک لیزر صاحب پرانے عہد نامہ کے ترجمہ میں بھی قبول کرتے ہیں۔

۲۰؎ بعض الوہیت کے معتقد اس جملہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے خدا تیرا خدا۔ مگر یہ بالکل نادرست ہے۔ کیونکہ بجنسہ یہی الفاظ (زبور باب:۵۰ آیت:۷) میں بھی آئے ہیں اور وہاں ان کا ترجمہ یہی ہوا ہے۔ خدا تیرا خدا۔ آگے کی گنجائش نہیں۔

۲۱؎ یا ساری الجبل کا قصہ حدیث اور عقائد کی کتابوں میں میں ملاحظہ ہو۔

۲۲؎ یہ وہ عبارت رسالہ تنقیح کی ہے جس کا وعدہ نقل میں ہوا تھا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

دجال کادیانی

کی

نئی چال کا مآل

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعادہ تنبیہ کادیانی

ناظرین! ہم کادیانی کو مردہ سمجھ کر اس کا جنازہ پڑھ چکے تھے اور آئندہ کے لئے اس کے خطاب سے قلم اٹھا چکے تھے کہ اس کے چند اشتہار اور آپہنچے۔ لہٰذا مجبور ہو کر ان کے جواب میں قلم اٹھاتے اور اس مثال کو عمل میں لاتے ہیں۔ ’’مرے پر سو درّے‘‘

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

کذاب وکیّا دلا ثانی دجال کادیانی نے ناواقف مسلمانوں کو دام میں لانے اور اپنے دام افتادگان سے فلوس کمانے کی غرض سے یہ تجویز مشتہر کی تھی کہ میں اسلام کو طعن اور بے جا الزام مخالفین اسلام سے بچانے کے لئے گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ’’دفعہ ۲۹۸۔ تعزیرات ہند کو وسیع کیا جائے۔‘‘ مسلمان میری مدد کریں اور اس درخواست سے میرے ساتھ ہو جاویں۔

اس کے جواب میں ادھر سے مضمونٌ ’’دجال کادیانی کی نئی چال‘‘ مشتہر ہوا اور اس میں عام مسلمانوں کو یہ بتایا گیا کہ کادیانی کا مقصود اس تجویز سے مسلمانوں کو اپنی خیرخواہی جتانا اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارنا ہے اور اس تجویز کا اس کے ہاتھ سے انجام پذیر ہونا دو وجہ سے ناممکن ہے۔

اوّل: یہ کہ خود اس جرم کا مرتکب ہے جس کو اس درخواست سے ہٹانا چاہتا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کے لائلٹی (وفاداری) مشتبہ ہے۔ کوئی مسلمان وفادار گورنمنٹ یہ کام کرے، تو یہ انجام پذیر ہو سکتا ہے۔

اس مضمون کے مشتہر ہونے سے مسلمان اس کے دام تزویر سے واقف ہو گئے اور جو اس میں پھنس گئے تھے وہ نکل آئے۔ انہوں نے جو اس کی درخواست پر دستخط کئے تھے واپس لئے۔ کادیانی نے یہ ناکامی دیکھ کر فوراً اپنا استعفاء مشتہر کر دیا اور یہ کام خاکسار (راقم مضمون) کے سپرد کر دیا۔

ہم نے خدا کے محض فضل وتوفیق سے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا اور اس کی کارروائی کو شروع کر دیا تو اثناء کارروائی میں معلوم ہوا کہ کادیانی کا وہ استعفاء بطور نفاق وتقیہ تھا اور درحقیقت وہ اپنی درخواست پر دستخط کرانے کی کارروائی سے باز نہیں آیا۔ مع ہذا! وہ ان ہی

دنوں میں اپنی تالیف ایسے رسائل شائع کرنا چاہتا ہے جو اس کارروائی کے حسن اتمام کے لئے قوی مانع اور سخت سدّ راہ ہیں۔ اس پر ہم نے کادیانی کے نام ایک پرائیویٹ خط لکھا جس کو بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

لاہور: ۴ر نومبر ۱۸۹۵ء نمبر ۶۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً مسلماً

سلام علی من اتبع الھدی۔ آپ کا استعفاء مطبوعہ ۳۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء بذریعہ رجسٹری میرے پاس جس روز سے پہنچا اسی روز سے میں نے اس کار خیر کی جس سے آپ مستعفی ہوئے ہیں کارروائی شروع کردی۔ اوّلاً بٹالہ کے اعیان اسلام سے اس کار خیر کے انتظام میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ پھر امرتسر پہنچا اور وہاں کے علماء وفضلاء سے اس میں شمولیت واعانت کی درخواست کی۔ پھر لاہور پہنچا اور وہاں کے قومی حامیوں اور دین کے خادموں، لیڈروں (ہادیوں) سے مدد چاہی۔ پھر ضلع گوجرانوالہ، وزیرآباد، حافظ آباد وغیرہ میں پہنچا اور وہاں بھی یہی سوال کیا۔

ان مقامات کے وکیلوں اور پالیشن (انتظامی امور کے جاننے والے) اشخاص سے بھی ملا اور ان سے بھی شمولیت واعانت کا خواستگار رہا۔ میری اس کارروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان مقامات کے علماء ولیڈروں اور وکیلوں نے مجھ سے شرطیہ وعدہ اعانت کیا ہے (جیسا کہ بقول آپ کے نواب محسن الملک نے آپ سے شرطی وعدہ اتفاق وہمدردی کیا تھا) ان حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ بعد مشاورت وباہمی مباحثہ آپ کی درخواست کا قطعی جواب دیا جائے گا اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ آپس میں مباحثات کررہے ہیں اور کئی جلسے کر چکے ہیں۔

جب ان علماء اور لیڈروں کا اس امر پر اتفاق ہوگیا تو پھر میں ہنر آنرز لفٹنٹ گورنر پنجاب کو ملوں گا اور ان سے پرائیویٹلی اجازت حاصل کر کے پبلکی اور اوفیشل کارروائی شروع کروں گا و بمشاورت ومعاونت علماء، وکلاء اس درخواست کا نیا مضمون جس میں آپ کی مجوزہ شروط کے علاوہ کئی اور شروط اور تشریحات بھی ہوں گی، مرتب کر کے پبلک اہل اسلام میں مشتہر ومتداول کر کے عام اتفاق حاصل کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اس کارروائی کو اس طریق وترتیب سے شروع کرنے کی وجہ آپ پر مخفی نہ ہوگی۔

آپ جانتے ہیں (اور اسی وجہ سے آپ اس کام سے دست بردار ہوئے ہیں) کہ یہ کام قومی کام ہے، نہ شخصی۔ لہٰذا یہ قوم ہی کے اتفاق اور شمولیت سے انجام پذیر ہوسکتا ہے نہ کسی ایک شخص (خاکسار یا آپ) کی ذاتی سعی اور شخص طاقت سے۔ لہٰذا اوّلاً اس کام میں علماء کا اتفاق ضروری ہے، جن کے ہاتھ میں عوام کا مسخر ہونا آپ بھی اپنے استعفاء کے (ص اول سطر ۱۴) میں تسلیم کر چکے ہیں اور ان کے اتفاق کے بغیر ایسے کاموں کا حسن انجام ناممکن ومحال ہے۔

ثانیاً وکیلوں اور پالیٹیشن اعیان اہل اسلام کا اتفاق جو قانونی پہلو سے اس کام کا مفید وممکن الوقوع ہونا دیکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ صرف عقلی تجویز سے علماء اور عام عقلاء اس کو دیکھ سکتے ہیں اور اسی عقلی تجویز سے یہ خاکسار اس کام کو مفید مان چکا ہے۔ ان پرائیویٹ مدارج ومراتب کے طے ہونے کے بعد گورنمنٹ کی اجازت بھی اس میں ضروری ہے۔ جس کے اختیار اور حکومت کے ہاتھ میں خداتعالیٰ نے ہماری باگ دے دی ہے اور بلا رضامندی گورنمنٹ کے ہم اپنا کوئی قانونی امر نہیں کر سکتے۔ اس طریق وترتیب کے لئے کوئی امر سدّ راہ نہ ہوا تو خداتعالیٰ سے امید قوی ہے کہ یہ کام اچھی طرح سے انجام پذیر ہوگا۔

مگر میں کمال افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے امرتسر میں آتے ہی ایک مشہور ونامور عالم سے جو تمام شہر کا مقتداء ہے اور لاہور میں آتے ہی ایک اخبار کے مسلمان ایڈیٹر اور ایک اسلامی انجمن کے ممبر سے سنا تھا کہ آپ کے تابعین وخلفاء راشدین اب بھی لوگوں سے آپ کے نقشوں پر دستخط کراتے پھرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ وہ نہ تو اس کا نام لیتے ہیں اور نہ آپ کا۔ بلکہ کہیں تیاری مسجد کا نام لے کر دستخط کراتے ہیں اور کہیں ان ہندوؤں پر نالش کرنے کا نام جنہوں نے بعض اخبارات میں بانیٔ اسلام کی توہین کی ہے۔ وہ لوگ اپنی اس کارروائی دستخطوں سے آپ کے استعفاء کی تکذیب کر رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ آپ کا استعفا محض برائے نام ہے، نہ حقیقی اور پریکٹیکل (عملی) میں نے ان زبانی خبروں کا باوجود معتبر ہونے راویوں کے اس لئے کہ وہ کارروائی آپ کے غیوبت میں ہوئی ہے اور نالائق خلیفوں کی ہے، نہ آپ کی کچھ لحاظ نہ کیا اور اپنی کارروائی کو بند نہ کیا، بلکہ جاری رکھا تھا۔

مگر ۳۰؍نومبر ۱۸۹۵ء کو ضلع سیالکوٹ سے ایک خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا ہے کہ ’’اکتوبر کو ایک پیکٹ مرسلہ مرزاغلام احمد ملا، جس میں خط مطبوعہ واسطے دستخط کرنے کے ملفوف تھا اور ایک وہ خط جس میں ان نے اپنے گروہ کو اس کارروائی سے علیحدہ کیا ہے۔

میں آپ سے بطور مشورت دریافت کرتا ہوں کہ ہم اس فہرست (یعنی نقشہ مرسلہ کادیانی) پر جو دستخطوں کے واسطے طبع کی گئی ہے دستخط کر کے قادیان میں بھیج دیں یا آپ کی طرف۔‘‘ **ھذا لفظہ**

اس خط نے پہلے زبانی خبروں کو بھی معتبر اور صحیح کر دیا اور مجھے یہ یقین دلایا ہے کہ آپ نے جو استعفا مشتہر کیا ہے وہ اس مثل کا مصداق ہے کہ ’’ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور‘‘ اس خط کا بیان راست اور مطابق دافع ہے تو آپ درپردہ میری اس کارروائی کے سدّ راہ ہو رہے ہیں۔ جب تمام اہل اسلام یہ جان لیں گے کہ آپ بھی اس کارروائی میں شریک ہیں تو وہ مجھے آپ کا ثانی اثنین قرار دیں گے اور میرے ساتھ اس کارروائی میں شریک نہ ہوں گے اور گورنمنٹ بھی آپ کی اس رائے کے مشتہر ہونے سے میری کارروائی کو آپ کی کارروائی سمجھے گی اور یہ تمام کارروائی اسی اعتراض کا مورد ہوگی۔ جس اعتراض کی وجہ سے آپ کو علیحدگی اختیار کرنی پڑی ہے۔ آپ اگر میری اس افسوس اور شکایت کے جواب میں بہ انکار پیش آئیں گے اور الٹا مجھ سے ثبوت خلاف طلب کریں گے تو یہ بحث طویل ہوگی اور اصل بات چھوٹ جائے گی۔

لہٰذا میں بحث کو چھوڑ کر ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہوں جس سے آئندہ آپ کے خلفاء کی مداخلت موقوف وقطع ہوسکے وہ یہ ہے کہ وہ جملہ کاغذات (نقشے) جن پر ۲۰۷۵ دستخط ہو چکے ہیں اور وہ کاغذات جو ان کے بعد آپ کے پاس پہنچے ہوں اور جملہ خطوط وتحریرات جو اس کارروائی کے متعلق آپ کے پاس آئی ہوں، جن کا ذکر آپ اپنے استعفاء میں کر چکے ہیں یا وہ ہنوز کانفیڈنشل (مخفی) ہیں سب کے سب بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دیں اور اس امر کو بذریعہ اشتہارات واخبارات مشتہر کر دیں، تاکہ آئندہ آپ کو یا آپ کے اتباع کو دستخط کرانے کا حوصلہ نہ رہے اور ان دستخطوں کو آپ کی پارٹی میں فضول اور بیکار سمجھا جائے۔

ہم ان دستخطوں اور تحریرات سے اور فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ آپ کے دل میں کوئی اور خیال نہ گزرے اور ہم بعد اتمام اس کارروائی کے وہ کاغذات آپ کو واپس بھیج دیں گے، خاطر جمع رہے۔ اس کارروائی کے متعلق ایک امر اور بھی آپ کی توجہ کے لائق ہے اور میری کارروائی کا عمدہ نتیجہ پیدا ہونے کے لئے بمنزلہ شرط۔ وہ یہ ہے کہ آپ اپنے مسودہ درخواست کے (ص۴، سطر۱۹) میں ظاہر کر چکے ہیں کہ اس درخواست سے صرف مسلمانوں ہی کا فائدہ متصور نہیں ہے، بلکہ ہر قوم اس فائدہ میں شریک ہے۔

لہٰذا نہایت ضروری امر ہے کہ ہم یہ فائدہ اقوام غیر کو بدلائل سمجھا دیں اور ان کو اپنی درخواست میں شریک کریں اور درخواست پر ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں وغیرہ کے بھی دستخط ثبت ہوں اور یہ درخواست نیشنل (قومی) درخواست ہو جائے۔ جس کو کسی مذہب یا کسی فرقہ سے خصوصیت نہیں ہوتی اور اس پر گورنمنٹ کی پوری توجہ ہو اور اس امر کے لئے ضروری شرط ہے کہ ان دنوں مسلمانوں کی طرف سے جو اس درخواست کے پیش کرنے والے اور اس سلسلہ کے محرک بنتے ہیں۔ اقوام غیر کے لئے کوئی تازہ مذہبی رنج اور نیا جوش واشتعال مخالفت پیدا نہ ہو اور وہ درخواست کنندگان کو صلح جو وامن خواہ سمجھ کر ان کی درخواست پر دستخط کر دیں۔

مگر میں نے افسوس کے ساتھ یہ بھی سنا ہے اور آپ کے اشتہارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آج کل ہندوؤں اور سکھوں پر ایک تازہ چھرّا چلایا ہے، ہندوؤں کے دیرینہ زخم کو تازہ کر کے ان کو رنج پہنچایا ہے اور سکھوں کو تازہ زخم کیا ہے اور ان سے لڑائی کرنے کا بنیادی پتھر رکھا ہے۔ ہندوؤں کے مقابلہ میں ایک رسالہ ''آریہ دھرم'' لکھا ہے جس میں ایک بڑا شرم ناک وفحش آمیز الزام ان کو دیا ہے۔ جو نا قابل ذکر ہے اور سکھوں کے مقابلہ میں ایک رسالہ ''ست بچن'' لکھا ہے۔ جس میں سکھوں کے بانی مذہب اور ان کے گورونانک کو مسلمان قرار دیا ہے، جو ان کے دلوں پر ایسا زخم کرنے والا ہے، جو کسی مسلمان کو سکھ یا کافر کہنے سے ہو سکتا ہے اور نیز اس میں سکھوں کے گرو سے آریوں کے ویدوں کی مذمت نقل کی ہے جس سے آریوں اور سکھوں کی باہمی جنگ کا اندیشہ ہے۔

یہ رسائل شائع ہوں گے تو سکھوں اور ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے سخت رنج اور اشتعال پیدا ہوگا اور ہماری درخواست پر ان کا دستخط کرنا محال ہو جائے گا۔ پس اگر آپ اس درخواست کی تکمیل چاہتے ہیں تو ان رسائل کی اشاعت کو ملتوی کر دیں۔ آپ اگر اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں تو ان دونوں رسائل کی اشاعت کو اس خیال سے ملتوی کریں کہ ان اقوام غیر کو مسلمانوں کی طرف سے رنج نہ پہنچے اور مسلمانوں کی درخواست مذکور پر ان کا اتفاق ہو اور اگر آپ اہل اسلام سے خارج ہیں (جیسا کہ عام اہل اسلام کا خیال ہے) تو اس خیال سے ان کی اشاعت کو ملتوی کریں کہ آپ بھی بشمولیت دیگر غیر اسلامی اقوام اس درخواست سے اتفاق کرنے کے لئے مدعو ہیں۔ بلکہ اس درخواست کے اول یا یوں کہیں کہ مستغفی محرک آپ ہیں۔

لہٰذا ضرور ہے کہ اس درخواست کے برخلاف آپ سے کوئی کارروائی عمل میں نہ آئے۔ ان رسائل کو آپ شائع کردیں تو نہ صرف غیر اسلامی دنیا میں بلکہ اسلامی جماعتوں میں بھی اس درخواست کے برخلاف جوش وفساد کی آگ بھڑکانے والے آپ متصور ہوں گے۔ ہندو اور سکھ آپ سے اور آپ کے سبب سے مسلمانوں سے (جن میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں) یوں آشفتہ ہوں گے اور بھڑکیں گے اور کہیں گے کہ آپ نے ان رسائل میں ان کے مذہب اور اکابر مذہب کی سخت توہین کی ہے۔ پھر آپ کی درخواست انسداد توہین کیوں کر لائق اتفاق ہے۔ مسلمان اس لئے آپ سے آشفتہ ہوں گے اور بھڑکیں گے اور کہیں گے کہ آپ نے آیت ''ولاتسبّو الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدوًا بغیر علم (انعام:۱۰۸)'' ﴿جن کو مشرکین خدا کے سوا پوجتے ہیں، ان کو گالی مت دو، پھر وہ ناانصافی سے خدا کو گالی دیں گے۔﴾ کا خلاف کیا اور غیر اقوام کے اکابر کو برا کہہ کر اپنے اکابر دین کو برا کہلوایا۔ پھر اس درخواست انسداد توہین پر کیونکر کسی کا اتفاق ہوگا۔ آپ اگر یہ عذر کریں گے کہ ہم نے جو کچھ ان رسائل میں لکھا ہے، ان کی مسلمہ کتب سے لکھا ہے، تو وہ لوگ بھی اپنی گالیوں کی تائید وثبوت میں یہی بات کہیں گے اور مسلمانوں کی بعض کتابوں سے ایسی باتیں نکال دیں گے، جن کو وہ اپنے خیال میں اپنے الزاموں کا مستند سمجھتے ہوں گے۔ اس میں شک ہو تو مسلمانوں کی ''کتھا سلوئی'' اور اس کا جواب ہندوؤں کی طرف سے اور گنیہا لال الکھ دہاری کی تصانیف ملاحظہ کرو۔

اصل قانون کی دفعہ ۲۹۸۔ جس کی تشریح آپ چاہتے ہیں بھی اجازت نہیں دیتے کہ جو بات کسی کی دل آزاری وتوہین کے موجب ہوسکتی ہو چھاپ کر مشتہر کی جائے، گو ان کی مسلمہ کتاب میں وہ موجود ہی کیوں نہ ہو...... ان امور کی طرف آپ نے توجہ نہ کی، تو عام اہل اسلام کو یقین ہوگا کہ آپ نے اپنا استعفاء اپنی کسر نفسی وبے غرضی جتانے کے لئے مشتہر کیا تھا اور درحقیقت آپ کو اس کام کے انجام پذیر ہونے سے کوئی ہمدردی نہیں۔ آپ کا مقصود صرف نام آوری ہے، آپ نے پہلے وہ تجویز نکال کر نام پیدا کرنا چاہا کہ میں مسلمان اور اہل اسلام کا ہمدرد ہوں، اسلام کی ہمدردی میں گورنمنٹ سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا ہوں۔ جب ادھر سے مضمون نئی چال شائع ہوا اور وہ راز بنفسہ کھل گیا۔ تو آپ نے دوسرے طریق سے نام پیدا کرنا چاہا کہ میں بے نفس ہوں، ذاتی غرض سے پاک ہوں، کام سے کام

رکھتا ہوں، نہ نام سے۔ یہ کام دوسرا کوئی کرے تو میں خوش ہوں۔ در پردہ ایسے وسائل میں کوشش کرنا شروع کیا کہ یہ کام انجام پذیر نہ ہو اور پھر یہ مشتہر کیا جائے کہ دیکھا ہم نے اس کام سے استعفاء دیا تو پھر کسی دوسرے سے یہ کام نہ ہوسکا۔

اس استعفاء میں جو آپ نے اپنی سنت قدیمی دجالیت سے کام لیا ہے۔ اس کا ذکر میں اس آشتی آمیز وصلح خیز خط میں مناسب نہیں سمجھتا آپ نے میرے معروضات بالا کی طرف توجہ نہ کی اور اس کارروائی کے سدّ راہ ہونے سے توبہ نہ کی تو آپ کے استعفاء کے جواب میں اس دجالیت کی تشریح کی جائے گی، جس سے آپ کی ترکی تمام ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

اس کارروائی کا طریق وترتیب میرے نزدیک کانفیڈنشل اور پرائیویٹ رکھنے کے لائق ہے۔ لہٰذا میں اس خط کو چھاپنے کی آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ ہاں آپ کو اختیار ہے کہ اپنی رائے سے چھاپ دیں یا میری رائے کے مطابق کانفیڈنشل رکھیں۔ اس خط کا جواب تاریخ وصول سے ایک ہفتہ کے اندر دیں اور مجھے بہ قبولیت معروضات مذکورہ سے مطمئن کریں۔ ایک ہفتہ تک اس کا جواب متضمن قبولیت نہ آیا تو آپ کے استعفاء کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جائے گا۔

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　　اگر جنگ جوئی ندارم درنگ

آپ کا سچا خیر خواہ ابوسعید محمد حسین

یہ خط بذریعہ رجسٹری کادیانی کے پاس بھیجا گیا جس کو کادیانی نے ۷/نومبر ۱۸۹۵ء کو وصول کیا۔ مگر میعاد مقررہ ایک ہفتہ تک کجا دو مہینے تک اس خط کا جواب نہ دیا۔ اس التواء کا ایک سبب یہ معلوم ہوا کہ اس کو اس کارروائی میں اپنی دست اندازی ترک کرنا اور اس کام کا انجام پذیر ہونا منظور نہ تھا۔ اس کا مقصود صرف اپنے دام افتادگان میں نام پیدا کرنا اور اس ذریعہ سے ان سے فلوس جھاڑنا تھا۔ بناءً علیہ اس نے اس اثناء میں اپنی کارروائی (دستخط کرانے) کو جس سے بظاہر استعفاء دیا تھا، جاری رکھا۔ جس کا اثر یہ نکلا یہ استعفاء کے وقت وہ دستخطوں کی تعداد دو ہزار کے قریب بتا چکا تھا اور اب پانچ ہزار تک بتاتا ہے اور اس سبب سے اس کے پاس اس کام کے لئے بہت سا روپیہ بھی آ گیا۔

<u>دوسرا سبب:</u> یہ کہ ان رسائل سدّ راہ کار خیر مذکور کی اشاعت کو ملتوی کرنا اور اس التواء کے ذریعہ سے اس کار خیر کا انجام پذیر ہونا اس کو منظور نہ تھا اور ان رسائل کے چھپنے میں توقف تھا۔ اس عرصہ دو ماہ میں اس نے رسائل چھاپ کر مشتہر کر دیئے اور ان کی فروخت سے

خوب ٹکہ کمالئے اور ادھر دستخطوں کے ذریعہ کچھ لوگ قابو میں آ گئے تو اب اوائل جنوری ۱۸۹۶ء میں آپ نے ہمارے اس خط کا جواب مضمون جمعہ کی تعطیل کے ضمن میں ان الفاظ سے دیا ہے۔ جو ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''جب یہ کام ان کو (یعنی خاکسار کو) سپرد کیا تو چونکہ ان کی صرف اتنی ہی غرض تھی کہ ہمارا چلتا ہوا کام روک دیا جائے۔ اس لئے وہ چپکے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ تم اپنی کتابیں کہ جو حال میں مخالفین مذہب کے حملوں کے رد میں لکھی گئی ہیں، شائع ہونے سے روک دو اور اس طرح ان کو تلف کر کے وہ برا اثر لوگوں میں پھیلنے دو۔ جس کے مٹانے کے لئے یہ تالیفات ہیں۔ تب میں یہ کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔

جب یہ خط ان کو پہنچا تو مجھ کو ان کے حال پر رونا آیا کہ یا الٰہی ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ عجیب تحکم ہے کہ ہمارے مخالف ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ ﷺ کو صریح گالیاں دیں۔ طرح طرح کی ناپاک تہمتیں لگاویں۔ یہاں تک کہ نعوذ باللہ! زنا و ڈکیتی وغیرہ کے بہتان اس پاک ذات کی نسبت شائع کریں اور نہایت بری باتیں آنجناب کے حق میں کہیں اور یہ مولوی ہمیں اس قدر قلم اٹھانے سے بھی منع کریں کہ ہم بطریق مدافعت ان کا جواب لکھیں اور ان کی زہرناک باتوں سے لوگوں کو بچاویں اور دستخط کرانے کے لئے یہ شرط ٹھہرا دیں کہ مخالف جو چاہیں کریں۔ مگر ہم اپنے پیارے رسول کی عزت کے لئے کچھ بھی غیرت نہ دکھاویں۔'' (اشتہار تعطیل مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۱۸)

اب ناظرین انصاف کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کیا ہمارے خط کا صرف یہی مضمون ہے جو کادیانی نے نقل کیا ہے اور کیا ہم نے اس کار خیر کے متعلق صرف چپکے بیٹھ رہنے کے سوا کوئی کارروائی نہ کی تھی اور کیا ہمارا خط اس کار خیر کو روک دینے والا ہے یا اس کی روک کو جو کادیانی کے دستخط کرانے سے اور اس کے رسائل اشتعال انگیز کی اشاعت سے پیدا ہونے والی تھی، اٹھانے والا اور کیا ان رسائل کی اشاعت کو روکنا آنحضرت ﷺ کو مخالفین سے گالیاں دلوانا ہے یا گالیاں دلوانے سے منع کر کے ان گالیوں کو روکنا۔

اہل اسلام کادیانی کے رسائل و مضامین ''ست بچن''، ''آریہ دھرم'' ورسالہ ''نور القرآن'' خصوصاً آخرالذکر رسالہ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ کادیانی نے مخالفین کی آتش عناد کو بھڑکا دیا اور اس پر کیسروسین آئل (مٹی کا تیل) ڈال دیا ہے۔

اب مخالفین، اسلام اور بانیٔ اسلام کو اس قدر گالیاں دیں گے کہ اس سے پہلے عشر عشیر نہیں ملیں اور مع ہذا کادیانی کی درخواست توسیع دفعہ ۲۹۸ کے لئے (اگر وہ اس کو گورنمنٹ میں پیش کرے گا) سدّ راہ ہو جائیں گے۔ کادیانی کی مداخلت مذکورہ اور اشاعت رسائل مذکورہ نے ہم کو اس درخواست کی منظوری سے مایوس کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس پرائیویٹ خط کو چھاپ دیا ہے اور جب تک اس نے اپنی دست اندازی اور دستخط کرانے کا اقبال نہ کیا تھا اور نہ ان رسائل کو مشتہر کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو مشتہر نہ کیا تھا۔

کادیانی اب بھی اس کار خیر کا انجام پذیر ہونا ممکن سمجھتا ہے تو وہ اس کام کو کرے۔ نہیں تو اس کے ملتوی ہونے کا مظلمہ اس کے سر پر رہے گا۔ جس نے اپنی دست اندازی اور اشاعت رسائل فتنہ پردازی سے ہماری کارروائی کو روک دیا ہے۔ کادیانی اس کام سے جان چھڑانے کے لئے اگر یہ عذر کرے کہ میرے چلتے کام کو روک دیا، اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تم نے اس کام کو کب چھوڑا اور تمہارے خیال میں یہ کب رکا رہا۔ تم اب تک دستخط کرا رہے ہو، جس کی تعداد دو ہزار سے پانچ ہزار تک بتا رہے ہو۔ اب اس کام کو پورا کرو، اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ ورنہ آپ کے دام افتادہ حمقاء کو بھی یقین ہو جائے گا کہ آپ کو کام سے کام نہ تھا، صرف نام سے کام تھا۔ کادیانی نے اپنے اس جواب خط اور پہلے مضمون استعفاء میں جو دجالیت ظاہر کی ہے، اس کے اظہار سے قلم کو عمداً روکا گیا ہے۔ اس اظہار کے لئے ہمارے پاس نہ وقت ہے نہ کاغذ میں گنجائش۔ کادیانی اپنی شرارت اور خباثت سے باز نہ آیا تو آئندہ اس کا اظہار ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ! (اشاعۃ السنہ ج۱۶ نمبر۱۲ ص۳۶۱ تا ۳۷۰)

حاشیہ جات

۱؎ یہ مضمون زرد ورقہ پر شائع ہوا ہے جن کے پاس نہیں پہنچا وہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر درخواست کریں۔

۲؎ جس وقت ہماری تحریر آپ کے پاس پہنچی اور وہ پڑھی گئی۔ اس وقت اس پر خوب نکتہ چینی کی گئی۔ مگر شام کے جلسہ کانفرنس میں آپ نے اپنے حواریوں میں یہ تقریر کی کہ اس کام کا انجام پذیر ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ کثرت سے اس پر دستخط ہوں اور اس کام کے کرنے والوں کی حکام تک رسائی ہو۔ ہماری جماعت چونکہ قلیل ہے، اس لئے کثرت دستخطوں کی امید نہیں اور حکام تک ہماری آمد و رفت بھی نہیں اور محمد حسین کو حکام تک رسائی ہے اور اس کے ذریعہ سے کثرت سے دستخط بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کام اس کے سپرد کرنا چاہئے۔ یہ بات ہم سے مولوی حسن ابورحمت شاستری نے کہی ہے جو آپ کے پاس کئے مہینے رہے ہیں اور وہ آپ کے رسائل مذکورہ کی ہندی لکھنے لکھانے میں مددگار تھے، آپ انکار کریں گے تو ہم ان کو شہادت میں پیش کریں گے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

دجالین قادیان کی
اور
نئی چالیں

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھیڑ خوبوں سے چلے جائے اسد گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

قادیان کے دجال اکبراور اس کے نائبین دجاجلہ آئے دن نئی چالیں نکالتے ہیں اوران میں ناکام بھی رہتے ہیں۔ مگراس چال بازی سے باز نہیں آتے اوراس شعر کا مرزا غالب پر جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے عمل کررہے ہیں۔

دجال اکبر کادیانی کی پہلی چال

(تجویز توسیع دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند) کی حقیقت کھل گئی اور مضمون ''دجال کی نئی چال'' کی اشاعت سے اس کی خودغرضی ظاہر ہوگئی اوراس چال میں اس کو ناکامی ہوئی۔ جس کی تفصیل مضمون ''دجال کادیانی کی نئی چال کامآل'' میں ہوچکی ہے۔

دجال اکبر قادیانی کی دوسری چال

تواب اس نے دوسری چال اختیار کی ہے اورناواقف مسلمانوں کو دام میں لانے اوراپنے سادہ لوح دام افتادگان کے مال مارنے کے لئے یہ تجویز مشتہر کی ہے کہ میں گورنمنٹ سے اس امر کی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ سرکاری دفاتر اورمحکمات وسکولوں میں بجائے اتوار جمعہ کی تعطیل ہوا کرے۔ مسلمان اس درخواست میں ساتھ ہوں اور میری درخواست پر دستخط کریں۔

ناظرین! آپ جانتے ہیں؟ کادیانی اب الہام بازی کیوں چھوڑ بیٹھا ہے اور آئے دن ایسی چالیں کیوں نکالتا ہے؟

اے حضرات! اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جب عبداللہ آتھم اور شوہر ثانی زوجہ فرضی کادیانی کے فوت نہ ہونے نے اس کی پیش گوئیوں کو جھوٹا کیا ہے اور اسلامی دنیا نے (بجز شرذمہ قلیل حمقاء دام افتادگان کادیانی) اس کو دعویٰ الہامات وپیش گوئیوں میں جھوٹا جان لیا تب سے اس کے الہام یا یوں کہو کہ شیطانی حلم واحتلام کا دروازہ بند قافیہ تنگ ہوگیا ہے۔ اب یہ کسی الہام کے دعویٰ کی جرأت نہیں کرتا اوراگر کرے بھی تو اس کا اعتبار اس کے مخالفین میں تو کجا اکثر موافقین میں بھی نہیں ہوسکتا اوراس کے عقائد

کفریہ مشتہر ہونے اوراس پر کفر کے فتوے لگائے جانے کے سبب وہ اسلامی دنیا کے نزدیک اسلام سے پہلے ہی خارج ہو چکا تھا۔ اب وہ مسلمان یا ولی کہلاوے تو کیوں کر کہلائے؟ اور چپکا بیٹھا رہے تو کہاں سے کھائے؟

حضرات! یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ اس کی اراضی کی (جن کی نظر سے وہ اپنے آپ کو رئیس قادیان سمجھ رہا ہے) آمدنی دوسو روپیہ سال سے زیادہ نہیں اور یہ آمدنی اس کے خرچ ایک مہینہ کے لئے مکتفی نہیں۔ یہ سوچ کر وہ کوئی نہ کوئی ایسی تجویز نکالتا ہے جس سے وہ ناواقف مسلمانوں میں مسلمان اور اسلام کا خیر خواہ متصور اور اپنے دام افتادگان حمقاء میں ان کا رہبر ومجدد بنا رہے اور اس ذریعہ سے ٹکڑا کما کھائے۔ بناءً علیہ پہلے اس نے وہ تجویز (توسیع دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند) نکالی تھی، اس میں اس نے منہ کی کھائی ہے تو اب تجویز تعطیل جمعہ کی نکالی ہے۔ (اشتہار تعطیل مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۲۲۲،۲۱۶ سے تلخیص کر کے آگے مضمون درج کیا) اس میں اس نے عام مسلمانوں کو خیر خواہی جتانے اور رغبت دلانے کے علاوہ یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر تم اس تجویز میں میرے ساتھ نہ ہو گے اور مجھے اپنا لیڈر (ہادی) نہ سمجھو گے اور اپنا ریپریزینٹیو (وکیل) تسلیم نہ کرو گے تو میں تم کو گورنمنٹ کا باغی قرار دے کر تمہاری مخبری کروں گا اور گورنمنٹ سے یہ کہوں گا کہ فلاں فلاں اشخاص گورنمنٹ کے باغی ہیں اور اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب سمجھ رہے ہیں۔

اس وجہ سے وہ میری اس درخواست سے متفق نہیں ہوئے اور گورنمنٹ کو یہ چکما دیا ہے کہ اب تو میں گورنمنٹ کا مخبر بن گیا ہوں۔ گورنمنٹ کے باغیوں کی فہرستیں مرتب کر کے گورنمنٹ میں پیش کرنے کو تیار ہو گیا ہوں۔ اب تو مجھے باغی وبدخواہ سلطنت تصور نہ کیا جاوے اور سول ملٹری گزٹ اور اشاعت السنۃ کے بیانات وتحریرات پر وثوق واعتبار کو اٹھا لیا جائے۔

مگر اے حضرات! چونکہ خداتعالیٰ نے خاکسار ایڈیٹر اشاعت السنۃ کو اظہار مکائید ومغالطات کادیانی کا ایک خاص ملکہ عطا کیا ہے۔ لہٰذا وہ ’’حسبة الله ونصحاً لخلق الله‘‘ گورنمنٹ اور مسلمانوں کی پبلک کو کادیانی کے مکروفریب پر جو اس تجویز سے اس نے پیش نظر رکھا ہے۔ آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہے کہ جمعہ کی تعطیل باوجودیکہ بحق اسلام واہل اسلام مفید ہے اور جو شخص اس کو مفید نہ سمجھے وہ مسلمان نہیں۔ اسلام کا بدخواہ ہے اس قسم کی درخواست ہے کہ ایک عیسائی گورنمنٹ (جو اپنے مذہب کی نظر سے نہ کسی فریق رعایا کی رعایت سے اتوار کے دن تعطیل کرتی ہے اور اپنے ہی مذہب نہ مذہب رعایا کے لحاظ سے اس کو ترک یا تبدیل نہیں کرسکتی اور نہ اس تعطیل کے ساتھ وہ ایک ہفتہ میں بلحاظ مذاہب مختلفہ رعایا متعدد تعطیلیں منظور کرسکتی ہے) اس کی قبولیت ومنظوری کی امید نہیں ہے۔

اس سے پہلے بارہا مسلمانوں نے اس مفید تجویز کا ارادہ کیا۔ مگر آخر یہی سوچ کر کہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ سے اس کی قبولیت کی امید نہیں۔ اس تجویز کو گورنمنٹ میں پیش نہ کیا۔ ہم کو خوب یاد ہے کہ انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے ایک جلسہ عام میں اس انجمن کے سیکرٹری (خاکسار راقم مضمون) نے صرف اس قدر درخواست کرنے کی تجویز کو پیش کیا تھا کہ جمعہ کے دن صرف ملازمین دفاتر اور طلباء مدارس کو صرف ایک گھنٹہ ادا نماز جمعہ کے لئے اجازت ملے اور اس گھنٹہ کے عوض میں معمولی وقت حاضری سے پہلے یا پیچھے ان سے ایک گھنٹہ کام لیا جایا کرے۔

مگر میجارٹی (جمہور) کے اتفاق سے اس درخواست کی تجویز نامنظور ہوئی اور یہی بات پیش کی گئی کہ غیر اسلامی گورنمنٹ سے اس درخواست کی قبولیت کی امید نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی خیال میں آئی کہ مبادا اس درخواست کے منظور نہ ہونے سے پہلے حالت (کہ بعض مسلمان وقتاً فوقتاً افسران بالادست کی اجازت سے نماز جمعہ پڑھ لیتے ہیں) بھی ہاتھ سے جاتی رہے۔ کادیانی کو بھی اس بات کا یقین ہے کہ مسلمانوں کی یہ درخواست عیسائی گورنمنٹ سے قبولیت کی امید نہیں رکھتی۔ ولیکن اس کو تو اس کی قبولیت سے کوئی کام نہیں۔ اس کو تو اپنا نام حاصل کرنے اور ناواقف مسلمانوں سے خیر خواہ اسلام کہلانے سے کام ہے۔

اور چونکہ وہ درپردہ دشمن اسلام اور دہریہ ہے اور موجودہ ہیئت اسلام ومسلمانوں کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ یہ درخواست اس نے اسی غرض سے تجویز کی ہو کہ یہ درخواست گورنمنٹ سے نامنظور ہو تو موجودہ حالت (افسران بالادست کی خاص اجازت) بھی جاتی رہے اور جمعہ جماعت کا بکھیڑا دور ہوا نظر آوے۔

کادیانی نے جو اس درخواست کی منظوری کی وجوہات بیان کئے ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں کہ پہلی ہی پیشی میں نامنظوری کا حکم لے آویں۔ اس کی وجہ سے ۲و۵و۶و۷و۸و۹ کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’نماز جمعہ ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اسی نظر سے اسلامی بادشاہ اس دن کی تعطیل کرتے چلے آرہے ہیں۔ گورنمنٹ اتوار کو موقوف کر کے جمعہ کی تعطیل نہ کرے گی تو مسلمانوں کو آتش رشک میں جلنا پڑے گا اور بصورت منظور تعطیل جمعہ کے خطبوں میں گورنمنٹ کا ذکر وشکر ادا ہوگا۔‘‘ اور یہ ایسی وجوہات ہیں جن کو مسلمانوں کا عیسائی گورنمنٹ میں پیش کرنا اپنی حماقت ظاہر کرنا ہے یا گورنمنٹ کو نادان ونافہم بنانا۔

اگر ان وجوہات کے بیان میں مسلمان راست گو سمجھے جائیں گے تو خود احمق کہلائیں گے اور اگر وہ دروغ گو اور گورنمنٹ کو دھوکہ دینے والے خیال کئے جائیں گے تو اس بدگمانی کے محل ہوں گے کہ وہ گورنمنٹ کو نادان اور مسلمانوں کو دھوکہ میں آجانے والی گورنمنٹ سمجھتے ہیں۔

کیا کوئی عقل مند مسلمان ایک عیسائی بادشاہ کو یہ کہہ سکتا، کہ حضرت سلطان روم جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں تو آپ بھی کریں اور ہم کو رشک میں نہ جلاویں۔ آپ یہ تعطیل منظور کریں گے تو ہم جیسے سلطان روم کا ذکر خیر خطبہ میں کرتے ہیں، آپ کا بھی کریں گے؟ کیا اس کے جواب میں وہ بادشاہ نہ کہے گا کہ سلطان روم تو مسلمان ہے اور اس پر رعایت احکام اسلام واجب ہے اور وہ عموماً مسلمانوں کا ایک خلیفہ یا امیر سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا ذکر خلافت وامارت مسلمانوں کا ایک مذہبی فرض ہے اور میں مسلمان نہیں ہوں اور نہ امیر المؤمنین کہلاتا ہوں۔ مجھے تم سلطان روم کی نظیر بنا کر دھوکہ دیتے ہو یا اس میں اپنا حمق ظاہر کرتے ہو۔ اسلامی بادشاہوں کی تعطیل جمعہ پر تم کو رشک آتا ہے تو ایک دن ان بادشاہوں کے مذہب پر رشک کرو گے اور مجھ سے مسلمان ہو جانے کی درخواست کرو گے۔

رہی وجہ اوّل وسوم وچہارم سو وہ بھی مضحکہ صبیاں ہیں اور وہ اس لائق نہیں کہ ایک دانا ومہذب گورنمنٹ ان کی طرف التفات کرے۔

وجہ اوّل کا خلاصہ یہ ہے کہ اتوار کی تعطیل میں گورنمنٹ نے ہنود اور عیسائی رعایا کی

رعایت کی ہے اس وجہ (اوّل) کو گورنمنٹ خلاف واقعہ قرار دے گی اور صاف کہے گی کہ ہندوؤں کو تو تعطیل اتوار سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ رہی رعایا عیسائی سو بھی تعطیل اتوار میں محل رعایت نہیں ہیں۔ گورنمنٹ اس دن کی تعطیل اور تعظیم اس دن سے کر رہی ہے جب کہ وہ ہندوستان پر قابض نہ ہوئی تھی۔ بلکہ کسی ملک کی رعایا کی فرمانروانہ بنی تھی۔ اس دن کی تعطیل وتعظیم میں گورنمنٹ کو اپنے مذہب کی رعایت ہے نہ کسی فریق یا فرد رعایا کی۔

تیسری وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کی تعطیل گورنمنٹ کو مخبری کا کام دے گی جو شخص باوجود تعطیل جمعہ کی نمازوں میں حاضر نہ ہوگا۔ کادیانی گورنمنٹ میں اس کی مخبری کرے گا کہ وہ سرکار کا باغی ہے۔ گورنمنٹ کی سلطنت میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ یہ وجہ تو ایک ایسی وجہ ہے کہ اس کو گورنمنٹ میں پیش کرنے والا پاجی کہلائے گا اور وہ خود باغی سلطنت تصور کیا جائے گا اور اس کی نسبت گورنمنٹ کا یہ خیال ہوگا کہ یہ ہماری وفادار رعایا کو باغی بنا کر رعایا اور فرمانروا میں بغض وعناد وفتنہ وفساد ڈالنا چاہتا ہے۔ کوئی عقل منداور نیک نیت کسی شخص کو ایک حکم کی تعمیل ترک کرنے سے اس حکم کا منکر نہیں بنا سکتا۔ ایسے شخص کو منکر قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جو آپس میں پھوٹ وفساد ڈالنا چاہتا ہے۔

مسلمانوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ایسے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے۔ پھر کیا وہ منکر نماز سمجھے جاتے ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اتفاقی دارالاسلام بلاد اسلام خصوصاً مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جو جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے۔ بلکہ پانچوں وقت کی نماز ہضم کر جاتے ہیں۔ پھر کیا وہ فرضیت نماز کے منکر اور مکہ ومدینہ کو دارالحرب سمجھنے والے اور حضرت سلطان روم کے باغی تصور کئے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

پھر کسی کا صرف نماز جمعہ میں حاضر نہ ہونے کے سبب وفادار رعایا کو باغی قرار دینا پاجی بننا اور ہندوستان میں بناء بغاوت قائم کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس مخبری کے جواب میں گورنمنٹ یہ کہہ سکتی ہے کہ ہمارے پاس مخبری کرنے والے اور بہت ہیں خاص کر ایک محکمہ سیکرٹ پولیس (مخفی پولیس) اسی غرض سے قائم ہے جس کے ذریعے سے باغیوں اور بدخواہوں سلطنت کا گورنمنٹ کو بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ امر فضول ہے کہ مسلمانوں کے ایک مذہبی امر میں گورنمنٹ پارٹ لے کر اس مذہبی امر کو مخبر بنا دے۔

علاوہ بریں جن مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان میں ادائے نماز جمعہ فرض نہیں ہے، وہ یہ خیال نہیں رکھتے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ کادیانی کتب فقہ سے جاہل ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ فقہاء نے بعض مواضع میں باوجود ان کے دارالاسلام ہونے کے ادائے جمعہ کو فرض نہیں مانا اور ایسی شروط کو شرط اداء جمعہ قرار دیا ہے، جو بعض مواضع دارالاسلام میں بھی پائی نہیں جاتی اور اس واسطے ان کے نزدیک وہاں جمعہ فرض نہیں ہے۔

وہ شرائط یہ ہیں:

وجود مصر یعنی شہر وتنفیذ احکام وحدود شریعت وغیرہ جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

اس جاہل کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جن کتابوں میں یہ شرائط بیان ہوئی ہیں وبناءً علیہ فرضیت ادائے جمعہ کی نفی کی گئی ہے۔ وہ کتابیں دارالاسلام میں تالیف ہوئیں اور ان میں اپنے بلاد کا حکم نہ دارالحرب کا بیان کرنا مقصود نہ تھا اور جس وقت یہ ہندوستان کسی کے خیال میں بھی دارالحرب نہ تھا، یعنی سلاطین مغلیہ کے زیر حکومت تھا۔ اس وقت اس ہندوستان میں ادائے جمعہ کی نسبت اختلاف ہوا تھا۔ پھر یہ جاہل بعض مسلمانان ہند کے جمعہ نہ پڑھنے سے کیونکر نکال سکتا ہے کہ وہ اس کو دارالحرب سمجھتے ہیں۔

وجہ چہارم کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعطیلیں ہندوؤں کی تعطیلوں سے نصف سے کم ہیں۔ گورنمنٹ جمعہ کی تعطیل سے اس نقصان کو پورا کرے۔ یہ وجہ بھی ایسی ہے، جس سے بجز حماقت پیش کرنے والے کے کچھ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب گورنمنٹ سے یہ ملے گا کہ جمعہ کی تعطیل کرنے سے اسلامی تعطیل ہندوؤں کی نسبت کئی حصہ زیادہ ہوجائیں گی۔ پھر ہندوؤں کی طرف سے بھی سوال پیدا ہوگا اور دن جمعہ کی تعطیل کا پھر موقوف کرنا پڑے گا۔

وجوہات پیش کردہ کادیانی کا حال ناظرین نے سن لیا تو اس سے ان کو یقین ہوسکتا ہے کہ یہ وجوہات ایسی ہیں کہ پہلی ہی پیشی میں اس درخواست کو نامنظور کرائیں گی۔ لہٰذا مسلمان کا کام نہیں کہ ان وجوہات کے ساتھ اس درخواست کو گورنمنٹ میں پیش کرے اور مسلمانوں کو ذلیل کراوے اور احمق بناوے اور موجودہ حالت اجازت کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے۔

گورنمنٹ کے حضور میں یہ مؤدبانہ التماس ہے کہ کادیانی کے اس وعدہ مخبری پر گورنمنٹ اس کو خیرخواہ سلطنت نہ سمجھ لے اور اس کی ان کارستانیوں پر جو سول ملٹری اور

اشاعت السنۃ نے گورنمنٹ کے حضور میں پیش کی ہیں، چشم پوشی نہ کرے اور اس کے دعویٰ خیر خواہی پر گورنمنٹ اس سے یہ سوال کرے کہ اگر تم خیر خواہ سلطنت ہو اور بغاوت گورنمنٹ سے بری ہو تو تمہاری پیش گوئی میعادی ہشت سالہ سے کیا غرض ہے اور تمہارے اس فقرہ کتاب (وساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً)''کہ جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے، مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرمائے۔'' کیا معنی ہیں۔

مگر اس سوال کے وقت اپنے ملک وسلطنت کے وفادار ایڈووکیٹ ایڈیٹر اشاعت السنۃ کو بھی سامنے کھڑا کر لے، پھر دیکھے کہ اس سوال کے جواب کادیانی سے دعویٰ خیرخواہی وعدم بغاوت کادیانی کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا ہونا۔

تیسری نئی چال اس کی اور دیکھو: آپ نے ایک جلسہ تحقیق مذاہب کا اشتہار دیا ہے اور اس میں یہ بیان کیا ہے کہ ''یہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوگا اور اس میں نو(۹) مذاہب مخالفہ اسلام، (۱) موسوی (۲) عیسائی (۳) آریہ (۴) برہمو (۵) مجوسی (۶) جین (۷) بدھ (۸) سناتن دھرم (۹) دہریہ۔ فلاسفر کے فاضلوں کو جو اپنے مذہب کی زبانیں، عبرانی، سنسکرت وغیرہ سے واقف وماہر ہوں، تشریف لائیں گے اور اسلام کی طرف سے خود بدولت (کادیانی صاحب) پیش ہوں گے اور یہ جلسہ ایک مہینے تک رہے گا اور آنے والوں کا خرچ مہمان داری وکرایہ مکانات فروکش ہونے کا کادیانی کے ذمہ ہوگا اور جو صاحب کرایہ آمدورفت چاہیں وہ بھی کادیانی دے گا وغیرہ وغیرہ۔'' (معلوم نہیں موضع قادیان میں کرایہ کا مکان بجز مکانات کادیانی کونسا ہے، جس میں وہ لوگ فروکش ہوں گے)

ناظرین آپ جانتے ہیں؟ کادیانی اس جلسہ کی تجویز میں یہ کیا چال چلا ہے؟ اے حضرات!

این ہمہ از پے آنست کہ زرمے طلبد

اس سے آپ کا اصل مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دام افتادہ احمقوں (جو عقل کے اندھے ہیں اور گانٹھ کے پورے ہیں) سے اخراجات مہمان داری وکرایہ مکانات وآمدرفت کے بہانہ سے ٹکے وصول کرے۔ وبس سوائے اس امر کے اس اشتہار سے کوئی نتیجہ نہ نکل سکے گا اور ہرگز نہ نکلے گا۔

کادیانی کو خود اس امر کا ایسا یقین ہے (جیسا کہ دو اور دو چار ہونے کا یقین ہوتا ہے) کہ کادیانی کی دعوت پر نہ کوئی بمبئی یا کلکتہ سے عبرانی دان یہودی آوے گا۔ نہ چین سے یا برہما سے مذہب بدھ کا فاضل اور نہ یورپ سے دہریوں سے کوئی فلاسفر اور نہ ہندوستان وپنجاب سے کوئی برہمایا آریہ وعلی ہذا القیاس!

اس یقین کی وجہ کا بھی کادیانی کو علم ویقین ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مجھے بہت لوگ جھوٹا وفریبی جانتے ہیں اور بہتیرے پاگل سمجھتے ہیں۔ ایسا کم سے کم کوئی ایک بھی نہیں جو مجھے مخاطب صحیح سمجھتا ہو اور عالم وفاضل ومحقق اور طالب حق سمجھ کر مجھ سے مباحثہ اور احقاق حق کا خواہاں ہوکر میرے گھر پر آوے۔

یہ یقین اس کو اس تجربہ کے ذریعہ سے حاصل ہوگیا ہے کہ اس نے بارہا لوگوں کو اپنے مقابلہ کے لئے اشتہار دیئے ہیں اور ان اشتہاروں میں علاوہ زادراہ کے سال بھر تک دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کے بھی وعدے کئے۔ مگر اکثر لوگوں نے اس کو فریبی یا پاگل سمجھ کر اس کے اشتہاروں کا جواب تک نہ دیا۔ بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے۔ بعض نے ایسا ہی کچھ اور سنایا۔

اس تجربہ سے اس کو وہ یقین ہوگیا ہے۔ اس لئے اس نے بے دھڑک یہ اشتہار جلسہ تحقیق مذاہب جاری کر دیا ہے۔ جس سے وہ مقابلہ مخالفین سے تو بے فکر ہے اور اس امر کی امید رکھتا ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ روپیہ وصول ہو ہی جائے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مخالف مولوی ہزار بار عام لوگوں کو ہمارے فریبوں پر آگاہ کریں۔ مگر جہان احمقوں سے خالی نہیں ہے نہ کبھی ہوا ہو اور نہ آئندہ ہوگا۔

شیخ چلّی مرگیا ہے تو کیا ہوا، اس کی ذریات کا تو اختتام نہیں ہوا۔ اس غرض حصول زر کے سواء اس اشتہار کا کوئی نتیجہ نکلے تو ہماری پیش گوئی کی غلطی کی جو مالی سزا کادیانی تجویز کرے ہم بھگتنے کو حاضر ہیں اور اگر ہمارا کہنا درست نکلے تو آئندہ کادیانی لن ترانیاں ہانکنے اور اس ذریعہ سے عام مسلمانوں کو (حمقاء اتباع کادیانی کا ذکر نہیں) دام میں لانے کا خیال دماغ سے نکال دے۔ امام محدث دارقطنی نے بغداد والوں کو کہا تھا کہ ''**یا اهل بغداد لا تطمعوا نی الکذب علی رسول اللہ ﷺ ما دمت حیاً**'' یعنی اے بغداد والو! جب تک میں زندہ ہوں تم آنحضرت ﷺ پر جھوٹی حدیثیں وضع کر کے افتراء کرنے کی طمع نہ

رکھو۔ میں بھی بنائے قول دارقطنی کادیانی کو کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں، آپ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور دام میں لانے کی طمع چھوڑ دیں۔

اب ہم کادیانی سے ایک سوال کرتے ہیں اوراس پر اس میں تیسری چال کے بیان کوختم کرتے ہیں کہ بفرض محال یہ جلسہ منعقد ہوگیا اور مذاہب تسعہ مذکورہ کے فاضل چین، برہما، یورپ وغیرہ بلاد سے جمع ہوکر کادیانی کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوکراس امر کے مستفسر ہوئے کہ آپ جو اسلام کی طرف سے وکیل ہوکر ہم سے مخاطب ہوتے ہیں اور مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس اس امر کی کیا دلیل ودست آویز ہے کہ آپ مسلمانوں کے وکیل ہیں اور آپ کے ساختہ پرداختہ کومسلمان اپنا ساختہ پرداختہ سمجھیں گے۔ اسلامی دنیا میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ باضابطہ مسلمانوں کے گروہ سے خارج کئے گئے ہیں اور پشاور کلکتہ ومدراس وبمبئی تک آپ کے کافراور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء فتوے لگاچکے ہیں تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ کیا صرف یہی کہ ہم کو حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے کافرنہیں کہا۔ یا منشی محمد احسن امروہی بھوپالی نے رسالہ تحذیر میں ہم کوکفر سے بچالیا ہے۔ اس کے جواب میں وہ پھر اس فتویٰ کو پیش کریں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی آپ کی متابعت کے سبب اسلام سے خارج ہوچکے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ کیا ارشادفرمائیں گے۔ بیّنوا...... توجروا!

<u>اس کی چوتھی نئی چال اور دیکھو:</u> پادری فتح مسیح مشنری فتح گڈھ سے کادیانی نے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک خلیفہ کادیانی کو کہا کہ عبداللہ آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کادیانی کو سچی جاننے والی ایک حقیر جماعت اتباع کادیانی ہے جس کی تعداد چار، پانچ یازیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ پھراس کے جواب میں کہا کہ وہ (پادری) کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ درحقیقت یہ پیش گوئی پوری ہوگئی اور اگر ہم پندرہ سو یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار کے دستخط کراویں گے تو ان کا دعویٰ باطل ہوگا یانہیں؟

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس چال سے کادیانی کی کیا غرض ہے؟ اے حضرات! یہ غرض اس سیاہی کو دھونا ہے، جو عبداللہ آتھم کے فوت نہ ہونے سے آپ کے منہ مبارک پر جمی ہوئی ہے اوراس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا جو اس دن سے زیب گلو

ہورہا ہے تاکہ اس ذریعہ سے پھر وہ فتوحات مالی جاری ہوں، جو اس پیش گوئی کے جھوٹا ہونے سے مسدود ہورہی ہیں۔

حضرات! ہم اس مضمون میں سے اس نئے پادری کی تصدیق وتائید نہیں کرتے اور نہ اس کا یہ بیان کہ اس پیش گوئی کو سچی جاننے والی جماعت کادیانی میں صرف پندرہ آدمی ہیں، لائق تصدیق ہے اور نہ یہ شخص کسی اور بیان میں مسلمانوں کی تائید کے لائق ہے یہ شخص جب سے نیا پادری بنایا گیا ہے۔ تب سے آنحضرتﷺ کی عالی جناب میں ناپاک الفاظ استعمال میں لاتا ہے اور یہ اپنی معمولی باتوں میں بھی راست گوئی کا ملتزم نہیں ہے۔ ہم سے اس کی خط وکتابت ہوئی تو اس میں اس نے راستی ودیانت سے کام نہیں لیا۔

چنانچہ اس خط وکتابت کے درج رسالہ ہونے سے ناظرین کو یقین ہوگا۔ لہٰذا ایسا شخص اس لائق نہیں کہ کوئی مسلمان اس کی تائید کرے بلکہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کی واجبی خدمت گزاری کرے۔ بلکہ اس مقام میں ہم کو یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس تعداد کے بیان میں جیسا کہ یہ نیا پادری جھوٹا ہے ویسا ہی کادیانی جھوٹا ہے اور اس دروغ کے سبب ہردو ملامت کے مستحق ہیں۔ نیا پادری اس لئے کہ اس نے کادیانی کی جماعت کے یا اس جماعت میں پیش گوئی کو سچی جاننے والوں کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ حمقاء اتباع کادیانی جو اس پیش گوئی کو سچا جانتے ہیں سو سے بھی زیادہ ہیں اور کادیانی اس لئے کہ اس نے جھوٹ کا تو وہ طوفان باندھ دیا۔ اس قدر تعداد کے بیان میں جھوٹ کو انتہاء تک پہنچادیا ہے۔

اس نفی سے ہماری یہ مراد نہیں کہ وہ چار ہزار آدمیوں کے نام لکھ کر مشتہر نہیں کرسکتا، نام تو وہ دس ہزار اشخاص کے گن سنائے گا اور سیالکوٹ کے باشندے اور بھیرہ، خوشاب کے لوہارونائی اور جہلم کے جہلاء اور ضلع گوجرانوالہ کے سفہاء، فجا، متا، نورا، کما، تانا، کیما، حسو، للّو، کلّو وغیرہ کو ان ناموں کی مصداق بھی دکھاوے گا۔

ہماری مراد اس نفی سے یہ ہے کہ وہ اس تعداد کے ایسے لوگوں کو پیش نہیں کرسکتا جو قانون شریعت یا عدالت کے رو سے شہادات میں قبول کئے جانے کے لائق ہوں۔ ہم کادیانی سے اس قسم کے لوگ اور اہل اسلام سے نہیں چاہتے اور اس قدر کے تعداد کی بھی اس کو تکلیف نہیں دیتے، بلکہ خاص کر اسی کے اتباع ومعتقدین میں سے بجائے چار ہزار صرف چار اشخاص کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر وہ ایک جلسہ عام میں اہل اسلام میں بالاتفاق

حلف کے ساتھ شہادت دیں گے کہ پیش گوئی متعلق موت آتھم سچی ہوگئی ہے تو ہم ان چار کی شہادت کو آپ کی اتباع سے چار ہزار کی شہادت تسلیم کریں گے اور کادیانی کو اس دعویٰ میں سچا اور اس تعداد کے بیان میں صرف نئے پادری کو جھوٹا کہیں گے۔

وہ چار اشخاص یہ ہیں:

۱...... آپ کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین صاحب جمونی بھیروی۔

۲...... آپ کے خلیفہ دوم منشی یا مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھوپالی۔

۳...... آپ کے بڑے مالی حواری (مددگار) خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔

۴...... آپ کے چھپے حواری حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر یا ان کی جگہ منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ یا منشی عبدالحق صاحب پنشنر۔

یہ چاروں حضرات بالاتفاق اس پیش گوئی کو سچا کہیں گے تو ہم کادیانی کے اس دعویٰ کو مان لیں گے۔ یہ چاروں حضرات یا ان میں کوئی صاحب اس پیش گوئی کو سچا کہنے سے انکار کریں گے۔ تو ہم چار اشخاص اور یا کسی ایک منکر کی جگہ ایک اور صاحب کو منتخب کریں گے۔ وعلیٰ ہذا القیاس اس ترتیب وترکیب سے اتباع کادیانی جملہ سنجیدہ اشخاص اس پیش گوئی کے منکر ثابت ہوں گے اور اس سے کادیانی صاحب اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ٹھہریں گے۔

حضرات ناظرین! ہم کو امید نہیں کہ کادیانی صاحب ان چاروں حضرات یا اور سنجیدہ اشخاص کو اس شہادت میں پیش کریں یا ان کا انکار اس شہادت سے پیش کر کے اور لوگوں کے انتخاب کی اجازت دیں۔ اس لئے ہم آپ صاحبوں کی اطلاع کے لئے اس راز کو آشکارا کرتے ہیں کہ تیسرے صاحب (خانصاحب محمد علی خان) اس پیش گوئی کو ایک مجلس خاص اتباع کادیانی ساکنان لدھیانہ میں جھوٹا کہہ چکے ہیں اور یہ بات لدھیانہ میں کس وناکس کو معلوم ہے، وہ ہرگز اس شہادت میں شامل نہ ہوں گے۔

حکیم نورالدین کا اعلان کہ مرزا کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی

ایسا ہی خلیفہ اوّل کادیانی حکیم صاحب بھی ایک کارڈ میں اس پیش گوئی کو جھوٹا لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی امید ہے کہ اس شہادت کی طرف رخ نہ کریں گے۔ ان دونوں صاحب کی شہادت خلاف اور اشخاص جماعت کادیانی کے دو ہزار اشخاص کے برابر ہے اس کے مقابلہ میں

کادیانی کے دوہزار کی شہادت تو ''کان لم یکن'' و بے اعتبار ہے۔ دوہزار سے زیادہ اشخاص وہ گن سنائے گا۔ تو ہم دو اشخاص ایسے ہی اور پیش کریں گے۔ ذیل میں وہ کارڈ نقل کیا جاتا ہے جو خلیفہ اول کادیانی نے بابو غلام محی الدین صاحب کلرک دفتر لوکو سپرنٹنڈنٹ ریلوے لاہور کے نام ۱۵/دسمبر ۱۸۹۴ء کو مقام بہاولپور سے لکھا تھا اور وہ بعینہ ہمارے پاس موجود ہے۔

وہ یہ ہے:

السلام علیکم! پیش گوئی میرے خیال میں پوری نہیں ہوئی۔ اب اس کا کیا سرّ ہے۔ ان شاء اللہ ہی چندروز کے بعد میں ظاہر کرسکوں گا۔ ان شاء اللہ چندروز تامل فرماویں۔ میں کسی کام میں جلدی کو پسند نہیں کرتا۔ نوردین از بہاول پور۔ دولت خانہ۔

ناظرین! ان دونوں شہادتوں کو انصاف سے پڑھیں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ کادیانی دعویٰ شہادت پندرہ یا چار ہزار میں کس قدر راستی پر ہے۔ یہ حضرت اقدس (اکذب) دجال اکبر کی نئی چالوں کی چار مثالیں ہیں۔ اب ایک مثال آپ کے نائبین دجاجلہ کی بھی ناظرین سن لیں۔

آپ کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین صاحب اور خلیفہ دوم میاں کریم بخش صاحب سابق ٹیچر امریکن مشن سکول سیالکوٹ نے (جس کو کادیانی نے مولوی عبدالکریم صاحب کا خطاب دیا ہے۔ جیسے اس نے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود کا لقب دیا ہوا ہے اور ایک نے دوسرے کے ساتھ: ''من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'' پر عمل کر رکھا ہے)

مل کر علماء مسلمین کے نام عموماً اور خاکسار کے نام خصوصاً ایک اشتہار جاری کیا ہے۔ جس میں یہ درخواست اور تحدی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ یا کسی اور جلسہ میں لاہور جیسے مقام مشہور ہیں، ہم سے بالمقابلہ فضائل اسلام کے بیان میں تقریر کریں یا لیکچر دیں۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ ان حضرات نائبین دجال اکبر کا اس چال سے مقصود کیا ہے اور دونوں صاحبوں نے مل کر کیوں اشتہار جاری کیا ہے؟

حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے تین دفعہ یہ خاکسار ذرہ بے مقدار محض بتائید ملک جبار وقہار حکیم صاحب کو زک دے کر بھگا چکا ہے۔ ایک دفعہ ۱۸۹۱ء میں ایک مجمع علماء لاہور میں عرصہ دو گھنٹہ میں آپ کو ملزم کیا۔ جس پر آپ راجہ جموں کی ملاقات کے بہانہ

سے تیسرے پہر گفتگو کرنے کا وعدہ کر کے بھاگے اور پھر سامنے نہ آئے اور لدھیانہ یا پراجی وہانسی آپ کو تار کے ذریعہ سے بلوایا گیا تو آپ نے کادیانی کو پیش کرنا چاہا۔ آخرہ وہ بھی مقابلہ میں نہ آیا اور نہ مباحثہ وقوع میں آیا اس کی تفصیل کیفیت پہلے اسی کتاب میں آچکی ہے۔

دوسری دفعہ ۱۸۹۳ء میں ریل کے سفر میں آپ قابو میں آگئے اور لاہور سے امرتسر پہنچنے تک پھنسے رہے۔ آخر ساکت ہوئے اور ریل گاڑی سے اتر کر جان چھڑائی۔ اس کا حال بیان قدرتی مباحثہ کے نام سے چھپ چکا ہے۔

تیسری دفعہ میں ریل گاڑی میں آپ قابو آئے۔ مگر گفتگو سے صاف انکاری ہوکر مقام پھلور میں فراری ہوگئے۔ اس وجہ سے آپ اپنے شاگرد رشید کریم بخش کو باوجود کہ وہ ظاہری وباطنی اعضاء وقویٰ میں معذور بھی ہے۔ برطبق مشہور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ساتھ لے کر میدان میں نکلے ہیں۔

یہ تو ان کی معیت کی وجہ سے اب مقابلہ کی خواہش کی وجہ سنو۔ اس اشتہار میں آپ نے اپنے ان مسائل میں جن میں مباحثہ کرنے سے بھاگے تھے۔ مقابلہ نہیں چاہا۔ بلکہ قدیم اسلام کے فضائل بیان کرنے میں مقابلہ چاہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مسائل مذہب کادیانی نے تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ علماء ہندوستان وپنجاب نے آپ لوگوں پر فتویٰ کفر لگا رکھا ہے۔ اب آپ! ان مسائل کفریہ کو عام مجمعوں میں چھپانا اور بجائے ان مسائل کفریہ کے اتفاقی مسائل اسلام بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں مسلمان کہلائیں اور اس سیاہی کو جو فتویٰ تکفیر نے آپ پر لگا رکھی ہے، دھوڈالیں۔ مگر خاکسار چونکہ آپ کی نبض کو خوب پہچانتا ہے۔ لہٰذا وہ آپ کے اس تقیہ ونفاق کو ظاہر کرتا ہے اور اس غرض میں آپ کو کامیاب ہونے نہیں دیتا۔

پس بجواب آپ کے اشتہار کے عرض رساں ہے کہ میاں کریم بخش صاحب کو تو میں کیا کوئی اہل علم مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ ہاں آپ کے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ جس وقت چاہیں اور جس جگہ (بجز قادیان) کہ وہ دارالشیطان ہے اور بقول کادیانی ’’یزیدیوں کا مکان‘‘ (ازالہ کادیانی ص۱۳۴، خزائن ج۳ ص۱۶۷) آپ چاہیں خاکسار کو بلالیں، خاکسار آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو لیکچر دینے کو آپ سے مباحثہ کرنے کو حاضر ہے۔

مگر ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا کہ آپ تقیہ اختیار کر کے اپنے مسائل کفریہ مذہب کادیانی کو چھپائیں اور قدیم اسلام کے اصول ومسائل کے اظہار سے اپنے اسلام کو حاضرین پر ظاہر وثابت کریں۔ جیسا کہ کادیانی نے مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی میں کہا تھا اور اس ذریعہ سے بعض مسلمانوں کو مونڈ لیا۔ بلکہ آپ جن مسائل میں کچھ کہنا چاہیں گے اور ان میں طلاقت ولیاقت دکھائیں گے۔ وہ خاصۃً ومجرداً آپ کے مسائل مذہب کادیانی ہوں گے اور ان کے جواب میں اس طرف سے بھی ان ہی مسائل میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ یہ شرط منظور ہے تو بسم اللہ آیئے اور جہاں چاہئے خاکسار کو بلایئے۔

حضرات اس تحریر کے چھپنے میں توقف نظر آتا تھا، اس لئے خاکسار نے اس اشتہار کے جواب میں حکیم صاحب کے نام ایک قلمی خط بذریعہ رجسٹری ۱۶ تاریخ جنوری ۱۸۹۶ء کو روانہ کردیا تھا۔ اس خط کے جواب میں حکیم صاحب کا رڈ بھی آیا۔ مگر اس میں قبولیت مباحثہ ومقابلہ کی نسبت ایک حرف تک نہیں لکھا۔ اس خط کے مضمون میں مباحثہ کے جواب میں لکھا تو صرف یہ لکھا ہے کہ کریم بخش کا نام حسین بخش کے نام سے بہتر ہے۔

جس کا جواب ترکی بترکی دیا گیا۔ آج ایک کارڈ حکیم صاحب کا متضمن مطالبہ کتاب مطالب عالیہ اور آیا ہے۔ اس میں بھی قبولیت مباحثہ کا حرف نہیں معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا وہ اشتہار صرف گیدڑ بھبکی تھا۔ آپ کو بالمقابلہ تقریر کرنی منظور نہیں ہے۔

ذیل میں خط وکتاب نقل کی جاتی ہے۔ جو ان دنوں حکیم صاحب سے ہوئی۔

بٹالہ ۱۶/جنوری ۱۸۹۶ء

مشفقی حکیم نورالدین صاحب

سلام علی من اتبع الهدیٰ آپ کا اشتہار اور آپ کے پیر ومرشد (ظاہری) کادیانی کے چند اشتہارات جس روز میں نے وصول کئے۔ اسی روز ان کے جوابات تحریر کردیئے۔ وہ چھپ کر آپ کے پاس پہنچیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! شاید ان کے چھپنے میں دیر ہو، اس لئے آپ کے اشتہار کے جواب کا خلاصہ قلمی ارسال کرتا ہوں، کریم بخش سابق ٹیچر اسکول سیالکوٹ کو (جو مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) تو میں مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے بحث کرنے کو ہروقت اور ہر جگہ (بجز قادیان) تیار ہوں۔ جہاں آپ چاہیں مجھ سے مقابلہ کریں۔

بشرطیکہ آپ مذہب نیچری کادیانی کے مسائل جو رسائل کادیانی فتح، توضیح، ازالہ، وساوس، حمامہ وغیرہ میں بیان ہوئے بیان کریں اور انکا رد مجھ سے سنیں اور اگر آپ تقیہ ونفاق کے طور پر صرف وہ قدیم مسائل بیان کریں جو اہل اسلام کے مسائل وعقائد ہیں اور اپنے مذہب نیچری کادیانی کے مسائل کو زبان پر نہ لاویں تو اس کے مقابلہ میں کسی مسلمان کو کچھ کہنا ضروری نہیں ہے اور اپنے علم وتقریر ولیاقت وخوش بیانی کی نمائش اور ریا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ آپ کا پرانا خدمت گار، ابوسعید محمد حسین!

اس کا جواب حکیم صاحب کی طرف سے:

کریم بخش حسین بخش سے بہرحال بہتر ہے۔ نوردین۔

اس کا جواب خاکسار کی طرف سے۔

مشفقی حکیم صاحب! سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! کریم بخش کے صرف نام پر اعتراض نہ تھا بلکہ اس کے مولوی کہلانے پر، اس اعتراض کو حسین بخش کا نام نہیں اٹھا سکتا، جب تک حسین بخش کے خداداد علم میں کریم بخش شریک ومماثل نہ ہو۔ آپ نے یہ نہ سوچا اور جواب لکھ مارا۔ اس سے آپ نے میرے اس گمان کو مصدق ومحقق کہا کہ آپ لوگوں میں صحبت کادیانی کی برکت سے فہم، انصاف، للّٰہیت وحقانیت کا شمہ نہیں ہے جو ہے نفسانیت، جہل، جدل، عناد وغیرہ ہے۔ اس اعلام کا شکر یہ آپ کی کل جماعت پر واجب ہے۔ قبولیت مباحثہ اور تقریر بالمقابلہ کا جواب آپ نے نہ دیا۔ کیا پھر بھاگے جیسے ایک دفعہ لاہور میں اور دو دفعہ ریل میں بھاگے تھے۔ ابوسعید محمد حسین!

اس کا جواب نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

(اشاعۃ السنۃ ج۱۶ نمبر۱۲ ص۳۷۰ تا ۳۸۴)

حاشیہ جات

۱؎ یہ خط وکتابت رسالہ میں پہلے درج ہو چکی ہے۔ اس کو اس نئے پادری نے اخبار نور افشاں میں درج کرایا تو اس میں بہت تصرف کیا۔ ازآنجملہ یہ کہ اپنے خط مؤرخہ ۲۱؍ جولائی ۱۸۹۴ء کے آخری فقرہ کو خورد برد کر کے اس کا جواب جو ہماری طرف سے تھا اخبار میں نہ چھپوایا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

خطبہ (یا لیکچر)

(جس میں جلسہ اعظم مذاہب کے پانچوں سوال کا جواب اور
نبوت عامہ اور نبوت خاصہ محمدیہ کا ثبوت ہے)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ریمارک: مدت ہوئی مرزاغلام احمد ساکن قادیان نے اس مضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ فاضل جمع ہوکر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں، میں اسلام کی طرف سے پیش ہوکر اسلام کی خوبیاں بیان کروں گا۔ اس اشتہار سے ان کا مقصود وخیال یہ تھا کہ جو میرے عقائد جدیدہ کی وجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتویٰ کفر لگا دیا ہے اور اس کے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت ونفرت ہوگئی ہے۔ خصوصاً اس روز سے کہ عبداللہ آتھم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیش گوئی جھوٹی ہوچکی ہے، اس کا اثر اٹھ جاوے یا کم ہو۔

اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہوجائیں گے، ان کے سامنے ایسے عقائد مسلمہ اہل اسلام ظاہر کروں گا۔ جن سے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے اور میری طرف رجوع کریں گے۔ (جیسا کہ پہلے چند میرے دام میں پھنسے ہوئے ہیں) جب وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میرے دام میں آجائیں گے، تو پھر میرے وہ عقائد جدیدہ کو بھی مان لیں گے۔ جیسا کہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں۔ اس اشتہار کی طرف کسی نے توجہ کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اس کو مرزا کی معمولی لاف زنی وفریب دہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل کا دل میں ہی رہ گیا۔

اسی اثناء میں ایک ہندو سادھو شوگن چندر نام نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اس کو از بس غنیمت سمجھا اور اس کو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدیدہ عقائد مندرجہ رسائل کے برخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اس سادھو اور اس کی ہندو کمیٹی اور معاونوں کو (جن کے مضمون اشتہار کو نہ اکثر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا، نہ عیسائیوں اور پادریوں نے اور وہ منتظر اور اس کے محتاج تھے کہ کوئی ان کی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفاء کو شامل کیا۔

ان کے اوّل خلیفہ حکیم نورالدین صاحب اس کمیٹی کے چھ اشخاص ماڈریٹروں (منتظموں یا میر مجلسوں) میں سے ایک ماڈریٹر بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین

صاحب ڈاکٹر چکراتہ۔ اس کمیٹی کے سیکرٹریوں میں سے ایک سیکرٹری بن گئے۔ تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین صاحب پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بن گئے۔ وعلیٰ ہذا القیاسؒ اور لوگ داخل وشریک ہوئے۔ سادھو مذکور قادیان میں بھی بلوائے گئے اور وہاں ان کو اپنے مدعاء کے موافق تعلیم وتلقین ہوئی اور ایک اشتہار بعنوان ''اشتہار واجب الاظہار'' بھی بنا دیا گیا۔ جو لفظ بلفظ وحرف بحرف مرزا جی کا بنا ہوا ہے۔ کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اس میں دخل معلوم نہیں ہوتا۔ (چنانچہ ملاحظہ اشتہار سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے) اور وہاں بھی اپنے مطبع میں مرزا نے اس کو چھپوا دیا اور وہیں سے شائع ومشتہر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنالیا اور اس کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اس کا احتمال تام ہے، کہ یہ سوالات خمسہ جو جلسہ کی طرف سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے ان کو وہی سوالات تجویز کر کے دیئے، جن کے جوابات وہ مدت سے لکھ رہے تھے اور ان کو وہ نیوفیشن اور نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات ودرخواست جواب کمیٹی کی طرف سے خاکسار کے پاس بمقام بٹالہ پہنچا۔ تو میں نے سیکرٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشید الدین قادیانی صاحب ڈاکٹر چکراتہ کا نام پڑھ کر فوراً سمجھ لیا کہ اس جلسہ سے مرزا جی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنے کے بعد ناکام رہے تھے) اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتویٰ کفر وتکذیب پیش گوئی متعلقات موت عبداللہ آتھم اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے اثر کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ کر میں کمیٹی کی درخواست قبول کرنے میں متوقف ومتردد ہوگیا۔

ایک تو یہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقائد جدیدہ کے برخلاف عقائد قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا تو اس سے لوگوں کو دھوکہ لگے گا۔ لوگ ان کو مسلمان سمجھ جائیں گے اور ان کے دام میں آئیں گے۔ دوسرا یہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک وشامل نہ ہوا، تو جلسہ میں مرزا کا یک طرفہ بیان وہی اثر بد پیدا کرے گا۔

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمایت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کا جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہے۔ اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیرآباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان صاحب کا پہنچا اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الٰہی بخش سیکرٹری انجمن کا پہنچا۔

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر مامورومجبور کیا۔ میں نے کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھ دیا کہ میں جلسہ میں شامل ہوں گا اور اسلام کی طرف سے جواب سوالات ادا کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا تو عمائدوفضلاء اسلام کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسی وجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اس کے اتباع وخلفاء کے ہاتھ میں آچکا ہے اور اس میں ان ہی لوگوں کا پورا اختیار ودخل ہے روکا میں نے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال (کہ میرے شامل نہ ہونے سے مرزا کا یک طرفہ بیان اثر بد پیدا کرے گا) سنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے۔

۱۷/دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشیدالدین صاحب قادیانی کا خط اس مضمون کا میرے نام پہنچا کہ آپ اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اسی تاریخ ان کو لکھ دیا، کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔ اس کا جواب مجھے مرزا کے خلیفہ نے نہ دیا۔ تو میں نے سکوت کو رضا سمجھ کر چالیس صفحہ کا مضمون (جس میں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا اور اس میں میں نے اپنے بیان کے لئے صرف ایک گھنٹہ کا وقت پایا۔ (یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سواء کسی دوسرے کو بھی پورا وقت ملے اور سچائی ومحاسن اسلام

کے اظہار کا کافی موقعہ ہاتھ آوے اور حاضرین جلسہ پر اس کا اثر نیک ظاہر ہو) تو میں نے اس کمی وقت کی شکایت ایک معزز ماڈریٹر (پریذیڈنٹ یا میر مجلس) کی معرفت سیکرٹری صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی۔

اس پر میر مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ ان کو دو گھنٹہ اوّل روز اور ایک گھنٹہ ۲۸؍دسمبر کو وقت ملنا چاہئے۔ سیکرٹری جلسہ نے (اس میر مجلس) کی سفارش سے مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں (بشرط گنجائش) ایک گھنٹہ وقت دینا منظور کر لیا۔ (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا خدا کے فضل سے اور اس میر مجلس کی سعی سے یوں خطا ہوا۔)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو میں نے پڑھا تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کر دی۔ پھر ان کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہوگئی۔ اس میں انہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو جو ان کے ہاتھ میں تھے۔ نیز شامل کر لیا اور اس معزز میر مجلس کو جنہوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی اور حسن اتفاق سے اس وقت اجازت تقریر کے وہی انچارج (مہتمم) تھے۔ بار بار اس مضمون کے رقعات لکھ کر دیکھانا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حدود سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں۔ (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا خاکسار پر ہوا)

مگر چونکہ وہ میر مجلس صاحب خدا کے فضل سے سمجھ دار اور تجربہ کار تھے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے، سوالات جلسہ کے عین مطابق کہہ رہا ہے۔ لہٰذا ان رقعات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پر ان لوگوں کی حکمت عملی سے دہاں بندی وتسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک دفعہ بھی ایماء نہ کی، کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جارہے ہیں۔

ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے، تو صرف اس امر کے خواستگار ہوئے کہ یہ بیان آپ کا نبوت عامہ کے ثبوت میں ہے۔ اب نبوت خاصہ محمدیہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ آپ کا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف وعدل کی برکت سے رفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جس میں تمام مضمون

سے کسی حصہ کا خلاصہ وانتخاب اور کسی حصہ کی تفصیل تھی) کو ناتمام چھوڑ دیا اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر اس جلسہ پر کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا خود بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خواہش کرنا جائز ومباح ہے کہ ناظرین وسامعین اس کی داد دیں اور میری تقریر وبیان کو اچھا کہیں اور میری تحسین کریں، میں اس خواہش کو گناہ سمجھتا ہوں اور اس کو شرک وریاء خیال کرتا ہوں اور اسی وجہ سے میں قبل از بیان وتقریر حاضرین جلسہ کی خدمت میں بادب التماس کر چکا تھا کہ میرا بیان سن کر یا اس کی اثناء میں حاضرین وسامعین داد نہ دیں، تالیاں نہ بجاویں، چیر زندیں، مرحبا جزاک اللہ نہ کہیں، جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کے وقت اور ہر ایک جلسہ میں جو نئے فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔

میری اس عاجزانہ گزارش کو ارباب جلسہ نے قبول کیا اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت وسناٹا رہا، صرف اختتام تقریر بابو پرتول چندر اور ایک اور وکیل ہائیکورٹ الہ آباد مسٹر بینر جی وغیرہ نے تالیاں بجائیں، کیونکہ وہ اختتام تقریر کے قریب آئے تھے۔ انہوں نے میری اس عرض ممانعت کو نہ سنا تھا۔ بناءً علیہ اگر اب میں کسی سے اپنے بیان کی خود تحسین کراؤں یا دوسرے سے آفرین اور اپنی تحسین چاہوں، تو پھر میں اسی شرک اور ریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔

ہاں! اس قدر کہنے کو میں شرک وریا اور اپنے نفس کی مدح وثناء نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو میں نے پڑھیں اور جو ان کا ترجمہ وتفسیر میں نے کی، صرف اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا مطلب تھا۔ (نہ اس وجہ سے کہ میرے الفاظ وتقریر وبیان اور لب ولہجہ والحان اچھا تھا) حاضرین وسامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین میں بجز چند اتباع مرزا کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ ازانجملہ ایک شخص میاں کمال الدین صاحب (لاہوری مرزائی) پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ہیں، جنہوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا (جو مخبر دکن مطبوعہ ۱۴؍جنوری ۱۸۹۷ء کے ص۴ کالم ۳، سطر ۲۳،۲۴ میں مشتہر ہوئے ہیں)

’’مولوی صاحب! جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا۔ چونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں۔‘‘

میاں کمال الدین صاحب (لاہوری مرزائی) کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے۔ کیونکہ میاں کمال الدین صاحب کو مرزا کی وجہ سے اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے اور یہ امر بطور مثل مسلم ومشہور ہے: ’’**الفضل ما شهدت به الاعداء**‘‘ یعنی بزرگی وہ ہے جس کا اقرار دشمن بھی کرے۔ اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین صاحب نے اسی مخالفت کی وجہ سے خاکسار کی توجہ دوسرے منعطف ہوجانے پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ اس کا جواب اس جلد کے مضمون ’’مخبر دکن کی جھوٹی مخبری‘‘ میں دیا جائے گا اور ثابت کیا جائے گا کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ اور طرف نہیں ہوئی۔

حاضرین اہل اسلام کے علاوہ اقوام غیر کے فہمیدہ وسنجیدہ اشخاص پر بھی ان آیات اوران کے مطالب کا بڑا اثر تھا۔ جو اس وقت ان کے بشاش چہروں سے ظاہر ہورہا تھا۔ ازانجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اس کا اظہار کیا۔ ایک صاحب رائے برودا کنٹھ تھیوصوفیکل پنجاب کے سیکرٹری تھے، جو اس وقت میرے بعد تقریر کرنے کو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان مولوی صاحب (خاکسار) نے کیا ہے مجھ سے ایسا نہ ہوگا اور علاوہ برآں وہ صریح الفاظ سے انبیاء کے مصدق ہوئے۔

دوسرے صاحب ماسٹر درگا پرشاد پریذیڈنٹ کارکن کمیٹی جلسہ تھے جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھے بازار سید مٹھہ میں ملے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرکے بولے کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی، جو آج معلوم ہوئی۔

اس بیان خاکسار کے بعد یہ عام آوازہ ہوگیا کہ مسلمان میدان لے گئے۔ یہ امر مرزائی پارٹی پر نہایت شاق گزرا انہوں نے اسی وقت سے یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ فلاں شخص کا مضمون سوالات جلسہ کا جواب نہ تھا، بلکہ ایک معمولی وعظ تھا، جس کو سوالات جلسہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر خواص اہل علم اور عام اہل فہم وفراست نے ان کی اس بات کا اعتبار نہ کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر مؤثر اور متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا۔

دوسرے دن صبح کو میر مجلس موصوف مہتمم اجازت تقریر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت میں آپ کے مکان پر نہ آتا، کیونکہ رات کسی قدر علیل رہا ہوں۔ میں صرف اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کو مبارک دوں کہ آپ کا بیان عمدہ ہوا ہے۔ دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا، اس میں مرزا کی اتباع وخلفاء کا خوب جمگھٹا ہوا جو دور دور کے سیالکوٹ، جموں، وزیرآباد، لدھیانہ، بھوپال، امروہہ تک سے بلائے گئے تھے۔ انہوں نے اس مضمون پر جا بجا خوب چیرز دی اور تالیاں بجائیں جن میں عام لوگ بھی ان کے شریک ہوگئے۔

خاکسار تو سوائے وقت اپنے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا اور نہ مرزا کا مضمون اپنے کان سے سنا۔ مگر سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آ کر بیان کیا ہے کہ وہ مضمون نئے فیشن، نئی تعلیم، نئی روشنی سے موافق تھا اور عوام کو خصوص سکولوں کے طلباء کو خوش کرنے والا۔ مگر خواص اور خصوصیت کے ساتھ علماء اسلام اس سے سخت ناراض ہوئے اور اس امر کے شاکی بھی ہوئے کہ اس مضمون میں مرزا کی ایسی باتیں بھی بیان ہوئیں ہیں جو شریعت اور تحقیق کے برخلاف ہیں، بلکہ بعض کفر ہیں۔ ہم اس پر ابھی اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ جب تک کہ وہ مضمون چھپ کر شائع نہیں ہوتا۔ جب وہ شائع ہوگا (اس ریمارک کی کاپی ہوجانے کے بعد ہم نے ایک حصہ اس مضمون کا خبار مخبر دکن مدراس مطبوعہ ۲۸/جنوری ۱۸۹۷ء میں دیکھا تو اس مضمون کے مناسب حال یہ شعر ہم کو یاد آیا:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

اور اس مضمون کی تعریف کرنے والوں کے دین اور علم اور فہم پر افسوس آیا اور ان کی تعریف کے مناسب حال یہ شعر خیال میں گزرا:

صائب دو چیز میشکند قدر شعر را   تعریف ناشناس سکوت قدر شناس

اور اس مضمون کے مذمت کرنے والوں کو صدق بیان کا یقین ہوا۔ کیونکہ اس مضمون کے شروع ہی میں الحاد سے کام لیا گیا ہے۔ دیکھئے آگے کیا نکلتا ہے:

منزل عشق ہے روتا ہے کیا   آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا

اس اجمال کی تفصیل ناظرین کو اس مضمون کے پورے چھپ جانے کے بعد اس کے ریویو میں دیکھیں گے۔ان شاءاللہ تعالیٰ!)

اس جلسہ میں مرزا کے خلفاء نے مرزا کا وہ اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کی پیش گوئی کی تھی جس کی وجہ عموماً یہ خیال کی جاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کے مجوزہ سوالات تھے اور ان کے جوابات وہ مدت سے تیار کر کے اپنے خیال میں ان کو نئے فیشن، نئی تعلیم، نئی روشنی کے مطابق کر چکے تھے۔اس وجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئے خیال کے لوگوں خصوصاً نئے تعلیم یافتوں میں وہی جواب پسند ہوگا۔اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد بھی وہی صاحب میر مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے مظہر ہوئے کہ گو عام میں مرزا کے مضمون کی تحسین ہوتی ہے۔مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور اعلیٰ اور عمدہ کہتا ہوں۔

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت وثناء میں شوروغل مچا دیا ہے اور متعدد اخباروں میں چھپوا دیا کہ مرزا کے مضمون کے برابر کسی دوسرے کا مضمون نہ تھا۔بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آتھم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید وشہادت میں ان ہی اخباروں کا حوالہ دیا ہے۔ جن میں ان کے اتباع وخلفاء نے ان کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔

ازانجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قائم کرنے میں غلطی کی ہے بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جائز رکھی۔لہٰذا ہم اس مضمون ''خطبہ'' کو ختم کرنے کے بعد مضمون ''مخبر دکن کی جھوٹی مخبری'' میں اس دروغ گوئی کا اظہار کریں گے اور اسی کے مقبولہ ومسلمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کر دیں گے کہ اس کے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔اس کی طرف سے آیا ہوا اس کے نامہ نگار یا رپورٹر کی طرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل تعجب واعتراض نہیں۔مگر واقعات کی ازخود تولید اخبار نویس کا منصب نہیں ہے اور نہ اس کے کارسپانڈنٹ کا ہی ہے۔جو ایسا کرے گا وہ ضرور پکڑا جائے گا۔یہی وجہ ہے

کہ ہم نے منجملہ ان اخباروں کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کہا ہے، صرف مخبر دکن سے تعرض کیا ہے۔

باقی حصہ مضمون کے بیان کے لئے جو مجھے آخری دن وقت دینے کا سیکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا، وہ بھی مرزائی پارٹی نے (جس کے ہاتھ میں کمیٹی کی باگ تھی) منسوخ کرا دیا۔ اس دن کا پروگرام شائع ہوا تو اس میں میرے بیان کے لئے وقت نہ تھا (یہ تیسرا حملہ مجھ پر ہوا) مگر یہ حملہ بھی خدا کے فضل سے اور اسی میر مجلس سابق الذکر کی توجہ سے اور مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی مہربانی سے رفع ہوا۔

مولوی عبداللہ صاحب نے تیسرے دن کا اپنا وقت جو ڈیڑھ گھنٹہ ان کے مقرر تھا مجھے دے دیا اور میر مجلس موصوف نے مرزائی پارٹی کو فہمائش کر کے اس تبدیلی کو منظور کرایا۔ جس میں خاکسار نے اپنے بیان کا بقیہ بمشکل پورا کیا۔ اس میں اکثر انتخاب سے کام لیا، مرزائی پارٹی کی ان ناجائز کارروائیوں سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ خاکسار کے بیان کا حاضرین پر کس قدر اثر ہوا۔ جس کا مرزائی پارٹی میں خوف پیدا ہوگیا اور اس اثر کی وجہ سے اور اپنے مضمون کا غلبہ ظاہر کرنے کی غرض سے انہوں نے اس بیان میں بہت سی روک تھام کی اور جو اس میں کسر رہ گئی تھی، وہ جھوٹی خبروں اور رپورٹوں کو بازاروں میں شائع کرنے سے نکال لی۔ آئندہ ناظرین دونوں مضمونوں کو پڑھنے اور اس میں موازنہ کرنے سے داد حق وانصاف دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ریمارک ختم ہوا اب اصل جواب سوالات جلسہ شروع ہوتا ہے۔

(اس سے آگے مولانا بٹالویؒ کا خطاب ہے جو ہمارے موضوع کے متعلق نہیں، اس لئے درج نہیں کیا) (اشاعۃ السنۃ ج۷ اش۸ ص۲۲۳ تا ۲۴۴)

حاشیہ جات

۱؎ وہ لوگ سپیکر (یعنی تقریر کنندہ) بن گئے۔ ازانجملہ ایک منشی ناصر نواب قادیانی نقشہ نویس خسر مرزا ہیں۔ ایک مبارک علی قادیانی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ جس کا سپیکروں میں شامل ہونا۔ اس فرض سے تھا کہ وہ اپنا وقت بھی مرزا کو دے دے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین و شہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

- قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا
- یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق و باطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
- یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی و لاہوری کے لئے ''اتمام حجت'' ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش و عرق ریزی سے تحقیق و تخریج سے آراستہ کر کے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کر دیا ہے۔ جو کہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ''اتمام حجت'' کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ملتان

061- 4783486
0300-4304277